اَساسُ المَنطِق

شرح

(مکمل)

تَیسِیرُ المَنطِق

اساس المنطق

شرح تیسیر المنطق

(حصہ دوم)

مصنفہ حضرت مولانا حافظ عبد اللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز قدوۃ العلماء فخر المحدثین
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

بقلم محمد سیف الرحمٰن قاسم
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مع حاشیہ قدیمہ "تسییر المنطق"
از حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

وحاشیہ جدیدہ "تفسیر المنطق"
از حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

طبع دوئم

نام کتاب	------	اساس المنطق شرح تیسیر المنطق
تصنیف	------	محمد سیف الرحمٰن قاسم
تعداد طباعت	------	ایک ہزار
کمپوزنگ	------	الشریعہ کمپوزرز، مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ
قیمت	------	
تاریخ طباعت	------	ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ بمطابق نومبر 2011ء

فہرست مضامین اساس المنطق حصہ دوم

انتساب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم الحروف اس کتاب کا انتساب اپنے خاندانی بزرگ' جد امجد' عظیم موحد محترم جناب اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (۲۲ ۳/۵۳) (جنہوں نے ترجمہ قرآن پاک پڑھ کر اپنے بھائیوں --- جناب محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی عبد الرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ --- اور پورے خاندان کو بدعات کی ظلمتوں سے نکال کر سنت کے نور سے منور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور پورے خاندان کی طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین) اور اپنے برادر اکبر جناب حاجی محمد انور رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (۱۶ ۱/۸۷) (جو والدین کی خدمت' اخلاق' کردار' عقیدہ کی پختگی اور علم دین کی اشاعت کے جذبہ میں پورے خاندان میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے) کے نام گرامی سے کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے۔

راقم الحروف قارئین سے بھی دعاؤں کا درخواست گزار ہے۔

ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

فقط محمد سیف الرحمٰن قاسم

بروز ہفتہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

۱۲ر اپریل ۱۹۹۷ء

اظہار تشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے استاد محترم مولانا محمد سیف الرحمٰن صاحب قاسم حفظہ اللہ تعالیٰ کی شرح تیسیر المنطق کے حصہ اول کو قبولیت سے نوازا۔ مدرسین ودارسین نے اس نعمت غیر مترقبہ کا پرجوش استقبال کیا اور جس نے اس کا سرسری مطالعہ ہی کر لیا' دوسرے حصے کا مطالبہ کرنے لگا۔

حضرت امام اہل السنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز صاحب صفدر دامت برکاتہم نے اس پر اظہار مسرت فرمایا۔ حضرت صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مدظلہ العالی نے مصنف کو اس پر مبارک باد دی اور حضرت پیر طریقت حافظ ذو الفقار احمد صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ نے اپنی با برکت مجلس میں اس کی قبولیت کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس کا دوسرا حصہ آپ کے سامنے آیا۔ پہلا حصہ اگر عجیب ہے تو یہ عجیب وغریب ہے۔

حضرت الاستاذ نے اپنے مخصوص انداز تفہیم سے' جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے' منطق کی ہر بحث کو عجیب رنگ دے ڈالا ہے۔ اپنے مسلک کا دفاع کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہی مسلک فرقہ واریت سے پاک اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پر عامل ہے۔

مصنف کی گہری نظر اور عالی سوچ کا اندازہ لگانے کے لیے کم از کم اس کتاب میں دیا گیا خاندانی منصوبہ بندی کے قائلین سے گفتگو کرنے کا طریقہ ہی پڑھ لیں۔

اس کتاب کی افادیت اور اس پر کی گئی محنت کا کوئی منکر نہیں البتہ ابتدائی درجے کی کتاب کی شرح میں طوالت کو بطور اعتراض ذکر کیا جاتا ہے۔

استاد محترم نے اس کا ایک جواب پہلے حصے کے صفحہ ۱۰ میں دیا ہے' وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا جواب موصوف نے یہ دیا ہے کہ کتاب کا رتبہ حجم سے نہیں' مصنف سے بلند ہوتا ہے۔ اور اس کتاب کے مصنف' مقرظ اور محشی اکابر علمائے دیوبند سے ہیں۔

مسلک کا دفاع کرنے کے لیے پہلے نمبر پر انہیں اکابر کی تصنیف کو مرکز بنایا ہے تا کہ ان اکابر کی برکت سے ہماری محنت بھی قبول ہو جائے۔

تیسری بات یہ کہی کہ متن اور شرح کا ایک درجہ والوں کے لیے ہونا ضروری تو نہیں ہے۔ بدایہ المبتدی' کنز الدقائق اور فقہ حنبلی کی مختصر الخرقی مبتدی طلبہ کے لیے ہیں۔ جبکہ ان کی شروح الهدایہ' البحر الرائق اور مغنی ابن قدامہ سے صرف اہل علم ہی کامل استفادہ کر سکتے ہیں۔

بایں ہمہ ساتھیوں کے تقاضا کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس درجہ کے طلبہ کی استعداد کے مطابق اس کا خلاصہ بھی جلد پیش کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ استاد محترم کی اس کتاب کو بھی شرف قبولیت سے نوازے۔ دین ودنیا میں ترقی کا ذریعہ بنائے اور ہمیں استاد محترم اور دیگر اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ سے کماحقہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں علم دین کو سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے اور عمل کرانے کے لیے قبول فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

فقط عنایت الرحمٰن بالاکوٹی

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عرض حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کس زبان سے رب کائنات کا شکر بجا لاؤں ۔ں نے مجھ سے علم سے بے بہرہ، عمل سے خالی انسان کو، جس کو علماء کی صف میں شمار کرنا تو کجا طلبہ علوم اسلامیہ کی فہرست میں داخل سمجھنا بھی واقعیت سے بڑھ کر ہے، علم منطق کی تسہیل و تبیین و تجمیل و تزیین کا شوق ڈالا۔ اس کتاب میں جس قسم کے مضامین آگئے اور جس ترتیب سے سما گئے، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے ورنہ یہ راقم ہرگز اس کی امید نہ رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کے حصہ اول کو شفقت سے دیکھا اور اس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

یہ حقیقت ہے کہ اس حصہ کی تسوید و تبییض اور تصحیح و تنقیح میں پہلے حصہ کی بہ نسبت وقت بھی زیادہ لگا، محنت بھی زیادہ کرنا پڑی جس کی بنیادی وجہ راقم کی کمزوری و نااہلی اور سستی و کاہلی ہے ورنہ کسی صاحب فن کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ حضرت امام اہل سنت مدظلہ فرماتے ہیں:

> "ہر فن اور ہر علم میں پختہ کار اساتذہ کا اپنا اپنا ملکہ اور تجربہ ہوتا ہے۔ جو کام ماہر ایک گھنٹہ میں کر سکتا ہے، وہ ناتجربہ کار اور انجان پورے دن میں بھی نہیں کر سکتا۔" (احسان الباری ص ۱۰)

راقم الحروف نے حتی الوسع اصلاح کی کوشش کی ہے اس کے باوجود کتابت کی غلطی کا رہ جانا یا راقم کا کسی غلطی میں واقع ہونا عین ممکن ہے۔ میں مدارس کے علماء و اساتذہ سے گزارش کرتا ہوں کہ چھوٹوں پر شفقت کرتے ہوئے مجھے بھی یاد فرمالیں اور مدارس کے طلبہ اور عامۃ المسلمین سے گزارش ہے کہ راقم کو اپنا بھائی سمجھ کر الدین النصیحۃ پر عمل پیرا ہو کر مفید مشوروں سے نوازتے رہیں۔

اگر کوئی بات ٹھکانے کی ملے تو شیخ سعدی کا مقولہ یاد کریں۔ ؎

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بغلط زند بر ہدف تیرے

(کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے وقوف بچہ بھی غلطی سے نشانے پر تیر لگا دیتا ہے)

اور اگر کوئی غلطی نظر آئے تو یقین رکھیں کہ طلبہ سے ایسا ہوتا رہتا ہے۔ البتہ اعتراض کرنے سے قبل پوری کتاب کا مطالعہ فرمالیں۔

حوالہ کی بابت دو باتیں یاد رکھیں۔

ایک تو یہ کہ بعض کتابوں کے مختلف نسخے زیر نظر رہے۔ مثلاً" مشکاۃ شریف' کبھی طبع کراچی کا صفحہ لکھا گیا اور کبھی طبع بیروت کا۔ مسلم شریف کبھی طبع دیوبند کا حوالہ اور کبھی طبع بیروت کا۔

دوسری یہ کہ بسا اوقات کتاب کا حوالہ محض تائیداً" دیا گیا ہے۔ بعض حوالہ دی کتاب سے اس مضمون کی تقویت ہوتی ہے اگرچہ وہ الفاظ نہ ہوں۔

نیز گزارش ہے کہ آپ کو منطق کے کسی مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہو تو کسی صاحب فن سے رجوع کریں اور اختلافی مسئلہ کی تحقیق چاہیے تو امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز صاحب مدظلہ کی کتب سے استفادہ کریں یا مولانا امین اوکاڑوی' مولانا عبد الستار تونسوی وغیرہ مناظرین اسلام کی طرف مراجعت فرمائیں۔

اس کتاب کی افادیت دیکھنے کا ارادہ ہو تو پڑھانے کے بعد باب کے آخر میں دی ہوئی تدریب ضرور حل کروائی جائے۔ زبانی سوال جواب کرنے کے علاوہ طلبہ کو کاپیوں میں تحریری جواب لکھنے کا پابند کیا جائے۔ پھر اس طالب کا تقابل دوسرے طلبہ سے کریں یا اس طالب علم کی سابق اور لاحق استعداد کا موازنہ کریں' ان شاء اللہ واضح فرق نظر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ دوسرے نیک ارادوں کو پورا فرمائے۔ جو حضرات اس نیک کام میں بندہ کی کسی طرح حوصلہ افزائی کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان سب کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ بالخصوص راقم کے تمام اساتذہ کرام کو اور حضرت والد گرامی قدر حاجی عبد الحمید صاحب اور محترمہ والدہ صاحبہ کو (اللہ تعالیٰ ان کو صحت' تندرستی عطا فرمائے) اور مجھے اور میرے تمام بھائیوں (حافظ محمد سرور صاحب' محمد امجد ضیاء صاحب اور جناب حاجی عطاء الرحمٰن صاحب) کو اپنی فرماں برداری اور والدین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت میں اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین

فقط محمد سیف الرحمٰن قاسم

بروز اتوار ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

۶۔ اپریل ۱۹۹۷ء بعد از نماز مغرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع و محمول ومکاں
وحدت شرط واضافت جزء وکل
قوت وفعل است در آخر زماں

یہ شعر مصنف نے نہیں لکھے تھے اس لیے دیوبند کے قدیم نسخوں میں یہ موجود نہیں ہیں بلکہ ان کو بعد میں بڑھایا گیا ہے۔ دار الاشاعت کے مطبوعہ نسخوں میں ان کے نیچے یوں لکھا ہے (از ناکارہ حشمت علی مظاہری ٹانڈوی)

سبق چہارم

تناقض [۱] کا بیان

اس بحث کا منطق میں عظیم مقام ہے کیونکہ اس کو جاننے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں جو بظاہر تعارض نظر آتا ہے اس کو حل کیا جا سکتا ہے ناسخ و منسوخ کے سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے نیز محال اور ممتنع کو سمجھنا آسان ہوتا ہے جس کی وجہ سے عقیدہ کے بعض مسائل حل ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ ان سب کا بقدر وسعت ذکر ہوگا۔ واللہ المستعان۔

جب دو قضیے ایسے ہوں کہ ایک موجبہ ہو دوسرا سالبہ اور ان میں یہ بات بھی ہو کہ ایک کو اگر سچا کہیں تو دوسرے کو ضرور جھوٹا کہنا پڑے [۲] تو ان دونوں کے ایسے اختلاف کو تناقض کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک قضیے کو دوسرے کی نقیض اور دونوں کو نقیضین کہتے ہیں جیسے "زید عالم ہے" اور "زید عالم نہیں ہے" یہ دونوں قضیے ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک سچا ہوگا تو دوسرا جھوٹا ہوگا۔ [۳] ان کے اس اختلاف کو تناقض کہتے ہیں جن دو

[۱] ایک دوسرے کی نقیض ہونا۔ ۱۲
[۲] اسی طرح اگر ایک کو جھوٹا مانیں تو دوسرے کو ضرور سچا کہنا پڑے۔ ۱۲ شف
[۳] اسی طرح بالعکس۔ ۱۲ شف

قضیوں میں تناقض ہوتا ہے وہ دونوں ایک دم سے نہ جمع [۱] ہو سکتے ہیں اور نہ دونوں علیحدہ [۲] ہو سکتے ہیں۔ جیسے مثلاً" مثال مذکور میں "زید عالم ہو" اور "عالم نہ ہو" یہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ "زید نہ عالم ہو" اور "نہ عالم نہ ہو"

اس مقام پر چند مباحث ہیں۔

مبحث اول تو یہ ہے کہ جو دو قضیے ایک دوسرے کی نقیض ہوں ان کا صدق بھی محال ہے کذب بھی اس کو دوسرے لفظوں میں یوں ادا کرتے ہیں کہ اجتماع نقیضین بھی محال ہے اور ارتفاع نقیضین بھی محال ہے بلکہ حضرت نانوتویؒ تقریر دل پذیر میں فرماتے ہیں کہ محال کی دو ہی صورتیں ہیں یعنی اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین یعنی ان کے علاوہ سب کچھ ممکن ہے۔

شاگرد: استاد جی ان کے علاوہ بے شمار چیزیں محال ہیں مثلاً" شریک باری تعالیٰ' خدا پر فنا کا آنا یہ بھی محال ہے نیز نبی ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا۔

استاد: حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں۔

سوا اس کے (اجتماع یا ارتفاع نقیضین کے) اور کوئی صورت محال کی نہیں ہے اور شاید اس میں کوئی نیم بلا تامل کرے سو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے تجربہ کر لے خدا نے چاہا تو ہر محال کا انجام انہیں دو پر آ ٹھہرا (تقریر دل پذیر ص ۲۸)

اب سنئے خدا تعالیٰ کا فنا کا آنا اس لیے محال ہے، کہ اس کا وجود ذاتی ہے جبکہ مخلوق کو اس نے وجود عطا کیا ہے اور فنا کے فرض کرنے کی صورت میں یہ ماننا ہو گا کہ وجود ذاتی نہیں ہے اب اجتماع نقیضین ہو گیا۔

شریک باری کے فرض کرنے سے بھی اجتماع نقیضین لازم آتا ہے کیونکہ جب کوئی جاہل یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کو پیدا کرنے پر قادر ہے مگر کرے گا نہیں تو اس سے پوچھا جائے کہ یہ تو بتائیے کہ جب خدا تعالیٰ شریک کو پیدا کرے گا تو وہ مخلوق ٹھہرا مخلوق بھلا

---

[۱] اس طرح کہ دونوں سچے ہو جائیں۔ ۱۲

[۲] اس طرح کہ دونوں جھوٹے ہو جائیں' بلکہ اگر ایک سچا ہو تو ایک جھوٹا۔ ۱۲ ج

خالق کے ساتھ شریک کیسے ہوگی پھر وہ فانی ہو گا ازلی نہ ہو گا تو فانی ازلی ابدی کا شریک کیسے ہوا رہائی ﷺ کی نظیر و مثل تو چونکہ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک مخلوق جیسی دوسری مخلوق پیدا کر دے اس میں کوئی محال لازم نہیں آتا۔ مگر چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اللہ تعالیٰ کسی اور نبی کو پیدا نہ فرمائے گا اور نہ ہی کوئی آپ کے درجہ کو پا سکتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ترا ثانی بامکان وقوعی ہو نہیں سکتا
نفی امکان مطلق کی مگر ہے قول مرتد کا

(ارواح ثلاثہ ص ۱۲۴)

مبحث ثانی : اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین دونوں لازم ملزوم ہیں اس کو مندرجہ ذیل نقشہ میں سمجھیں۔

[اجتماع نقیضین] = [{ + (قضیہ) } + { - (قضیہ) }]

اس کی مثال : [{ + (خالد حاضر) } + { ما (خالد حاضرا") }]

ارتفاع نقیضین میں دونوں قضیوں کا ارتفاع ہوتا ہے اس لیے نفی دونوں قضیوں پر داخل ہو گی چونکہ نفی کا نفی اثبات ہوتا ہے اس لیے سالبہ سے قضیہ موجبہ بنے گا۔ اور نقشہ حسب ذیل ہے۔

{ (ارتفاع نقیضین } = { - (اجتماع نقیضین) }

= [--] + [{ + (قضیہ) } + { - (قضیہ) }]

چونکہ نفی موجبہ کو سالبہ اور سالبہ کو موجبہ بنا دیتی ہے اس لیے ہم کہیں گے

[ارتفاع نقیضین] = [{ - (قضیہ) } + { (قضیہ) }]

مثال اجتماع نقیضین : [{ + (زید حاضر) } + { ما (زید حاضرا") }]

ان کا ارتفاع یوں ہو گا: لیس [{ + (زید حاضر) } + { ما (زید حاضرا") }]

= [{ لیس (زید حاضرا) } + لیس { ما (زید حاضرا") }]

= [(لیس زید حاضرا") + (زید حاضر)]

مبحث ثالث : کسی قضیہ کو کاذب بتانے کے لیے صرف یہی طریقہ نہیں کہ اس کی نقیض کو صادق کہا جائے بلکہ نقیض کے اخص یا مساوی کو بھی پیش کرنے سے بطلان ہو جاتا ہے۔ ان دونوں کی مثال ملاحظہ ہو۔

ارشاد باری ہے فقالوا انا الیکم مرسلون قالوا ماانتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شیء ان انتم الا تکذبون رسل کا دعویٰ تو یہ تھا انا الیکم مرسلون اس کی نقیض تو یوں ہے ماانتم مرسلین مگر انہوں نے رسل کے جواب میں دو باتیں کہیں اول ما انتم الا بشر مثلنا اس کا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جو ہم جیسا بشر ہے وہ رسول نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات انہوں نے یہ کہی ما انزل الرحمن من شیء جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے سرے سے رسول ہی کوئی نہ بھیجا تم کیسے دعویٰ رسالت کر گئے تو پہلا قضیہ اگرچہ صادقہ ہے مگر انہوں نے اپنے زعم میں اس کو دعویٰ رسالت کے منافی گمان کیا۔ دوسرا کاذبہ ہے اور وہ دعویٰ رسل کی نقیض کو لازم ہے۔

مبحث رابع : قرآن کریم میں نیز نبی ﷺ کے کلام پاک میں ہرگز تناقض نہیں ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

واعلم ان التعارض ھو التناقض ولا یجوز ذلک فی خبرین لان خبر اللہ تعالیٰ وخبر رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکون کذبا (روضۃ الناظر ج ۲ ص ۴۵۷)
اور جان لے کہ تعارض تو تناقض ہی ہے اور تناقض دو خبروں میں نہیں پایا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خبر جھوٹ نہیں ہو سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کی خبروں میں کی خبر جھوٹ نہیں ہو سکتی نہ تناقض نہ نسخ ہے کیونکہ نسخ فی الاخبار کا معنی بھی یہی ہو گا کہ پہلی خبر درست نہیں۔

شاگرد : استاد جی بسا اوقات آیات و احادیث میں تطبیق دینے کی ضرورت پیش آتی ہے اور بسا اوقات ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔

استاد : قرآن و حدیث کی اخبار میں ظاہری تعارض کی دو صورتیں ہیں۔

(ا) تناقض کی کوئی شرط مفقود ہوتی ہے اس لیے بظاہر تناقض ہوتا ہے حقیقت میں نہیں اور اس کی شروط کا ذکر آئے گا۔

(۲) ثبوت میں قطعیت نہ ہو یعنی دونوں یا ایک کے قطعی ہونے میں شک ہو مثلاً ایک طرف قرآن پاک ہے دوسری طرف حدیث ضعیف ہے و سیاتی تفصیلہ۔

دو قضیے مخصوصہ [۱] یعنی جن کا موضوع خاص شخص ہو ان میں تناقض جب ہوگا جبکہ وہ دونوں آٹھ چیزوں میں متفق ہوں اول موضوع دونوں کا ایک ہو اگر موضوع بدلے گا [۲] تو تناقض نہ ہوگا جیسے "زید کھڑا ہے" "زید کھڑا نہیں" ان دونوں میں تناقض ہے اور "زید کھڑا ہے" "عمرو کھڑا نہیں" ان دونوں میں تناقض نہیں دونوں قضیے [۳] سچے ہو سکتے ہیں۔ [۴]

موضوع کے بدلنے سے تناقض کا نہ ہونا بالکل بدیہی ہے موضوع کے بدلنے سے مراد ذات موضوع کا بدلنا ہے اگر ایک قضیہ میں ذات موضوع کا ذکر ہو دوسرے میں اس کے وصف عنوانی کا یا دونوں میں ایک ذات کے الگ الگ وصف مذکور ہوں تو اس کو اختلاف موضوع نہیں کہتے۔ جیسے کفار نے دنیا میں کہا ما انزل الرحمن من شیء (یٰس) اور قیامت کو کہیں گے کہ ہم نے دنیا میں کہا تھا ما انزل اللہ من شیء (سورہ تبارک)

فائدہ: اگر ایک قضیہ میں محمول کو موضوع کے لیے ثابت کریں اور دوسرے قضیہ میں موضوع کے ساتھ کسی اور کو بھی شامل کرلیں تو اگر محمول موضوع کے ساتھ خاص ہے تو اس کو بھی اختلاف موضوع کہا جا سکتا ہے۔

فائدہ: اگر ایک لفظ کو دو قضیوں میں استعمال کر کے الگ الگ معنی لیں تو اختلاف

---

[۱] اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان آٹھ چیزوں میں متفق ہونا صرف دو مخصوصہ میں شرط ہے کیونکہ یہ شرط تناقض کی دو محصورہ میں بھی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے دو مخصوصہ میں تو صرف ان ہی آٹھ کا اتفاق تناقض کے لیے کافی ہے اور دو محصورہ میں ان کے علاوہ اور بھی ایک شرط ہے وہ یہ کہ وہ دونوں کلیہ اور جزئیہ ہونے میں مختلف ہوں۔ چنانچہ اس سبق کے اخیر میں بعینہ یہی مضمون آتا ہے۔ ۱۲ شف

[۲] اس طرح کہ ایک قضیہ میں ایک چیز موضوع ہو اور دوسرے میں دوسری چیز ہو اور ایسے ہی محمول کا بدلنا ہے۔ ۱۲ ج

[۳] اگر واقع میں ایسے ہی ہو ورنہ جھوٹے۔ ۱۲ ج

[۴] اور اسی طرح جھوٹے بھی۔ ۱۲ شف

موضوع ہو جائے گا جیسے بیان القرآن حضرت تھانویؒ کی تفسیر کا نام بھی ہے اور محمد علی لاہوری مرزائی نے بھی اپنی کتاب کا یہ نام رکھا ہے۔ اسی طرح معارف القرآن مفتی شفیع صاحبؒ کی تفسیر کا نام ہے یہی نام حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے رکھا اس نام کی ایک تفسیر منکر حدیث غلام احمد پرویز کی بھی ہے۔

اب مندرجہ ذیل قضایا پر غور کرو۔

معارف القرآن دارالعلوم کراچی کے بانی کی تصنیف ہے۔

معارف القرآن دارالعلوم کراچی کے بانی کی تصنیف نہیں ہے۔

تو معارف القرآن سے مراد اگر حضرت مفتی صاحب کی تفسیر ہے تو ان میں تناقض ہے اور اگر پہلی سے مراد اور کتاب دوسری سے اور ہو تو تناقض نہیں کیونکہ موضوع بدل گیا ہے۔ جب قضایا کا موضوع مختلف ہو گا تو دونوں صادق بھی ہو سکتے ہیں اور کاذب بھی جیسے محمد رسول اللہ، مسیلمۃ لیس رسول اللہ دونوں قضایا صادق ہیں اختلاف موضوع کی وجہ سے ان میں تناقض نہیں کافروں نے نبی ﷺ سے کہا تھا۔ لست مرسلا اور قادیانی کے ماننے والوں نے اس سے کہا تھا انت رسول اللہ دونوں قضایا کاذب ہیں۔

لفظ علی خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی ہے اور اللہ جل شانہ کے صفاتی ناموں میں بھی ہے تو اگر کوئی شخص یا علی مدد کہہ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اور حکم ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مافوق الاسباب استمداد کرتا ہے تو اور حکم ہے کیونکہ موضوع بدل گیا۔ حفظ الایمان اور تقویۃ الایمان کی متنازع عبارتوں کو بریلوی حضرات موضوع بدل کر پیش کرتے ہیں جب موضوع ہی بدل گیا تو مصنف پر اعتراض کیسا؟ مزید تفصیل ان شاء اللہ قیاس جدلی میں ہوگی۔

[دوسرے محمول دونوں کا ایک ہو اگر محمول ایک نہ ہو گا تو تناقض نہ ہو گا جیسے "زید کھڑا ہے" "زید بیٹھا نہیں ہے" ان دونوں میں تناقض نہیں ہے[۱]]

شاگرد: استاد جی بسا اوقات محمول ایک نہیں ہوتا اور پھر بھی تناقض ہوتا ہے جیسے زید

۱۔ دونوں سچے ہو سکتے ہیں، اگر واقع میں زید کھڑا ہو۔ اور دونوں جھوٹے بھی ہو سکتے ہیں اگر واقع میں وہ بیٹھا ہو۔ ۱۲ ج

قائم زید جالس۔

استاد: ان کے درمیان میں اصطلاحاً" تناقض نہیں ہے کیونکہ اصطلاحی تناقض میں ایک کا موجبہ اور دوسرے کا سالبہ ہونا شرط ہے اسی لیے یہ دونوں کاذب ہو سکتے ہیں وہ اس طرح کہ زید نائم ہو۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا نہیں ہیں۔ ان دونوں قضیوں کے اندر تناقض تب ہو گا اگر مشکل کشا کا معنی ایک ہو۔ اگر پہلے مشکل کشا کا یہ معنی ہو کہ آپ مشکل مقدمات حل کرتے تھے اور دوسرے مشکل کشا کا معنی یہ ہو کہ ہر پریشان حال کی مشکل کو حل کرنے کی آپ کو قدرت دی گئی ہے تو ان دونوں قضیوں میں تناقض نہ ہو گا۔

فائدہ: زید رجل' زید لیس برجل طویل کے اندر تناقض نہیں ہے کیونکہ ایک میں محمول فقط رجل اور دوسرے میں رجل طویل ہے۔

فائدہ مہمہ

ارشاد باری ہے

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔

دوسرے مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ذکر فرمایا

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون

اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھا (کر) آتے ہو اور جو رکھ آتے ہو

ان آیات میں کوئی تعارض یا تناقض نہیں ہے کیونکہ محمول ایک نہ رہا۔ تفصیل اس بات کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے جس کی نفی کی جاتی ہے وہ علم غیب ہے اور جس کا ثبوت انبیاء کرام واولیاء عظام کے لیے مانا جاتا ہے وہ انباء الغیب' رؤیا صالحہ' کشف' عالم مثال' الہام اور فراست کے قبیل سے ہے۔ ہم اپنے اکابر کے لیے ہرگز علم غیب کے قائل

نہیں ہیں۔ فریق مخالف کے علامہ ارشد القادری نے صریح الزام لگا کر زلزلہ ص ۱۸ میں کہہ دیا کہ دیوبندی جماعت علم غیب کو نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء واولیاء کے لیے کفر و شرک قرار دیتے ہیں اور اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں جائز بلکہ واقع تسلیم کرتے ہیں۔

علم غیب اور امور مذکورہ میں فرق جاننے کے لیے مندرجہ ذیل سطور پڑھیں

شریعت کی اصطلاح میں علم غیب وہ علم ذاتی محیط کلی اور دائمی اور قطعی ہوتا ہے جبکہ کشف' الہام' فراست' وحی اور انباء الغیب وغیرہ میں سے کسی میں یہ سب چیزیں یکجا نہیں ہوتیں۔ خود ارشد القادری صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں

"اسے کہتے ہیں غیب دانی' نہ جبریل کا انتظار نہ خدا کے بتانے کی احتیاج" (زلزلہ ص ۷۹)

نبی کریم ﷺ کا علم خواہ بواسطہ جبریل ہو یا اس کے بغیر بہرحال خدا تعالیٰ کے بتانے سے ہے حتیٰ کہ مبصرات و مسموعات کی معرفت بھی مخلوق کے لیے بغیر امر خداوندی کے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ سوائے خدا کے کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔

علم غیب کلی ہوتا ہے۔ بعض کا جاننا اور بعض کا نہ جاننا علم غیب کے منافی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز کا علم نہ رکھتے تھے۔ علماء دیوبند کے واقعات سے بھی یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے۔

تذکرۃ الرشید جس سے خاصے حوالے ارشد قادری صاحب نے دیے ہیں' اسی کتاب میں ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام میں ایک رات پاؤں کی دو انگلیوں خنصر اور بنصر میں ناخن سے کچھ نیچے کسی زہریلے جانور نے کاٹا مگر حضرت کو نماز میں محویت کے سبب احساس بھی نہ ہوا۔ حضرت نے جب فرمایا یہی فرمایا کہ مجھے نہ تو کسی کے کاٹنے کی اطلاع ہے نہ اس وقت کچھ تکلیف ہوئی اور نہ اب کوئی درد یا تکلیف ہے (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۳۰)۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ سے خفیہ روانہ ہونے لگے مگر مستقبل میں پیش آنے والے حالات نہ جاننے کی وجہ سے ناکامی ہوئی کیونکہ ہمارے اکابر نہ تو عالم الغیب ہیں اور نہ مختار کل ہیں۔ حضرت مدنی فرماتے ہیں

تاہم جب حضرت کا شدید تقاضا ہوا تو ایسا انتظام کیا گیا کہ خفیہ طور پر یہاں سے روانگی

ہو جائے چنانچہ ہم دو چار روز بعد روانہ ہونے والے تھے تدبیر کے راستہ میں تقدیر حائل ہو گئی (بڑے بڑے مسلمان ص ۲۷۱)

اس قسم کے بے شمار واقعات حضرات علماء دیوبند کی سوانح سے پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں ان کا واقعات کو نہ جاننا اور ان کا مکمل اختیار والا نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور جس سے بعض واقعات کا عدم علم ثابت ہو وہ عالم الغیب نہیں ہو سکتا۔ فرشتے بے شمار ایسی معلومات رکھتے ہیں جو ہماری نسبت غیب ہیں۔ انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ فرشتہ جب روح پھونکتا ہے تو لکھتا ہے کہ یہ انسان جنتی ہے یا دوزخی۔ اس کا رزق کتنا ہے' اس کی عمر کتنی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی علم غیب کی نفی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا

الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما تبلون وما کنتم تکتمون (البقرہ ۳۳)

کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں بے شک جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہوں جس چیز کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جس بات کو دل میں رکھتے ہو

جنات ہمیں دیکھتے ہیں مگر ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ ارشاد باری ہے

انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم "بے شک وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے"

پھر جنات وساوس ڈالتے ہیں زمین کے ایک علاقے سے دوسرے میں جانا ان کے لیے مشکل نہیں ہے۔ نزول قرآن سے قبل جنات آسمانی خبریں چرا کر کاہنوں کو بتلاتے تھے مگر بایں ہمہ ان کا علم کلی نہ ہوتا تھا اس لیے ان سے علم غیب کی نفی فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملائکة باجنحتها خضعانا لقوله کانه سلسلة علی صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم قالوا للذی قال الحق وهو العلی الکبیر فیسمعها مسترق السمع ومسترق السمع هکذا بعضه فوق بعض ووصف سفیان بکفه فحرفها وبدد بین اصابعه فیسمع الکلمة فیلقیها الی من تحته ثم یلقیها الآخر الی من تحته

حتی یلقیها علی لسان الساحر او الکاهن فربما ادرک الشهاب قبل ان یلقیها وربما القاها قبل ان یدرکه فیکذب معها مائة کذبة فیقال الیس قد قال لنا یوم کذا وکذا کذا وکذا فیصدق بتلک الکلمة التی سمع من السماء (بخاری مع سندی ج ۳ ص ۱۷۹) بخاری کے دوسرے نسخے میں مسرقو السمع ہے۔ دونوں جگہ انظر بخاری تحقیق دیب البغاج ۴ ص ۱۷۳۷

ترجمہ "جس وقت اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کسی کام کا آسمان میں مارتے ہیں فرشتے بازو اپنے یعنی ڈرتے اور کانپتے ہیں بسبب خوف کے اس کے قول سے گویا کہ زنجیر ہے صاف پتھر پر پس جب دور کیا جاتا ہے ڈر فرشتوں کے دلوں سے کہتے ہیں کیا اتارا تمہارے رب نے؟ مقرب فرشتے کہتے ہیں اس کے لیے جس نے کہا حق ہے جو کچھ حکم کیا تمہارے رب نے اور وہ بلند اور بڑا ہے پس سن لیتے ہیں اس کو باتوں کے چرانے والے اور باتوں کے چرانے والے اس طرح بعض بعض کے اوپر اور بیان کیا سفیان نے اپنے ہاتھ سے پس ٹیڑھا کیا ہاتھ کو اور فرق کیا اپنی انگلیوں کے درمیان پس سنتا ہے چوری سے سننے والا بات کو پس اس کو اپنے نچلے کی طرف ڈال دیتا ہے پھر ڈالتا اس کو دوسرا اپنے نچلے کی طرف یہاں تک کہ وہ ڈالتا ہے اس کا ساحر یا کاہن کی زبان پر پس اکثر پاتا ہے شعلہ پہلے اس سے کہ اس کو ڈال دے اور کبھی ڈال دیتا ہے اس کو پہلے اس سے کہ اس کو آ پہنچے۔ پس وہ کاہن ر ساحر اس کے ساتھ سو جھوٹ بنا لیتا ہے پس کہا جاتا ہے کیا اس نے اس دن نہیں کہا تھا ایسے اور ایسے' ایسے اور ایسے۔ پس اُس کلمہ کی وجہ سے تصدیق کی جاتی ہے جو آسمان سے سنا گیا"

اس موضوع کی روایات کے لیے دیکھئے تفسیر ابن کثیر سورت سبا آیت ۲۳۔ سورت صافات آیت ۱۰۔ سورت احقاف آیت ۲۹۔ سورت جن آیت ۸

یہ بھی واضح رہے کہ نزول قرآن سے قبل شہاب ثاقب جنات پر نہیں برسائے جاتے تھے اس لیے شیاطین نے آسمانی باتیں سننے کے لیے اپنی جگہیں بنا رکھی تھیں اور بلا خوف وخطر آسمانی خبریں لایا کرتے تھے۔ سورت جن کی آیت ۹' ۱۰ میں اس کا ذکر ہے۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سے علم غیب کی نفی فرمائی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو بیت المقدس کی تعمیر کے لیے مقرر کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام عبادت میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی دوران

حضرت کی وفات ہو گئی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ پھر کیا ہوا؟ ارشاد باری ہے

فلما قضینا علیه الموت ما دلهم علی موته الا دابة الارض تاکل منساته فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین (سبا ۱۴)

پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتایا مگر گھن کے کیڑے نے کھاتا رہا ان کا عصا سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

غور فرمائیے کہ صرف ایک واقعہ کی لاعلمی سے علم غیب کی نفی کا حکم لگایا گیا۔ معلوم ہوا کہ علم غیب میں کلی ہونا اور دائمی ہونا ضروری ہے۔ اور کشف الہام وغیرہ امور ان چیزوں سے خالی ہوتے ہیں۔

رؤیا : خواب کو کہتے ہیں اور خواب میں انسان کیا کچھ نہیں دیکھتا مگر کوئی شخص اس کو علم غیب نہیں کہتا۔ پھر خواب میں بسا اوقات صورت مثالی دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات خواب میں حقیقت نظر نہیں آتی بلکہ قابل تعبیر ہوتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ بسا اوقات خواب کے اثرات جاگنے کے بعد بھی دکھائی دیتے ہیں جس کی واضح مثال احتلام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام' عزیز مصر اور دو قیدیوں کے خواب کا ذکر خود قرآن پاک نے بھی کیا ہے۔

کشف : حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوت کی عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں

"حقیقت انکشاف کی یہ ہے کہ ارباب قلوب صافی کے مخیلہ میں تمثل ہوتا ہے اور خود آپ بجائے خود ہیں اور تشریف آوری اور حضور کا نام ونشان بھی نہیں" (براہین قاطعہ ص ۲۰۵)

الغرض کشف کی کیفیت خواب سے ملتی ہے۔ چیز اپنے مقام پر ہوتی ہے مگر انسان اس کو قریب سمجھتا ہے۔ پھر کشف بسا اوقات قابل تعبیر بھی ہوتا ہے اور ظنی ہوتا ہے' قطعی نہیں ہوتا۔ بسا اوقات توجہ سے ان لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے جنہوں نے اپنے دل کو

مجاہدات کے ساتھ صافی بنایا ہو لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب اور کشف قطعی ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب مشرکین مکہ کے سامنے واقعہ معراج ذکر فرمایا تو انہوں نے بیت المقدس کے بارے میں کچھ ایسے سوالات کیے جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہ تھا

فکربت کربة ما کربت مثله قط قال فرفعه اللّٰه لی انظر الیه ما یسالونی عما شیء الا انباتهم به (مسلم ج ۱ ص ۹۶ طبع ہند)

میں اتنا پریشان ہوا کہ اتنا پریشان کبھی نہیں ہوا تھا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے بلند کر دیا مشرکین جو بات پوچھتے تھے میں جواب دیتا تھا۔

تو بیت المقدس اپنی جگہ ہی تھا مگر اس کے باوجود نبی علیہ السلام کے قریب کر دیا گیا۔

شاہ عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ راؤ عبد الرحمان صاحب کے کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی لڑکا لڑکی کے لیے تعویذ مانگتا' بے تکلف فرماتے جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے آپ بتاتے ہیں؟ فرمایا کہ کیا کروں بے محابا مولود کی تصویر سامنے آ جاتی ہے (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۱)

ایک واقعہ کے بعد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی رداء مبارک میں مجھے ڈھانپ کر کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں۔ سوتے اور جاگتے اکثر یہی منظر آنکھوں کے سامنے رہتا ہے کہ حضور ﷺ رداء مبارک میں لیے رہتے ہیں اور الگ نہیں کرنا چاہتے۔ اب یہ کشف قابل تعبیر ہے۔ ارواح ثلاثہ میں ہے کہ سب حضرات نے اس کا یہی مطلب سمجھا کہ ان مفسدوں کی مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے' چنانچہ حضرت زیادہ زندہ نہ رہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۲' ۲۵۳)

ایک اور قابل تعبیر مکاشفہ : قادری صاحب زلزلہ ص ۵۶ میں لکھتے ہیں

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مجددی نقشبندی سابق مہتمم دار العلوم کا مکاشفہ ہے کہ حضرت نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کی قبر عین کسی نبی کی قبر ہے (مبشرات ص ۳۶)

اصل کتاب ہمارے پاس نہیں ہے' غالب گمان یہی ہے کہ قادری صاحب نے حسب

عادت ماقبل یا مابعد سے کچھ حذف کیا ہوگا۔ چونکہ کشف قابل تعبیر ہوتا ہے لہٰذا خواب کی طرح اس کی تعبیر لینی ہوگی۔

شیخ عبد الغنی النابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) لکھتے ہیں

وان رای ان یده صارت ید نبی فان اللہ تعالی یهدی قوما علی یدیه (تعطیر الانام ج ۲ ص ۴۰۹)

اور اگر خواب میں دیکھا کہ اس کا ہاتھ نبی کا ہاتھ بن گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر کسی قوم کو ہدایت عطا کرے گا

نیز فرماتے ہیں

وان صار فی المنام رسولا او داعیا الی اللہ فان اجابه احد او قبل منه دعواه نال منزلة رفیعة (تعطیر الانام ج ۲ ص ۳۶۰)

اگر خواب میں دیکھا کہ رسول یا داعی الی اللہ بن گیا ہے تو اگر اس کی بات کسی نے مان لی یا اس کی دعوت قبول کرلی تو بڑا بلند رتبہ پائے گا

ومن رای انه نبی فانه یموت شهیدا او یقتر فی رزقه ویرزق الصبر والاحتساب علی المصائب ویصیر بعدہٗ الی الظفر (ایضاً)

جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ نبی ہے تو وہ شہید مرے گا اور رزق میں تنگی ہوگی۔ اللہ پاک اس کو مصیبتوں میں صبر اور اخلاص عطا کرے گا اور بالآخر کامیاب ہوگا

ومن رای انه صار نبیا من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام فانه یامر بالمعروف وینهی عن المنکر (ایضاً ص ۳۶۱)

جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ کے انبیاء میں سے کوئی نبی ہوگیا تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا

اب اس مکاشفہ کی تعبیر بالکل واضح ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے بے نظیر عالم تھے [۱]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ امام شافعی، ثوری، احمد بن حنبل اور ابو موسیٰ المدینی رحمہم اللہ تعالیٰ کی وفات کے وقت ایسے خواب دیکھے گئے کہ جناب رسول اللہ کی وفات ہو گئی اور تعبیر یہ دی گئی کہ کوئی ایسا عالم فوت ہوگا کہ اس زمانہ میں اس کی نظیر نہ ہوگی (انظروا عبارات اکابر ص ۲۰۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۳۳۶)

فریق مخالف تو شاید ایسی خواب دیکھنے والے پر بھی کفر کا فتوی لگائے گا بلکہ مکتوبات مجددیہ سے پتہ چلتا ہے کہ سالک بسا اوقات اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کے مقامات میں پاتا ہے جس کی توجیہ حضرت مجدد صاحب نے صوفیانہ انداز میں پیش فرمائی ہے۔ (انظر مکتوبات دفتر اول حصہ دوم ترجمہ اردو مکتوب نمبر ۲۰۸ ص ۴۷ طبع ادارہ مجددیہ کراچی)

چونکہ کشف میں صورت نظر آتی ہے اس لیے یہ علم غیب نہیں بلکہ علم شہادۃ ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کشف کے بارے میں فرماتے ہیں

فھو من العلم بالشھادۃ ولیس من الغیب فی شیء (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۰۰ بحوالہ ازالہ الریب ص ۱۵۳)

کشف مشاہدہ کی چیز ہے، غیب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے

یہ بھی یاد رکھیں کہ کشف مومن کے ساتھ خاص نہیں بسا اوقات کافروں کو بھی ہو جاتا ہے جیسے جوگی حضرات وغیرہ۔ (انظر ارواح ثلاثہ ص ۳۱۳۔ ازالہ الریب ص ۱۵۰۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۳۷۳)

ابن خلدون کی عبارت یوں ہے

الکشف قد یحصل لصاحب الجوع والخلوۃ وان لم یکن ھناک استقامۃ کالسحرۃ والنصاری وغیرھم

ترجمہ "کشف کبھی بھوکے آدمی کو خلوت میں رہنے والے کو حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ وہاں استقامت نہ ہو جیسے جادوگر اور نصاری وغیرہ

پھر انبیاء کا کشف قطعی ہوگا، اولیاء یا کفار کو جو کشف ہو، اس میں خطا کا امکان ہوتا ہے۔ (انظر ارواح ثلاثہ ص ۳۱۳ و ص ۲۵۷ و ۲۵۸)

اب تقویۃ الایمان کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو کی تفسیر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"سو یقین یوں رکھنا چاہئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں جتنا جس کو چاہے بخش دے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعوی کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب

بات دریافت کر لوں اور آئندہ باتوں کو معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعوی خدائی کا رکھتا ہے اور جو کوئی کسی نبی ولی کو یا جن وفرشتہ کو امام زادے کو پیر وشہید کو یا نجومی ورمال یا جفار کا یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن شگونی کو یا بھوت وپریت کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو مشرک ہو جاتا ہے اور اس آیت سے منکر اور یہ جو وسواس آتا ہے کہ بعضے وقت کوئی نجومی ورمال یا برہمن یا شگونی کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اس طرح ہو جاتا ہے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے اختیار میں نہیں ان کی اٹکل کبھی درست ہوتی ہے کبھی غلط۔ اور یہی حال ہے استخارہ اور کشف کا اور قرآن مجید کی فال کا لیکن پیغمبروں کی وحی کبھی غلط نہیں پڑتی سو وہ ان کے قابو میں نہیں اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے سو دیتا ہے ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی" (تقویۃ الایمان ص ۱۵)

قادری صاحب کا کمال ملاحظہ کریں کہ خط کشیدہ ساری عبارت زلزلہ ص ۱۱ میں حذف کر ڈالی تاکہ مخاطب کو یہ نہ معلوم ہو سکے۔ مذکورہ کلام قرآن کی آیت سے ماخوذ ہے۔ واضح بات ہے کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ علم غیب کلی قطعی کی نفی کر رہے ہیں۔ اگر قادری صاحب میں جرات ہے تو اس پورے کلام کی نقیض ثابت کریں دیدہ باید

پھر ان کی جسارت ملاحظہ کریں کہ کتاب کے ص ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ دیوبندی کتابوں کے جتنے حوالے دیے گئے ہیں ان میں سے ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے پر دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔ قادری صاحب آپ کو معلوم ہے حوالہ کس کو کہتے ہیں؟ رشیدیہ میں ہے

والنقل هو الاتيان بقول الغير على ما هو عليه بحسب المعنى مظهرا انه قول الغير (ص ۱۳)

حوالہ یہ ہے کہ دوسرے کے قول کو اسی شکل میں پیش کرنا جس طرح وہ معنی کے اعتبار سے ہے اس کو ظاہر کرتے ہوئے کہ یہ دوسرے کا کلام ہے۔

اور آپ نے خیر سے سارے مفہوم کا ستیاناس کر دیا اس کو دیوبندی کتاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے کچھ خیال نہ آیا۔

دوسری جگہ شاہ صاحب لکھتے ہیں

"غرض کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا اس آیت سے (سورت لقمان کی آخری آیت سے) معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعوی کرتے ہیں کوئی کشف (دائمی قطعی) کا دعوی رکھتا کوئی استخارہ (غیر مسنونہ) کے عمل سکھاتا ہے کوئی تقویم اور پترہ نکالتا ہے کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے کوئی فالنامہ لیے پھرتا ہے یہ سب (نجومی قسم کے لوگ) جھوٹے ہیں اور دغا باز' ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیے۔ لیکن جو شخص آپ دعوی غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ جو کچھ کبھی اللہ کی طرف سے مجھ کو معلوم ہوتی ہے سو وہ میرے اختیار میں نہیں کہ جو بات میں چاہوں تو معلوم کر لوں یا میں جب چاہوں تو دریافت کر لوں تو یہ بات ہو سکتی ہے شاید وہ سچا ہو (اگر وہ واقعہ کے مطابق کہہ رہا ہو) یا مکار (اگر اللہ پاک پر افترا کرتا ہو)" (تقویۃ الایمان ص ۱۶)

بین القوسین کی عبارت وضاحت کے لیے زیادہ کی ہے۔ اس جگہ شاہ صاحب نجومیوں' جادوگروں اور اولیاء کرام کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں مگر فریق مخالف نجومیوں کی تردید کرنے والی عبارت کو اولیاء پر فٹ کرتا ہے اور اولیاء کرام کے حق میں لکھی ہوئی عبارت ذکر نہیں کرتا۔

الہام : زلزلہ ص ۱۲ میں تقویۃ الایمان ص ۲۵ سے کچھ کلام ذکر کیا ہے۔ قادری صاحب بے چارے بات سمجھتے نہیں یا جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں۔ اس عبارت میں الہام کا ذکر انہوں نے ترک کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون

شاہ صاحب پوری آیت مع ترجمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

"یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے۔ انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اس لیے انہیں کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف بیان کر دیں تاکہ سب لوگوں کو حال معلوم ہو جاوے سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی۔ میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان

تک کے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کر سکوں اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کرلیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا۔ غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں اور کچھ خدائی کا دعوی نہیں رکھتا فقط پیغمبری کا دعوی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈراوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے سو یہ بھی انہیں کو فائدہ کرتی ہے کہ جن کے دل میں یقین ہے اور دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔ سو لوگوں کو سکھاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات میں ان کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھول دیویں یا مرادیں پوری کر دیویں یا فتح وشکست دیویں یا غنی اور فقیر کر دیویں یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر وزیر یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں یا کسی کا ایمان چھین لیویں یا کسی بیمار کو تندرست کر دیویں یا کسی سے تندرستی چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا یا کس شہر میں ہے یا کس حال میں یا جس بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کر لیں کہ فلانے کے ہاں اولاد ہوگی یا نہ ہوگی۔ یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان جیسے سب لوگ کبھی کچھ بات عقل سے یا قرینہ سے کہہ دیتے ہیں پھر کبھی ان کی بات موافق پڑ جاتی ہے اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو اس میں کبھی درست ہو جاتی ہے کبھی چوک۔ ہاں جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو سو اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں" (تقویۃ الایمان طبع مطبع مجیدی ص ۲۱، ۲۲، طبع علیمی ص

۱۶، ۱۷)

قادری صاحب کا کمال کہیں یا زوال کہ خط کشیدہ ساری عبارت حذف کر دی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے انبیاء کرام سے علم غیب اختیاری دائمی کلی قطعی کی نفی کی ہے، وحی والہام اور فراست کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح انبیاء واولیاء سے مختار کل، حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس ہونے کی نفی کی ہے اور معجزات کرامات کو ثابت کیا ہے جو انبیاء واولیاء کا اختیاری فعل نہیں ہوتا۔ اگر فریق مخالف کو شاہ صاحب سے اختلاف ہے تو اس مکمل عبارت کے ایک ایک جزء کی نقیض ثابت کریں۔

الہام کی تعریف : الہام کا لغوی معنی ہے نگلوانا۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ الہام کے معنی ہیں کس کے دل میں کوئی بات ڈال دینا اور القاء کرنا۔ لیکن یہ لفظ ایسی بات کے القاء کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کے دل میں ڈالی جاتی ہے۔ اسے لمة الملک یا نفث فی الروع سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان للملک لمة وللشیطان لمة یعنی ایک لمہ فرشتے کا ہوتا ہے اور ایک لمہ شیطان کا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے ان روح القدس نفث فی روعی روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۳ ص ۲۰۹ نیز المفردات للراغب ص ۴۷۱)

اس جگہ جس حدیث کا حوالہ دیا وہ درج ذیل ہے :

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للشیطان لمة بابن آدم وللملک لمة فاما لمة الشیطان فایعاد بالشر وتکذیب الحق واما لمة الملک فایعاد بالخیر وتصدیق بالحق فمن وجد ذلک فلیعلم انہ من اللہ فلیحمد اللہ ومن وجد الاخری فلیتعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ثم قرا الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء (رواہ الترمذی ج ۵، ص ۲۱۹۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۲۷۵)

ترجمہ "بے شک واسطے شیطان کے تصرف ہے ابن آدم کے ساتھ اور واسطے فرشتے کے تصرف ہے۔ بہرحال تصرف شیطان کا تو وعدہ دیتا ہے ساتھ برائی کے اور جھٹلاتا ہے حق کو اور بہرحال تصرف فرشتے کا تو پس وعدہ دینا ہے ساتھ نیکی کے اور تصدیق کرنا ہے ساتھ حق کے پس جو کوئی پائے اس کو یعنی وعدہ حق کو پس جانے کہ تحقیق یہ اللہ کی طرف سے ہے تو

اللہ کی تعریف کرے اور جو دوسرا پائے تو اللہ کی شیطان سے پناہ مانگے پھر یہ آیت پڑھی
الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء

ترمذی کی اس روایت کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ ؟ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر (مسلم ج ۴ ص ۲۱۶۷۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۲۶)

"نہیں تم میں سے کوئی مگر متعین کیا گیا ہے اس کے لیے اس کا ہم نشین جنوں میں سے اور اس کا ہم نشین فرشتوں میں سے۔ صحابہ نے عرض کیا اور آپ کے لیے بھی اے اللہ کے رسول؟ فرمایا اور میرے لیے بھی مگر اللہ نے میری مدد کی پس وہ اسلام لے آیا پس وہ مجھے نہیں حکم دیتا مگر خیر کا"

لیجئے الہام کی حقیقت بھی اس صحیح حدیث کی تائید سے معلوم ہو گئی کہ فرشتے کا لمہ ہوتا ہے مگر ولی اپنی نیکیوں کی بدولت اس کو زیادہ سمجھ لیتا ہے مثلاً کسی انسان کا دل چاہتا ہے کہ غریب آدمی کو لاکھ روپیہ دے دے شیطان کہے گا تو مر جائے گا فرشتہ کہے گا اللہ اور دے گا۔ لاکھ کے دو لاکھ دے گا۔ عام آدمی اس کو خیال جانے گا مگر خدا کا نیک بندہ جان لے گا کہ یہ خیال نہیں بلکہ الہام ہے۔ بتلاؤ اس کا علم غیب سے کیا تعلق ہے؟

اتمام بحث کے لیے حضرت شاہ شہید کی صراط مستقیم کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں:

"جاننا چاہئے کہ آئندہ واقعات کے کشف کے لیے اس طریقہ کے بزرگوں نے کئی طریقے لکھے ہیں اور سب سے بہتر یہی ہے کہ رات کے تیسرے پہر کو جاگ کر نہایت ہی حضور قلب کے ساتھ کمال آداب اور مستحبات کے ساتھ وضو کر کے اس کے بعد وہ ماثورہ دعائیں جو گناہوں کے کفارے کے لیے مقرر کی گئی ہیں، بارگاہ الٰہی میں پوری التجا کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد نہایت ہی خضوع اور خشوع اور قلب اور قالب کے اطمینان کے ساتھ سارے آداب اور مستحبات پورے کر کے صلوۃ تسبیح ادا کرے .... پھر تہہ دل سے تمام گناہوں سے توبہ کرے اور اس حد تک التجا کرے کہ اس کے تہہ دل میں گناہوں کی

معافی اور توبہ کے قبول ہونے کا ظن پیدا ہو جائے پس اشغال طریقت میں جس شغل کی مہارت رکھتا ہو اس میں مشغول ہو جائے اور اس سارے شغل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی درگاہ میں اس مطلوب واقعہ کے کشف کے واسطے التجا کرتا رہے کہ اس کی تمام ہمت اس واقعہ کے انکشاف کی طرف متوجہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب سے پختہ امید ہے کہ اوپر سے اِلہام کے نازل ہونے یا تہہ دل سے اس واقعہ کے ظاہر ہونے کے باعث انکشاف ہو جائے گا

اور وسوسوں کے وارد ہونے اور الہام کے نازل ہونے میں یہ فرق ہے کہ الہام ایک ایسا امر ہے جو دل میں نازل ہو کر ٹھہر جاتا ہے اور مضبوط ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور وسواس ٹھہرتا نہیں۔ اور اس کے آنے جانے کا کوئی مقرر طریق نہیں۔ چور اور کیسہ بر کی مانند ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے چلا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز دل کو ایک طرف سے دبا کر چلی گئی ہے اور دوسری دفعہ دوسری طرف سے۔

اور اگر طریق مذکور سے واقعہ کا انکشاف نہ ہو تو چاہیئے کہ نہایت التجا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرے کہ اے اللہ میں بے خبر ہوں اور تو سب چیزوں کو جانتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں نے اس طریق سے فلاں واقعہ کے انکشاف کے واسطے کوشش کی ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوا۔ پس اپنے بندوں میں سے کسی کی زبان پر وہ کلام جاری کر جس سے میں اپنا مطلب معلوم کر لوں اس کے بعد اپنے کانوں کو ان آوازوں کی طرف متوجہ کرے جو لوگوں سے سونے یا جاگنے کی حالت میں صادر ہوتے ہیں اور فال کے طور پر ان کے کلام سے اپنی مراد کا استنباط کر لے اگر اسی طرح سے بھی انکشاف مطلوب حاصل نہ ہو تو چاہیئے کہ اسی وقت یعنی رات کے تیسرے پہر کو انکشاف واقعہ مطلوبہ کی نیت پر دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں تین دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ آیت الکرسی اور پندرہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے بعد ازاں سر سجدہ میں رکھ کر نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ حصول کشف کی نیت پر ایک سو ایک بار کلمہ یا خبیر اخبرنی کہے پھر دعا کر کے سو رہے ان شاء اللہ تعالیٰ اشارۃ" خواہ صراحتا" خواب میں اس واقعہ کا حال ظاہر ہو جائے گا" (صراط مستقیم اردو ص ۱۳۳۔۱۳۴)

معلوم ہوا کہ الہام یا کشف سے جو علم کسی امتی کو حاصل ہوگا وہ نہ تو قطعی ہے نہ کلی ہے اور نہ اختیاری ہے لہٰذا اس کو علم غیب نہیں کہہ سکتے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"الہام کی مخالفت سے دنیا میں مواخذہ ہو جاتا ہے مثلاً کسی بیماری میں مبتلا ہو جاوے یا اور کوئی آفت آ جاوے مگر آخرت میں نہیں ہوتا کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں اس لیے اس کی مخالفت معصیت نہیں جس سے آخرت میں مواخذہ ہو اور وحی کی مخالفت سے آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا ہے" (انفاس عیسیٰ حصہ دوم ص ۴۲۸۔ نیز ص ۳۹۳ و ۴۰۳)

وحی کی مخالفت پر مواخذہ ہوگا۔ اس کی دلیل ارشاد باری ہے

ولئن اتبعت اھواء ھم بعد الذی جاء ک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم (قطعی ثابت بالوحی) آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار

نیز فرمایا

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاء ک من العلم انک اذا لمن الظلمین

اور اگر آپ ان کے (نفسانی) خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آجانے کے بعد تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں

صور مثالیہ : حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یہاں ایک نکتہ ہے جس کو ذہن نشین کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح نفس ولایت حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے اس کے خوارق نقل کرتے ہیں (حالانکہ) اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب علم و کشف ہیں' یہ ہو سکتا ہے کہ ان کو بھی اپنے بعض خوارق پر اطلاع حاصل نہ ہو بلکہ ان کی صور مثالیہ (مثالی صورتوں) کو (کارکنان قضاء وقدر) متعدد مقامات پر ظاہر کر دیں اور دور دراز مقامات پر عجیب و غریب امور ان سے ظہور میں لائیں کہ جن کی ان صاحب صورت (اولیاء) کو ہرگز اطلاع نہ ہو ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند (بہانہ ہم سے تم سے ہے بنایا)

حضرت مخدومی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے کہ لوگ اطراف وجوانب سے (میرے پاس) آتے ہیں بعض

کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے (بلکہ) ہم نے (آپ کے) ساتھ مل کر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا تھا اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں" (مکتوبات دفتر اول حصہ دوم ص ۹۹ اردو)

دوسری جگہ فرماتے ہیں

"اے برادر! (صوفیہ نے) عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں (۱) عالم ارواح (۲) عالم مثال (۳) عالم اجساد اور عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ (پردہ) کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دونوں عالموں کے معانی اور حقائق کے لیے ایک آئینے کی طرح ہے۔ اجساد وارواح کے حقائق ومعانی عالم مثال میں لطیفے کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں .... جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جاننا چاہئے کہ روح بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم (ارواح) میں تھی جو عالم مثال سے اوپر ہے اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے تنزل کر کے عالم اجساد سے تعلق قائم کر لیا ہے تو علاقہ محبت کے باعث نیچے آ گئی ہے۔ اس کو عالم مثال سے کوئی سروکار نہیں ہے نہ اس کو (بدن سے) پہلے (عالم مثال سے) کوئی تعلق تھا اور نہ بعد میں اور اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں کہ بعض اوقات اللہ سبحانہ کی توفیق سے اپنے بعض احوال کو عالم مثال کے آئینے میں مطالعہ کر لیتا ہے اور اپنے احوال کے حسن وقبح (اچھائی وبرائی) کو اس جگہ سے معلوم کر لیتا ہے جیسا کہ کشف اور خوابوں میں یہ معنی واضح ہوتے ہیں .... عالم مثال تو صرف "برائے دیدن" (دیکھنے کے لیے) ہے نہ کہ از برائے بودن (رہنے کے لیے) کیونکہ رہنے کی جگہ تو عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال کی حیثیت ان دونوں عالموں کے لیے آئینے سے زیادہ نہیں" (مکتوبات دفتر سوم اردو ص ۱۰۸)

حضرت مجدد صاحبؒ نے مکتوبات دفتر دوم میں بھی اس کی بحث کی ہے اس میں فرماتے ہیں

"چنانچہ ایک ہی رات میں ہزاروں آدمی آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور آپ ﷺ سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ سب آپ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کے صفات ولطائف کی عالم مثال میں مختلف صورتیں ہیں" (مکتوبات

دفتر دوم ص ۲۱۴ اردو)

معلوم ہوا کہ ایک انسان حاظر ناظر نہیں ہو سکتا البتہ اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر اس کی صورت مثالیہ کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی زیارت یا تو عالم مثال میں ہوتی ہے اور یا رفع حجب کے ساتھ جیسا کہ کشف کی بحث میں گزرا ہے۔ اور یہی اعتقاد اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (انظر صراط مستقیم اردو ص ۱۷۰، انفاس عیسیٰ حصہ اول ص ۳۶۔ مقالات احسانی تصنیف مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۸۸ تا ۳۹۱ مع حاشیہ)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد نے علی گڑھ کی نمائش میں دکان لگائی ایک روز قلب میں گھبراہٹ محسوس ہوئی تو انہوں نے قبل از وقت سامان صندوق میں بند کرنا شروع کیا۔ ایسے میں وہاں آگ لگ گئی ان کو پریشانی ہوئی کہ اکیلے ایسے وزنی صندوق کیونکر اٹھائیں اسی فکر کے عالم میں دیکھا کہ مولانا تھانوی آئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جلدی کرو۔ چنانچہ شیخ و مرید نے پکڑ کر سارا سامان دکان سے نکال لیا جب سامان منتقل ہو چکا تو حضرت شیخ وہاں موجود نہ تھے اور در حقیقت اس وقت حکیم الامت تھانہ بھون ہی میں تھے جب مرید نے اس حیرت انگیز واقعہ کی اطلاع حضرت شیخ کی خدمت میں کی تو ارشاد ہوا

"مجھ کو اس کی کچھ خبر نہیں البتہ بعض اوقات حق تعالیٰ کسی کی دستگیری اور اعانت اس صورت میں فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس شکل میں ظاہر فرما دیا اور اس کے ذریعہ اس کا کام بنوا دیا اور خود اس شکل والے کو کچھ خبر نہیں ہوتی" (حاشیہ مقالات احسانی ص ۳۹۱)

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اشرف السوانح ج ۳ ص ۴۷ میں درج ہے۔ نیز دیکھئے انفاس عیسیٰ ص ۳۶

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ والے واقعہ کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ جب واقعہ انہوں نے حضرت تھانوی سے بیان کیا تو فرمایا کہ اول تو یہ حکایت میرے دل کو نہیں لگی اگر حکایت صحیح ہے تو اس میں میرا قطعاً کوئی دخل نہیں بلکہ بعض اوقات حق تعالیٰ کسی شخص کی امداد رجال الغیب سے کرا دیتے ہیں اور ان کو کسی ایسی شکل میں بھیجتے ہیں جو اس شخص کے نزدیک مانوس ہو اور فرمایا کہ سورت یوسف کی آیت لو لا ان رای برھان ربہ کی تفسیر میں حضرت مولانا یعقوب نانوتوی فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لطیفہ

غیبیہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل میں ان کے سامنے آیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا" (مجالس حکیم الامت ص ۳۳۹ مختصراً")۔

ارشد قادری صاحب نے دیدہ دانستہ ایسی تصریحات سے چشم پوشی کر کے اس قسم کی کرامات سے علم غیب اور حاظر ناظر کے عقیدہ سے تعارض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۴ ج ۱ میں نصوص قطعیہ کی روشنی میں عالم مثال کے وجود پر مدلل بحث فرمائی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشرف السوانح ج ۳ میں مستقل باب میں تنقیح کشف وکرامات کا رکھوایا اور ایسے اعتراضات کی گنجائش نہ چھوڑی مگر جس کے باطن کا نور ہی خدا تعالیٰ نے ختم کر دیا ہو اس کا علاج تو حکیم الامت کے بس کی بات نہیں تھی۔ قارئین کم از کم اس باب کا ضرور مطالعہ فرمالیں۔

فراست : جب انسان اللہ تعالیٰ سے ہر دم ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بصیرت عطا کر دیتا ہے وہ عالم الغیب تو نہیں بن جاتا لیکن بہت سی چیزوں کی حقیقت اس کے سامنے کھل جاتی ہے۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کتاب الروح میں لکھتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی داخل ہوئے۔ انہوں نے راستہ میں ایک عورت کو دیکھا تھا۔ اس کے محاسن کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم میں سے ایک داخل ہوتا ہے اور زنا کا اثر اس کی آنکھوں پر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیا نبی علیہ السلام کے بعد وحی نازل ہوئی؟ فرمایا نہیں لیکن یہ بصیرت اور برہان اور سچی فراست ہے۔ پھر حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں

ولیس هذا من علم الغیب بل علام الغیوب قذف الحق فی قلب قریب مستبشر بنوره غیر مشغول بنقوش الاباطیل والخیالات والوساوس (ص ۳۳۵)

اور یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ علام الغیوب نے ہی حق اس کے دل میں ڈال دیا ہے جو اس کے نور سے منور ہے اس کے قریب ہے۔ بے کار باتوں' خیالات اور وساوس میں مشغول نہیں ہے۔

اکابر علماء کے ایسے واقعات جن میں انہوں نے آنے والے کے دل کا ارادہ بھانپ لیا' اس کا تعلق عموماً" فراست سے ہے جس طرح ایک ماہر حاذق طبیب چہرہ دیکھ کر مرض کا

اندازہ کر لیتا ہے' ایک ماہر مفتش چہرے سے مجرم کی شناخت کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک متقی پرہیز گار بزرگ لوگوں کے حالات دیکھ کر ان کا مزاج اور علاج جان لیتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص کو حضرت پیران پیر قدس سرہ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ حضرت شیخ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی کو حق تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ اس کے ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں اور جو ذکر و شغل اس کے مناسب ہوتا ہے وہی بتلاتے ہیں (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۴)

قادری صاحب کی جہالت کا بین ثبوت ہے کہ انہوں نے زلزلہ ص ۸۳ میں اس واقعہ سے علم غیب کا دعویٰ سمجھ لیا۔

فائدہ : ولایت کا اصل کمال عبدیت ہے کہ ہر دم اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش رہے۔ کشف وکرامت وغیرہ نہ تو اصل ولایت ہیں اور نہ ان کی زیادتی بزرگی کی علامت ہے ان کو ضمنی طور پر ذکر کر دیا جاتا ہے (انظر مکتوبات دفتر سوم ص ۲۴۵)

کشف میں غلطی کا احتمال بھی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مرض وفات میں تھے لوگ گھبرائے۔ مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا گھبراؤ نہیں مولانا دس سال اور زندہ رہیں گے۔ مولانا کی اسی بیماری میں وفات ہو گئی۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ مولانا کا کشف غلط ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا مجھے سمجھنے میں غلطی ہو گئی۔ مجھے لفظ مہدی منکشف ہوا تھا میں نے اس سے حروف کے اعداد سمجھے جو ۵۹ ہوتے ہیں' مولانا کی عمر اس وقت ۴۹ سال تھی اس لیے میں نے کہہ دیا کہ دس سال اور زندہ رہیں گے مگر بعد میں ثابت ہوا کہ لفظ مہدی کے حروف کے اعداد مراد نہ تھے بلکہ حضرت مہدی کی عمر مراد تھی اور ان کی عمر ۴۹ سال ہوگی۔ اس کے مطابق ان کی وفات ہوگی۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۷۴)

دوسری طرف غور کریں کہ کشف دنیا دار کو بھی ہو سکتا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ صرف ونحو کی مہارت علم حدیث وتفسیر میں معاون ہے مقصود اصلی نہیں ہے مگر معاون ہونے کی حیثیت ہی سے سوانح نگار ان کو علماء کی سیرت میں ذکر کر دیتے ہیں۔ یہی حال کشف کا ہے۔

تذکرۃ الرشید میں ہے ایک شخص سہارنپور میں آئے خلاف شرع اور پکے دنیا دار مگر

لوگ ان کی طرف جوق در جوق لپکتے اور ولی کامل سمجھتے تھے وجہ یہ تھی کہ پاس بیٹھنے والوں کو دلوں کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ چونکہ عوام کے نزدیک کمال کا معیار بس ایسی ہی باتیں رہ گئی ہیں اس لیے سیکڑوں مرید ہو گئے۔ (ج ۲ ص ۳۱۳)

خلاصہ بحث : ارشد قادری صاحب نے زلزلہ میں بار بار یہ رونا رویا ہے کہ علماء دیوبند جس علم غیب کی نفی آنحضرت ﷺ سے کرتے ہیں' اپنے بزرگوں کے لیے اس کو مانتے ہیں اور یہ بات ہم نے ثابت کر دی ہے کہ علم غیب کلی ذاتی دائمی صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے انبیاء کرام کے لیے وحی اور انباء الغیب ثابت ہیں وہ علوم قطعیہ پر مشتمل ہیں جبکہ اولیاء کے کشف والہام علوم وحی سے کم درجہ رکھتے ہیں۔ قادری صاحب چونکہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے لیے علم غیب کے قائل ہیں گویا ان کے نزدیک اس چیز میں سب کا درجہ برابر ہے۔

فائدہ : عقیدہ سماع موتی اور آیت انک لا تسمع الموتی کا تعارض نہیں ہے کیونکہ الموتی کو موضوع بنائیں تو قضیہ یوں ہوگا الموتی لا تسمعھم دوسرا قضیہ یوں ہے الموتی یسمعون باذن اللہ محمول ایک نہ رہا۔

تیسرے وہ دونوں قضیے مکان [1] میں متفق ہوں یعنی دونوں کا مکان ایک ہو اگر مکان ایک نہ ہو تو تناقض نہ ہو جیسے "زید مسجد میں بیٹھا ہے" اور "زید گھر میں نہیں بیٹھا" ان دونوں میں تناقض نہیں ہے۔

اختلاف فی المکان کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کا ذکر لفظاً ہو گا اور یا قرائن سے معلوم ہو گا دونوں صورتوں میں تناقض نہیں ہو گا۔ لفظاً ذکر کی مثال تو متن میں موجود ہے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے۔ امام شافعیؒ اپنی کتاب اختلاف الحدیث میں لکھتے ہیں۔

وسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقرا بام القرآن وما تیسر فدل علی ان اللازم فی کل رکعة قراءة ام القران وفی الرکعتین الاولیین ما تیسر معھا (اختلاف الحدیث ص ۶۰۰ مع کتاب الام ج ۸)

ترجمہ "نبی علیہ السلام نے سنت بنایا کہ سورت فاتحہ اور جو آسان ہو اس کو پڑھا جائے۔ اس نے اس پر دلالت کی کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قراءۃ لازم ہے۔ اور پہلی دو رکعتوں میں جو اس کے ساتھ آسان ہو۔"

جبکہ امام شافعی کتاب الام ج ۷ ص ۱۷۴ میں فرماتے ہیں۔

ونحن نقول کل صلاة صلیت خلف الامام والامام یقرا قراءة لا یسمع فیھا قرا فیھا

ترجمہ "اور ہم کہتے ہیں کہ ہر نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراءۃ کرے جس کو نماز میں نہ سنے تو قراءۃ کرے"

(واضح رہے کہ کتاب الشعب کی شائع کردہ کتاب الام میں یہی عبارت ج ۷ ص ۱۵۲ پر موجود ہے اور احسن الکلام میں اسی کا حوالہ دیا ہے)

امام شافعی کے دونوں قول غیر متعارض ہیں کیونکہ دوسرا قول مقتدی کے لیے جہری نماز میں ہے جبکہ اول قول منفرد اور امام کے لیے سب نمازوں میں اور مقتدی کے لیے فقط سری نمازوں کے لیے ہے تو یہ مکان کے اختلاف کی مثال بنتی ہے۔

چوتھے دونوں قضیوں کا زمانہ [2] ایک ہو اگر زمانہ ایک نہ ہو گا تو تناقض نہ

---

[1] جگہ یعنی دونوں کی جگہ ایک ہو تب تو تناقض ہوگا اور اگر ایک کی جگہ اور ہے اور دوسرے کی اور تو پھر تناقض نہ ہوگا۔ ۱۲ ج

[2] وقت۔ ۱۲ ج

ہو گا جیسے "زید دن کو کھڑا ہے" اور "زید رات کو کھڑا نہیں" ان دونوں میں تناقض نہیں ہے دونوں باتیں سچی ہو سکتی ہیں اور جھوٹی بھی ہو سکتی ہیں۔

اس کی بہت سے مثالیں ہیں مثلاً" ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فوربک لنسالنهم اجمعین عما كانوا یعملون "پس تیرے رب کی قسم ہم ان سے ضرور سوال کرینگے اسکے بارے میں جو وہ کرتے تھے" دوسری جگہ فرمایا فیومئذ لا یسال عن ذنبه انس ولا جان "اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا" اس تعارض کا جواب اختلاف زمان سے دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا الانصاری لکھتے ہیں۔ قلت لان یوم القیامة مواقف ففی بعضها یسالون وفی بعضها لا یسألون "میں کہتا ہوں کیونکہ قیامت کے دن کوئی موقع ہیں تو بعض میں پوچھے جائیں گے اور بعض میں پوچھے نہیں جائیں گے" (فتح الرحمان ص ۳۰۰) (۱)

پانچویں قوۃ [۱] وفعل [۲] میں دونوں قضیے ایک ہوں یعنی ایک قضیے میں اگر یہ بات ثابت کی گئی ہو کہ محمول بالفعل موضوع کے لیے ثابت ہے تو دوسرے میں یہ بات ثابت کی گئی ہو کہ یہ محمول موضوع کے لیے بالفعل ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایک قضیے میں یہ بات ثابت کی گئی ہو کہ یہ محمول موضوع کے لیے بالقوۃ ثابت ہے یعنی اس میں محمول کے ثابت ہونے کی استعداد ولیاقت ہے تو دوسرے قضیے میں یہ بات ہو کہ محمول موضوع کے لیے بالقوۃ ثابت نہیں یعنی موضوع میں محمول کے ثابت ہونے کی استعداد ولیاقت نہیں ہے۔ تب تناقض ہوگا ورنہ نہ ہوگا۔ جیسے یوں کہیں کہ اس بوتل

---

(۱) ایک اور جواب یوں دیتے ہیں او لان المراد هنا انهم یسائلون سوال توبیخ وهو لم فعلتم او نحوه وثم لا یسالون سوال اعلام واستخبار۔ (فتح الرحمان ص ۳۰۰) مگر اس جواب کا تعلق وحدت زمان سے نہیں وحدت محمول یا وحدت شرط سے ہے کما لا یخفی)

[۱] ہو سکنا یعنی استعداد ولیاقت جیسے زید بالقوۃ بادشاہ ہے یعنی ہو سکتا ہے، استعداد رکھتا ہے۔ ۱۲ ج

[۲] اسی وقت ہوگا۔ ۱۲ ج

میں جو شراب [1] ہے اس میں نشہ لانے کی قوت ہے (یہ ایک قضیہ ہے) اور یہ شراب جو اسی بوتل میں ہے بالفعل نشہ لانے والی نہیں (یہ دوسرا قضیہ ہے)
تو ان دونوں قضیوں میں تناقض نہ ہوگا اس لیے کہ دونوں قضیے سچے ہیں [2]
ہاں اگر یوں کہیں کہ اس بوتل کی شراب میں نشہ لانے کی قوت ہے (یہ پہلا قضیہ ہے) اور اس بوتل کی شراب میں نشہ لانے کی قوت نہیں ہے (یہ دوسرا قضیہ ہے) تو تناقض ہوگا اس لیے کہ یہ دونوں باتیں ایک دم سے سچی نہیں ہو سکتیں۔[3]
یا یوں کہیں کہ اس بوتل کی شراب بالفعل نشہ لانے والی ہے (یہ ایک قضیہ ہے) اور اس بوتل کی شراب بالفعل نشہ لانے والی نہیں ہے (یہ دوسرا قضیہ ہے) تب بھی تناقض ہوگا اس لیے کہ یہ دونوں باتیں بھی سچی نہیں ہو سکتیں۔

اس بوتل کی شراب میں نشہ لانے کی قوت ہے۔ اس قضیہ کے دو معنی حاشیہ میں

[1] توضیح اس کی یہ ہے کہ انگور کا کا تازہ شیرہ جس میں ابھی نشہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی کبھی اس کو مجازاً" شراب کہہ دیتے ہیں' اس بنا پر کہ وہ آئندہ چل کر شراب بن سکتی ہے' جیسے محاورات میں بولتے ہیں کہ آٹا پسوا لاؤ حالانکہ پسوانے کی چیز گیہوں ہیں مگر چونکہ وہ پس کر آٹا ہو جاوین گے اس لیے مجازاً" گیہوں کو آٹا کہتے ہیں۔ استعداد اور قوۃ کے یہی معنی ہیں۔ اب اگر ایسے شیرہ کی نسبت یہ دو قضیے بولے جاویں ایک یہ کہ یہ شراب مسکر ہے اور دوسرا یہ کہ یہ شراب مسکر نہیں ہے' اور پہلے قضیے میں یہ مراد ہو کہ بالقوۃ مسکر ہے یعنی ابھی اس میں مسکر ہونے کی صفت پیدا نہیں ہوئی تو ان دونوں قضیوں میں ظاہر ہے کہ تناقض نہ ہوگا۔ یہی مطلب ہے متن کی عبارت کا' خوب سمجھ لو۔ ۱۲ شف یا یہ مطلب ہے کہ نشہ لانے کی قوت ہے چنانچہ پینے پر نشہ ہوگا اور بالفعل نہیں یعنی بوتل میں رہتے ہوئے نہیں۔ ۱۲ ج

[2] یا جھوٹے ہیں۔ ۱۲

[3] بلکہ اگر ایک سچی ہوگی تو دوسری جھوٹی اور پہلی جھوٹی ہوگی تو دوسری سچی۔ ۱۲ ج

دیے ہیں۔

(۱) فی الحال شراب نہیں بلکہ انگور کا تازہ شیرہ ہے مستقبل کے اعتبار سے اس کو شراب کہہ کر نشہ کا حکم لگا دیا۔

(۲) شراب کو پینے سے نشہ ہو گا بوتل میں ہوتے ہوئے تو نشہ نہیں دے گی بالقوۃ کی کچھ اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

النساء حبائل الشیطان واضح بات ہے کہ عورتیں بعض آدمیوں کے لیے بالفعل تو حبائل الشیطان نہیں مگر بالقوۃ ضرور ہیں اسی طرح نساءکم حرث لکم نیز ان لکل امة فتنة وفتنة امتی المال حقیقت ہے کہ بعض آدمیوں کے لیے مال بالفعل فتنہ نہیں مگر بالقوۃ تو ہے۔ حدیث نبوی ہے لکل شی ء طریق و طریق الجنة العلم (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۴۱۴) بعض لوگ علم کی وجہ سے بجائے جنت کے جہنم میں جا رہے ہیں مگر حدیث شریف پر اعتراض نہیں کیونکہ اس کے لیے علم بالقوۃ طریق جنت ہے۔

چھٹے دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو اگر شرط میں اتفاق نہ ہوگا تو تناقض نہ ہوگا جیسے زید کی انگلیاں ہلتی ہیں اگر وہ لکھتا ہو (یہ ایک قضیہ ہے) زید کی انگلیاں نہیں ہلتیں اگر وہ نہ لکھتا ہو (یہ دوسرا قضیہ ہے) ان میں تناقض نہیں اسلیے کہ شرط ایک نہیں رہی۔ [۱]

جس طرح شرط کا اتحاد ضروری ہے اسی طرح اطلاق و تقیید کا اتحاد بھی ضروری ہے بشرطیکہ شرط اور صفت احترازی ہو اگر شرط یا صفت کا ذکر اتفاقی ہے تو اتحاد ضروری نہیں ہے۔

شرط اتفاقی کی مثالیں: وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا" فرھان مقبوضة "اور اگر کہیں سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہیں جو قبضہ میں دے دی جائیں"

صفت اتفاقی کی مثالیں: وربائبکم اللاتی فی حجورکم "اور تمہاری بیویوں کی

---

[۱] اور اگر شرط ایک ہی ہو تب تناقض ہوگا مثلاً زید کی انگلیاں ہلتی ہیں اگر وہ وہ لکھتا ہو اور زید کی انگلیاں نہیں ہلتیں اگر وہ لکھتا ہو تو نہ دونوں سچ ہونگے اور نہ دونوں جھوٹ بلکہ کوئی سا ایک جھوٹ ضرور ہوگا۔ (حشمت علی غفرلہ) ایسے ہی اگر نہ لکھنے کی شرط ہو۔ ۱۲ ج

بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہیں" اس میں اللاتی فی حجورکم قید اتفاقی ہے۔ ومن یدع مع اللہ الہا" آخر لا برھان لہ فانما حسابہ عند ربہ "اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہوگا" اس میں لا برھان لہ قید اتفاقی ہے۔ ارشاد باری ہے وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احداھن قنطارا" فلا تاخذوا منہ شیئا "اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو" اس میں قنطار کی قید اتفاقی ہے مہر تھوڑی سی چیز کیوں نہ ہو طلاق کے بعد واپس نہیں لیا جاسکتا۔

ساتویں کل اور جزء میں دونوں قضیے متفق ہوں یعنی اگر ایک قضیے کا محمول پورے موضوع کے لیے ثابت کیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ میں بھی ایسا ہی ہو اور اگر ایک قضیہ میں موضوع کے خاص جزء کے لیے محمول ثابت کیا گیا ہو تو دوسرے میں بھی اس خاص جزء کے لیے ثابت ہو اگر ایسا نہ ہوگا بلکہ ایک قضیے میں تو موضوع کے کل کے لیے محمول ثابت کیا گیا ہو اور دوسرے قضیہ میں موضوع کے جزء کے لیے محمول ثابت ہو تو تناقض نہ ہوگا جیسے یوں کہیں "حبشی کالا ہے" اور "حبشی کالا نہیں" تو دونوں قضیوں میں اگر یہ مراد ہے کہ حبشی کا جزء کالا ہے اور حبشی کا وہی جزء کالا نہیں تو تناقض ہوگا اس لیے اس میں پہلا قضیہ صادق ہے اس لیے کہ دانت اس کے سپید ہوتے ہیں اور دوسرا جھوٹ ہوگا۔

یا پہلے قضیے میں یہ مراد لیں کہ حبشی کا کل کالا ہے اور دوسرے میں یہ مراد لیں کہ کل کالا نہیں ہے تو تب بھی تناقض ہوگا اس لیے کہ دوسرا قضیہ سچ ہے اس لیے کہ وہ سارا کالا نہیں ہوتا اور پہلا جھوٹ ہے اس واسطے کہ دانت اس کے سپید ہوتے ہیں اور اگر پہلے قضیہ میں یعنی "حبشی کالا ہے" یہ مراد لیں کہ ایک جزء اس کا کالا ہے اور دوسرے قضیے یعنی "حبشی کالا نہیں" میں یہ مراد لیں یعنی تمام حبشی کالا نہیں تو دونوں قضیے سچے ہو جائیں گے [1]

[1] اور اگر پہلے میں یہ مراد لیا جائے کہ تمام کالا ہے اور دوسرے میں یہ مراد لیا جائے کہ کوئی جز کالا نہیں تو دونوں جھوٹے ہو جائیں گے۔ ۱۲ ج

اور تناقض نہ رہے گا۔

اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آیا بعض ساتھیوں سے میں نے پوچھا کہ آپ نے کبھی بکرے کی کھال کھائی؟ انہوں نے کہا نہیں جب انہوں نے اس پر مزید اصرار کیا تو ان سے کہا کہ آپ نے بکرے کی کھال کھائی ہے اس کا انہوں نے نہایت حیران ہو کر انکار کر دیا کہ بالکل نہیں کھائی میں نے کہا آپ نے کبھی سری پائے نہیں کھائے؟

ان دونوں میں تناقض نہیں ہے کیونکہ ہمارے دوستوں نے اس کھال کے کھانے کی نفی کی جس کو قصاب اتار کر بیچ دیتے ہیں۔ سری پائے پر لگی ہوئی کھال کی طرف ان کا ذہن نہ گیا۔

اسی طرح جب کوئی کہے میں نے دو خربوزے کھائے' تو نے سارا کیلا کھایا' محمود نے پانچ کینو خریدے اب کسی مثال میں جز مراد ہے کسی میں کل مثلاً" کیلے اور خربوزے کے چھلکے اور خربوزے کے بیج کھائے نہیں جاتے۔

اس مقام یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ غیر مقلدین بعض مسائل میں دعویٰ کل کا کرتے ہیں اور دلیل کسی ایک جزء کی دیتے ہیں حالانکہ جب تک کل کی دلیل نہ ہو گی کل کا دعویدار جھوٹا ثابت ہو گا۔ اگر ایک آدمی پورے دیہات کی ملکیت کا دعویٰ کرے اور دلیل میں صرف ایک مکان کی ملکیت ثابت کرے تو یقیناً وہ کاذب ہو گا مثلاً" ان کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ ان کی ساری نماز حدیث کے عین مطابق ہے ظاہر بات ہے کہ تکبیر تحریمہ سے لے کر ساری نماز کے بارہ میں دعویٰ ہے مگر دلیل صرف رفع یدین اور فاتحہ وغیرہ چند مسائل کی دیتے ہیں اور وہ بھی متعارض یعنی ہمارے پاس بھی ان کے مقابل احادیث یا آیات ہیں۔

شاگرد: استاد جی وہ کب کہتے ہیں کہ ان کی ساری نماز حدیث کے مطابق ہے ان سے اگر کہا جائے کہ ہمیں لکھ دو کہ غیر مقلدین کی ساری نماز تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک کا ایک ایک جزء حدیث صحیح غیر متعارض سے ثابت ہے وہ کبھی نہیں لکھتے۔

استاد: یہی تو ہم کہتے ہیں کہ دعویٰ مجملاً ساری نماز کو شامل ہے مگر دل سے وہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں مگر زبان سے اقرار نصیب نہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ

مختلف فیہا مسائل میں ان کے پاس صحیح غیر متعارض حدیث ہے نہیں کیونکہ فاتحہ اور رفع یدین وغیرہ کے بارہ میں ہم بھی آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔

شاگرد: استاد جی وہ لوگ کہتے ہیں کہ حنفی صرف ضعیف احادیث پیش کرتے ہیں۔

استاد: غلط ہے بلکہ ہمارا استدلال احادیث کے ساتھ ساتھ آیات قرآنیہ سے بھی ہوتا ہے اور احادیث کی تصحیح باحوالہ پیش ہوتی ہے بلکہ بہت سے مسائل میں حنفی آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں اور غیر مقلدین کے پاس کوئی آیت نہیں ہوتی پھر حدیث ضعیف سے غیر مقلدین بہت سے مقامات پر استدلال کرتے ہیں ایک نکتے کی بات یہ بھی ہے کہ گھر کا کوئی فرد ضعیف ہو جائے تو اس کو نکال تو نہیں دیتے مگر غیر مقلدین بعض احادیث صحیحہ کو بھی ضعیف بنا کر رد کر ڈالتے ہیں جیسے مسلم شریف کی حدیث واذا قرا فانصتوا' اور طلاق ثلاثہ کی حدیث صحیح بخاری کی جبکہ حنفیہ کا یہ دستور ہے کہ حدیث ضعیف بھی قیاس پر راجح ہے۔

شاگرد: استاد جی پھر تو حدیث موضوع بھی ماننی چاہیے ؟

استاد: حدیث موضوع کی مثال گھر کے کمزور فرد کی طرح نہیں بلکہ اس اجنبی کی طرح ہے جو زبردستی گھر میں گھسنا چاہتا ہو۔

غیر مقلدین کی ایک اور چالاکی یہ ہے کہ عورتوں کی نماز کو بالکل مردوں کی طرح بتاتے ہیں اور حنفیہ پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ انہوں نے عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق کر دیا ہے حالانکہ وہ دونوں باتوں میں جھوٹے ہیں۔

عورتوں کی ساری نماز غیر مقلدین کے نزدیک بھی مردوں کی نماز کی طرح نہیں ہے بلکہ جمعہ اور جماعت عورتوں پر نہیں ہے۔ غیر مقلد مرد سینے پر اور عورتیں ناف پر ہاتھ باندھتی ہیں۔ اختلاف تو صرف اس جز میں ہے کہ عورتیں سجدہ مردوں کی طرح کریں یا جسم کو زمین کے قریب رکھ کر اس جز کے بارہ میں غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے ہمارے پاس متعدد دلائل موجود ہیں۔ علاوہ ازیں بدنی عبادات میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں' حج عورت پر تب فرض ہے جب محرم ساتھ ہو' ایام حیض میں نہ روزے نہ نماز جمعہ اور جماعت عورت پر ضروری نہیں۔ بتائیں کیا غیر مقلد ان مسائل میں عورتوں کو مردوں کی طرح کریں گے۔ اور کیسے کریں گے

الغرض غیر مقلدین کا دعویٰ کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں اگر کل نماز مراد ہے تو ان کے نزدیک بھی غلط ہے اگر بعض مراد ہے تو ہمارے خلاف نہیں نماز کے بنیادی اجزاء رکوع سجدہ قیام وغیرہ میں اتحاد ہے۔ اور اگر ان کے اس دعویٰ سے صرف یہ مراد ہو کہ سجدہ کی ہیئت مردوں کی طرح ہونی چاہیے تو یہ نرا جھوٹ ہے خاص اس جزء کا دعویٰ کریں اور دلیل لائیں۔ بلکہ ان سے پوچھا جائے کہ بتاؤ مرد عورت کے مابین بھی کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر کوئی فرق ہے تو وہ نماز میں کہاں چلا گیا۔ بس جس طرح مرد عورت کا فرق ہے ان کی نماز کا بھی فرق ہے۔ اور اگر وہ یہ کہیں کوئی فرق نہیں تو علاوہ جھوٹ ہونے کے قرآن کے بھی خلاف ہے۔ ارشاد ہے ولیس الذکر کالانثی

شاگرد: استاد جی وہ یہ کہتے ہیں کہ ارشاد نبی ہے صلوا کما رایتمونی اصلی او کما قال

استاد: نبی ﷺ کا فرمان بجا ہے مگر اس میں ان کے دعویٰ کی دلیل کہاں۔

شاگرد: استاد جی وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فرق بیان نہیں کیا گیا۔

استاد: یہ مذکر کا صیغہ ہے اور مسئلہ مونث کی نماز کا ہے' نیز یہ بات گزر گئی کہ ان کے نزدیک بھی دونوں صنفوں کی ساری نماز ایک جیسی نہیں ہو سکتی تو پھر اس عام حدیث سے خاص سجدہ کی کیفیت پر استدلال کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سجدہ کے بارہ میں فرق کی روایات موجود ہیں مثلاً" ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹ نیز ص ۲۶۹ اور ص ۲۷ میں عورت کی نماز کی بحث موجود ہے بلکہ ص ۲۶۹ میں مستقل باب ہے المراۃ کیف تکون فی سجودھا اور اس باب میں حضرت علیؓ' ابن عباسؓ' ابراہیم نخعی' مجاہد اور حسن بصریؒ سے واضح روایات نقل کی ہیں کہ عورت مرد کی طرح سجدہ نہ کرے' بلکہ اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے اور اپنی پشت کو مرد کی طرح اونچا نہ کرے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۹ ر ۲۷۰ طبع بمبئی باہتمام مختار احمد الندوی السلفی)

مراسیل ابی داؤد ص ۸ میں ہے کہ نبی علیہ السلام دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ فرمایا اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المراۃ لیست فی ذلک کالرجل جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین سے ملاؤ۔ بے شک عورت اس بارے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

مزید روایات کے لیے سنن کبری ج ۲ ص ۲۲۳ وکنز العمال ج ۷ ص ۴۶۲ دیکھئے
فقہ شافعی کی مشہور کتاب المنہاج للنووی، مغنی المحتاج، شرح المہذب اور کتاب الام وغیرہ میں اس فرق کی تصریح ہے۔ (انظر مغنی المحتاج ج ۱ ص ۱۷۰)
مولانا داؤد غزنوی کے والد مولانا عبد الجبار غزنوی سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیئے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں مراسیل ابی داؤد کی حدیث نقل کر کے لکھا اس پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔ پھر حوالے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "غرض کہ عورتوں کا انضمام وانخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کتب حدیث وتعامل اہل علم سے بے خبر ہے" (فتاوی غزنویہ ص ۲۷، ۲۸ بحوالہ فتاوی علماء حدیث حصہ دوم ص ۱۴۸، ۱۴۹)
اگر غیر مقلد پھر بھی نہ مانیں تو ان سے کہیں کہ اپنی عورتوں سے مندرجہ ذیل حدیث پر عمل کروائیں

عن عبد اللہ بن مالک ابن بجینۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد فرج بین یدیہ حتی یبدو بیاض ابطیہ (مشکاۃ ص ۸۴ وقال متفق علیہ۔ مظاہر حق ج ۱ ص ۳۱۱۔ بخاری ج ۱ ص ۲۶۲ تحقیق فواد عبد الباقی۔ مسلم ج ۱ ص ۱۹۴ و ص ۳۵۶ تحقیق فواد عبد الباقی)

"عبد اللہ بن مالک بن بجینہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کھولا کرتے تھے یہاں تک کہ ظاہر ہوتی سفیدی آپ کی بغلوں کی۔
مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے اذا سجد جافی حتی یری من خلفہ وضح ابطیہ (وضح کا معنی بیاض ہے)۔

آٹھویں وہ دونوں قضیے اضافت میں متفق ہوں یعنی ایک قضیے میں محمول کی نسبت جس شے کی طرف ہے اسی شے کی طرف دوسرے قضیے میں ہو اگر ایسا نہ ہو گا تو تناقض نہ ہو گا۔ مثلاً" زید عمرو کا باپ ہے (ایک قضیہ ہے) اور زید عمرو کا باپ نہیں ہے (یہ دوسرا قضیہ ہے) ان میں تو تناقض ہے اس لیے کہ دونوں میں محمول یعنی باپ کی نسبت عمرو کی طرف ہے۔
اور اگر یوں کہیں کہ زید عمرو کا باپ ہے۔ (یہ پہلا قضیہ ہے) اور زید

بکر کا باپ نہیں ہے (یہ دوسرا قضیہ ہے) تو ان دونوں میں تناقض نہ ہو گا کیونکہ یہ دونوں قضیے سچے ہو سکتے ہیں۔

محمول کی طرح موضوع میں اضافت کا اتحاد ضروری ہے ورنہ قضایا مختلف ہو جائیں گے جیسے لنا اعمالنا ولکم اعمالکم' لکم دینکم ولی دین اضافت کی طرح جار مجرور کا اتفاق بھی تناقض میں ضروری ہے بلکہ اضافت کے اور جار مجرور کے بدلنے سے ایک چیز کے لیے اضداد کا اثبات بھی درست ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینهم "اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں' وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں" نیز ارشاد ہے قل ھو للذین امنوا ھدی و شفاء والذین لا یومنون فی آذانھم وقر وھو علیھم عمی "آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو رہنما اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے"

فائدہ : اگرچہ منطقی یہاں اتحاد اضافت کو شرط بتاتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ علاوہ تناقض کے بھی اختلاف اضافت سے قضیہ صادقہ سے کاذبہ ہو جائے بلکہ مضاف الیہ کے بدلنے سے بھی بسا اوقات قضیہ صادقہ ہی ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے حسبی اللہ دوسری جگہ ہے حسبنا اللہ ایک جگہ ارشاد ہے اللہ ربنا وربکم دوسری جگہ ہے ھو ربی اور یہ سب قضایا صادقہ ہیں۔

اس مقام پر ایک قصہ یاد آیا حضرت امام اہل سنت مولانا سرفراز صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ خطیب ملت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک دفعہ تقریر کر رہے تھے کسی نے ایک رقعہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ تو کافر ہے۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا۔ ہاں میں کافر ہوں اور مجھے اپنے کافر ہونے پر فخر ہے۔ حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ ہم حیران ہوئے کہ شاہ صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ کہ اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت کی لا کراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی (البقرہ ۲۵۶) "دین میں زبردستی نہیں۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ تو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا"

شاہ صاحب کی غرض یہ کہ میں کافر بالطاغوت ہوں اور مومن باللہ ہوں اور یہ کفر بالطاغوت باعث فخر ہے کیونکہ یہ تو عین ایمان باللہ ہے۔ اس کی وضاحت حضرت زید بن خالد الجہنی کی روایت میں ہے صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الصبح بالحدیبیہ علی اثر سماء کانت من اللیل فلما انصرف اقبل علی الناس فقال اتدرون ماذا قال ربکم؟ قالوا: اللہ و رسولہ اعلم قال قال اصبح من عبادی مومن بی و کافر بی فاما من قال مطرنا بفضل اللہ ورحمتہ فذلک مومن بی کافر بالکواکب واما من قال مطرنا بنوء کذا وکذا فذلک کافر بی مومن بالکواکب (موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۹۲ و مظاہر حق ج ۴ ۳۰۴ متفق علیہ)

ترجمہ "ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی حدیبیہ میں بارش کے بعد جو رات کو ہوئی۔ جب پھرے، لوگوں پر متوجہ ہوئے۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا کہ فرمایا اللہ تعالی نے صبح کی میرے بندوں میں سے میرے ساتھ ایمان لانے والوں نے اور میرے ساتھ کفر کرنے والوں نے۔ تو جس نے کہا کہ ہم پر بارش برسائی گئی اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے وہ مجھ پر ایمان لانے والے ستاروں سے کفر کرنے والے ہیں۔ اور جس نے کہا ہم بارش برسائے گئے ایک ستارے کے نکلنے اور ایک ستارے کے غروب ہونے سے تو یہ میرے ساتھ کفر کرنے والے ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں"

حاصل یہ کہ کافر اور مومن ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن اگر ان کا متعلق بدل دیا جائے تو ایک ہی انسان کافر اور مومن ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

یہ آٹھ چیزیں جن میں دو قضیوں کا متفق ہونا تناقض کے لیے ضروری ہے وحدات ثمانیہ [1] کہلاتی ہیں۔

یعنی جہاں بھی دو قضایا میں تناقض کا دعویٰ ہو اول ان میں ان وحدات ثمانیہ کو پورا کریں گے۔ ان آٹھوں میں اتحاد ہو اور ایک موجبہ دوسرا سالبہ ہو تو تناقض مانا جائے گا ورنہ نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان وحدات ثمانیہ کا ذکر قضایا میں ہو بلکہ عموماً" ان سب کا ذکر لفظاً" دونوں میں نہیں ہوتا، قرائن سے معلوم کرنا پڑتا ہے۔

---

[1] آٹھ اتفاقات کیونکہ آٹھ چیزوں میں دونوں قضیوں کا اتفاق ضروری ہے۔

یہ تو مخصوصہ قضیے کا بیان تھا اور اگر وہ دونوں قضیے محصورہ ہوں تو ان میں بھی ان آٹھ چیزوں میں اتفاق ضروری ہے اور علاوہ اس کے ایک شرط ان میں اور ہونی چاہیے وہ یہ کہ ان میں سے اگر ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہو پس موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ [۱] ہوگی جیسے "ہر انسان جاندار ہے" موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض یہ ہوگی "بعض انسان جاندار نہیں ہیں" اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوگی جیسے "کوئی انسان پتھر نہیں" یہ سالبہ کلیہ ہے اس کی نقیض "بعض انسان پتھر ہیں" ہوگی [۲]

اس مقام پر چند ابحاث ہیں۔

بحث اول : ان کو نقشہ میں یوں لا سکتے ہیں۔

(۱) [(تناقض فی القضیہ الشخصیہ)] = [(اتفاق وحدات ثمان) + (اختلاف فی الکیف)] کیف سے مراد ایجاب و سلب ہے۔

(۲) [(تناقض فی القضیہ المحصورۃ)] = [(اتفاق وحدات ثمان) + (اختلاف فی الکیف + اختلاف فی الکم)] یعنی ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہوگا ایک جزئیہ ہو تو دوسرا کلیہ ہوگا۔

(۳) [(تناقض فی القضیہ الموجہہ الشخصیہ)] = [(اتفاق وحدات ثمان) + (اختلاف فی الکیف

---

[۱] کیونکہ موجبہ کی نقیض کا سالبہ ہونا تو تناقض کی تعریف ہی سے معلوم ہو چکا ہے اور کلیہ کی نقیض کا جزئیہ ہونا بھی اس نئی شرط سے معلوم ہوا پس ثابت ہوگیا کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہی ہوگی، ایسے ہی آگے سمجھ لو۔ ۱۲ شف

[۲] شاید کسی کو وہم ہو کہ محصورات تو چار ہیں ایک موجبہ کلیہ ایک سالبہ کلیہ تو ان دونوں کی نقیض تو بتلائی، باقی رہا ایک موجبہ جزئیہ ایک سالبہ جزئیہ ان دونوں کی نقیض نہیں بتلائی۔ جواب یہ ہے کہ جب ایک قضیہ کی نقیض دوسرا قضیہ ہوتا ہے تو اس دوسرے کی نقیض وہ پہلا قضیہ ہوتا ہے تو جب موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ کو بتلایا تو اسی میں یہ بھی بتلا دیا کہ سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ ہوگا، اسی طرح جب سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ کو بتلایا تو اسی میں یہ بھی بتلا دیا کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوگا، تو چاروں محصوروں کی نقیضیں معلوم ہو گئیں۔ ۱۲ شف

+ اختلاف فی الجہۃ)]

(۴) [(تناقض فی القضیہ المحصورۃ الموجہہ)] = [(اتفاق وحدات ثمان) + (اختلاف فی الکیف + اختلاف فی الجہہ + اختلاف فی الکم)]

بحث ثانی: بسا اوقات ایک موضوع کے لیے دو ایسے محمول ثابت کیے جاتے ہیں جو از قسم اضداد ہوتے ہیں اس سے تناقض نہیں ہوتا تناقض ہوتا تناقض کے لیے ایک ہی مفہوم ایجاب و سلب کے ساتھ آنا ضروری ہے ہاں اگر وہ ضد نقیض کے مساوی ہے تو دونوں کا اثبات درست نہ ہو گا۔

جیسے اللہ یحیی و یمیت بظاہر ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر دونوں مظاہر قدرت ہیں جبکہ وھو حی لا یموت میں یموت حی کی نقیض کے مساوی ہے۔

شاگرد: استاد جی اگر یہ نقیضین ہیں تو بندے کے لیے دونوں ثابت کیوں ہو جاتی ہیں۔

استاد: بندے کے لیے ان کا ثبوت اختلاف وقت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا وحدت زمان نہ پائی گئی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے حی کا ثبوت بالضرورۃ الازلیہ ہے اس لیے یموت کی نفی بھی بالضرورۃ ہے۔

شاگرد: استاد جی ارشاد باری تعالیٰ ہے ثم لا یموت فیھا ولا یحیا حالانکہ ان کا اجتماع محال ہے۔

استاد: یہاں حیاۃ سے حیاۃ طیبہ مراد ہے کیونکہ جہنمی کی زندگی بھی موت سے بدتر ہوگی۔

بحث ثالث: قضیہ محصورہ کے تناقض میں کلیہ و جزئیہ کا اختلاف ضروری ہے جیسے کوئی انسان پتھر نہیں یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اس کی نقیض ہو گی بعض انسان پتھر ہیں' اور یہ موجبہ جزئیہ ہے ظاہر ہے کہ اول صادق اور ثانی کاذب ہے۔

شاگرد: استاد جی مذکورہ قضیہ کی نقیض سب انسان پتھر ہیں بھی بن سکتی ہے تو دونوں نقیضیں کلیہ ہوں گے۔ اس طرح کل مومن کافر کی نقیض لا شیء من المومن بکافر ہے۔ اور دونوں کلیہ ہیں۔

استاد: جب موضوع و محمول کے درمیان میں تساوی یا تباین ہو یا محمول عام مطلق ہو تو

عقلی طور پر کلیہ کی نقیض کلیہ ہو سکتی ہے جیسے کل انسان ناطق کی نقیض لا شیء من الانسان بناطق اور لا شیء من الانسان بحجر کی نقیض کل انسان حجر کہی جا سکتی ہے عام مطلق کی مثال کل انسان حیوان اور لا شیء من الانسان بحیوان لیکن جب دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو جیسے بعض الانسان اسود یا محمول خاص مطلق ہو جیسے بعض الحیوان انسان اس وقت کلیہ جزئیہ میں اختلاف ضروری ہے ان کی نقیض لا شیء من الانسان باسود اور لا شیء من الحیوان بانسان ہوں گی۔ اگر جزئیہ بنائیں تو یوں ہوگا۔ لیس بعض الانسان باسود اور لیس بعض الحیوان بانسان اس وقت نقیضین کا صادق ہونا لازم آتا ہے۔

اس سے قریب یہ مثال بھی ہے منہم من یومن بہ ومنہم من لا یومن بہ حاصل کلام یہ ہوا کہ بعض صورتوں میں کلیہ و جزئیہ کا اختلاف ضروری ہوا اس لیے مناطقہ نے یہ قاعدہ کلیہ بنا دیا تا کہ سب صورتیں ایک ہی قاعدہ کے تحت فٹ بیٹھ جائیں۔

شاگرد: کل انسان حجر کی نقیض کیا ہوگی؟

اس کی نقیض ہے بعض الانسان لیس بحجر

شاگرد: اس سے تو سمجھ آتا ہے کہ بعض انسان پتھر ہیں اس صورت میں نقیضین کاذب ہیں۔

استاد: نقیض لانے سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس کا مفہوم مخالف بھی لیا جائے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر بعض افراد سے بھی محمول سلب ہو جائے تو ایجاب کلی کاذب ہو گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی دعویٰ ایجاب کل کا کرے تو اس کے رد میں سلب جزئی کافی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اذ قالوا ما انزل اللّٰہ علی بشر من شیء قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ یہود کے دعویٰ میں دو جگہ سلب کلی ہے (۱) بشر (۲) شے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ اللہ جل شانہ نے دونوں کے مقابلہ میں صرف ایک ایک فرد کا ذکر فرمایا انہوں نے کہا کسی بندے پر نہ اتار اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کچھ نہ اتارا اللہ تعالیٰ نے صرف توراۃ کا ذکر فرمایا۔ ان دونوں جزئیوں کے ذکر کرنے سے ان کے دعویٰ کی کلی ٹوٹ گئی۔

اس طرح اگر کوئی مرزائی یہ کہے کہ مرزا قادیانی نے کبھی جھوٹ نہ بولا تو اس کے رد میں مرزا قادیانی کے صرف ایک جھوٹ کا ثبوت بھی کافی ہوگا۔

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان کی ساری نماز حدیث کے عین مطابق ہے اس کے رد میں صرف ایک مقام خلاف حدیث یا غیر موافق حدیث پیش کرنا کافی ہوگا جبکہ مولانا امین اوکاڑوی نے اپنے رسالہ میں ان سے ۲۰۰ سوالات ایسے کیے ہیں۔

بریلویوں کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کو ہر ہر چیز کا علم ہے یا ہر ہر غیب کا علم ہے ان کے اس دعویٰ کے رد میں صرف چند واقعات بلکہ صرف ایک واقعہ بیان کرنا کافی ہو گا جس کا آپ کو علم نہ تھا مثلاً" واقعہ افک وغیرہ

اسی طرح کوئی شخص غیر اللہ کے لیے اختیارات کلیہ کا مدعی ہے تو اس کے جواب میں صرف ایک ایسے واقعہ کا اثبات کافی ہو گا جس میں غیر اللہ کا عاجز ہونا ظاہر ہو جائے۔ واللہ اعلم

بحث رابع : قضایا موجہ کے درمیان میں تناقض کے لیے جہت کو بدلنا ہو گا۔ اگر جہت کو نہ بدلا جائے تو ممکن ہے کہ قضیہ موجبہ و سالبہ دونوں صادق یا کاذب ہو جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے انک میت وانهم میتون اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۱۴) ان کے درمیان تناقض نہیں ہے تناقض تب ہوتا اگر پہلا قضیہ دائمہ یا ضروریہ ہوتا پہلا قضیہ مطلقہ عامہ ہے اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی وفات ہو گی۔ رہا یہ امر کہ اس کے بعد حیات ہو گی یا نہیں اس سے یہ آیت ساکت ہے۔

بریلوی حضرات نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے لیے نبوت یا ولایت کی وجہ سے علم غیب کلی دائمی قطعی کے قائل ہیں۔ اگر ان حضرات کی ذات کے لیے علم غیب کو بالدوام مانیں تو قضیہ دائمہ بنے گا اور اگر نبوت یا ولایت کا لحاظ کریں تو مشروطہ عامہ یا عرفیہ عامہ بنے گا۔ منطقی اسلوب میں بریلویوں کا عقیدہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

بالدوام او بالضرورۃ کل ولی یعلم الغیب علما کلیا قطعیا

اور اگر آخری تین الفاظ نہ بھی ذکر ہوں تب بھی مراد ہوں گے کیونکہ علم غیب ذاتی

اصطلاح شرع میں قطعی کلی اور دائمی ہوتا ہے اور ہم نے بالتفصیل اس کا ذکر کردیا ہے۔

ہمارے عقیدہ کی رو سے اللہ تعالیٰ انبیاء کو انباء الغیب اور اطلاع علی الغیب سے نوازتا ہے جس سے علم قطعی تو حاصل ہوتا ہے لیکن نہ کلی ہوتا ہے نہ ذاتی۔ اور نہ ہی انبیاء کے اختیار میں ہوتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ یقین نہ ہو تو سورہ مریم کی آیت وما نتنزل الا بامر ربک کا شان نزول ہی بخاری شریف میں دیکھ لیں۔

اولیاء کے لیے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کو کسی پوشیدہ بات کا علم عطا فرمادے مگر نہ تو یہ دائمی ہے نہ کلی ہے اور نہ ہی علوم نبوت کی طرح قطعی ہے۔

ہمارے نزدیک انبیاء کے لیے غیب کی بعض جزئیات کا علم وجودیہ لادائمہ کے طور پر اور بعض اولیاء کے لیے وجودیہ لاضروریہ کے طور پر ہے اور بعض اولیاء کے لیے امکان خاص کے ساتھ ہے۔ ہماری کتابوں میں ذکر کردہ واقعات سے اکابر دیوبند کے لیے بعض پوشیدہ چیزوں کا علم غیر قطعی وجودیہ لاضروریہ کے طور پر ہی ثابت ہوتا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ میں جب ضرورت وصفیہ اور دوام وصفی کی نفی ہو تو ان کے درمیان اور دائمہ' مشروطہ عامہ' عرفیہ عامہ کے درمیان تباین ہوتا ہے۔ اس بحث کو سمجھ لینے کے بعد زلزلہ نامی کتاب کا جواب آسان ہو جاتا ہے۔

بریلویوں کے عقائد کے لیے مقیاس حنفیت ص ۲۹۰ تا ۳۰۰ کا مطالعہ کریں۔

ارشد القادری صاحب نے حقائق مسخ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ فتاویٰ رشیدیہ' تقویۃ الایمان اور بہت سی کتابوں کی مکمل عبارت ذکر نہیں کرتے۔ بعض خیانتوں کی نشاندہی ہم نے کر بھی دی ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "ہمارے اور اہل دیوبند کے درمیان اصل جھگڑا چھپی ہوئی باتوں کے علم کا ہے' اس بات کا نہیں کہ اس علم کو کشف کہا جائے یا غیب" (زیر وزبر ص ۳۶)

پھر اگلے صفحے میں تقویۃ الایمان کی نامکمل عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں "بتائیے اس عبارت میں علم غیب کا لفظ کہاں ہے؟ اگر چھپی ہوئی باتوں کا علم اختلاف نہیں تو شرک کا حکم کس چیز پر لگایا گیا ہے اور عبارت میں اس امر کی بھی کوئی صراحت موجود نہیں ہے کہ ان چھپی ہوئی باتوں کا علم کشف کے ذریعہ ہو تو جائز ہے اور علم غیب کے ذریعہ ہو تو شرک

ہے بلکہ شرک کا جو حکم بھی لگایا گیا ہے، چھپی ہوئی باتوں کے علم پر لگایا گیا ہے جو کشف کو بھی شامل ہے اور علم غیب کو بھی" (زیر و زبر ص ۴۷)

اس عبارت میں قادری صاحب نے کشف اور علم غیب دونوں کو الگ الگ شمار کیا ہے۔ شکوہ یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کی مذکورہ عبارت میں کشف کا لفظ نہیں ہے۔ ان کی مثال تو یوں ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اسے سورۃ اخلاص میں نماز روزے کی فرضیت نہیں ملی اس لیے یہ فرض نہیں۔ قادری صاحب ساری تقویۃ الایمان پڑھو ہم نے کشف کا باقاعدہ ثبوت اس کتاب سے دیا ہے۔ دیکھئے اتفاق محمول کی بحث۔

اور جو عبارت نقل کی ہے اس میں علم کلی قطعی ذاتی کا ذکر ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ کریں:

"اب یہ بات تحقیق کی چاہئے کہ اللہ صاحب نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہئے۔ سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا اور ان کو قرآن وحدیث سے ثابت کر دینا ضرور ہے تا کہ اور باقی باتیں ان سے لوگ سمجھ لیں۔ اول بات یہ کہ ہر جگہ حاظر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی، دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں۔ یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں۔ سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کو دوہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی، مرنا و جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے، وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے، وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی سب باتیں شرک ہیں اور اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا علم اور کو ثابت کرنا" (تقویۃ الایمان ص ۶، ۷ مطبع علیمی لاہور)

قادری صاحب نے زلزلہ ص ۱۱ اور زیر وزبر ص ۳۷ میں تقویۃ الایمان کے حوالہ سے اس عبارت کا ذکر کیا ہے مگر خط کشیدہ عبارت کو ہضم کر گئے ہیں۔ "اللہ کا سا علم" یہ اشارہ ہے علم ذاتی کی طرف اور بقیہ عبارت میں کلمات عموم مثلاً میری کوئی بات چھپی نہیں' سب کی ہر وقت اسے خبر ہے' وہ سب سن لیتا ہے' ایسے الفاظ سے علم کلی قطعی ہی مراد ہے۔
اگر فریق مخالف ان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں مانتا تو اس کی نقیض پیش کرے۔ ہم اور ہمارا کوئی بزرگ ہرگز اس کا قائل نہیں ہے کہ علماء دیوبند میں سے کوئی اللہ تعالیٰ جیسا علم رکھتا تھا یا یہ کہ ہماری کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں یا وہ سب احوال سے ہر وقت ہر طرح واقف ہے۔

واضح رہے کہ قادری صاحب یا تو انتہائی غبی ہیں کہ حقیقت کو نہیں سمجھتے اور یا خاصے عیار ہیں کہ دیدہ دانستہ مفہوم بگاڑتے ہیں جس کی واضح مثال یہ ہے کہ قادری صاحب خود انکشاف ص ۱۶۲ سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

"جن چیزوں کی نفی انبیاء واولیاء سے تقویۃ الایمان میں کی گئی ہے وہ چیزیں یقینی وقطعی اور ذاتی وکلی ہیں جن کا تعلق سوائے اللہ کے کسی دوسرے کے ساتھ خاص کرنا اور اس کا اعتقاد رکھنا شرک کو مستلزم ہے" (زیر وزبر ص ۵۱)

ایک عام اردو خواں بھی سمجھتا ہے کہ اس عبارت میں جن چیزوں (علم) کی نفی انبیاء واولیاء سے بتائی گئی ہے ان میں بیک وقت چار صفات ہیں: یقینی' قطعی' ذاتی' کلی۔ اس کے بالمقابل قادری صاحب کا تبصرہ دیکھئے۔ لکھتے ہیں

"دیکھ رہے ہیں آپ نشے میں بھکنے والا عالم یعنی تقویۃ الایمان میں علم یقینی وقطعی کی نفی کی گئی ہے۔ اب مفتیان دیوبند ہی شرعی دیانت کے ساتھ جواب دیں کہ انبیاء کے علم کو یقینی وقطعی نہ ماننا بلکہ یقینی اور قطعی ہونے کی نفی کرنا یہ ایمان کی حقیقتوں کا کھلا ہوا انکار ہے یا نہیں اور اس انکار کے بعد کسی کے لیے دائرہ اسلام میں رہنے کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟" (زیر وزبر ص ۵۱)

قادری صاحب نے خان صاحب بریلوی کی سنت کو زندہ کر دیا۔ خود ہی کفریہ عبارت بنا کر فتویٰ لگا دیا۔ حقیقت کو مسخ کر کے پیش کرنے میں قادری صاحب واقعی باکمال انسان ہیں بلکہ کمال کی ٹانگ توڑ دیتے ہیں۔

شاگرد: استاد جی! علم غیب ذاتی کا کوئی مسلمان قائل نہیں تو پھر نفی کرنے کا کیا فائدہ؟
استاد: بحث تصورات میں مفتی احمد یار خان کا ایک حوالہ گزر چکا ہے جس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ ان کے نزدیک علم غیب ذاتی خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ زلزلہ کے مصنف جو علم غیب ذاتی کو غیر اللہ کے لیے ماننا شرک قرار دیتے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں "اسے کہتے ہیں غیب دانی نہ جبریل کا انتظار نہ خدا کے بتانے کی احتیاج" (زلزلہ ص ۷۹)
معلوم ہوا کہ انبیاء واولیاء قادری صاحب کے نزدیک غیب دانی میں نہ جبریل کے محتاج ہیں اور نہ خدا کے بتانے کے۔
ایک اور جگہ لکھتے ہیں
"دیوبندی علماء جب رسول انور ﷺ کے علم غیب سے متعلق کسی واقعہ پر بحث کرتے ہیں تو ایک ایک سطر اس کوشش کی آئینہ دار ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ ثابت کیا جائے کہ حضور کو غیب کا علم نہ تھا' حضرت جبریل امین خبر دے گئے" (زلزلہ ص ۱۵۲)
معلوم ہوا کہ قادری صاحب کے نزدیک نبی علیہ السلام کا علم بلا واسطہ ہے۔ ان کو وحی کا واسطہ گوارا نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس علم بواسطہ جبریل ہو' وہ علم غیب نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے رد کے لیے شاہ صاحب کو تقویۃ الایمان لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

بحث خامس: تناقض کی بحث کو جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ کسی کا کوئی دعویٰ قرآن و حدیث سے معارض تو نہیں ہے بسا اوقات دعویٰ معارض ہوتا ہے مگر ہم اس کو موافق سمجھ لیتے ہیں اور بسا اوقات معارض نہیں ہوتا مگر لوگ اس کو معارض بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اب ہر ایک کی مثال ملاحظہ ہو۔ حیاۃ النبی کے منکرین کہتے ہیں کہ ارشاد باری ہے انک میت وانھم میتون لہٰذا حیاۃ النبی کا عقیدہ اس کے معارض ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو (حالانکہ عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے عظیم محدث نے اسکو موضوع کہا ہے۔ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۳۳) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ حیاۃ النبی اس آیت کے معارض نہیں کیونکہ یہ آیت مطلقہ عامہ ہے یعنی ایسا ہو گا اور یقیناً ہوا مگر یہ کہ اس کے بعد حیات ہو گی یا نہیں تو اس سے یہ آیت کریمہ ساکت ہے منکرین حیاۃ النبی کا استدلال تب تام ہوتا جب اس کو دائمہ ثابت کرتے اور وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

اسی طرح جو لوگ نبی ﷺ کو (بلکہ ہر نبی ولی کو) مختار کل مانتے ہیں وہ اپنے عقیدہ کے اثبات میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا "رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں' وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو"

ان کا باطل عقیدہ علاوہ دوسری آیات کے خود اس آیت کے بھی متعارض ہے بلکہ اس آیت میں اشارہ موجود ہے کہ نبی ﷺ مختار کل نہیں اور نہ ہی آپ سے مانگنے کی اجازت دی ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات سے مانگنے کا حکم دیا اور نہ مانگنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا یہ نہ فرمایا کہ جو میں دے دوں لے لو جو نہ دوں نہ مانگو بلکہ ارشاد ہے وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان اللہ یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین "اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو۔ بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر" دوسری جگہ فرمایا واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون "اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کر لیتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارے۔ سو ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کر لیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تا کہ وہ نیک راہ پر آئیں"

جبکہ نبی ﷺ کے بارے میں یہ نہ فرمایا کہ ان سے مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ ان کو کامل اختیارات ہیں بلکہ ایک واقعہ ذکر فرمایا جس کا تعلق تقسیم غنائم سے ہے اور آپ کو اپنی صوابدید کے مطابق تقسیم کا اختیار دیا گیا اور صحابہ کرام کو تسلیم کرنے کا۔ اگر مختار کل ہوتے تو مانگنے کا حکم دیا جاتا واضح رہے کہ ہمارا اختلاف دو نکتوں پر ہے۔

(۱) مسئلہ مختار کل کہ نبی ﷺ یا اولیاء کو مافوق الاسباب اختیارات ہیں یا نہیں؟

(۲) اس عقیدہ کے ساتھ استمداد کرنا جائز ہے یا نہیں کہ وہ ہر وقت ہر جگہ سے ہماری ہر ہر فریاد کو سنتے اور جانتے ہیں بلکہ ہر وقت ہمیں دیکھتے ہیں اور ہماری طرح کی حاجت روائی فریاد رس پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔

ان اختیارات کا عقیدہ رکھ کر ان سے استمداد ناجائز ہے۔

تو اگر کوئی آدمی ان عقائد کے بغیر محض وجد و شوق و عشق میں اشعار کہہ دیتا ہے وہ شرک نہیں ہے۔ ۱؎ مزید تفصیل قیاس شعری میں ہوگی۔

۱۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ استمداد کو بڑے محققانہ انداز میں پیش فرمایا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ استعانت کی چند صورتیں ہیں

۱) غیر اللہ کو کسی چیز میں مستقل بالذات بغیر عطاء الٰہی کے جان کر استمداد کرنا۔ یہ استعانت باجماع الامۃ شرک اور کفر تحقیقی ہے۔ مثلاً کوئی شخص دوائی کو یا ڈاکٹر کو بالذات شفا کنندہ جانے' وہ مشرک ہے۔

۲) جن چیزوں کی عادۃ" اللہ نے بندے کو قدرت دی ہے یعنی بندے کو ان امور کا سبب بنایا ہے اور شرعی طور پر وہ کام بندے کی طرف منسوب ہوتے ہیں' ان امور میں بندے کو غیر مستقل جانتے ہوئے استعانت کرنا جائز ہے جیسے ڈاکٹر سے دوائی لینا یا بھوک دور کرنے کے لیے کھانا کھانا۔ ہاں اگر کوئی بد فہم انسان ان وسائل ہی کو قادر بالذات جانے تو یقیناً مشرک ٹھہرے گا۔

۳) اس صورت میں نبی علیہ السلام کا اعجاز یا ولی کی کرامت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اس کی چند شکلیں ہیں:

ا۔ کوئی نبی" اعجازا" یا ولی" کراماً" کسی خاص امر کی نسبت فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں جو چاہے یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں ولی سے اس کا مطلب پورا ہوگا۔ یا نسبت مجازی کے ساتھ کہے کہ ہم پورا کریں گے۔

۲۔ کسی شخص نے نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمۃ کی اجازت وامر کے بغیر اپنے حالت شوق و بے اختیاری میں بلا قصد سبقت لسانی کے طور پر کسی نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمۃ سے استعانت چاہی اور وہ مقدر تھا ہو گیا جس میں اس نبی یا ولی کو کچھ بھی دخل نہیں بلکہ ممکن ہے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع اور دخل تو ہو مگر اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔

۳۔ کسی صاحب کشف کو معلوم ہو گیا کہ فلاں کام تب ہوگا جب فلاں نبی یا ولی کی طرف توجہ کی جائے تا کہ وہ اس کا سبب بنے یا اس سے معجزہ یا کرامت کا ظہور ہو۔

۴۔ جس طرح شاگرد امور تعلیمی میں استاد سے مدد لیتا ہے اسی طرح مرید اپنے شیخ سے استعانت کرے ان صورتوں میں استعانت کرنے والا نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمہ کو نہ مختار جانتا ہے نہ اس کا فعل سمجھتا ہے بلکہ یہ ایک وقتی چیز ہے دائمی نہیں۔ وہ فعل در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے۔ =

مبحث سادس : ارشاد باری تعالیٰ ہے :افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا "کیا پس یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اور اگر یہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے" اس سے معلوم ہوا کہ قرآن

= صوفیاء کرام اور اہل کشف اکابر سے اگر کہیں استعانت واستمداد ثابت ہے بعض صورتیں صورت ثانیہ اور بعض تیسری صورت کے افراد ہیں۔ (سبیل السداد ص ۱۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

استعانت کی تیسری صورت میں تعمیم نہیں بلکہ ایک وقتی بات ہوتی ہے جو خاص خاص شرائط کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے جن کا تعلق مستعین اور مستعان بہ اور نفس استعانت کے ساتھ ہے۔ مثلا جس سے مدد چاہے وہ خود استعانت کا امر یا اجازت دے اور جو مدد چاہنے والا ہو وہ حالت شوق اور بے اختیاری میں ہو یا خاص استعداد اور خاص حالت رکھتا ہو یہ سمجھے کہ جن سے مدد چاہوں ان کو کچھ قدرت اور تصرف کا مجاز نہیں ان افعال عجیبہ کا صدور قدرت خداوندی سے ہوا ہے جس میں ان مقبولان بارگاہ کو کچھ بھی دخل نہیں ہاں صدور فعل ہوا ہے انہیں کی اظہار عزت کے لیے۔ جیسے افعال عادیہ کے صدور کی قدرت بندوں کو دی گئی ہے ان کو ان امور میں اس قدر بھی قدرت نہیں نہ یہ ان امور کے لیے اسباب دائمی نہ لازمی واکثری (توضیح المراد ص ۱۶، ۱۷) یہ قسم در اصل صورۃ" استعانت ہے حقیقتاً نہیں ہے۔

۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی غیر اللہ تعالیٰ حی یا میت کی نسبت یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے اور قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ وہ شخص فلاں خاص شے یا ہر شے جو طاقت بشریہ سے خارج ہے یا مطلقاً طاقت بشریہ سے خارج نہ ہو مگر اس شخص کی نسبت طاقت سے باعتبار اسباب عادیہ کے خارج ہو جس کو جس وقت چاہے دے، جس وقت چاہے نہ دے۔ اب اعطاء الٰہی کے بعد وہ مستقل ہے جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیابان یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہ قلبی کو جانتا ہے۔ اس کی آواز کو سنتا ہے اب اس بزرگ ہی سے سوال کیا جائے یا اللہ سے بھی دعا کی جائے اور اس بزرگ سے بھی جسے میلوں کے وقت کئی جگہ سے ٹکٹ ملتے ہیں۔

یہ صورت، علماء دیوبند اور اہل بدعت کے مابین مختلف فیہ ہے۔ یہ استعانت شرک ہے۔ (سبیل السداد ص ۱۳، ۱۴ مختصرا")

=

مجید میں کوئی تعارض نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن پاک خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اب یہاں ایک شبہ پیش آتا ہے وہ یہ کہ دین اسلام خدا تعالیٰ کا دین ہے ارشاد باری ہے ان الدین عند اللہ الاسلام تو جیسے قرآن میں تعارض نہیں دین اسلام بھی

---

* استعانت کی ان صورتوں کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ بریلوی حضرات اس چوتھی قسم کی استعانت کے قائل ہیں۔ ہمارے اکابر کی عبارتوں یا سوانح وغیرہ میں صرف دوسری یا تیسری قسم کی استعانت ہے جن میں بندے کو عاجز مانا جاتا ہے۔ زلزلہ کے مصنف میں جرات ہے تو ہمارے اکابر سے چوتھی قسم کو ثابت کریں دیدہ باید

بلکہ اس سے بڑھ کر کسی بزرگ کی بغیر استعانت کے کرامت ظاہر ہو جائے تو شور شروع کر دیتے ہیں۔ اس کتاب کے ص ۲۳ میں ایک واقعہ سوانح قاسمی سے نقل کیا ہے کہ ایک دیوبندی امام کی امداد کے لیے حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے۔ اس قصہ میں نہ تو کسی دیوبندی نے حضرت کو پکارا نہ ان کی نسبت کسی کا مختار کل ہونے کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں کے ذریعے مدد کرتا ہے کسی بزرگ کی روح کے ذریعہ امداد کرنے پر قادر ہے۔ نہ تو فرشتے حاجت روا بن گئے اور نہ ہی ان بزرگوں سے استعانت جائز ہوگی۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲ اور مقالات احسانی ص ۴۷ میں اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی ہے۔ قارئین اصل کتابوں کا مراجعہ کریں۔ قادری صاحب کی نقل پر اعتماد نہ کریں۔ مرکزی نکات کو وہ گول مول کر جاتے ہیں۔

فائدہ : استعانت کی تیسری صورت کی مثالیں قرآن پاک سے

۱۔ اہل مصر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

یا موسی ادع لنا ربک بما عھد عندک لئن کشفت عنا الرجز لنومنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل

"اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کر اس بات کی جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔"

اس جگہ کشف کی نسبت مجازی ہے۔ ان سے عذاب کا زائل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام تھا نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ ارشاد باری ہے

*

تعارض سے محفوظ ہونا چاہیے۔ حالانکہ فقہاء کا تعارض فتاویٰ میں' محدثین کا تصحیح و تضعیف میں۔ مختلف فرقوں کا عقائد میں بلکہ بعض آیات کا دوسری آیات سے احادیث کا احادیث سے اور آیات کا احادیث سے ظاہری تعارض پیش آتا ہے ایسا کیوں ہے ؟

جواب : اس تعارض کی دو بنیادی صورتیں ہیں۔

(۱) اختلاف کرنے والے فسادی لوگ ہوں جان بوجھ کر اختلاف پیدا کرتے ہیں اور قرآن کے خلاف عقائد و اعمال پیش کرتے ہیں اور یہ لوگ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا کے تحت آتے ہیں ان کا اختلاف دین کے دائرے میں رہ کر اختلاف نہیں بلکہ دین سے اختلاف ہے مثلاً" منکر قرآن' منکر حدیث غیر اللہ کے لیے خدائی اختیارات ماننے والے ایسے لوگ ہرگز مسلمان نہیں تو ان کا اختلاف ایسے ہی ہے جیسے مشرکین مکہ کا اختلاف نبی ﷺ سے تھا صرف لیبل اور نام کا اختلاف ہے۔

(۲) بعض لوگ خلوص نیت کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں مثلاً" ائمہ کا اختلاف مگر یہ اختلاف قرآن و حدیث کی مراد کے متعین کرنے میں ہو جاتا ہے۔ نیت اس میں خالص ہوتی ہے۔ اس کی کچھ توضیح ہم خاصہ کی بحث میں کر چکے ہیں یہاں رفع تناقض کے بارہ میں کچھ کلام کیا جاتا ہے۔

تو یاد رکھیں جب ہمارے سامنے دو نصوص متعارض پیش ہوں تو سب سے قبل ہمیں اس بات کی تحقیق کرنی ہوگی کہ ان کا ثبوت کس درجہ کا ہے پھر دلالت کس درجہ کی

---

* فلما کشفنا عنهم الرجز الی اجل هم بالغوه اذا هم ینکثون

"پھر جب ان سے عذاب کو ایک وقت خاص تک کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو فوراً" ہی عہد شکنی کرنے لگتے"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

واوحینا الی موسی اذا استسقاه قومه ان اضرب بعصاک الحجر

"اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو"

بنی اسرائیل کا عقیدہ یہ تو نہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود پانی دیں گے بلکہ یہ مقصد تھا کہ اللہ کے حکم سے معجزے کا اظہار فرمائیں۔ اس غرض سے ان سے پانی طلب کیا۔

ہے پھر ان میں تطبیق یا تقدیم و تاخیر تلاش کرنا ہو گی[1] تطبیق دینے کے لیے شروط تناقض کا لحاظ کرنا ہو گا۔ نیز فقہاء و اصولیین کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق ترجیح دینا ہو گی۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب دو شرعی دلیلوں میں تعارض ہو تو ان دونوں کا

---

[1] چونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق و حکیم ہے اس لیے نصوص شرعیہ میں ظنی الثبوت یا ظنی الدلالہ کا پایا جانا عین نعمت ہے اگر شریعت کا ہر مسئلہ قطعی الثبوت والدلالہ سے ثابت ہوتا تو اس میں قطعاً کوئی گنجائش نہ نکلتی اور انسان ذرہ برابر نافرمانی سے کافر یا فاسق قرار پاتا۔ اور مسلمان بڑے حرج میں واقع ہو جاتے۔ اب ہم قرآن پاک سے دو نصوص ذکر کرتے ہیں ایک قطعی الدلالہ اور دوسری ظنی الدلالہ ہے اول میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ثانی میں اختلاف واقع ہوا ہے اگر کسی غیر مقلد میں جرات ہے تو کسی قطعی الدلالہ نص قطعی سے اس اختلاف کو زائل کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشرا نیز فرمایا واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثة اشھر واللائی لم یحضن دوسری جگہ ارشاد ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء
پہلی آیت جو سورہ طلاق کی ہے اس میں آئسہ اور صغیرہ کی عدت ثلاثة اشھر بتائی گئی ہے اس کے اندر لفظ ثلاثة اور لفظ اشھر قطعی ہیں کسی اور معنی کے متحمل نہیں ہیں اس لیے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔
جبکہ دوسری آیت میں مطلقہ حائضہ غیر حاملہ کی عدت کا بیان ہے اس کے لیے لفظ ثلاثة قروء ارشاد فرمایا لفظ ثلاثة قطعی الدلالہ ہے اس کا معنی تین ہے۔ لیکن لفظ قروء کا معنی قطعی نہیں ہے بلکہ یہ حیض اور طہر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال مختلف ہو جائیں تو بتائیں کس کو گالی دیں گے اور کس دلیل سے حق و باطل کا فیصلہ کریں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے لیے بھی لفظ قطعی الدلالہ ارشاد فرماتا مگر اس مسئلہ میں قطعیت کا نہ ہونا اس کی حکمت تھی علامہ ابن کثیر ارشاد فرماتے ہیں۔ وقال ابو عمرو بن العلاء العرب تسمی الحیض قرءا وتسمی الطھر قرءا وتسمی الطھر والحیض جمیعا قرءا وقال الشیخ ابو عمرو بن عبد البر لا یختلف اھل العلم بلسان العرب والفقھاء ان القرء یراد بہ الحیض و یراد بہ الطھر وانما اختلفوا فی المراد من الآیة ما ھو علی القولین (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۵)

ثبوت مہیا کرنا ہو گا۔ کیونکہ بہت سے لوگ حوالہ قرآن کا دیتے ہیں جبکہ قرآن میں وہ چیز مذکور نہیں بہت سے غیر مقلدین حدیث کے لیے بخاری شریف یا دوسری بعض کتب کا حوالہ دے ڈالتے ہیں جبکہ وہ حدیث ان کتابوں میں نہیں ہوتی بلکہ ان کے حواشی یا شروح میں ہوتی ہے یا مترجم فائدہ کے تحت ذکر کر دیتا ہے تفسیر ابن کثیر مترجم میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اور عام آدمی ترجمہ کو اصل سمجھ کر اعتماد کر لیتا ہے مگر مترجم بسا اوقات اپنا مضمون بڑھا کر آخر میں مترجم لکھ دیتا ہے اور عام آدمی کو پتہ نہیں چلتا۔ ا۔

ا۔ تفسیر ابن کثیر کے مصنف مشہور و معروف محدث حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن الخطیب ابو حفص عمر بن کثیر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی۔ عام مسلمانوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ اصل تفسیر عربی زبان میں ہے بلکہ وہ اردو ترجمے ہی کو اصل کتاب سمجھتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح تھے۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۰' ۱۱۱ میں حضرت امام صاحب کے مناقب بڑی شان سے بیان کیے ہیں۔ شروع میں لکھتے ہیں:

هو الامام ابو حنيفة واسمه النعمان بن ثابت التيمى مولاهم الكوفى فقيه العراق واحد ائمة الاسلام والسادة الاعلام واحد اركان العلماء واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعة وهو اقدمهم وفاة لانه ادرک عصر الصحابة وراى انس بن مالک قيل وغيره وذكر بعضهم انه روى عن سبعة من الصحابة والله اعلم الى ان قال كان يصلى بالليل ويقرا القرآن فى كل ليلة ويبكى حتى يرحمه جيرانه ومكث اربعين سنة يصلى الصبح بوضوء العشاء وختم القرآن فى الموضع الذى توفى فيه سبعين الف مرة

حافظ ابن کثیر تفسیر میں ائمہ کے مذاہب اور ان کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات کسی جانب کو ترجیح نہیں دیتے۔ غیر مقلد مترجم نے ترجمہ میں بڑے ظلم ڈھائے ہیں۔ حنفیہ کے دلائل کو نہایت کمزور کر کے پیش کیا ہے اور اپنے مخالف کو صحیح احادیث کا مخالف بتایا ہے جبکہ حافظ ابن کثیر نے ایسا نہیں کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ج ا ص ۲۰' ۲۱ میں فقہاء کے دو قول ذکر کیے ہیں۔ ایک یہ کہ نماز میں خاص سورت فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مطلق قراءت فرض ہے۔ دوسرا قول یہ کہ سورت فاتحہ کا پڑھنا بطور فرض متعین ہے' دونوں گروہوں کے دلائل بیان کر کے کوئی وجہ ترجیح ذکر =

پھر اگر تعارض دو آیات میں ہو تو ان میں نسخ یا تطبیق سے کام لیں گے۔ نسخ کی مثال حدیث انما الماء منَ الماء رواہ مسلم قال محی السنة ھذا منسوخ (مشکاۃ ص ۴۷ وانظر نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۲۱' ابواب موجبات الغسل و شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۵۵)

= نہیں کی بلکہ لکھتے ہیں:

وجہ المناظرة ھھنا یطول ذکرہ وقد اشرنا الی ماخذھم فی ذلک رحمھم اللہ تعالٰی

ابن کثیر اردو میں اس کے ترجمہ کے بعد بین القوسین یوں لکھا ہوا ہے

"صحیح اور مطابق حدیث دوسرا قول ہی ہے واللہ اعلم۔ مترجم"

عام آدمی یہ مغالطہ کھاتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک حنفیہ کا قول بالکل خلاف حدیث ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

۲۔ تفسیر ابن کثیر عربی ج ۱ ص ۲۱ میں ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بارے میں چار مذاہب ذکر کیے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر رکعت میں فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ اکثر رکعات میں فرض ہے۔ تیسرے یہ کہ صرف ایک رکعت میں فرض ہے۔ چوتھا مذہب یہ کہ سورت فاتحہ کے علاوہ بھی قراءت کرنے سے فرض ادا ہو جائے گا۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ امام ثوریؒ اور امام اوزاعی کا بتایا ہے۔ اس کی دلیل فاقرؤا ما تیسر بیان کی ہے۔ پہلے مذہب والوں کی طرف سے ابن ماجہ کی یہ حدیث لائے ہیں۔

لا صلاۃ لمن لم یقرا فی کل رکعة بالحمد وسورة فی فریضة او غیرھا پھر فرماتے ہیں وفی صحة ھذا نظر کہ اس حدیث کا صحیح ہونا محل نظر ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابو سفیان سعدی بالاجماع ضعیف ہے۔ (انظر مصباح الزجاجہ للبوصیری ج ۱ ص ۱۷۳)

مترجم نے یہاں دھاندلی کی ہے۔ اور بین القوسین میں یہ الفاظ بڑھا دیے ہیں "صحیح اور مطابق حدیث پہلا قول ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم) گویا حضرت حسن بصریؒ دیگر علماء بصرہ' امام ابو حنیفہ' ثوری اور اوزاعی رحمہم اللہ تعالٰی مخالف حدیث ہوئے۔

۳۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں تین قول ذکر کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ سورت فاتحہ مقتدی پر واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ سورت فاتحہ یا کوئی سورت مقتدی پر کسی نماز میں واجب نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ سری میں قراءت کرے' جہری میں نہ کرے۔ آخری قول کی دلیل اس حدیث کو لائے ہیں واذا قرء فانصتوا بروایۃ ابی موسیٰ الاشعری وابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما۔ پھر =

دوسری مثال : ارشاد نبوی توضأوا مما مست النار رواہ مسلم قال محی السنة هذا منسوخ (مشکاۃ ص ۴۰۔ نیل الاوطار ج ا ص ۲۰۸ و شرح مسلم للنووی ج ا ص ۱۵۶)

فرماتے ہیں فدل هذان الحدیثان علی صحة هذا القول وهو قول قدیم للشافعی رحمه الله تعالٰی والله اعلم روایة عن الامام احمد بن حنبل رحمه الله تعالی

غیر مقلد مترجم اس کا ترجمہ کرتے ہوئے یوں اضافہ کرتے ہیں

"صحیح اور مطابق حدیث اول قول ہے۔ ابو داؤد' ترمذی' نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقتدیوں کو فرمایا کہ تم سوائے سورت فاتحہ کے کچھ نہ پڑھو' اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (مترجم) (ابن کثیر اردو ص ۱۶)

گویا امام ابو حنیفہ' امام شافعی' امام احمد بن حنبل بلکہ حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ سب حدیث کے دشمن ہیں' حدیث کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔

۴۔ حافظ ابن کثیر ؒ واذا قری القرآن کے نزول کے بارے میں امام زہری سے روایت کرتے ہیں قال نزلت هذه الایة فی فتی من الانصار کان رسول الله صلی الله علیه وسلم کلما قرا شیئا قراه فنزلت واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۳)

اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے "زہری کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی (یہ آیت مکی ہے اور انصار کے قبول اسلام سے پہلے کی نازل شدہ ہے) آنحضرت ﷺ پڑھتے تھے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کے پیچھے پڑھتا تھا" (ابن کثیر اردو ص ۲۶ پارہ ۹)

۵۔ ابن کثیر ؒ نے حدیث واذا قرا فانصتوا کو صحیح مسلم کی حدیث بتایا اور اس پر مفصل بحث کی ہے۔ مترجم صاحب نے نہ تو حدیث کی سند اور تصحیح کا ذکر کیا نہ راوی بیان کیے اور نہ ہی صحیح مسلم وغیرہ کا نام لیا۔ ذیل میں حدیث اور اس کا اردو ترجمہ ابن کثیر اردو سے لکھا جاتا ہے۔ فرق خود ملاحظہ فرمائیں

انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرا فانصتوا (ابن کثیر عربی ج ۲ ص ۲۸۳)

"جب امام نماز پڑھنے لگے' جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ" (ابن کثیر پارہ ۹ ص ۶۵)

- تطبیق کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک میں تخصیص کر لی جائے اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ دونوں حکم جائز ہوں فقط استحباب کا اختلاف ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن "اور مت نکاح کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں"

دوسری جگہ ارشاد ہے والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن "اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب دو ان کو مہران کے" دوسری آیت کریمہ پہلے آیت کے لیے مخصص ہے۔

اور جب احادیث میں تعارض ہو تو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ کو متعین کرنا ہو۔ احادیث کے ثبوت کے لیے بہت سے وجوہ ترجیح ہیں جو کتب اصول فقہ اور الاعتبار للحازمی میں مذکور ہیں چند وجوہ ترجیح یہ ہیں۔

(۱) ایک کے راوی حفظ و اتقان کے ساتھ ساتھ فقہا بھی ہوں امام وکیعؒ فرماتے ہیں حدیث یتداولہ الفقہاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ (الاعتبار ص ۲۷) وہ حدیث جس کو فقہاء روایت کرتے ہوں اس سے بہتر ہے کہ اس کو نرے شیوخ بیان کرتے ہوں۔

(۲) ایک راوی کی روایت مضطرب ہو اور دوسرے کی روایت میں اضطراب نہ ہو تو جس کی روایت میں اضطراب نہ ہو وہ اولیٰ ہے۔ (الاعتبار ص ۲۴) قاعدہ درست ہے مگر مثال میں تسامح ہے، غیر مضطرب کی مثال یوں دیتے ہیں۔

مثالہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع .... ولا اضطراب فی متنہ (ص ۲۴) حالانکہ یہ حدیث مضطرب ہے بخاری شریف کی تین احادیث میں تین مقام پر رفع یدین کا ذکر ہے اور چوتھی حدیث میں چار مقامات کا شروع میں قبل الرکوع، بعد الرکوع، بعد الرکعتین جبکہ اول تین روایات میں بعد الرکعتین رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

نیز حضرت ابن عمرؓ کی بعض روایات میں صرف شروع میں رفع یدین کا ذکر بھی آتا ہے اور بعض میں بین السجدتین بھی الغرض روایت ابن عمرؓ رفع یدین کے باب میں خاصی مضطرب ہے جس کی تفصیل خزائن السنن ج ۲ ص ۱۰۲ اور نور الصباح ص ۹۲ میں ہے۔

البتہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث غیر مضطرب ہے اور وہ حدیث یہ ہے عن علقمۃ

عن ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) قال الا اریکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لم یعد (المحلی لابن حزم ج ۴ ص ۸۷۔ المدونہ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱) "حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ دکھاؤں؟ آپ نے پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا پھر نہ کیا" علامہ ابن حزم فرماتے ہیں ان ھذا الخبر صحیح (المحلی ج ۴ ص ۸۸) یہ حدیث صحیح ہے۔

رہا اس کا عدم اضطراب تو حافظ ابن حجر لکھتے ہیں وقال ابن عبدالبر : کل من روی عنہ ترک الرفع فی الرکوع والرفع منہ روی عنہ فعلہ الا ابن مسعود رضی اللہ عنہ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۹) ابن عبد البرؒ نے فرمایا ہر وہ جس سے رفع یدین کا چھوڑنا مروی ہے، رکوع اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مروی ہے سوائے ابن مسعودؓ کے۔

الغرض روایت ابن مسعود راجح ہے۔

شاگرد: استاد جی وہ کہتے ہیں کہ صرف حنفی رفع یدین نہیں کرتے۔

استاد: رفع یدین کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں نیز ائمہ اربعہ میں سے امام ابو حنیفہ متفرد نہیں بلکہ حضرت امام مالکؒ بھی حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ فقہ مالکی کی مستند کتاب المدونہ الکبریٰ میں واضح طور پر موجود ہے وقال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر لصلاۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلاۃ یرفع یدیہ شیئا خفیفا والمراۃ فی ذلک بمنزلۃ الرجل (المدونہ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱) فرمایا مالک نے میں نہیں جانتا رفع یدین نماز کی کسی تکبیر میں نہ اٹھنے میں نہ جھکنے میں مگر نماز کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو تھوڑا سا اٹھائے۔ اور عورت اس میں مرد کی طرح ہے۔

اس صفحہ میں پورا باب اسی مسئلہ کے لیے لکھا گیا ہے۔

شاگرد: وہ کہتے ہیں کہ تعارض کے وقت مثبت اولیٰ ہوتا ہی اور رفع یدین کی روایات مثبت اور ترک رفع کی نافی ہیں۔

استاد: یہ قاعدہ خود انہوں نے ترک کر دیا ہے اس لیے کہ رفع یدین فی السجدتین کی روایات کو یہ لوگ خود ترک کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے حافظ ابن حزم لکھتے ہیں عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود (المحلی ج ۴ ص ۹۳) نبی علیہ السلام رکوع سجود میں رفع یدین کرتے تھے۔

اس کے حاشیہ میں احمد محمد شاکر لکھتے ہیں هذا اسناد صحیح جدا بتائیے کہ غیر مقلد تارک حدیث نہ ہوئے۔ فما هو جوابکم فمثله جوابنا نیز حافظ ابن حزم لکھتے ہیں قد صح عن النبی صلی الله علیه وسلم رفع الیدین عند کل رفع .... وکان علیه السلام یصلی رافعا یدیه فی کل رفع وخفض (المحلی ج ۴ ص ۸۸) نبی علیہ السلام سے رفع یدین ہر رفع کے وقت ثابت ہے۔ آپ ہر مرتبہ اوپر آتے اور جھکتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

بتائیے غیر مقلد اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ غیر مقلدین کی یہ عادت ہے کہ ایک کام کا حوالہ حدیث سے دے کر دو چار کام اپنی طرف سے ملا دیتے ہیں اور ایک کام کے لیے حدیث دکھا کر گمراہ کر لیتے ہیں یہی حال انہوں نے اس مسئلہ میں کیا وہ اسی طرح کہ رفع یدین بین السجدتین باوجود ثبوت کے نہیں کرتے۔ لیکن جب امام کی نماز کے پورا ہونے کے بعد اپنی رکعت پوری کرنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو رفع یدین کرتے ہیں جو کہ بالکل حدیث سے ثابت نہیں وہ اس طرح کہ اگر ایک آدمی فجر کی دوسری رکعت پڑھاتا ہے کوئی غیر مقلد آتا ہے تو رفع یدین کر کے ساتھ شامل ہو جائے گا پھر قبل الرکوع و بعد الرکوع رفع یدین کرے گا امام کے بعد اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو گا پھر رفع یدین کرے گا۔ اور قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کر کے نماز پڑھے گا اس طرح ۲ رکعتوں میں ۲ مرتبہ رفع یدین ہوتا ہے جو کسی روایت سے ثابت نہیں ہے اگر ہے تو پیش کریں۔

فائدہ : تعارض کے وقت ترجیح دینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس طرح عمل کیا جائے جس سے سب روایات جمع ہو جائیں۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا ان کے مقامات الگ الگ کر دیئے جائیں یا ان سب کو جائز مان لیا جائے۔

اس کی مثال (۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے فاقرأوا ما تیسر من القرآن "پس قرآن سے جو آسان ہو پڑھو" اس سے معلوم ہوا کہ صرف اتنا قرآن پڑھنا ضروری ہے جتنا آسان ہو

(۲) دوسری جگہ ارشاد ہے واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو' امید ہے کہ تم پر رحم ہو"

(۳) نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب "نہیں نماز اس کی جو سورت فاتحہ نہ پڑھے"

(۴) دوسری حدیث میں ہے لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا "نہیں نماز اس کی جس نے نہ پڑھی سورت فاتحہ اور زیادہ"

اور یہ دونوں حدیثیں امام بخاریؒ نے اپنی کتاب خلق افعال العباد ص ۱۶۸، ۱۶۹ میں روایت کی ہیں۔ پہلی حدیث سے سورت فاتحہ کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے جبکہ دوسری حدیث سے سورت فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۵) پھر ایک اور حدیث میں ارشاد ہے واذا قرأ فأنصتوا یعنی جب امام پڑھے تو خاموش رہو اور یہ روایت صحیح مسلم میں بھی موجود ہے یہ پانچ نصوص ہیں۔ تیسری کا تقاضا ہے کہ قراءت فاتحہ ہر نمازی پر فرض ہو چوتھی کا تقاضا ہے کہ سورت فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا بھی ہر نمازی پر فرض ہے دوسری اور پانچویں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی خاموش رہے۔ قراءت نہ کرے اور پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک سے کسی خاص حصہ کے پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ کسی جگہ سے بھی جتنا آسان ہو پڑھ سکتا ہے اگرچہ سورہ اخلاص یا سورہ کوثر ہو۔

غیر مقلدین حضرات کا اس تعارض کے بارہ میں یہ موقف ہے کہ صرف تیسری روایت لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب کو لیا اور باقی سب کو ترک کر دیا، ان کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ جب یک روایت کو لے لیتے ہیں تو دوسری سب روایات کو ضعیف کہنا شروع کر دیں خواہ وہ مسلم شریف کی روایت ہو (مندرجہ بالا احادیث سے حدیث نمبر ۴ اور پانچ صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں۔) پھر الٹا طعن حنفیہ کو دیتے ہیں کہ تمہارے ائمہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ جو حدیث ہمارے ائمہ (حنفیہ) کے قول کے مطابق نہ ہو وہ یا منسوخ ہے یا موول ہے۔ ظالمو تم اس عبارت کا مفہوم ہی نہ سمجھے یہ تو عین ایمان ہے بات تو صرف اتنی ہے کہ جس حدیث کو جاننے کے بعد ائمہ حنفیہ نے اس کے خلاف قول کیا اس کی دو وجوہات ہیں یا وہ حدیث انہوں نے منسوخ جانی اور یا ان کے نزدیک اس کا وہ مفہوم نہیں جو بظاہر معلوم ہوتا ہے اور اس کے لیے ان کے پاس کوئی اور دلیل ہے۔ جیسے الماء من الماء جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

غیر مقلدین کی مرکزی کتاب نتائج التقلید ص "ک" میں اصول کرخی کے حوالہ سے اس اعتراض کو دہرایا ہے۔ قارئین مہربانی فرما کر اصول کرخی کا یہ مقام مکمل طور پر دیکھیں۔ ان شاء اللہ ان کا مکر واضح ہو جائے گا۔ کیا غیر مقلدین کو علامہ ذہبی کی یہ عبارت نظر نہیں آتی؟

عن ابن وهب قال: لو لا مالك والليث هلكت كنت اظن ان كل ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم يفعل به (تذكرة الحفاظ ج ا ص ۲۲۶)

نتائج التقلید جو خالص منفی سوچ کا نتیجہ ہے، غیر مقلدین کے ہاں بڑی فضائل ومنقبت کے حامل ہے۔ حافظ عبد القادر امرتسری کہتے ہیں "اہل حدیث کا کوئی گھر اس سے خالی نہ رہے" (ص "خ") محدث راچھوتانہ عبدالجبار اس کا مطالعہ فرض بتاتے ہیں۔ (ایضاً ص "م")

مولانا ابو الحسنات علی محمد فیروز پوری لکھتے ہیں "نتائج التقلید کی طباعت از بس ضروری ہے اس کا نایاب ہونا کبیرہ گناہ ہے"

اب ہم غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ اچھا اب تم بتاؤ کہ جس حدیث کے خلاف حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر یہی وجوہات ہیں تو شور کیسا؟ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے جان بوجھ کر حدیث کی مخالفت کی ہے تو بتلاؤ کہ سوءِ ظن ان کے بارہ میں فتویٰ کفر کے مترادف نہیں ہے کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ حدیث کے مخالف ہیں! نیز یہ بھی بتلائیں کہ جن احادیث صحیحہ پر حنفیہ کا عمل ہے مگر غیر مقلدین کا نہیں ان کے بارہ میں غیر مقلدین کا کیا خیال ہے کیا ان کے ترک عمل سے وہ حدیث نہ رہے گی یا یہ خود تارک حدیث ہیں سوچ کر جواب دینا ہو گا۔ ہم نے لفظ اہل حدیث پر خاصا تبصرہ کیا ہے۔ مزید سن لیجیئے اگر تم اہل حدیث ہو تو ہم حنفیہ اہل القرآن و الحدیث ہیں بتاؤ پلہ کس کا بھاری ہے اگر تم یہ کہو کہ ہمارا نام اہل حدیث ہے تو ہمارا نام اہل القرآن و اہل حدیث ہے اگر تم ہمارے نام کی سند مانگتے ہو تو اپنے نام کی سند حدیث مرفوع سے پیش کریں الغرض ہمارا موقف ہرگز غیر مقلدین والا نہیں ہے وہ صرف حدیث حدیث کریں گے مگر ہمیں تو قرآن پاک کی حجیت کا بھی لحاظ کرنا ہے ائمہ حنفیہ نے اس تعارض کو یوں حل کیا ہے کہ مقتدی کا کام خاموش رہنا ہے لہٰذا دوسری اور پانچویں نص پر عمل ہو گیا جن روایات میں قراءت کا ذکر ہے ان کا تعلق امام اور منفرد سے ہے۔ آیت فاقرأوا ما تیسر سے یہ ثابت ہوا کہ امام اور منفرد پر

قرآن پاک سے کچھ نہ کچھ پڑھنا فرض ہے۔ اور حدیث لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے سورت فاتحہ کا وجوب امام اور منفرد کے لیے ثابت ہو جبکہ حدیث لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا سے یہ ثابت ہوا کہ سورت فاتحہ کے ساتھ سورت کا ملانا امام ومنفرد پر بھی واجب ہے۔ اور یہ فرض اور واجب کا فرق اس لیے ہو گیا کہ قرآن کا درجہ زیادہ ہے نیز نصوص کے درمیان تطبیق بھی ہو گئی لیجئے اگر یہ نام نہاد اہل حدیث حدیث پر عمل کے مدعی ہیں تو ہم عامل بالقرآن و الحدیث ہیں۔ والحمد للہ

ایک اور دلیل: ارشاد باری تعالیٰ ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا (الآیہ) اس کے اندر قرئ فعل مجہول کا صیغہ ہے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ فعل مجہول دلالت التزامی کے ساتھ فاعل پر دلالت کرتا ہے جیسے خلق الانسان اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے اسی طرح قرئ القرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی قاری یعنی پڑھنے والا ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کون پڑھنے والا ہو ہے جس کی قراء ت کے وقت انصات کا حکم ہے ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ امام مراد ہے آیت کا مفہوم یہ ہے وا، قرأ الامام القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا اب اس کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد نبوی ہے واذا قرأ فانصتوا (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)

اس حدیث میں قرا کا فاعل ھو ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع الامام ہے اور مفعول محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے واذا قرأ الامام القرآن فأنصتوا۔ قرأ سے جب فعل مجہول بنایا تو نحوی قاعدہ کے مطابق فاعل کو حذف کر کے مفعول بہ کو مرفوع کر دیا۔ عبارت یوں بنتی ہے واذا قرئ القرآن فأنصتوا بتلائیے کہ حدیث آیت قرآنیہ کی تفسیر ہی یا نہیں؟ یہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کا شان نزول ہی بالاجماع فرض نماز ہے۔ علامہ شمس الدین ابن قدامہ (المتوفی ٦٨٢) لکھتے ہیں:

ولنا قولہ تعالی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون قال سعید بن المسیب ومحمد بن کعب والزھری وابراھیم والحسن انھا نزلت فی شان الصلاۃ قال احمد فی روایۃ ابی داود اجمع الناس علی ان ھذہ الآیۃ فی الصلاۃ (الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۳) نیز ملاحظہ ہو المغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ٦۰۱۔ الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ ج ۲ ص ۱٦۸) "ہماری دلیل اللہ کا ارشاد ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ

وانصتوا لعلکم ترحمون سعید بن مسیب، محمد بن کعب قرظی، زہری، ابراہیم اور حسن نے فرمایا کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے امام احمد نے فرمایا کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔

ایک اور انداز سے : جملے میں جو فاعل واقع ہوتا ہے اس کا وصفی نام اسم فاعل سے رکھتے ہیں جیسے کوئی چوری کرے اس کا وصفی نام سارق ہے۔ اس طرح جو قراءت کرے اس کا وصفی نام قاری ہے اور نماز باجماعت کے اندر ہمارے نزدیک صرف امام قاری ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک ہر ہر نمازی قاری ہے غیر مقلدین ہمیں ترک حدیث کا طعنہ دیتے ہیں حالانکہ احادیث میں صرف امام کو قاری فرمایا ہے اور احادیث بھی بالکل صحیح ہیں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن القاریٔ فأمنوا فان الملائکۃ تؤمن فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری مع حاشیہ سندی ج ۴ ص ۱۱۳ کتاب الدعوات باب التامین۔ نسائی ج ۲ ص ۱۴۳ طبع بیروت ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۷ طبع بیروت مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸، ص ۴۵۹) "جب قراءۃ کرنے والا آمین کہے تم آمین کہو کیونکہ فرشتے آمین کہتے ہیں تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں"

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاریٔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قولہ قول اھل السماء غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (مسلم ج ۱ ص ۳۰۷ طبع بیروت۔ دارمی ص ۲۸۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۹) "جب قراءۃ کرنے والے نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہا پھر پیچھے والے نے آمین کہا پھر اس کا قول آسمان والوں کے قول کے موافق ہو جائے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں"

فائدہ : بعض روایات میں القاری کی جگہ الامام کا لفظ وارد ہوا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام ہی قراءت کے وصف کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے اذا امن الامام فأمنوا (مسلم ج ۱ ص ۳۰۷) "جب امام آمین کہے تم آمین کہو"

مسند احمد اور دارمی کی روایت ہے اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا امین الحدیث (دارمی ص ۲۸۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۹) "جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تم آمین کہو"

حنفیہ کی دیگر وجوہ ترجیح

۱۔ سورت فاتحہ کے اندر تین کلمات جمع متکلم کے ہیں۔ ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا جبکہ واحد متکلم کا کوئی صیغہ یا ضمیر نہیں ہے اور جمع متکلم کا دوسرا نام متکلم مع الغیر ہے جس کا معنی ہوتا ہے دوسروں کو ساتھ ملا کر کلام کرنے والا۔ یعنی بولنے والا ایک ہوتا ہے مگر ترجمانی سب کی کرتا ہے۔

ان کلمات کا بھی تقاضا یہ ہوا کہ نماز با جماعت میں صرف امام سب کی ترجمانی کرے اور اگر سب کا کلام کرنا مطلوب ہو تو پھر سب بیک زبان بلند آواز سے پڑھیں جس طرح ترانوں میں پڑھتے ہیں۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایسا اسلوب کسی اور سورت کا نہیں ہے۔

۲۔ ارشاد باری ہے وارکعوا مع الراکعین نماز با جماعت میں بالخصوص رکوع کا ذکر فرمایا' یہ نہ فرمایا قوموا مع القائمین یا اسجدوا مع الساجدین یا اقراوا مع القارئین صرف رکوع کا ذکر فرمایا' معلوم ہوا کہ تمام ارکان کی نسبت رکوع کی خاص اہمیت ہے اور شاید یہ اس لیے کہ رکوع کے مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ قرآن پاک میں صلاۃ الخوف کا طریقہ مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایک جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر جائے گی پھر دوسری جماعت اپنی جگہ چھوڑ کر آئے گی تو اس دوسری جماعت کو امام کے ساتھ فاتحہ تو نہیں مل سکتی۔ اگر فاتحہ خلف الامام فرض ہوتی تو ایسی نماز کا حکم کیوں دیا گیا جس میں مقتدی کو فاتحہ نہیں مل سکتی۔

۴۔ قرآن پاک نے ترتیل کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ورتل القرآن ترتیلا اور مقتدی سے ترتیل نہیں ہوتی۔

۵۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ اور یہ حدیث صحیح ہے (الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۱)

۶۔ جہری نماز میں مقتدی پر قراءت کی فرضیت کا کوئی قائل نہیں ہے۔ (انظر الشرح

الکبیرج ۲ ص ۱۳) فقہ شافعی میں مسبوق پر فاتحہ واجب نہیں (مغنی المحتاج ج ۱ ص ۱۵۷) فقہ مالکی میں مقتدی پر قراءۃ واجب نہیں (حاشیہ الدسوقی ج ۱ ص ۲۳۷) فقہ حنبلی کی کتاب الروض المربع میں ہے (ولا قراء ۃ علی ما موم) یتحمل الامام عنہ قراء ۃ الفاتحۃ (ج ۱ ص ۷۰)

فائدہ : بسا اوقات ایک لفظ کی متعدد تفسیریں کی جاتی ہیں اور سب جمع ہو سکتی ہیں' اس کو تعارض نہیں کہا جا سکتا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی

اس کی تفسیر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

قال مجاھد العروۃ الوثقی یعنی الایمان وقال السدی ھو الاسلام وقال سعید بن جبیر والضحاک یعنی لا الہ الا اللہ وعن انس بن مالک العروۃ الوثقی القرآن وعن سالم بن ابی الجعد ھو الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

"مجاہدؒ نے فرمایا العروۃ الوثقی سے ایمان مراد ہے۔ سدیؒ نے کہا وہ اسلام ہے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا لا الہ الا اللہ مراد ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے۔ سالم بن ابی الجعد سے ہے فرمایا وہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ہے"

اور آخر میں فیصلہ یوں دیتے ہیں

وکل ھذہ الاقوال صحیحۃ ولا تنافی بینھا (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۵)

"اور یہ سب اقوال صحیح ہیں ان کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں۔"

تدریب

س (۱) ان قضایا کی نقیضیں بتاؤ۔

(۱) ہر گھوڑا جاندار ہے (۲) بعض جانداروں میں سے بکری ہے (۳) کوئی انسان درخت نہیں ہے (۴) ہر انسان جسم ہے (۵) بعض سپید جاندار ہیں (۶) بعض جاندار گدھا نہیں ہیں (۷) بعض انسان لکھنے والے ہیں (۸) بعض بکریاں کالی نہیں ہیں۔

س (۲) مندرجہ ذیل میں دو دو قضیے یکجا ہیں ان میں تمہارے نزدیک تناقض ہے یا

نہیں اگر نہیں تو کون سی شرط مفقود ہے۔
(ا) عمرو مسجد میں ہے' عمرو گھر میں نہیں ہے (۲) بکر زید کا بیٹا ہے' بکر عمرو کا بیٹا نہیں ہے' (۳) فرنگی گورا ہے' فرنگی گورا نہیں ہے' (۴) زید دن کو سوتا ہے' زید رات کو نہیں سوتا ہے۔

س (۳) قضیہ شخصیہ میں تناقض کے لیے کتنی وحدات کا پایا جانا ضروری ہے

س (۴) وحدۃ موضوع سے کیا مراد ہے بمعہ مثال واضح کریں۔
ارشاد نبی ہے النساء حبائل الشیطان حالانکہ بہت سے عورتیں ایسی نہیں ہوتیں اس کا کیا جواب ہے ؟

س (۵) وحدت کل و جزء کو مثال سے واضح کریں۔

س (٦) وحدت شرط میں کون سی شرط مراد ہے نیز شرط یا قید اتفاقی کی مثال دیں۔

س (۷) غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ان کی نماز حدیث نبی کے مطابق ہے نیز یہ کہ مرد و عورت کی نماز کا کوئی فرق نہیں۔ ان پر تبصرہ کریں۔

س (۸) عقیدہ حیات النبی اور آیت انک میت کے تعارض کو رفع کرو۔

س (۹) ارشاد باری تعالیٰ ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا سے اہل بدعت نبی ﷺ کے مختار کل ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس کا کیا جواب ہے ؟

س (۱۰) مسئلہ استمداد کے بارے میں بنیادی نکتے ذکر کریں ؟

س (۱۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اس کے باوجود ہمیں بہت سے مقامات میں تعارض محسوس ہوتا ہے کیوں ؟

س (۱۲) تعارض ادلہ کو دور کرنے کے چند قاعدے تحریر کریں۔

س (۱۳) اختلاف العلماء رحمۃ کا مفہوم واضح کر کے مثال دیں۔

س (۱۴) اختلاف علماء خدا تعالیٰ کی حکمت سے ہے اس کی وضاحت کریں۔

س (۱۵) رفع یدین کے بارہ میں حنفیہ کی وجہ ترجیح ذکر کریں۔

س (۱۶) مندرجہ ذیل نصوص جمع کریں اور فاتحہ خلف الامام کی چند دلیلیں ذکر کریں فاقرأوا ما تیسر من القرآن' واذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا' لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب' لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا' واذا قرأ فانصتوا

س (۱۷) اگر غیر مقلدین اپنے آپ کو اہل حدیث کہیں تو ہم کیا کہیں؟

س (۱۸) جو حدیث ہمارے علماء کے فتویٰ کے مطابق نہ ہو وہ تو مؤول یا منسوخ ہے غیر مقلدین اس پر اعتراض کرتے ہیں اس کا جواب دیں۔

س (۱۹) کشف' الہام اور علم غیب کا فرق بیان کریں۔ اور یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کس کو خاص مانتے ہیں اور بندوں کے ساتھ کس کو؟

سبق پنجم
عکس مستوی کی بحث

عکس کا لفظ عموماً" تین معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) عکس لغوی ۔ صاحب تلخیص المفتاح لکھتے ہیں فعلم ان کل بلیغ فصیح ولا عکس یہاں عکس سے مراد کیا ہے علامہ تفتازانی مختصر معانی میں لکھتے ہیں ولا عکس ای بالمعنی اللغوی ای لیس کل فصیح بلیغا"

اس کے حاشیہ میں حضرت شیخ الہند" بحوالہ دسوقی لکھتے ہیں قولہ بالمعنی اللغوی وھو عکس الموجبۃ الکلیۃ موجبۃ کلیۃ (مختصر المعانی ص ۳۱)

(۲) عکس مستوی یا عکس مستقیم۔ اس مقام پر اسی سے بحث ہو گی۔ اس صورت میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آئے گا موجبہ کلیہ نہیں آتا۔

(۳) عکس نقیض۔ عکس مستوی کے بعد ان شاء اللہ اس کی بحث کریں گے۔

فائدہ : قطبی، سلم اور رشیدیہ میں ہے کہ تعریف میں طرد و عکس ضروری ہے طرد کا معنی تعریف کا مانع عن الغیر ہونا اور عکس کا معنی تعریف کا معرف کے تمام افراد کو جامع ہونا ہے (رشیدیہ ص ۴۱۔ جمع الجوامع ج ۱ ص ۱۷۷) اس عکس سے عکس نقیض ہی مراد ہے عکس نقیض کے بیان میں اس کی وضاحت کریں گے۔

عکس مستوی کسی قضیے کا یہ ہے کہ اس قضیے کے اول جزء کو دوسرا جزء کر دیا جاوے اور دوسرے جزء کو پہلا جزء بنا دیا جائے یعنی بالکل الٹ دیا جاوے اور یہ الٹ پھیر ایسے طور سے کریں کہ اگر پہلا قضیہ سچا ہے تو دوسرا جو اس کا الٹ ہے وہ بھی سچا ہی رہے اور پہلا اگر موجبہ ہے تو دوسرا بھی موجبہ ہو اور پہلا اگر سالبہ ہو تو دوسرا بھی سالبہ ہی ہو اور اس دوسرے الٹے ہوئے قضیہ کو پہلے کا عکس مستوی کہتے ہیں۔

اس جگہ چند ابحاث ہیں۔

بحث اول : جس قضیہ کو الٹ کر عکس بنایا جائے اس کو اصل کہتے ہیں جیسے لا شیء

من الانسان بحجر کو الثائیں تو بنے گا لا شی ءمن الحجر بانسان تو پہلا قضیہ اصل اور دوسرا عکس مستوی یا عکس مستقیم ہے اور اگر ہم لا شی ءمن الحجر بانسان کو بنیادی قضیہ بنا کر اس کو الثائیں تو یوں بنے گا لا شی ءمن الانسان بحجر تو جس کو ہم نے پہلے اصل بنایا وہ عکس اور جس کو عکس بنایا وہ اصل بن جائے گا۔

بحث ثانی: تناقض میں یہ ضروری تھا کہ ایک قضیہ سچا اور دوسرا جھوٹا ہو۔ جبکہ عکس میں یہ ضروری ہے کہ اگر اصل کو سچا فرض کریں تو عکس مستوی کو بھی سچا ہی ماننا پڑے گا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ اگر اصل کو جھوٹا مانیں تو عکس بھی جھوٹ ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ اصل جھوٹ ہو اور عکس سچ جیسے کل حیوان انسان کاذب ہے جبکہ اس کا عکس مستوی ضابطہ کے مطابق یوں نکلے گا بعض الانسان حیوان اور وہ صادق ہے (انظر قطبی و حمد اللہ) اور کبھی اصل و عکس دونوں کاذب ہوں گے جیسے کل حیوان حجر کا عکس بعض الحجر حیوان دونوں کاذب ہیں۔ کل حیوان فرس کاذب ہے اس کا عکس بعض الفرس حیوان صادق ہے پھر جب اس عکس کو اصل مان کر اس کا عکس نکالا تو بعض الحیوان فرس ہوگا وہ بھی صادق ہو گا کیونکہ اصل صادق ہے۔

بحث ثالث: عکس کی بحث جاننے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مناظرہ میں بسا اوقات خصم ایک ایسی بات مان لیتا ہے جس کا عکس مناظر منوانا چاہتا ہے تو جو انسان اس بحث سے واقف ہو گا وہ فوراً خصم کی بات اخذ کر کے اس کا عکس نکال کر غلبہ کر لے گا۔

بحث رابع: قضیہ حملیہ میں بنیادی دو جز ہوتے ہیں۔ موضوع محمول موضوع کی ذات کے لیے وصف محمول ثابت کیا جاتا ہے عکس میں صرف تقدیم و تاخیر مطلوب نہیں بلکہ ذات محمول کو موضوع اور وصف موضوع کو محمول بنانا مقصد ہوتا ہے۔ چنانچہ الحمد للہ کا عکس للہ الحمد نہیں ہے اور زید علی السریر کا عکس علی السریر زید نہیں ہے بلکہ ان کا عکس یوں ہو گا۔ الثابت للہ الحمد، الثابت علی السریر زید ہوگا۔ یا یوں ہوگا بعض الثابت للہ الحمد وبعض الثابت علی السریر زید

قضیہ شرطیہ منفصلہ کا عکس نہیں لایا جاتا اور نہ ہی شرطیہ متصلہ اتفاقیہ کا عکس کوئی فائدہ دیتا ہے ہاں قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ کا عکس لایا جاتا ہے اس میں مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم کیا جاتا ہے یعنی شرط کو جزاء اور جزاء کو شرط بنایا جاتا ہے صرف جزاء کو مقدم کرنا کافی

نہیں ہے بلکہ کلمہ شرط کو جزاء پر داخل کر کے اس کو شرط بنانا ضروری ہے جیسے کلما کان الشی ء انسانا کان حیوانا کا عکس یوں ہوگا قد یکون اذا کان الشی ء حیوانا کان انسانا اگر یوں کہا جائے الشی ء یکون حیوان اذا کان انسانا تو یہ عکس نہ ہوگا۔

بحث خامس: اگر قضیہ میں محمول فعل ہو یا جار مجرور تو اسم موصول وغیرہ کو لگا کر فعل یا ظرف کو صلہ بنائیں گے اور فاعل کو دوسرا جز جیسے ضربت کا عکس ہوگا انا الذی ضرب' انا ضربت کا عکس ہوگا من الذین ضربوا انا ذیل میں عکس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں ان کو ملاحظہ کر کے تغیرات کا جائزہ لیں۔

اصل	عکس
اللہ ربنا	ربنا اللہ
ربنا الذی اعطی کل شی خلقہ	الذی اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی
ثم ھدی	ھو ربنا
صلیت فی المسجد	انا من الذین صلوا فی المسجد
من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا	من الذین یجعل لھم مخرجا الذی یتقی اللہ
الطلاب یقراون او یکتبون	من الذین یقراون او یکتبون الطلاب
محمد رسول اللہ	رسول اللہ محمد ﷺ
لا الہ الا اللہ	لا شی ء سوی اللہ الہ

بحث سادس: اگر قضیے میں موضوع محمول کے علاوہ الفاظ بھی موجود ہوں اور ہم علاوہ محمول کے کسی اور کو موضوع بنانا چاہیں تو دو صورتیں ہیں:

۱۔ اس کو مقدم کر کے اس کی جگہ ضمیر لائیں گے لیکن اس کو عکس مستوی نہیں کہتے جیسے ما علمناہ الشعر میں الشعر مفعول بہ ہے۔ اس کو موضوع بنا کر قضیہ یوں ہوگا الشعر ما علمناہ ایاہ

یہ اس وقت جائز ہے جب اس لفظ کی جگہ ضمیر لگ سکے۔ اگر ضمیر نہ آ سکے تو ناجائز ہے جیسے موصوف یا صفت وغیرہ

ارشاد باری ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر "لیلہ القدر ہزار مہینوں سے بہتر

ہے"

اس میں خیر' الف اور شہر ان میں سے کسی ایک کو موضوع نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ ان کی جگہ ضمیر نہیں آ سکتی۔ خیر عامل ہے' الف مضاف ہے اور شہر تمیز ہے۔

انہ لقول فصل میں ضمیر نہ تو قول کی جگہ آ سکتی ہے نہ فصل کی جگہ اگرچہ موصوف صفت دونوں کی یعنی مرکب توصیفی کی جگہ آ سکتی ہے۔

اس قسم کو جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ اس قسم کے تغیر سے بسا اوقات قیاس منطقی بن جایا کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا ○ اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا (النساء ۱۵۰' ۱۵۱)

"بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائے ہیں اور بعض کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں' ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے"

ان آیات میں اعتدنا للکفرین عذابا مھینا میں الکافرین کو موضوع بنا کر کہیں والکافرون اعتدنا لھم عذابا مھینا تو شکل اول یوں بن سکتی ہے اولئک ھم الکافرون والکافرون اعتدنا لھم عذابا مھینا

نتیجہ یوں ہوگا اولئک اعتدنا لھم عذابا مھینا

لفظ حقاً نسبت کی تاکید کے لیے ہے۔ پہلے جملہ کی خبر کا جز نہیں ہے۔

۲۔ جملہ کے کسی حصے کو بسا اوقات بصورت اسم موصول مقدم کرتے ہیں۔ نحو میں اس کو اخبار بالذی کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس لفظ کے بارے میں خبر دینا مطلوب ہے' اس کے مطابق اسم موصول شروع میں لاتے ہیں' اس لفظ کی جگہ پر ضمیر غائب لا کر اس لفظ کو آخر میں بطور خبر لے آتے ہیں جیسے خلق اللہ الانسان سے الذی خلق الانسان اللہ یا الذی خلقہ اللہ الانسان اس کی شرط یہ ہے کہ اس اسم کی جگہ اسم ضمیر

آ سکے۔ مزید تفصیلات کافیہ، اوضح المسالک ج ۴ ص ۲۳۸، کتاب سیبویہ ج ۱ ص ۱۳۹، ابن عقیل ج ۴ ص ۶۰ وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔

ذیل میں ان دونوں مذکور صورتوں کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔ غور سے ملاحظہ کریں:

۱۔ ارشاد باری ہے انا ارسلنا نوحا الی قومه "بے شک ہم نے بھیجا نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف"

اس مفہوم کو مندرجہ ذیل طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے:

ان نوحا ارسلناه الی قومه، ان قوم نوح ارسلنا الیهم نوحا، ان الذی ارسلناه الی قوم نوح نوح

۲۔ ایاک نعبد سے انت نعبدک نحن، ان الذی نعبده انت

۳۔ ولقد جاءت رسلنا ابراهیم بالبشری سے البشری قد جاءت رسلنا ابراهیم بها نیز ابراهیم لقد جاءته رسلنا بالبشری نیز الذی جاءته رسلنا بالبشری ابراهیم نیز التی جاءت رسلنا ابراهیم بها البشری

جیسے "ہر انسان جاندار ہے" اس کا عکس[۱] یہ نکلے گا کہ "بعض جاندار انسان ہیں" یہ نہ نکلے گا کہ "ہر جاندار انسان ہے۔" کیونکہ یہ غلط ہو جائے گا۔[۲]

اسی واسطے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے[۳] اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آوے گا۔ جیسے کوئی انسان پتھر نہیں اس کا عکس کوئی پتھر انسان نہیں آوے گا۔

---

[۱] کیونکہ انسان پہلا جزء تھا اور جاندار دوسرا تھا، جاندار کو پہلا کر دیا اور انسان کو دوسرا کر دیا تب بعض جاندار انسان ہیں، عکس نکلا اور پہلا قضیہ موجبہ ہے یہ دوسرا بھی موجبہ ہے اور پہلا سچا ہے تو یہ دوسرا بھی سچا ہے۔ ۱۲ ج

[۲] کیونکہ بہت جاندار ایسے ہیں جو انسان نہیں جیسے گائے، بیل، بکری، گھوڑا، گدھا وغیرہ تو اس میں اصل قضیہ سچا تھا عکس سچا نہ رہا اس لیے غلط ہو گیا۔ ۱۲ ج

[۳] اور موجبہ جزئیہ کا عکس بھی موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے بعض انسان جاندار ہیں، کا عکس بھی بعض جاندار انسان ہیں، آئے گا اور موجبہ کلیہ نہیں آئے گا۔ ۱۲ ج

سالبہ کلیہ میں دونوں جزؤں کے درمیان تباین ہوتا ہے اور متباینین میں جس کو بھی موضوع بنائیں سلب کلی ہی کرنا ہوگا۔

جبکہ موجبہ کلیہ میں دنوں جزؤں کے درمیان تساوی یا عموم خصوص مطلق کی نسبت ہو گی جیسے کل انسان ناطق' کل ناطق انسان' کل انسان حیوان' تساوی کی صورت میں عکس موجبہ کلیہ بھی صادق ہے جبکہ عموم خصوص مطلق کی صورت میں عکس موجبہ کلیہ صادق نہیں ہو سکتا چونکہ قواعد میں عموم کا لحاظ ہوتا ہے اس لیے تمام صورتوں میں منطقی طور پر موجبہ کلیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ ہی مقرر کیا گیا۔ لہٰذا کل انسان ناطق کا عکس بعض ناطق انسان ہی ہوگا اگرچہ کل ناطق انسان بھی قضیہ صادقہ ہے۔

موجبہ کلیہ کے عکس کی مثالیں

ارشاد نبوی ہے کل شی ساء المومن فهو مصيبة (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۸۲)
"ہر وہ چیز جو مومن کو پریشان کرے' مصیبت ہے"

اس کا عکس یوں ہے بعض المصائب ساء المومن

کل مسکر حرام (ایضاً" ج ۲ ص ۲۸۵) اس کا عکس یوں ہے بعض الحرام مسکر

کل مصور فی النار (ایضاً" ج ۲ ص ۲۸۶) اس کا عکس ہے بعض من فی النار مصور

کلکم بنو آدم (ایضاً" ج ۲ ص ۲۸۸) اس کا عکس یہ ہے بعض بنی آدم انتم

شاگرد: ارشاد نبوی ہے کل عرفة موقف (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۸۳) اس کا عکس کیسے ہوگا؟

استاد: بظاہر اس کا عکس ہے بعض الموقف عرفة مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ قضیہ محصورہ نہیں بلکہ شخصیہ ہے۔ قضیہ محصورہ کی بحث میں یہ گزرا ہے کہ بسا اوقات لفظ کل مجموعہ افراد کے لیے نہیں بلکہ مجموعہ اجزاء کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے کہ عرفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے' کوئی خاص حصہ مقرر نہیں۔ یہ معنی نہین کہ سارے عرفے موقف ہیں کیونکہ عرفہ یا عرفات صرف ایک میدان متعین ہی کا نام ہے۔ اس کا عکس یوں ہوگا الموقف کل عرفة

پوری حدیث یوں ہے کل عرفة موقف وکل منی منحر وکل المزدلفة موقف وکل فجاج مکة طریق ومنحر "سارا عرفہ موقف ہے۔ سارا منی قربانی کی جگہ ہے۔ سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور مکہ کی ساری گلیاں طریق اور قربانی کی جگہ ہے"

سالبہ کلیہ کے عکس کی مثالیں

لیس علی المنتهب ولا علی المختلس ولا علی الخائن قطع (ایضا" ج ۲ ص ۴۵۷) "لوٹنے والے پر' اچکنے والے پر اور خیانت کرنے والے پر قطع ید نہیں ہے"

اس کا عکس یوں ہوگا لیس شی ء مما هو ثابت علی المننهب ولا علی المختلس ولا علی الخائن قطعا

لا حکیم الا ذو التجربة (ایضا" ج ۲ ص ۷۴۶) اس کا عکس یوں ہوگا لا غیر ذی تجربة حکیم

لا رضاع الا ما فتق الامعاء (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۷۴۷) "نہیں رضاع مگروہ جو انتڑیوں کو کشادہ کرے" (فیض القدیر ج ٦ ص ۴۲٦)

اس کا عکس یوں ہے لیس غیر ما فتق الامعاء رضاع

فائدہ: بسا اوقات سالبہ کلیہ کا عکس مشکل ہوتا ہے جیسے ارشاد نبوی ہے:

لا ضرر ولا ضرار (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۷۴۹) "نہ نقصان کرنا نہ نقصان کا بدلہ نقصان کرنا" (فیض القدیر ج ۱ ص ۴۳)

لاصرورة فی الاسلام (ایضا" ج ۲ ص ۷۴۷) "ترک نکاح اسلام میں نہیں ہے"

لا عدوی ولا صفر ولا هامة (ایضا" ج ۲ ص ۷۴۹) "نہیں ہے بیماری کا متعدی ہونا اور نہیں ہے صفر (کی نحوست) اور نہیں ہے ہامہ (مقتول کے سر سے کسی جانور کے پیدا ہونے کی حقیقت جو قصاص کے لیے پکارے) (فیض القدیر ج ٦ ص ۴۳۳)

لیس شی ء اثقل فی المیزان من الخلق الحسن (ایضا" ج ۲ ص ۷۹۵) "ترازو میں اچھے اخلاق سے وزنی کوئی چیز نہیں"

لیس شی ء اکرم علی اللہ من الدعاء (ایضا") "اللہ کے ہاں دعا سے زیادہ باعزت کوئی چیز نہیں"

لیس احد اصبر علی اذی یسمعه من الله (مظاہر حق ج ۱ ص ۳۳) "اللہ سے زیادہ کوئی صبر کرنے والا نہیں اس تکلیف پر جس کو وہ سنے"

لا حول ولا قوة الا بالله "نہیں کوئی گناہوں سے بچنا اور نہ نیکیوں کے کرنے کی قوت مگر اللہ کے ساتھ"

موجبہ جزئیہ کے عکس کی مثالیں

بعض الطلاب مجتهد اس کا عکس ہے بعض المجتهدین طلاب

بعض المسلمین باکستانیون اس کا عکس ہے بعض الباکستانیین مسلمون

بعض المشرکین من قریش اس کا عکس ہے بعض القرشیین مشرکون

اور سالبہ جزئیہ کا عکس ہر جگہ لازمی طور [۱] سے نہیں آتا [۲]۔ دیکھو "بعض جاندار انسان نہیں" سالبہ جزئیہ ہے۔ اس کا عکس "بعض جاندار انسان نہیں" اگر نکالیں تو صادق [۳] نہ ہوگا۔

سالبہ جزئیہ میں اگر موضوع عام مطلق اور محمول خاص ہو جیسے بعض جاندار انسان نہیں اس کا عکس سالبہ کلیہ نکالیں یا سالبہ جزئیہ دونوں ہی کاذب ہوں گے۔

اور اگر موضوع محمول کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو جیسے بعض جاندار سفید نہیں تو اس کا عکس سالبہ جزئیہ بعض سفید جاندار ہیں یہ قضیہ صادقہ بنتا ہے۔

مگر چونکہ ہر قضیہ سالبہ جزئیہ کا عکس صادق نہیں اس لیے اہل منطق نے یہ اصول ٹھہرایا کہ سالبہ جزئیہ کو صادق ماننے سے اس کے عکس کا صدق ضروری نہیں اور اگر کہیں

---

[۱] اگر کبھی سچا نکل بھی آئے تو اس کا اعتبار نہیں جیسے بعض جاندار سفید نہیں کا عکس یہ کہ بعض سفید جاندار نہیں' سچا ہے مگر اعتبار اس لیے نہیں کہ منطق کے قاعدے بھی کلی ہوتے ہیں لہٰذا اس عکس کا اعتبار ہوگا جو ہمیشہ آوے۔ ۱۲ ج

[۲] نہ سالبہ جزئیہ جیسا کہ متن میں مذکور ہے اور نہ سالبہ کلیہ کیوں کہ جب سالبہ جزئیہ ہر جگہ صادق نہیں آتا تو سالبہ کلیہ ہر جگہ کیسے صادق آوے گا۔ ۱۲ شف

[۳] کیونکہ ہر انسان جاندار ہے اور ایسے ہی سالبہ کلیہ کوئی انسان جان دار نہیں بھی جھوٹا ہے۔ ۱۲ ج

آئے بھی تو قابل اعتبار نہیں۔ اس لیے کوئی اور قضیہ اس کے لیے لایا جائے۔

موجبہ جزئیہ کا عکس بھی موجبہ جزئیہ آتا ہے کیونکہ موضوع اگر مساوی یا عام مطلق ہے تو عکس میں موجبہ کلیہ بھی صادق ہو گا جیسے بعض جاندار انسان ہیں۔ بعض انسان ناطق ہیں۔ ان کے عکس میں سب انسان جاندار ہیں اور سب ناطق انسان ہیں صادق ہے لیکن اگر دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو تو عکس میں جزئیہ ہی صادق ہو گا جیسے بعض جاندار سفید ہیں تو عکس بعض سفید جاندار ہی ہو گا۔ اس لیے علماء منطق نے ضابطہ ہی ٹھہرا دیا کہ موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی ہو گا۔

فائدہ : قضیہ کی اقسام اربعہ شخصیہ، طبعیہ، محصورہ اور مہملہ سے صرف محصورہ کے عکس کا طریق ذکر کیا جاتا ہے مہملہ تو جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے شخصیہ اور طبعیہ میں حکم اگر موضوع کے ساتھ خاص ہو تو محمول کو مقدم کرنے سے عکس ہو گا جیسے اللہ ربنا، محمد خاتم النبیین، ربی الذی یحیی و یمیت، ان کا عکس یوں ہو گا۔ ربنا اللہ، خاتم النبیین محمد، الذی یحیی ویمیت ھو ربی

اور اگر محمول جار مجرور یا ظرف ہو تو اس کا متعلق ذکر کر کے مقدم کیا جائے گا جیسے زید فی الدار کا عکس المستقر فی الدار زید ہے۔

نوٹ : قضایا موجبہ کلیہ کے عکس کی بحث انشاء اللہ عکس نقیض کے بیان میں ہو گی۔

تدریب

س (۱) قضایا مذکورہ ذیل کے عکس کاغذ پر لکھو۔

(۱) ہر انسان جسم ہے۔ (۲) کوئی گدھا بے جان نہیں ہے۔ (۳) کوئی گھوڑا عاقل نہیں ہے۔ (۴) ہر حریص ذلیل ہے۔ (۵) ہر قناعت کرنے والا عزیز ہے۔ (۶) ہر نمازی سجدہ کرنے والا ہے۔ (۷) ہر مسلمان خدا کو ایک جاننے والا ہے۔ (۸) بعض مسلمان نماز نہیں پڑھتے۔ (۹) بعض مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ (۱۰) بعض مسلمان نمازی ہیں۔

س (۲) عکس کا لفظ کتنے معانی میں استعمال ہوتا ہے؟ نیز عکس لغوی اور عکس مستوی کا فرق بتائیں۔

س (۳)جس قضیہ کا عکس کریں اس کو کیا کہتے ہیں۔
س (۴)اصل اور عکس کا صدق و کذب میں سے کس میں توافق ضروری ہے کس میں نہیں؟
س (۵)عکس کی بحث کو جاننے کا کیا فائدہ ہے۔
س (۶) قضیہ حملیہ کے عکس میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنانے کا مطلب واضح کریں۔
س (۷)قضیہ میں اگر محمول کے سوا کسی اور کو موضوع بنانا ہو تو اس کے کیا طریقے ہیں؟ مع مثال ذکر کریں اور اس کی شرط اور فائدہ ذکر کریں
س (۸) مندرجہ ذیل کا عکس مستوی ذکر کریں:

والکافرون هم الظالمون' واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض' المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده' لا طالب كسول' بعض الطلاب ليس بمجتهد' كلكم راع وكلكم مسؤل عن رعيته' كل من عليها فان' وجوه يومئذ ناعمة' خلقناكم ازواجا' الله خالق كل شیء' كلكم بنو آدم' بعضكم لبعض عدو' ولكم فی الارض مستقر ومتاع الی حين' يوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا' نولی بعض الظالمين بعضا' لبثنا يوما او بعض يوم' ظلمات بعضها فوق بعض' وما بعضهم بتابع قبلة بعض' وتركنا بعضهم يومئذ يموج فی بعض' لا يعلم من فی السموات والارض الغيب الا الله' الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين' وما يخدعون الا انفسهم' فی قلوبهم مرض' ان هدی الله هو الهدی' انكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم' انتهم لها واردون' ان الذين سبقت لهم منا الحسنی اولئك عنها مبعدون' وما اكثر الناس ولو حرصت بمومنين

س (۹)مندرجہ ذیل قضایا میں خط کشیدہ کو موضوع بنائیں اور مناسب تبدیلی کریں:

الله خلق كل شیء من ماء' ذلك الكتاب لا ريب فيه' لا صرورة فی الاسلام' تبت يدا ابی لهب' وما علمناه الشعر' آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون' وجاء من اقصی المدينة رجل يسعی' الاخلاء يومئذ

بعضهم لبعض عدو الا المتقین' سجد الملائکة الا ابلیس' لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم' وللاخرة خیر لک من الاولی' یخادعون اللہ والذین آمنوا' وما یخدعون الا انفسهم' تراهم رکعا سجدا' ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لهم الرحمن ودا' انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

س (۱۰) مندرجہ ذیل قضایا میں خط کشیدہ لفظ سے الذی کے ساتھ خبر دیں:

اللہ نزل احسن الحدیث' کتبت بالقلم' اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم' سجد الملائکة الا ابلیس' وارسل علیهم طیرا ابابیل' ما نعبد الا اللہ' لا یستوی الخبیث والطیب' لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم' وللاخرة خیر لک من الاولی' یخادعون اللہ والذین آمنوا' وما یخدعون الا انفسهم' انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا' تراهم رکعا سجدا' ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لهم الرحمن ودا' تتنزل علیهم الملائکة' وهم من بعد غلبهم سیغلبون' وما یومن اکثرهم باللہ الا وهم مشرکون

عکس نقیض

یہ بحث متن میں نہیں' اہتمام فائدہ کے لیے لکھی جاتی ہے۔
جاننا چاہئے کہ عکس نقیض کی تعریف میں متقدمین و متاخرین مناطقہ کا اختلاف ہے۔ متقدمین ہی کا طریق کار جمہور کے نزدیک مقبول ہے اس لیے ہم بھی اسی کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں متقدمین کے نزدیک عکس نقیض کا معنی یہ ہے کہ قضیہ کے دوسرے جزء کی نقیض کو اول جزء اور اول جزء کی نقیض کو دوسرا جزء بنا دیا جائے۔ قضیہ موجبہ ہے تو موجبہ رہے' سالبہ ہے تو سالبہ۔ نیز اگر اصل صادق ہے تو عکس نقیض بھی صادق رہے۔
محصورات اربع کے عکس مستوی میں جو حال سالبہ کا ہے وہی حال یہاں موجبہ کا ہو گا اور جو حال وہاں موجبہ کا ہے وہ یہاں سالبہ کا ہو گا۔ لہٰذا قضیہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہوگا۔ اور سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ ہو گا۔ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا۔
ان کی مثالیں مرقات سے نقل کر کے لکھتا ہوں۔
کل انسان حیوان کا عکس نقیض کل لا حیوان لا انسان ہے لا شی ء من الانسان بفرس کا عکس نقیض بعض اللا فرس لیس بلا انسان ہے بعض الحیوان لیس بانسان کا عکس بعض اللا نسان لیس بلا حیوان ہے۔
فائدہ : معرف اور تعریف کے درمیان نسبت تساوی کی ہوتی ہے اس لیے جس کو بھی موضوع بنائیں قضیہ موجبہ کلیہ بنا سکتے ہیں مثلاً
انسان = حیوان ناطق
جب تعریف کو موضوع بنائیں تو کہیں گے۔ کل حیوان ناطق انسان اس کا عکس نقیض یوں ہوگا کل لا انسان لا حیوان ناطق پہلے قضیہ سے معلوم ہوا کہ تعریف مانع عن الغیر ہے اور اس کے عکس نقیض سے معلوم ہوا کہ یہ اپنے تمام افراد کو جامع ہے۔
(انظر میر قطبی ص ۱۰۵ و جمع الجوامع ج ۱ ص ۱۷۷)
پھر ان کا عکس لغوی بھی درست ہے پہلے کا عکس لغوی یوں ہے۔ کل انسان حیوان

ناطق اور دوسرے کا عکس لغوی یوں ہے کل لا حیوان ناطق لا انسان

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب دو کلیوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہو اور ان سے قضیہ موجبہ کلیہ بنایا جائے تو اس سے عکس مستوی، عکس نقیض اور عکس لغوی تینوں آ سکتے ہیں۔

ذیل میں محصورات اربع کی نقیض اور عکس مستوی اور عکس نقیض کا جدول ملاحظہ فرمائیں:

اصل	نقیض	عکس مستوی	عکس نقیض
موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ
موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	(اس کا عکس نقیض عموماً نہیں آتا)
سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ
سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	(اس کا عکس مستوی عموماً نہیں آتا)	سالبہ جزئیہ

موجہات کے عکس مستوی اور عکس نقیض کا بیان

یہ بحث قدرے مشکل اور تفصیل طلب ہے ہم نہایت اختصار کے ساتھ آسان کر کے اس کو بیان کرتے ہیں واللہ المستعان
اس کے کئی حصے ہیں۔

۱۔ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی صرف خاصتین (مشروطہ خاصہ ر عرفیہ خاصہ) کے لیے آتا ہے ان دونوں کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ ہو گا۔

۲۔ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض اسی طرح صرف مشروطہ خاصہ اور عرفیہ عامہ میں آتا ہے اور کسی کے لیے نہیں آئے گا اور ان کا عکس عرفیہ خاصہ ہو گا۔

اس کی مثال یہ ہے والذین کفروا بعضهم اولیاء بعض کیونکہ یہ اس منزلہ میں ہے بعض الکفار ولی لبعض ما داموا کفارا لا دائما اس کا عکس نقیض یوں ہو گا بعض من لیسوا باولیاء لکفار لیس کافرا ماداموا لیسوا باولیاء للکفار لا دائما

۳۔ قضیہ سالبہ کلیہ موجہہ میں عکس مستوی اس وقت آتا ہے جب کہ اس میں ضرورۃ یا دوام ہو خواہ ذاتی ہو یا وصفی مطلق ہو یا لادوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو یعنی صرف چھ قضایا میں عکس آتا ہے چار قضایا بسیطہ ہیں ضروریہ مطلقہ' دائمہ مطلقہ' مشروطہ عامہ' عرفیہ عامہ' اور دو مرکبہ ہیں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ۔

پھر ان کا عکس فارابی کے نزدیک اصل کی طرح ہو گا۔ یعنی ضروریہ کا ضروریہ' دائمہ کا دائمہ الخ اور ابن سینا کے نزدیک ضروریہ اور دائمہ دونوں کا عکس دائمہ ہو گا اسی طرح مشروطہ اور عرفیہ کا عکس ابن سینا کے نزدیک عرفیہ ہی ہو گا' خاصہ کا خاصہ اور عامہ کا عامہ (وانظر للتفصیل میر قطبی و حاشیہ ص ۱۴۱)

۴۔ مندرجہ بالا چھ موجہات جب موجبہ کلیہ ہوں تو ان کا عکس نقیض اسی طرح فارابی کے نزدیک اصل کی طرح موجبہ کلیہ ہو گا۔ اور ابن سینا کے نزدیک ضروریہ اور دائمہ دونوں کا عکس نقیض موجبہ کلیہ دائمہ ہو گا ان چھ کے علاوہ بقیہ موجہات جب موجبہ کلیہ ہوں ان کا

عکس نقیض نہ آئے گا جس طرح کہ ان چھ کے علاوہ بقیہ موجہات کا عکس مستوی نہیں آتا جبکہ وہ سالبہ کلیہ ہوں[1] (دیکھئے حمد اللہ ص ۱۶۵ و مابعدہا) لہٰذا جب کسی قضیہ سالبہ کلیہ کا عکس مستوی یا کسی قضیہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض مطلوب ہو تو اول اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے کہ ان چھ قسموں سے ہو اجرا کے لیے مندرجہ ذیل امثلہ پر غور فرمائیں۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ سے معلوم ہوا کہ ہر انسان لازمی طور پر خدا تعالیٰ کا محتاج ہے لہٰذا ہم یوں کہتے ہیں۔ کل انسان فقیر الی اللہ بالضرورۃ یہ قضیہ موجبہ کلیہ ضروریہ مطلقہ ہے اس کا عکس نقیض اگر ضروریہ ہو تو یوں ہو گا۔ بالضرورۃ کل من لیس بفقیر الی اللہ تعالیٰ فھو لیس بانسان اور دائمہ مطلقہ ہو تو یوں ہو گا بالدوام کل من لیس بفقیر الی اللہ فھو لیس بانسان

فائدہ: ان عکوس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مخلوق ایسی بھی ہو گی جو خدا کی محتاج نہ ہو بالکل غلط ہے کیونکہ مفہوم مخالف ناقابل قبول ہے ورنہ تو آیت کریمہ یا ایھا الناس انتم الفقراء اللہ سے بھی کوئی ایسا نتیجہ نکال لے گا حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساتھ ہی ارشاد فرمایا واللہ ھو الغنی کہ بے پرواہ تو صرف ذات باری تعالیٰ ہی ہے، صرف انسان ہی نہیں بلکہ ساری کائنات ہر وقت خدا تعالیٰ کی محتاج ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان انسان کا ہر وقت دشمن ہے لہٰذا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کل شیطان عدو للانسان دائما اس کا عکس نقیض یوں نکلے گا۔ کل من لیس بعدو للانسان لیس بشیطان اس کے برعکس ہم اگر یوں کہیں لا شیء من الشیطان بصدیق للانسان دائما تو اس کا عکس مستوی یوں نکلے گا لا شیء من صدیق الانسان بشیطان دائما

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لا یامن مکر اللہ الا القوم الکافرون

اس سے ہم یہ مفہوم نکالیں لا مومن آمن مکر اللہ بالضرورۃ تو اس کا عکس

---

[1] وفی شرح حمد اللہ ولا عکس بالبواقی قال فی الحاشیۃ وھی الوقتیۃ المطلقۃ و المنتشرۃ المطلقۃ والمطلقۃ العامۃ و الممکنۃ العامۃ من البسائط والوقتیۃ والمنتشرۃ والوجودیۃ اللا دائمۃ والوجودیۃ اللا ضروریۃ والممکنۃ الخاصۃ من المرکبات انتھی (ص ۱۷۳)

مستوی یوں نکلے گا لا امن مکر اللہ بمومن بالضرورۃ او بالدوام یہ مثال مشروطہ عامہ کی بن سکتی ہے۔

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے انما المشرکون نجس اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مشرک طاہر نہیں تو یہ قضیہ عرفیہ عامہ یوں بن سکتا ہے۔ کل مشرک نجس دائما ولا شیء من المشرک بطاھر دائما پہلے کا عکس نقیض یوں ہو گا کل من لیس بنجس لیس بمشرک دائما دوسرے کا عکس مستوی یوں ہو گا۔ لا شیء من الطاھر بمشرک دائما یہ واضح رہے کہ یہاں طہارت و نجاست اعتقادی مراد ہے ظاہری نہیں۔

۵۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن اس کا مفہوم منطقی قضیہ کے مطابق یوں ادا ہوتا ہے بالدوام لا شیء من السارق بمومن مادام سارقا لا دائما اس وقت یہ قضیہ عرفیہ خاصہ ہو گا۔ اور اگر بالدوام کی بجائے بالضرورۃ کی جہت لگے تو قضیہ مشروطہ خاصہ ہو گا اس کا عکس مستوی یوں نکلے گے۔

بالدوام لا شیء من المومن بسارق مادام مومنا لا دائما فی البعض اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشروطہ خاصہ کی صورت میں بالضرورۃ کی جہت لگائیں۔ اور اگر اس قضیہ کو وقتیہ مانا جائے تو عکس نہ آئے گا کما مر۔

موجبہ موجہ کا عکس باقی قضایا سے ذرا مشکل ہوتا ہے۔ قضایا بسیطہ میں سے اول چار یعنی ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی قضیے پر بسا اوقات یہ چاروں جہات لگ سکتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے الرجال قوامون علی النساء اس پر چاروں جہات آ سکتی ہیں۔ وہ اس طرح

کل رجل قوام علی المرأۃ بالضرورۃ، کل رجل قوام علی المرأۃ بالدوام بالضرورۃ، کل رجل قوام علی المرأۃ مادام رجلا، بالدوام کل رجل قوام علی المرأۃ مادام رجلا ان چاروں قضایا کا عکس خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ، حینیہ مطلقہ آئے گا اس طرح بعض قوام علی المرأۃ رجل بالفعل حین ھو قوام تاکہ ہر جہت کا عکس بن سکے۔

یہ چاروں موجہات جب سالبہ کلیہ یا سالبہ جزئیہ ہوں تو ان کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ حینیہ مطلقہ ہوگا۔

حینیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ محمول موضوع کے لیے ان اوقات میں سے کچھ اوقات کے لیے ثابت ہے جبکہ وہ وصف عنوانی سے موصوف ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اصل قضیہ میں محمول کا ثبوت تو موضوع کے لیے بطور دوام ہو لیکن دوسری جانب سے دوام نہ ہو جیسے کتابت کے وقت تحریک اصابع کا دوام ہوتا ہے مگر تحرک اصابع کے وقت کتابت کا دوام ضروری نہیں ہو سکتا ہے کہ کسی اور وجہ سے تحرک ہو اس لیے یہ قضیہ کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام اگرچہ قضیہ دائمہ مطلقہ ہے لیکن اس کا عکس یہی نکلے گا۔ بعض متحرک الاصابع کاتب حین ھو متحرک الاصابع بالفعل اور اگر کسی قضیہ میں دوام ہی ہو تب بھی مطلقہ عامہ سے دوام کی نفی تو نہیں ہو جاتی مثلاً" کسی کے بارہ میں یہ کہا جائے کہ وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ دیگر نمازیں چھوڑ دیتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض پولیس والے رشوت لیتے ہیں تو اس سے دوسرے بعض کی نفی تو لازم نہیں آتی البتہ ثبوت بھی لازم نہیں ہے۔

مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بھی حینیہ مطلقہ ہے مگر اس میں اصل کی طرح لادوام کی قید بڑھائی جاتی ہے جیسے بالضرورۃ وبالدوام کل صائم ممتنع عن الاکل والشرب مادام صائما لا دائما اس کا عکس مستوی یوں ہوگا۔

بعض الممتنع عن الاکل والشرب صائم بالفعل حین ھو ممتنع عن الاکل والشرب لا دائما اس قضیہ کو حینیہ مطلقہ لا دائمہ کہتے ہیں۔ اور اگر یہ دونوں موجہات سالبہ کلیہ یا سالبہ جزئیہ ہوں تو ان کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ مطلقہ عامہ لا دائمہ آئے گا۔ جیسے بالدوام لا شی ء من الصائم باکل مادام صائما لا دائما اس کا عکس نقیض یوں ہوگا۔
بعض من لیس باکل لیس بصائم مادام آکلا لا دائما

ان کے علاوہ پانچ قضایا (چار مرکبہ اور ایک بسیطہ) و قتیہ' منتشرہ' وجودیہ لادائمہ' وجودیہ لا ضروریہ اور مطلقہ عامہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہوگا اور اگر یہ پانچوں جہات سالبہ میں پیش آئیں تو ان کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ محمول کا موضوع کے لیے ثبوت فعلیت کے

ساتھ پایا جاتا ہے تو جب محمول کو موضوع بنائیں گے تب بھی فعلیت کے ساتھ ثبوت ضروری ہو گا جیسے کل مسلم مستقبل القبلة وقت الصلاة لا دائما' کل مسلم مستقبل القبلة وقتا ما دائما' کل انسان یاکل الطعام بالفعل لا دائما' الطلاب یدرسون کل یوم لا بالضرورة' بعض الانسان یفرحون بالفعل

ان سب کے عکس مستوی میں یہ کافی ہے بعض مستقبل القبلة مسلم بالفعل' بعض آکل الطعام انسان بالفعل' بعض الدارسین طلاب بالفعل' بعض الفرحین انسان بالفعل۔

اس کے برعکس اگر یہی جہات خمسہ قضیہ سالبہ میں پائی جائیں خواہ وہ کلیہ ہو یا جزئیہ تو عکس نقیض مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے

لا شئی من المسلم بنجس وقت الصلاة لا دائما' بعض المسلم لیس بنجس وقتا ما لا دائما' لیس بعض الانسان یاکل الطعام بالفعل لا دائما' لیس بعض الطلاب یدرسون بعد العصر لا بالضرورة' بعض الانسان لا یفرحون بالفعل

ان سب کا عکس نقیض یوں ہو گا۔

بعض من لیس بنجس مسلم بالفعل' بعض من یاکل الطعام انسان بالفعل' بعض من یدرس بعد العصر طلاب بالفعل' بعض من لا یفرح انسان بالفعل

فائدہ: ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ کا عکس اور عکس نقیض مختلف ہے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کا عکس اور عکس نقیض عموماً" ذکر نہیں کرتے راقم کے خیال میں ان کا عکس اور عکس نقیض بھی مطلقہ عامہ ہونا چاہیے واللہ اعلم۔

تنبیہ

قضایا کی تمام بحثوں میں جو اصطلاحات منطقیہ لکھی گئی ہیں اور جن کی تعریف تم نے پڑھی ہے ان کی فہرست لکھی جاتی ہے ان کو ازبر کرلو اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھو۔

فہرست اصطلاحات منطقیہ مذکورہ

۱۔ حجہ ۲۔ قضیہ' ۳۔ حملیہ' ۴۔ شرطیہ' ۵۔ موجبہ' ۶۔ سالبہ'

۷۔ موضوع، ۸۔ محمول، ۹۔ مخصوصہ، ۱۰۔ طبعیہ، ۱۱۔ محصورہ، ۱۲۔ مہملہ، ۱۳۔ موجبہ کلیہ، ۱۴۔ موجبہ جزئیہ، ۱۵۔ سالبہ کلیہ، ۱۶۔ سالبہ جزئیہ، ۱۷۔ محصورات اربعہ، ۱۸۔ متصلہ، ۱۹۔ منفصلہ، ۲۰۔ متصلہ موجبہ، ۲۱۔ متصلہ سالبہ، ۲۲۔ منفصلہ موجبہ، ۲۳۔ منفصلہ سالبہ، ۲۴۔ مقدم، ۲۵۔ تالی، ۲۶۔ لزومیہ، ۲۷۔ اتفاقیہ، ۲۸۔ عنادیہ، ۲۹۔ منفصلہ اتفاقیہ، ۳۰۔ منفصلہ حقیقیہ، ۳۱۔ مانعة الجمع، ۳۲۔ مانعة الخلو، ۳۳۔ تناقض، ۳۴۔ نقیض، ۳۵۔ نقیضین، ۳۶۔ وحدات ثمانیہ، ۳۷۔ عکس مستوی۔

ان کے علاوہ اور بھی کافی اصطلاحات شرح کے ضمن میں مذکور ہیں ان کو یاد کر کے سوالات کو حل کریں اور خود بھی ایسے سوالات بنانے کی کوشش کریں آیات قرآنیہ میں قضیہ کی تعین کر کے اس کے اجزاء کی کوشش کریں جہاں تعارض یا تناقض معلوم ہوتا ہو وہاں وحدات ثمانیہ کا لحاظ ضروری کریں۔ نیز رفع تعارض کے لیے ذکر کردہ قواعد کو خوب یاد کریں۔

تدریب

س: عکس نقیض کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

س: مندرجہ ذیل جملہ کی وضاحت کر کے مثالیں ذکر کریں
محصورات اربع کے عکس مستوی میں جو حال سالبہ کلیہ کا ہے' وہی عکس نقیض میں موجبہ کا ہے۔ اور جو حال وہاں موجبہ کا ہے' وہ حال یہاں سالبہ کا ہے۔

س: "جن دو کلیوں کے درمیان تساوی ہو اور قضیہ موجبہ کلیہ بنایا جائے تو اس سے تینوں قسم کے عکس آ سکتے ہیں" اس کا کیا مطلب ہے؟

س: تعریف کے جامع مانع ہونے کو عکس نقیض سے واضح کریں اور حوالہ سے مدلل کریں۔

س: خالی جگہ پر کریں

س: سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی صرف ـــــ اور ـــــ کے لیے آتا ہے۔ ان دونوں کا عکس ـــــ ہوتا ہے اور یہی حال ـــــ جزئیہ کے ـــــ نقیض کا ہے۔

س: سالبہ کلیہ موجہہ کے عکس مستوی اور موجبہ کلیہ کے عکس نقیض کی شرط ذکر کریں اور مثال دیں۔

س: مندرجہ ذیل قضایا کی جہت متعین کر کے ان کے لیے عکس مستوی اور عکس نقیض ذکر کریں۔

انما المومنون اخوة' لا يزنى الزانى حين يزني وهو مومن' كلكم ضال الا من هديته' كل مصل طاهر' كل مومن مستقبل القبلة' بعض الطلاب نائم' ليس بعض الطلاب بضاحك' كل حاج ممتنع عن الوقاع

سبق ششم

حجت کی قسمیں

حجت (جس کی تم تعریف پڑھ چکے ہو) کی تین قسمیں ہیں قیاس' استقراء' تمثیل۔

علماء اصول قیاس کا نام بسا اوقات برہان رکھتے ہیں اور تمثیل کا نام قیاس۔
امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس کو قیاس کہنا مجاز ہے (المستصفی ج ا ص ۵۰)

(ا) روضۃ الناظر وجنۃ المناظر لابن قدامہ کی شرح نزہتہ الخاطر العاطر للدمشقی میں ہے لکن تسمیة ما ذکر قیاسا انما هی تسمیة مجازیة لان القیاس فی اصل الوضع تقدیر شیء بشیء آخر کتقدیر الثوب بالذراع و حاصل الاقیسة المصطلح علیها ادراج خصوص تحت عموم فالخصوص کقولنا الخمر مسکر واندراجه تحت العموم کقولنا وکل مسکر حرام الا ان یقال تسمیة ذلک قیاسا حقیقة عرفیة و هذا هو الاولی (انظر نزہۃ الخاطر العاطر ص ۶۵)

الغرض کتب اصول فقہ مثلاً" مختصر ابن حاجب ج ا ص ۸۷' المستصفی للغزالی ص ۴۹' روضۃ الناظر وجنۃ المناظر ج ا ص ۴۸' وغیرہ کتب اصول میں لفظ برہان اس قیاس منطقی کے ہم معنی استعمال ہوتا ہے جس کے مقدمات قطعی ہوں۔

جاننا چاہیے کہ ہر قیاس صحیح نتیجہ نہیں دیتا اور قیاس کا خلل دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔ ایک مادہ قیاس کی وجہ سے دوسرے اس کی صورت کی وجہ سے سبق ششم اور ہفتم میں مصنف قیاس کی صورت کے صحیح ہونے پر بحث کریں گے اور سبق دہم میں قیاس کے مادہ پر بحث کریں گے۔

قیاس وہ قول مرکب ہے جو ایسے دو یا زیادہ قضیوں سے مل کر بنے کہ اگر ان [۱] قضیوں کو مان لیں تو ایک اور قضیہ بھی ماننا پڑے اور یہ قضیہ جس کو ماننا ضروری ہے نتیجہ قیاس کہلاتا ہے جیسے" ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار

---

[۱] چاہے وہ واقعی ہوں' چاہے نہ ہوں پس اگر ان کو مان لیں تو ایسا ہو۔ ۱۲ ج

جسم ہے" یہ دو قضیے ہیں ان کو اگر تم مان لو تو ان کے ماننے سے تم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر انسان جسم ہے اس میں یہ دو قضیے تو قیاس کہلائیں گے اور تیسرا قضیہ جس کا ماننا لازم ہے نتیجہ کہلاتا ہے [1] خوب سمجھ لو۔

اور نتیجہ کے اندر جو موضوع ہے جیسے انسان (اس) کا اصغر نام رکھا جاتا ہے اور محمول جیسے جسم ہے اکبر کہتے ہیں اور جو قضیہ قیاس کا جزء بنے اس کو مقدمہ کہتے ہیں۔ جیسے مثال مذکور میں "ہر انسان جاندار ہے" یہ ایک مقدمہ ہے اور "ہر جاندار جسم ہے" یہ دوسرا مقدمہ ہے۔

جس مقدمہ میں اصغر (نتیجہ کے موضوع) کا ذکر ہو اس کو صغریٰ کہتے ہیں اور جس میں اکبر (نتیجہ کے محمول) کا ذکر ہو اس کو کبریٰ کہتے ہیں جیسے مثال مذکور میں "ہر انسان جاندار ہے" صغریٰ ہے اس لیے کہ اس میں اصغر یعنی "ہر انسان مذکور" ہے اور "ہر جاندار جسم ہے" کبریٰ ہے اس لیے کہ اس میں اکبر یعنی جسم کا ذکر ہے۔

اور اصغر و اکبر کے سوا جو شے قیاس میں مکرر مذکور ہو وہ حد اوسط کہلاتی ہے اس لیے کہ یہ اصغر اور اکبر کے سوا ہے اور دو دفعہ اس کا ذکر آیا ہے۔

سہولت کے لیے نقشہ قیاس کا لکھا جاتا ہے اس سے اصطلاحات کو خوب ذہن نشین کر لو

قیاس			
مقدمہ اوّل		مقدمہ دوم	
صغریٰ		کبریٰ	
اصغر	حد اوسط	حد اوسط	اکبر
ہر انسان	جاندار ہے	ہر جاندار	جسم ہے
نتیجہ			
ہر انسان جسم ہے			

فائدہ: قیاس سے نتیجہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ حد اوسط کو دونوں جگہ

[1] یہ تو واقعی اور سچے قضیے تھے اور جھوٹے قضیوں کو بھی مان لیں تو بھی لازم آئے۔

سے حذف کر دو باقی جو رہے گا وہ نتیجہ ہو گا نقشہ میں دیکھو کہ جاندار کو جو اوسط ہے حذف کر دیں تو باقی "ہر انسان جسم ہے" رہ جاوے گا اور یہی نتیجہ ہے۔

اس مقام پر چند ابحاث ہیں۔

بحث اول : قیاس جس کو فن مناظرہ میں دلیل کہا جاتا ہے مصنف کے نزدیک دو یا زیادہ قضایا سے مرکب ہو سکتی ہے دو سے زیادہ کی مثال۔

شر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فی النار

جبکہ جمہور کے نزدیک قیاس یا دلیل میں صرف دو قضایا ہوتے ہیں زیادہ قضایا کی صورت میں دو یا زیادہ قیاس یا دلیلیں ہوں گی۔

رشیدیہ میں لکھا ہے ان الدليل المركب من اكثر من قضيتين في الحقيقة دليلان او ادلة اذ التحقيق ان الدليل لا يتركب الا من قضيتين (رشیدیہ ص ۲۰) "جو دلیل دو سے زیادہ قضایا سے مرکب ہو وہ حقیقت میں دو یا زیادہ دلیلیں ہیں کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ دلیل صرف دو قضیوں سے مرکب ہوتی ہے۔

بحث ثانی : قیاس میں بسا اوقات ایک قضیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے علامہ ابن حاجب لکھتے ہیں وقد تحذف احدى المقدمتين للعلم بها اس کی شرح میں قاضی عضد الملہ والدین لکھتے ہیں اقول قد تحذف احدى مقدمتي البرهان للعلم بها فالكبرىٰ مثل هذا يحد لانه زان والصغرىٰ مثل هذا يحد لان كل زان يحد ومنه قوله تعالى لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا (مختصر ابن حاجب مع شرح القاضی عضد الملہ والدین ص ۸۹ ومثلہ فی روضۃ الناظر ج ۱ ص ۷۵)

ترجمہ : میں کہتا ہوں کبھی برہان (قیاس) کا ایک مقدمہ حذف کر دیا جاتا ہے اس کے

= جیسے ہر آدمی گدھا ہے، اور ہر گدھا پتھر ہے، اگر ان کو مان لیں یہ لازم آئے گا کہ ہر آدمی پتھر ہے۔ ۱۲ ج

علم کی وجہ سے کبریٰ کے حذف کی مثال ھذا یحد لا نہ زان (اس کا کبریٰ حذف ہے جو یہ ہے وکل زان یحد) اور صغریٰ کے حذف کی مثال ھذا یحد لان کل زان یحد (صغریٰ محذوفہ یہ ہے ھذا زان اور قیاس کامل یوں ہے ھذا یحد لانہ زان وکل زان یحد)

اور اسی قسم سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا

قرآن پاک میں احادیث رسول ﷺ میں بلکہ عام بول چال میں قیاس کے ایک مقدمہ کو ذکر کرنا اور ایک کو حذف کرنا شائع ذائع ہے۔ اگر وہ حذف شدہ معلومہ قضیہ ساتھ ملا لیں تو قیاس منطقی بن جاتا ہے جیسے جاء زید میں کہا جائے کہ زید مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے اس کا دوسرا مقدمہ حذف ہے وہ یہ ہے کہ ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے اب نتیجہ آسانی سے نکل آتا ہے وہ یہ کہ زید مرفوع ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا جب نمرود سے مناظرہ ہوا تو نمرود نے مجرم کو رہا کر کے اور غیر مجرم کو قتل کروا کر کہا انا احیی وامیت اس کا دوسرا مقدمہ حذف کر کے نتیجہ سامعین پر چھوڑ دیا تھا قیاس منطقی یوں بنتا ہے قال: انا احیی وامیت وربک یحیی ویمیت اور یا انا احیی و امیت وکل من یحیی ویمیت فھو ربک فاعبدنی

اور یہ قیاس فاسد اس لیے تھا کہ اس کا مادہ فاسد ہے اس کا صغریٰ انا احیی وامیت یعنی یہ کہ نمرود زندہ کرتا اور مارتا ہے یہ کذب ہے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے اس پر مناقشہ نہ کیا کیونکہ وہ بات کو الجھا رہا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے حکیمانہ طور پر بات کا رخ بدل کر اس کو لاجواب کر دیا۔ اور ضمنی طور پر اس کے انا احیی و امیت پر بھی رد ہو گیا کہ جو سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نکالنے پر قادر نہیں وہ محیی و ممیت کیسے ہو گا۔

حدیث نبوی میں بسا اوقات ایک قضیہ کلیہ لا کر فرع ذکر فرمائی جاتی ہے۔ جیسے ان لکل بیت بابا وباب القبر من تلقاء رجلیہ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۶۹) "ہر گھر کے لیے دروازہ ہوتا ہے اور قبر کا دروازہ اس کے پاؤں کی طرف ہے" ایسے مقام پر صغریٰ حذف ہوتا ہے تقدیر یوں ہے القبر بیت ولکل بیت باب نتیجہ یہ ہوگا القبر لہ باب پھر سوال ہے این ھو؟ اس کا جواب دیا باب القبر من تلقاء رجلیہ لیکن ایسے جملے کل بنی آدم خطاء، خیر الخطائین التوابون یہ قیاس کامل ہے نتیجہ واضح ہے۔ خیر بنی آدم التوابون اس طرح ان لکل شی ء شرۃ ولکل شرۃ فترۃ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۷۰)

"بے شک ہر چیز کے لیے تیزی ہے اور ہر تیزی کے لیے کمزوری ہے" اس کا نتیجہ ہو گا ان لکل شی ء فترة

بحث ثالث: مصنف کہتے ہیں کہ قیاس کے دونوں مقدموں کو اگر مان لیں تو نتیجہ بھی ماننا پڑتا ہے یعنی اگر ان دونوں کو یا کسی ایک کو تسلیم نہ کریں تو نتیجہ کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ جو شخص بھی ہمارے سامنے قیاس منطقی پیش کرے اس کا نتیجہ ہمیں ماننا ہو گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے مقدمات ناقابل تسلیم ہوں مثلاً" علماء دیوبند کے بارہ میں بریلویوں کا یہ کہنا کہ وہ گستاخ رسول ہیں اور ہر گستاخ رسول کافر ہے۔ اس کا مقدمہ اولی قطعاً ناقابل تسلیم بلکہ کذب محض ہے۔

بحث رابع: قیاس کی اقسام کا بیان ان شاء اللہ اگلے سبق میں ہوگا۔ یہاں صرف قیاس اقترانی پر بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ قضیہ حملیہ دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے جن کو منطقی موضوع محمول سے تعبیر کرتے ہے۔ نحوی مسند الیہ اور مسند کہتے ہیں علم کلام کی اصطلاح میں اس کو ذات و وصف کہتے ہیں اور اصولی ان کا نام محکوم علیہ اور محکوم بہ رکھتے ہیں (شرح مختصر ص ۹۱)

قیاس کے دو قضیوں میں دو موضوع اور دو محمول ہوتے ہیں۔ اور نتیجہ کے لیے ہمیں ایک موضوع اور ایک محمول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان چار امور میں سے ایک دو مرتبہ آجائے وہ امر مشترک حد اوسط کہلاتا ہے اور وہی نتیجہ کی علت بنتی ہے امام غزالیؒ اور امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں۔ واللفظ للاول

فاعلم ان فی هذا البرهان مقدمتین .... وکل مقدمة تشتمل علی جزء ین مبتدا و خبر المبتداء محکوم علیه والخبر حکم فیکون مجموع اجزاء البرهان اربعة امور الا ان امرا واحدا یتکرر فی المقدمتین فیعود الی ثلاثة اجزاء بالضرورة لانها لو بقیت اربعة لم تشترک المقدمتان فی شی ء واحد و بطل الازدواج بهما فلا تتولد النتیجة .... فلنصطلح علی تسمیة المتکرر علة (المستصفی ص ۵۰۔ روضة الناظر ج ۱ ص ۶۵، ۶۶)

"جان لے کہ اس برہان میں دو مقدمے ہیں اور ہر مقدمہ مبتدا اور خبر دو جزوں پر مشتمل ہے۔ مبتدا محکوم علیہ اور خبر حکم ہے۔ لہٰذا برہان کے کل اجزاء چار امور ہیں۔ مگر

ایک امر دونوں مقدموں میں مکرر ہے لہذا لازما" یہ تین اجزاء کی طرف لوٹ آیا کیونکہ اگر چاروں باقی رہیں تو دونوں مقدمے کسی چیز میں مشترک نہ رہیں گے اور ان کا ملاپ ختم ہو جائے گا پھر نتیجہ پیدا نہ ہوگا۔ چاہئے کہ ہم اس مکرر امر کا نام علت رکھنے پر اصطلاح مقرر کر لیں"

مصنف" نے قیاس اور اس کے اجزاء کو ایک نقشہ سے واضح کیا ہے اس کا دوسرا نقشہ مندرجہ ذیل ہو سکتا ہے۔

[{ (ہر انسان) (جاندار ہے } { ہر جاندار) (جسم ہے) }]

ہر انسان جسم ہے

سب سے بڑی دو قوس یعنی [ ] کے درمیان قیاس ہے درمیانی دو قوسوں { } کو دو مرتبہ لایا گیا پہلا مجموعہ پہلا مقدمہ یا صغریٰ ہے دوسرا مجموعہ دوسرا مقدمہ یا کبریٰ ہے۔

پہلے دو چھوٹی قوس ( ) کے درمیان اصغر اور دوسری دو کے درمیان اکبر ہے اس قوسین ( ) کے مابین حد اوسط ہے۔ پھر حد اوسط کو گرانے کے بعد جو باقی رہا وہ نتیجہ ہے۔

بحث

جب تک حد اوسط پر مشتمل دلیل پیش نہ کر دی جائے مدعی ثابت نہیں ہوگا امام غزالی اور حافظ ابن قدامہ لکھتے ہیں۔ وعادة الفقهاء اهمال احدى المقدمتين فيقولون فى تحريم النبيذ النبيذ مسكر فكان حراما كالخمر ولا تنقطع المطالبة عنه ما لم يرد الى النظم الذى ذكرناه والله اعلم (روضة الناظر ج ۱ ص ۷۵، ۷۶ والمستصفى

ص ۵۰)

لیکن آج کل بہت سے لوگ دلائل ایسے پیش کرتے ہیں جن سے دعویٰ ثابت ہرگز نہیں ہوتا شرائط تو بعد کی بات ہے سرے سے حد اوسط ہی نہیں ہوتی مثلاً" غیر مقلد یہ کہتے ہیں ہماری نماز ہو جاتی ہے کیونکہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ عربی ہی یوں کہہ سکتے ہیں صلاتنا صحیحۃ لانہ لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب ان جاہلوں کو یہ علم نہیں کہ دلیل میں قضیہ سالبہ واقع' ہے نتیجہ موجبہ کس طرح بر آمد ہوگا۔

اس کے بعد سمجھو کہ حد اوسط کو اصغر اور اکبر کے پاس ہونے سے جو قیاس کی ہیئت حاصل ہوتی ہے اس کو شکل کہتے ہیں اور شکلیں کل چار ہیں۔[۱]

اگر حد اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو تو اس کو شکل اول کہتے ہیں مثال اس کی نقشہ مذکورہ میں ہے اور حد اوسط صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہو تو وہ شکل ثانی ہے جیسے

(صغریٰ: ہر انسان جاندار ہے، حد اوسط: جاندار؛ کبریٰ: کوئی پتھر جاندار نہیں، حد اوسط: جاندار)

"ہر انسان جاندار ہے اور کوئی پتھر جاندار نہیں" نتیجہ[۲] اس[۳] کا "کوئی

---

[۱] سہل طریقہ سے یہ سمجھئے کہ اگر دونوں میں محمول تو ثانی شکل اور دونوں میں موضوع تو ثالث اور اگر صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو تو شکل اول اور پھر اس کا الٹا ہو تو رابع۔ ۱۲ ج

[۲] ان مثالوں میں جو تم نتیجہ مختلف دیکھتے ہو شاید تم اس کی وجہ سوچنے میں حیران ہو تو سمجھ لو کہ اس کا قاعدہ آگے کی کتابوں میں پڑھو گے' اس قاعدہ سے تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ نتیجہ کہاں موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور کہاں موجبہ جزئیہ اور کہاں سالبہ کلیہ اور کہاں سالبہ جزئیہ۔ ۱۲ شف

[۳] اکثر نتیجہ کم درجہ کا نکلتا ہے یعنی صغریٰ اور کبریٰ میں سے ایک موجبہ ایک سالبہ ہے تو نتیجہ سالبہ آئے گا اور ایک کلیہ اور ایک جزئیہ ہے تو جزئیہ آئے گا اور دونوں موجبہ تو موجبہ ہی اور دونوں کلیہ تو کلیہ آئے گا' اسی لیے پہلی شکل کی مثال کا نتیجہ موجبہ کلیہ دوسری کا سالبہ کلیہ تیسری اور چوتھی کا موجبہ جزئیہ ہے۔ ۱۲ ج

انسان پتھر نہیں ہے" اور اگر حد اوسط صغریٰ و کبریٰ دونوں میں موضوع ہو تو
اس کو شکل ثالث کہتے ہیں جیسے

صغریٰ — کبریٰ

"ہر انسان جاندار ہے اور بعض انسان لکھنے والے ہیں" نتیجہ :
"بعض جاندار لکھنے والے ہیں" اور اگر حد اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ
میں محمول ہو تو وہ شکل رابع ہے جیسے

صغریٰ — کبریٰ

"ہر انسان جاندار ہے اور بعض لکھنے والے انسان ہیں" نتیجہ بعض
جاندار لکھنے والے ہیں"

اس مقام پر چند ابحاث ہیں۔

بحث اول : حد اوسط کے مقام کے اعتبار سے قیاس کی چار شکلیں ہیں شکل اول نہایت آسان اور قابل قبول ہے جبکہ شکل رابع سے نتیجہ نکالنا سب سے مشکل ہے۔ سلم اور اس کی شرح حمد اللہ میں لکھا ہے الرابع......ابعد جدا حتی اسقطه الشيخان الشيخ ابوالنصر الفارابی والشيخ ابو علی ابن سينا عن الاعتبار (حمد اللہ ص ۱۹۲) یعنی فارابی اور ابن سینا کے نزدیک شکل رابع نتیجہ دینے کے لیے قابل اعتبار ہی نہیں ہے اسی طرح امام غزالی اور موفق الدین ابن قدامہ نے قیاس اقترانی کی صرف تین شکلیں ذکر کی ہیں (انظر المستصفی ۴۹، روضہ الناظر ج ۱ ص ۶۵)

جمہور منطقی اور اصولی قیاس اقترانی کی چاروں شکلیں ذکر کرتے ہیں علامہ ابن حاجب لکھتے ہیں، وللمقدمتين باعتبار الوسط اربعة اشكال..... (مختصر ص ۹۷)

امام غزالی نے مستصفی میں امام ابن قدامہ نے روضہ الناظر میں اشکال ثلاثہ کی اور علامہ ابن حاجب نے مختصر میں اشکال اربعہ کی فقہی مثالیں ذکر کی ہیں (انظر مختصر ص ۹۷، مستصفی ص ۵۰ تا ۵۲)

بحث ثانی : اشکال اربعہ کے نقشے حسب ذیل ہیں۔

شکل اوّل

اصغر (اوسط اوسط) اکبر

یا یوں = اصغر { اوسط / اوسط } اکبر

نتیجہ

یا یوں =

اوسط

شکل ثانی

اصغر / اکبر { اوسط / اوسط }

نتیجہ

یا یوں =

اوسط

شکل ثالث

{ اوسط / اوسط } اصغر / اکبر

نتیجہ

یا یوں =

اوسط

شکل رابع

اوسط / اکبر — اصغر / اوسط یا اکبر { اوسط / اوسط } اصغر

نتیجہ

یا یوں =

اوسط

ان اشکال کی مثالیں بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم شکل اول کے مقدموں کی ترتیب بدل دیں تو شکل رابع ہو گی کسی ایک مقدمے کی ترتیب بدل دیں یعنی اس کا عکس کر دیں تو شکل ثانی یا ثالث بن جائے گی مثال کے طور پر ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے یہ شکل اول ہے۔ اگر ترتیب بدل کر یوں کہیں ہر جاندار جسم ہے اور ہر انسان جاندار ہے یہ شکل رابع ہو گی اور اگر پہلے کی ترتیب بدل کر یوں کہیں بعض جاندار انسان ہیں اور ہر جاندار جسم ہے یہ شکل ثالث ہے اور اگر دوسرے کی ترتیب بدل کر کہیں ہر انسان جاندار ہے اور بعض جسم جاندار ہیں یہ شکل ثانی ہے۔

قرآن کریم سے اس کی مثال بنانے کے لیے پہلے یہ جانیں کہ ایک جگہ ارشاد ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون دوسری جگہ ارشاد ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون تیسری جگہ ارشاد ہے والکافرون ھم الظالمون اب ان قضیوں سے مختلف اشکال یوں پیدا ہوں گی۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون والکافرون ھم الظالمون یہ شکل اول ہے اور اگر یوں جوڑا جائے۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون یہ شکل ثالث ہو گی اور اگر یوں کہو ومن لم یحکم بما انزل فاولئک ھم الظالمون والکافرون ھم الظالمون یہ شکل ثانی ہے۔

اور اگر یوں کہا جائے۔ والکافرون ھم الظالمون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون یہ شکل رابع ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی کوئی شکل اشکال اربعہ سے پائی جائے نتیجہ ضرور نکلے گا۔ بلکہ اس کے لیے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جن کا ذکر عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

شرائط قیاس کا بیان

پہلے ہم اجمالی طور پر شروط قیاس ذکر کرتے ہیں جو ہر شکل کے لیے ضروری ہیں۔ اس کے بعد اگلے سبق میں ہر شکل کی شرطوں کا مختصر بیان کریں گے۔ تفصیلی بیان ان شاء اللہ کسی اور کتاب میں آئے گا سو جاننا چاہیے کہ قیاس میں تینوں چیزوں کا لحاظ ضروری ہے۔ کم،

کیف، جہت، کمیت میں کسی ایک مقدمہ کا کلیہ ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی کلیہ نہیں نتیجہ نہ نکلے گا نہ کلی نہ جزئی نہ موجبہ نہ سالبہ۔

کیفیت کے اعتبار سے کسی ایک کا موجبہ ہونا ضروری ہے اگر دونوں سالبہ ہوں گے تو نتیجہ نہ نکلے گا (ہاں اگر ایک قضیہ موجبہ معدولتہ المحمول ہے تو الگ مسئلہ ہے)

جہت کے اعتبار سے کسی ایک کا کم از کم فعلیہ ہونا ضروری ہے۔ دونوں ممکنہ ہوں گے تو نتیجہ نہ نکلے گا۔ علامہ محب اللہ البہاری لکھتے ہیں۔

ولا قیاس من جزئیتین ولا سالبتین والنتیجة تتبع اخس المقدمتین کما وکیفا (سلم ص ۱۷۳) "نہیں قیاس دو جزئیوں سے اور نہ دو سالبوں سے اور نتیجہ دو مقدموں میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جو کم اور کیف میں ادنی ہو"

اب ہم شکل اول سے ہر ایک مثال دیتے ہیں۔ جب ہم کسی اسم کے بارہ میں رفع، نصب، جر کا دعویٰ کریں تو اس کا ثبوت جس قضیہ سے ہو اس کا کلی ہونا ضروری ہے۔ مثلاً" اللہ ربنا کی ترکیب یوں کرتے ہیں۔ لفظ الجلالۃ مبتدا، رب مضاف، نا ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اگر پوچھا جائے کہ لفظ رب مرفوع کیونکر ہے؟ تو بعض طلبہ کہتے ہیں اس لیے کہ مضاف ہے اور یہ دلیل غلط ہے کیونکہ کلی نہیں ہے اس طرح یوں کہنا ہو گا۔ لفظ رب مرفوع ہے کیونکہ یہ مضاف ہے اور ہر مضاف مرفوع ہوتا ہے اور قضیہ ہر مضاف مرفوع ہوتا ہے کلی ہے مگر یہ کاذب ہے۔

اور اگر یوں کہا جائے کہ لفظ رب مضاف ہے اور بعض مضاف مرفوع ہوتے ہیں تو نتیجہ نہ نکلے گا۔ کیونکہ اس صورت میں احتمال ہے کہ یہ لفظ ایسا مضاف ہو جو مرفوع نہ ہو۔ ہاں اگر یوں کہا جائے لفظ رب مرفوع ہے کیونکہ یہ خبر ہے اور ہر خبر مرفوع ہوتی ہے۔ اب دلیل بالکل درست ہے۔ کیونکہ قضیہ کلیہ ہے دیگر یہ کہ خبر حقیقت میں مضاف ہی ہے ضمیر تو مضاف الیہ ہو کر محلاً" مجرور ہے۔

بریلوی حضرات کسی ولی کی کرامت یا کسی نبیؑ کا معجزہ بیان کر کے اس کو حاجت روا مشکل کشا بتانے لگ جاتے ہیں یا کسی واقعہ کی قبل از وقوع خبر دیکھ کر عالم الغیب مان لیتے ہیں یہ قیاس بھی حد اوسط نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ مثلاً" ان کا قول ہے نبی ﷺ ہر

ہر غیب کو جاننے والے ہیں کیونکہ آپ نے بدر میں قبل از وقت یہ بتایا تھا کہ فلاں کافر فلاں جگہ مارا جائے گا۔

یہ استدلال باطل اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کبریٰ سے صرف اس واقعہ کا علم ثابت ہوتا ہے علم کلی کے لیے علم کلی والی دلیل کی ضرورت ہے۔ یا ان کا کہنا کہ نبی ﷺ نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے لہٰذا آپ مختار کل ہیں۔ یہ بھی ایک جزئی واقعہ ہے مدعیٰ کل کے لیے دلیل کلی کی ضرورت ہے نیز معجزہ کی غرض و غایت ہی اختیار کلی کے خلاف ہے اس کی وضاحت غرض منطق میں بیان کر دی ہے وہیں ملاحظہ کریں۔

غیر مقلد یہ کہتے ہیں کہ ان کی نماز باطل نہیں ہے کیونکہ لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب گویا ان کی دلیل یوں ہے کہ ہماری نماز سورہ فاتحہ کے بغیر نہیں اور جو نماز سورہ فاتحہ کے بغیر ہو وہ صحیح نہیں۔ چونکہ اس میں دونوں طرف سلب ہے اس لیے نتیجہ نہ نکلے گا۔

تدریب

ذیل میں چند قیاس لکھے جاتے ہیں ان میں اصغر، اکبر، حد اوسط، صغریٰ اور کبریٰ کو پہچان کر بتاؤ اور نتائج بھی بتاؤ۔

(۱) ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق جسم ہے۔

(۲) ہر انسان جاندار ہے اور کوئی جاندار پتھر نہیں۔

(۳) بعض جاندار گھوڑے ہیں اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے۔

(۴) بعض مسلمان نمازی ہیں اور ہر نمازی اللہ کا پیارا ہے۔

(۵) بعض مسلمان داڑھی منڈانے والے ہیں اور کوئی داڑھی منڈانے والا اللہ تعالیٰ کو نہیں بھاتا۔

(٦) ہر نمازی سجدہ کرنے والا ہے اور ہر سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مطیع[1] ہے۔

---

[1] فرماں بردار۔ ۱۲

س : حجت کی اقسام ذکر کر کے یہ بتاؤ کہ قیاس کے نتیجہ نہ دینے کی کیا کیا وجوہات ہوتی ہیں؟

س : مندرجہ ذیل اصطلاحات کی وضاحت کریں اور مثال بھی دیں
قیاس' مقدمہ' صغری' کبری' نتیجہ' اصغر' اکبر' حد اوسط

س : مصنف کا ذکر کردہ نقشہ پیش کریں اور نتیجہ نکالنے کا طریقہ ذکر فرمائیں۔

س : فن مناظرہ میں دلیل کس کو کہتے ہیں اور کیا دلیل کا کوئی مقدمہ حذف کرنا جائز ہے؟ مع مثال

س : جاء زید میں زید مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے۔ یہ دلیل مکمل دلیل ہے یا نہیں اور کیوں؟

س : نمرود کے قول انا احیی وامیت میں منطقی سقم واضح کریں۔

س : قیاس میں دو امور مشترک اور دو غیر مشترک ہوتے ہیں' وہ کیوں؟

س : قیاس کا نیا نقشہ خوبصورت کر کے تحریر کریں۔

س : قیاس کی کون سی شکل سب سے مشکل ہے جس کو بعض منطقی اور اصولی ذکر نہیں کرتے؟

س : اشکال اربعہ کے نقشے ذکر کریں۔

س : ارشاد باری ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون نیز فرمایا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون نیز فرمایا والکافرون ھم الظالمون اس سے قیاس کی چاروں شکلیں بنا کر پیش کریں اور اصغر' اکبر' حد اوسط' صغری' کبری کا تعین کریں۔

س : قیاس میں اجمالی طور پر کن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے؟

س : محمد رسول اللہ میں رسول مرفوع ہے' اس دعوی کی مندرجہ ذیل دلیلوں میں سے کون سی دلیل فنی طور پر درست ہے اور کون سی نہیں؟ وجہ بھی

بیان کریں
رسول مرفوع ہے کیونکہ مضاف ہے اور ہر مضاف مرفوع ہوتا ہے
رسول مرفوع ہے کیونکہ مضاف ہے اور بعض مضاف مرفوع ہوتے ہیں
رسول مرفوع ہے کیونکہ مبتدا کی خبر ہے اور ہر مبتدا کی خبر مرفوع ہوتی ہے

س: کسی واقعہ کی قبل از وقت خبر دینا علم غیب کلی کی دلیل نہیں بنتی، کیوں؟

س: غیر مقلدین اپنی نمازوں کے درست ہونے پر کون سی دلیل پیش کرتے ہیں اور اس میں فنی طور پر کیا سقم ہے؟

سبق ہفتم

قیاس کی قسمیں

قیاس کی دو قسمیں ہیں ۱ قیاس استثنائی۔ ۲

---

۱ قیاس میں نتیجہ کا بیان ہونا تو ضروری ہے چاہے پورا کا پورا ایک ہی جگہ ہو اور چاہے جزو جزو ہو کے آیا ہو اور چاہے اس کے کسی جزو کی نقیض کی صورت میں اور یہ اس لیے تا کہ وہ انہی صغریٰ و کبریٰ سے لازم بھی آ جائے۔ اب اگر پورا کا پورا یا نقیض کی صورت میں مذکور ہو تو وہ قیاس استثنائی ہے اور جزو جزو ہو کر بیان ہو تو اقترانی ہے۔ ۱۲ ح

۲ اس میں مبتدیوں کے لیے ضرورت ہے کہ دوسرے عنوان سے اس کی حقیقت سمجھائی جاوے، پھر متن کے عنوان کو اس پر منطبق کر دیا جاوے سو سنو۔ قیاس استثنائی وہ ہے، جو ایسے دو قضیوں سے مرکب ہو جن میں کا پہلا شرطیہ ہو، خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ پھر منفصلہ میں خواہ حقیقیہ ہو یا مانعۃ الجمع ہو یا مانعۃ الخلو اور دوسرا قضیہ حملیہ ہو اور لیکن سے شروع ہو اور اس کا مضمون یہ ہو کہ اس میں مقدم کا یا تالی کا اثبات ہو یا مقدم یا تالی کی نفی ہو، پس یہ استثنائی کی حقیقت ہے۔ آگے نتیجہ میں تفصیل ہے۔ اگر پہلا قضیہ متصلہ ہو تو اس دوسرے قضیہ میں یا تو مقدم کا اثبات ہوتا ہے اور یا تالی کی نفی۔ اگر اس دوسرے قضیہ میں مقدم کا اثبات ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات ہے اور اگر اس دوسرے قضیہ میں تالی کی نفی ہے تو نتیجہ مقدم کی نفی ہے جیسے یوں کہیں کہ جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا۔ یہ پہلا قضیہ ہے اور شرطیہ متصلہ ہے۔ پھر کہیں کہ لیکن سورج نکلا ہے۔ یہ دوسرا قضیہ ہے اور حملیہ ہے اور لیکن سے شروع ہوا ہے۔ اور مضمون اس کا یہ ہے کہ اس میں مقدم کا اثبات ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات نکلے گا یعنی نتیجہ یہ ہوگا کہ دن موجود ہے۔ اس کا نام آگے کی آسانی کے لیے مثال اول رکھتا ہوں۔ اس کو یاد رکھنا۔ اور اگر پہلا قضیہ وہی اوپر والا شرطیہ متصلہ رہے یعنی جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا اور دوسرا قضیہ یہ کہیں کہ لیکن دن موجود نہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ اس میں تالی کی نفی کی گئی ہے تو نتیجہ =

مقدم کی نفی نکلے گا' یعنی نتیجہ یہ ہوگا کہ سورج نکلا ہوا نہیں ہے' اس کا نام مثال ثانی رکھتا ہوں اس عنوان سے استثنائی کی حقیقت خوب سمجھ گئے ہوں گے۔ کتاب کے متن میں یہی دو مثالیں مذکور ہیں۔ اب کتاب کی تعریف کو منطبق کرتا ہوں۔ یہ تو تم کو معلوم ہوگیا کہ مثال اول میں نتیجہ یہ ہے کہ دن موجود ہے۔ اب دیکھو کہ یہی نتیجہ اس مثال کے قیاس میں مذکور ہے کیونکہ یہ قضیہ اول کی تالی ہے قضیہ میں مذکور ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اسے سمجھو کہ مثال ثانی میں نتیجہ یہ ہے کہ سورج نکلا ہوا نہیں ہے۔ اب دیکھو کہ اس نتیجہ کی نقیض اس مثال کے قیاس میں مذکور ہے' کیونکہ قضیہ اول کا مقدم یہ ہے کہ سورج نکلے گا اور نتیجہ اس کی نقیض ہے۔(گو روابط بدلے ہوئے ہوں)پس مثال اول میں یہ بات صادق آئی اور اس قیاس میں خود نتیجہ مذکور ہے اور مثال ثانی میں یہ بات صادق آئی کہ اس قیاس میں نتیجہ کی نقیض مذکور ہے۔ پس کتاب میں اور دوسری کتابوں میں بھی اس طرح تعریف کردی گئی کہ قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا نقیض مذکور ہو اور مراد یہ ہے کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ۔ پہلے مبتدی اس میں چکراتا ہے' کوئی تو نہ سمجھنے سے اور کوئی اس وجہ سے کہ اس تعریف کا سمجھنا موقوف ہے اس پر کہ اول نتیجہ اس قیاس کا معلوم ہو۔ اور نتیجہ جاننا اس پر موقوف ہے کہ اول قیاس کی حقیقت معلوم ہو تاکہ قیاس استثنائی کے نتیجہ نکالنے کے جو قاعدے ہیں' ان قاعدوں کے موافق نتیجہ نکال سکے۔ میری توضیح کے بعد اول آسانی سے حقیقت استثنائی کی سمجھ میں آگئی اور کتابوں میں جو تعریف مذکور ہے وہ بھی آسانی سے اس پر منطبق ہوگئی۔ اور جو قیاس ایسا نہ ہو اقترانی ہے۔ جیسے ہر انسان جان دار ہے اور ہر جان دار جسم ہے اور نتیجہ یہ کہ ہر انسان جسم ہے۔ دیکھو اس قیاس میں نہ بعینہ نتیجہ مذکور ہے یعنی ہر انسان جسم ہے اور نہ اس کی نقیض مذکور ہے یعنی بعض انسان جسم نہیں۔ سمجھانے کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا مگر آگے چل کر کار آمد ہونے کے لیے جس قیاس استثنائی کا پہلا قضیہ منفصلہ ہو اس کے نتائج کی تفصیل بھی بتلائے دیتا ہوں وہ اس طرح ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو اگر منفصلہ حقیقیہ ہے تو دوسرے قضیہ میں اگر =

قیاس استثنائی: وہ قیاس ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو اور پہلا قضیہ

= مقدم کا اثبات کیا گیا ہے تو نتیجہ تالی کی نفی ہے اور اگر تالی کا اثبات کیا گیا تو نتیجہ مقدم کی نفی ہے اور اگر دوسرے قضیہ میں مقدم کی نفی کی گئی ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات ہے اور اگر تالی کی نفی کی گئی ہے تو نتیجہ مقدم کا اثبات ہے۔ یہ چار صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت کی مثال: عدد یا زوج ہے یا فرد لیکن یہ عدد زوج ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ فرد نہیں۔ (اس کا نام سلسلہ سابقہ سے مثال سوم رکھتا ہوں) دوسری صورت کی مثال: عدد زوج ہے یا فرد لیکن یہ عدد فرد ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ زوج نہیں (اس کا نام مثال چہارم رکھتا ہوں) تیسری صورت کی مثال: عدد زوج ہے یا فرد لیکن یہ عدد زوج نہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ فرد ہے (اس کا نام مثال پنجم رکھتا ہوں) چوتھی صورت کی مثال: عدد زوج ہے یا فرد لیکن فرد نہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ زوج ہوگا۔ (اس کا نام مثال ششم رکھتا ہوں) یہ منفصلہ حقیقیہ کا بیان ہو گیا اور اگر پہلا قضیہ مانعۃالجمع ہے تو دوسرے قضیہ میں اگر مقدم کا اثبات ہے تو نتیجہ تالی کی نفی ہے اور اگر تالی کا اثبات ہے تو نتیجہ مقدم کی نفی ہے۔ یہ دو صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت کی مثال: شے حجر ہے یا شجر لیکن یہ شے حجر ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ شجر نہیں (اس کا نام مثال ہفتم رکھتا ہوں) دوسری صورت کی مثال: شے یا حجر ہے یا شجر لیکن یہ شے شجر ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ حجر نہیں (اس کا نام مثال ہشتم رکھتا ہوں) اور اس میں یہی دو صورتیں نتیجہ دیتی ہیں اور مقدم کی نفی اور تالی کی نفی نتیجہ نہیں دیتی کیونکہ حجر نہ ہونے سے شجر ہونا یا شجر نہ ہونا یا شجر نہ ہونے سے حجر ہونا یا نہ ہونا لازم نہیں۔ اور اگر پہلا قضیہ مانعۃالخلو ہے تو اس کے نتائج بالکل مانعۃالجمع کے عکس ہیں یعنی دوسرے قضیہ اگر مقدم کی نفی ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات ہے اور اگر تالی کی نفی ہے تو نتیجہ مقدم کا اثبات ہے۔ یہ دو صورتیں ہیں پہلی صورت کی مثال: شے یا لا حجر ہے یا لا شجر ہے لیکن یہ شے لا حجر نہیں ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ لا شجر ہے (اس کا نام مثال نہم رکھتا ہوں) دوسری صورت کی مثال شے یا لا حجر ہے یا لا شجر لیکن یہ شے لا شجر نہیں ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ لا حجر ہے (اس کا نام مثال دہم رکھتا ہوں) اور اس میں بھی مثل مانعۃالجمع کے یہی دو صورتیں نتیجہ دیتی ہیں۔ اور مقدم کا اثبات اور تالی کا اثبات نتیجہ نہیں دیتا کیونکہ لا حجر =

شرطیہ ہو اور دونوں کے درمیان لفظ لیکن آوے اور خود نتیجہ [1] یا نتیجہ کی نقیض اس قیاس میں مذکور ہو جیسے

پہلا قضیہ — دوسرا قضیہ — نتیجہ

"جب سورج نکلے گا دن موجود ہو گا لیکن سورج موجود ہے پس دن موجود ہے۔"

دیکھو اس قیاس میں نتیجہ بعینہٖ مذکور ہے (اور) جیسے

"جب سورج نکلے گا دن موجود ہو گا لیکن دن موجود نہیں ہے پس سورج (نکلا ہوا) نہیں ہے۔"

دیکھو اس قیاس میں نتیجہ کی نقیض یعنی سورج نکلے گا مذکور ہے۔

قیاس اقترانی: وہ ہے جس میں حرفِ لیکن مذکور نہ ہو اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہٖ مذکور نہ ہو [2] جیسے

"ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے" پس ہر انسان جسم ہے۔

دیکھو اس میں نتیجہ کے اجزاء انسان و جسم الگ الگ تو قیاس میں مذکور

= ہونے سے لا شجر کا ہونا یا نہ ہونا یا لا شجر ہونے سے لا حجر کا ہونا یا نہ ہونا لازم نہیں۔ یہ سب منفصلہ کا بیان ہو گیا اور یہ سب دسوں مثالیں قیاس استثنائی کی ہوئیں۔ ان میں سے اول کی دو مثالوں میں تو نتیجہ یا نقیض نتیجہ کا قیاس میں مذکور ہونا پہلے بیان ہو چکا تھا۔ اب اخیر کی آٹھ مثالوں کو بھی دیکھ لو کہ ان میں بھی یہی بات ہے چنانچہ مثال سوم وچہارم وہفتم وہشتم میں نقیض نتیجہ قیاس میں مذکور ہے ومثال پنجم وششم ونہم ودہم میں نتیجہ مذکور ہے ایک ایک کو ملا کر دیکھ لو۔ ۱۲ شف

[1] بعینہٖ نتیجہ کے مذکور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نتیجہ کے موضوع و محمول جس ترتیب سے نتیجہ میں ہیں، اسی ترتیب سے قیاس میں بلا فصل موجود ہوں چاہے نسبت کسی صورت کی ہو جیسے "یہاں دن موجود ہے" نتیجہ صغریٰ میں تالی بن کر "دن موجود ہو گا" کی صورت میں ہے اور دوسری مثال میں "سورج نہیں موجود ہے" نتیجہ اس کی نقیض "سورج موجود ہے" صغریٰ میں "سورج نکلے گا" کی صورت سے بیان ہے۔ ۱۲ ج

[2] نہ صغریٰ میں نہ کبریٰ میں اور بعینہٖ نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نتیجہ کے موضوع و محمول اس ترتیب سے جس ترتیب سے اس میں موجود ہیں نہ ہوں یعنی پاس پاس کہ =
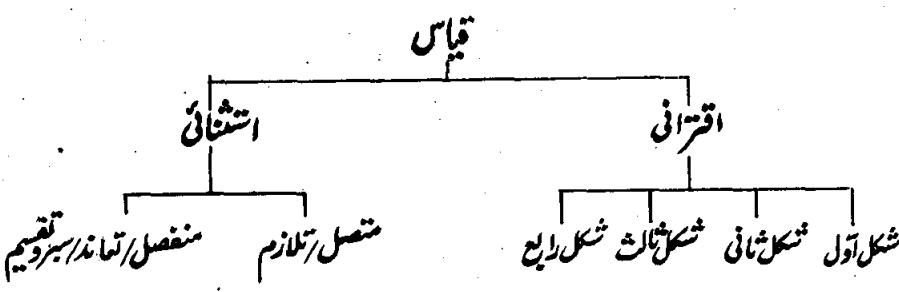
ہیں [۱] مگر نتیجہ بعینہ یا اس کی نقیض مذکور نہیں ہے اور نہ اس میں حرف لیکن ہے۔

اس مقام پر چند مباحث ہیں۔

مبحث اول : قیاس استثنائی کا پہلا حصہ قضیہ شرطیہ ہوتا ہے۔ اگر وہ شرطیہ متصلہ ہے تو قیاس استثنائی متصل اور اگر قضیہ منفصلہ ہے تو قیاس استثنائی منفصل کہلاتا ہے امام غزالیؒ نے استثنائی متصل کا نام تلازم رکھا ہے اور منفصل کا نام تعاند۔ اس کی وجہ یہ کہ متصل کے جزو اول میں لزوم پایا جاتا ہے اور منفصلہ کے جزو اول میں عناد قیاس استثنائی منفصل کا نام متکلمین میں سبر و تقسیم رکھتے ہیں (دیکھئے المستصفی ص ۴۹ تا ۵۴ و روضتہ الناظر ج ۱ ص ۶۵ تا ۷۴)

مبحث ثانی : امام غزالی و ابن قدامہؒ کے نزدیک شکل رابع قیاس میں داخل نہیں ان کے ہاں قیاس کی پانچ قسمیں ہیں اور علامہ ابن حاجب، قاضی عضد الدین اور دیگر علماء کے نزدیک قیاس کی چھ قسمیں ہیں ان کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

= اس کے موضوع کا محمول وہی نتیجہ والا محمول اور اس کے محمول کا موضوع وہی نتیجہ والا موضوع نہ ہو مگر نتیجہ کے موضوع و محمول دونوں الگ الگ ہو کر ہوں ضرور اول صغریٰ میں دوسرا کبریٰ میں۔ ۱۲ ج

[۱] چنانچہ اصغر یعنی انسان تو صغریٰ میں موضوع ہے اور اس کا محمول نتیجہ والا محمول نہیں حد اوسط ہے اور اکبر یعنی جسم کبریٰ میں محمول ہے اور اس کا موضوع نتیجہ والا موضوع نہیں ہے بلکہ حد اوسط ہے۔ ۱۲ ج

مبحث ثالث : شکل اول بدیہی الانتاج ہے اس سے نتیجہ ناواقف آدمی بھی سمجھ لیتا ہے باقی شکلوں کو بھی بسا شکل اول کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ تاکہ نتیجہ ثابت کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے صغریٰ یا کبریٰ کا عکس کرتے ہیں یا مقدموں کی ترتیب بدلتے ہیں۔

قیاس استثنائی کو شکل اول کی طرف اور قیاس اقترانی کو استثنائی کی طرف پھیرا جا سکتا ہے علامہ ابن حاجب لکھتے ہیں۔ ویرد الاستثنائی الی الاقترانی بان یجعل الملزوم وسطا والاقترانی الی المنفصل بذکر منافیہ معہ قیاس استثنائی کو اقترانی کی طرف اس طرح پھیرا جاتا ہے کہ ملزوم کو اوسط بنا دیا جائے اور اقترانی کو منفصل کی طرف یوں پھیرا جا سکتا ہے کہ اس کے منافی کا اس کے ساتھ ذکر کر دیا جائے۔ (مختصر ابن حاجب ص ۱۱۰، ۱۱۲)

استثنائی متصل کو اقترانی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کبریٰ کو صغریٰ بنایا جائے جیسے کلما کان ھذا انسانا کان حیوانا لکنہ انسان فھو حیوان اس سے اقترانی یوں بنے گا

ھذا انسان وکل انسان حیوان فھو حیوان

اس طرح کلما کان ھذا انسانا کان حیوانا لکنہ لیس بحیوان فھو لیس بانسان اس سے اقترانی یوں ہو گا

ھذا لیس بحیوان و کل ما لیس بحیوان لیس بانسان فھذا لیس بانسان (صغریٰ معدولہ ہے)

اور جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود لکن النھار موجود فالشمس طالعۃ اس سے قیاس اقترانی یوں بنے گا النھار لازم لطلوع الشمس الموجود وکل ما ھو لازم لطلوع الشمس الموجود موجود نتیجہ یوں ہوگا النھار موجود یہ سب مثالیں حواشی مختصر ابن حاجب ص ۱۱۰ تا ۱۱۲ سے ماخوذ ہیں۔

استثنائی منفصل کی مثالیں۔

الاثنان اما زوج او فرد لکنہ زوج فھو لیس بفرد اس سے اقترانی یوں بنے گا الاثنان زوج وکل زوج لیس بفرد فالاثنان لیس بفرد

دوسری مثال الاثنان اما زوج او فرد لکنہ لیس بفرد فھو زوج اس سے اقترانی یوں بنے گا الاثنان لیس بفرد وکل ما لیس بفرد فھو زوج

بلکہ قیاس استثنائی منفصل سے متصل بھی بن سکتا ہے جیسے الاثنان اما زوج او

فرد لکنہ زوج یہ منفصل ہے متصل یوں ہو گا۔ کلما کان الاثنان زوجا فلیس بفرد لکنہ زوج فھو لیس بفرد

قیاس اقترانی کو استثنائی متصل اور منفصل کی طرف لوٹانے کی مثالیں:۔

۱۔ الزکاۃ عبادۃ وکل عبادۃ بنیۃ یہ اقترانی ہے اس سے متصل یوں ہو گا ان کانت الزکاۃ عبادۃ فھی بنیۃ لکنھا عبادۃ فھی بنیۃ

۲۔ العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث اس سے استثنائی منفصل یوں بنے گا العالم اما متغیر او لا حادث لکنہ متغیر فلیس بلا حادث

مبحث رابع : قیاس استثنائی کو استثنائی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرف لکن ہوتا ہے جو کہ استثناء منقطع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سجد الملائکۃ الا ابلیس کا معنی یوں کرتے ہیں لکن ابلیس ما سجد مشہور یہ ہے کہ اس میں حرف لکن کا پایا جانا ضروری ہے مصنف نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس حرف کا وجود ضروری نہیں ہے امام غزالیؒ نے اس کی مندرجہ ذیل مثالیں دی ہیں۔

۱۔ ان کانت ھذہ الصلاۃ صحیحۃ فالمصلی متطھر و معلوم ان ھذہ الصلاۃ صحیحۃ فیلزم ان یکون المصلی متطھرا

۲۔ ان کان ھذا سوادا" فھو لون و معلوم انہ سواد فاذا ھو لون (المستصفی ص ۵۳، روضۃ الناظر ج ۱ ص ۷۰، ۷۱)

مبحث خامس : قیاس استثنائی کے دوسرے جزء تالی کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ حافظ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔

وجمیع الادلۃ فی اقسام العلوم ترجع الی ما ذکرناہ وحیث تذکر لا علی ھذا النظم فھو اما لقصور واما لاھمال احدی المقدمتین ثم اھمالھما اما لوضوحھما وھوالغالب فی الفقھیات کقول القائل ھذا یجب رجمہ لانہ زنی وھو محصن وترک المقدمۃ الاولی لاشتھارھا وھی وکل من زنی وھو محصن فعلیہ الرجم و اکثر ادلۃ القرآن علی ھذا قال اللہ تعالٰی : لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا فترک انھما لم تفسدا للعلم بہ وکذلک قولہ تعالٰی قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا ثم قد یکون الاھمال للمقدمۃ الاولی و

قد یکون للثانیة وقد تترک احدی المقدمتین للتلبیس علی الخصم و ذلک بترک المقدمة التی یعسر امثالها او ینازعه الخصم فیها استغفالا للخصم و استجهالا له خشیة ان یصرح بها فیتنبه ذهن خصمه لمنازعته فیها وعادة الفقهاء اهمال احدی المقدمتین فیقولون فی تحریم النبیذ النبیذ مسکر فکان حراما" کالخمر ولا تنقطع المطالبة عنه مالم یرد الی النظم الذی ذکرنا واللہ اعلم روضته الناظر ج ۱ ص ۷۵،۷۶)

علوم میں تمام دلائل ہمارے ذکر کردہ قیاسات (اقترانی واستثنائی) کی طرف لوٹتے ہیں اور جب ان کو منطقی صورت میں ذکر نہ کیا جائے گا تو یا کم علمی کی وجہ سے ہوگا اور یا ایک مقدمہ کو ترک کرنے سے پھر ان کا ترک کرنا یا تو ان کے واضح ہونے کی وجہ سے ہوگا اور وہی غالب ہے فقہیات میں جیسے قائل کا قول اس کا رجم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے محصن ہو کر زنا کیا ہے۔ تو ایک مقدمے کو اس کے مشہور ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا اور وہ یہ ہے۔ "ہر وہ شخص جو محصن ہو کر زنا کرے اس پر رجم ہے۔ قرآن پاک کے اکثر دلائل اسی طرح ہیں۔ ارشاد باری ہے لو کان فیہما آلھة الا اللہ لفسدتا (دوسرا مقدمہ) انھما لم تفسدا اس کے معلوم ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔ اس طرح قولہ تعالیٰ قل لو کان معه آلھة کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا ترجمہ "آپ فرمایئے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے رستہ ڈھونڈ لیا ہوتا" (اس کا مقدمہ ثانیہ محذوف ہے) پھر کبھی پہلے کو ترک کیا جاتا ہے۔ کبھی دوسرے کو کبھی مخاطب سے چھپانے کے لیے مقدمہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسے مقدمہ چھوڑ کر جس کو ثابت کرنا مشکل ہو یا اس میں مد مقابل نزاع رکھتا ہو تو خصم کو غافل یا جاہل رکھنے کے لیے اس کو حذف کیا جاتا ہے اس خوف سے کہ اگر اس کی تصریح کر دی تو خصم کا ذہن اس میں نزاع کرنے کے لیے چوکنا ہو جائے گا۔

فقہاء کی عادت ایک مقدمے کو ترک کر دینا ہے تحریم نبیذ کے بارہ میں کہتے ہیں النبیذ مسکر فکان حراما" کالخمر، مطالبہ اس وقت تک ختم نہ ہو گا جب تک کہ اس ترتیب کی طرف نہ لوٹے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

قرآن کریم میں کافی مثالیں اس نوعیت کی پائی جاتی ہیں۔ چند مثالیں ذیل میں لکھی

جاتی ہیں۔ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا "اور کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے"

لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا "اگر زمین پر فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے"

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء "اور اگر میں غیب جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت مجھے نہ چھوتی"

واو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا' "اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کا راستہ عطا کرتے"

لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا' "اگر ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ قتل کیے جاتے"

لو کان ھولاء آلھۃ ما وردوھا "اگر یہ تمہارے معبود واقعی معبود ہوتے تو جہنم میں کیوں جاتے؟"

فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون "تو اگر وہ (اس وقت) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے"

ان سب مثالوں میں تالی مخاطب کے نزدیک مسلم ہے اس لیے اس کو حذف کر دیا گیا۔

واضح رہے کہ اکثر باطل فرقے اپنے دلائل کا ایک جز حذف کرتے ہیں۔ مثلاً بریلوی علم غیب کے ثبوت کی ایک دلیل یہ دیتے ہیں کہ آپ نبی تھے اور نبی کا معنیٰ ہے عالم الغیب گویا ان کے نزدیک قیاس منطقی یوں ترتیب پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نبی ہیں اور ہر نبی عالم ما کان وما یکون ہے۔ مگر بریلوی یہ مکمل قیاس پیش نہیں کرتے اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ اس صورت میں ہر ہر نبی کو ایک جیسا عالم الغیب ماننا لازم آتا ہے۔

غیر مقلد حضرات یہ کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ تم لوگ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے اس لیے نماز نہیں ہوتی۔ گویا ان کے نزدیک قیاس کا کبریٰ یہ ہے کہ جو شخص بھی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں مگر وہ اس کو کھول کر بیان نہیں کرتے کیونکہ بہت سے

صحابہ کرام حتیٰ کہ خود ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراء ت نہ کرتے تھے۔ اور ابن عمرؓ سے رفع یدین کی روایت منقول ہے گویا رفع یدین کی روایت کے مرکزی راوی' صحابی ان کے نزدیک بے نماز ہوئے۔ اس طرح معراج کی رات انبیاء علیہم السلام نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی ان کا فاتحہ پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ سے اپنی آخری باجماعت نماز میں فاتحہ خلف الامام ثابت نہیں۔ غیر مقلدین کے نزدیک یہ سب نمازیں تو بے کار رہیں اور ان کی ایک دوسرے کو پاؤں مارنے والی نمازیں بالکل صحیح ہیں کیونکہ ان میں بغیر مخارج کا لحاظ کیے فاتحہ تو پڑھی جاتی ہے۔

حافظ ابن قدامہؒ کی عبارت میں اس چیز کی وضاحت موجود ہے۔ کہ لوگ شرپسندی کے پیش نظر بھی ایسا کرتے ہیں۔ اس کا حل بھی انہوں نے بتایا کہ اس وقت مکمل منطقی دلیل کا مطالعہ کیا جائے اور صغریٰ و کبریٰ کو مسلم یا مدلل بنایا جائے۔

شاگرد: ارشاد باری تعالیٰ ہے ولوشاء اللہ ما اشرکوا (الانعام آیت نمبر۷) "اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے"

احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ انسان کی ہدایت و گمراہی کا فیصلہ اسی وقت کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے سیقول الذین اشرکوا لوشاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا ولا حرمنا من شیء کذلک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا باسنا (الانعام ۱۴۸) "عنقریب مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلا دیا جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا"

پھر مشرک اس قول کی وجہ سے کافر کیوں ہوئے؟

استاد: ان آیات کی بہترین تفسیر فوائد عثمانیہ یعنی تفسیر عثمانی میں ملاحظہ کریں۔ مختصر جواب یہ ہے مشرکین کا مقصد ہرگز اللہ تعالیٰ کے قول کی تصدیق نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے والے ہوتے تو اس کے انبیاء کی تکذیب کیوں کرتے۔ بلکہ ان کا مقصد استہزاء اور انبیا کو لاجواب کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء ان کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور وہ لوگ اپنے اختیار سے کفر کرتے ہیں۔ اور یہ اختیار ان کے نزدیک

بالکل بدیہی چیز ہے۔ رہی بات تقدیر تو وہ نظری ہے اس کی تصدیق تصدق رسول کی فرع ہے' جب رسول ان کے نزدیک کاذب ہے تو مسئلہ تقدیر بھی کذب ٹھہرا۔

ایک وجہ یہ ہے کہ رسول تقدیر کے ذمہ دار نہیں اور نہ اس کے مسئول ہیں۔ کیونکہ تقدیر تو خدا کے حکم سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ رسول اللہ کا کام تو تبلیغ ہے سو وہ کر چکے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا فھل علی الرسل الا البلاغ "رسول پر صرف پہنچا دینا ہے" نیز اللہ تعالیٰ نے کسی کی تقدیر کیا لکھی ہے اس کو وہ لوگ نہیں جانتے ان کو کیا پتہ کہ ان کی تقدیر میں ایمان ہے یا کفران کو تو یہی نظر آتا ہے کہ اپنے اختیار سے کفر کرتے ہیں تقدیر کا بہانہ تب درست ہے جب ان کو اس کا قطعی علم ہو اور وہ تو ہے نہیں اس لیے ایک جگہ ان کے جواب میں فرمایا قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا "کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اس کو ہمارے لیے نکالو" دیکھیے انسان کو علم ہے کہ رزق اور موت اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے مگر اس کے باوجود رزق کو حاصل کرنے اور موت سے بچنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرتا ہے۔ اس طرح ہدایت کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے۔

تقدیر سے مزاح وہ کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہے ورنہ تو انسان کو یہ فکر لگی رہے کہ اس کا انجام اچھا ہو جائے مثال کے طور پر کوئی حاکم خزانے کے لیے کچھ لوگوں کی جائیداد ضبط کرنے کا فیصلہ کرے اور فیصلہ کے سنانے کے لیے ایک دن متعین کرلے اب ہر آدمی کو یہ فکر لگی رہے گی کہ کہیں ہماری جائداد ضبط نہ کرلی جائے یہ کوئی نہ کہے گا کہ حاکم چاہے تو ہماری جائیداد ضبط کرلے ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ بلکہ اگر ہو سکے تو انفرادی یا اجتماعی طور پر اس سے مل کر اپنی جائیداد محفوظ کروائیں گے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ولو شاء اللہ ما اشرکنا جو اہل جنہم بطور عذر کے کہیں گے یہ غلط ہو گا اور تقریبا" یہی الفاظ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ ولو شاء اللہ ما اشرکوا یہ غلط نہیں وجہ یہ ہے کہ شاء اللہ کا مفہوم دونوں جملوں میں الگ الگ ہے پہلے جملے میں مشیت بہ معنی رضا ہے یعنی اہل جنہم یہ عذر کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے شرک و کفر پر راضی نہ ہوتا تو ہم شرک کر ہی نہ سکتے تھے اور دوسرے جملے میں مشیت بمعنی ارادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ اگر یہ ہوتا کہ لوگ شرک نہ کریں تو ان کو

شرک کرنے کی قدرت ہی نہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے پر کس کا ارادہ غالب نہیں ہو سکتا اور بغیر اللہ کے ارادہ کے دنیا میں نہ کوئی اچھا کام ہو سکتا ہے نہ برا البتہ رضا اللہ تعالیٰ کی اچھے کاموں سے متعلق ہوتی ہے برے کاموں سے رضا متعلق نہیں ہوئی بلکہ برے کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے (مجالس حکیم الامت ص ۳۰۹، ۳۱۰)

قرآن وحدیث میں جو یہ بتایا کہ اللہ ہی ہدایت دیتا ہے۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ انسان تقدیر کو بہانہ بنائے بلکہ یہ مقصد ہے کہ ہدایت کی کوشش بھی کرے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر ہدایت مانگے بھی نیز یہ بتلانا بھی مقصد ہے کہ کافروں نے گمراہ ہو کر خدا کا نقصان نہیں کیا اور نہ ہی خدا تعالیٰ کو عاجز کر سکے کہ خدا تو ہدایت دینا چاہتا تھا مگر یہ لوگ نہ مانے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافر خدا کے حکم کے تشریعی نہیں مگر حکم تکوینی کے تحت تو ہیں ہی۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگتے رہنا چاہیے۔ اور یہ مقصد بھی ہے کہ انسان نیک اعمال کو خدا کی مہربانی جانے، اپنا ذاتی کمال جان کر فخر نہ کرے۔ حدیث قدسی میں ہے:

یا عبادی کلکم ضال الا من ہدیتہ فاستہدونی اہدکم (مسلم ج ۲ ص ۳۱۹)

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں نے ہدایت دی پس مجھ سے ہدایت مانگو، میں ہدایت دوں گا۔

مگر جاہل لوگوں نے ولکن اللہ یہدی من یشاء کا مقصد یہ سمجھ لیا کہ ہدایت کی نہ کوشش کریں نہ قدر کریں، معاذ اللہ تعالیٰ۔

مبحث سادس: قیاس استثنائی جزو اول اگر شرطیہ متصلہ اتفاقیہ ہے تو نتیجہ نہ نکلے گا۔ اور جب متصلہ لزومیہ ہو مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

1- [{مقدم + تالی} + استثناء مقدم] = [عین تالی]

2- [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض تالی] = [نقیض مقدم]

3- [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض مقدم] =

4- [{مقدم + تالی} + استثناء تالی] =

آخری دونوں صورتوں میں نتیجہ نہ نکلے گا مگر یہ کہ مقدم و تالی ایک اس دوسرے کے لازم مساوی ہوں جیسے طلوع شمس و وجود نہار

اور اگر مقدم شرطیہ منفصلہ ہے تو حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو ہوگا ان کی بھی چار چار صورتیں درج ذیل ہیں

اگر مقدم حقیقیہ ہو

-1 [{مقدم + تالی} + استثناء مقدم] = [نقیض تالی]

-2 [{مقدم + تالی} + استثناء تالی] = [نقیض مقدم]

-3 [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض مقدم] = [عین تالی]

-4 [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض تالی] = [عین مقدم]

حقیقیہ کی مثال جیسے یہ شخص مسلم ہے یا غیر مسلم

اگر مقدم مانعۃ الجمع ہو تو

-1 [{مقدم + تالی} + استثناء مقدم] = [نقیض تالی]

-2 [{مقدم + تالی} + استثناء تالی] = [نقیض مقدم]

-3 [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض مقدم] = نتیجہ نہ نکلے گا۔

-4 [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض تالی] = نتیجہ نہ نکلے گا۔

مانعۃ الجمع کی مثال یہ آدمی یا شیعہ ہے یا سنی

اگر مقدم مانعہ الخلو ہو تو

-1 [{مقدم + تالی} + استثناء مقدم] = نتیجہ نہ نکلے گا

-2 [{مقدم + تالی} + استثناء تالی] = نتیجہ نہ نکلے گا

-3 [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض مقدم] = [عین تالی]

-4 [{مقدم + تالی} + استثناء نقیض تالی] = [عین مقدم]

مانعۃ الخلو کی مثال یہ مسلمان یا عربی ہے یا عجمی

نوٹ : نتیجہ کی یہ تفصیلات تیسیر المنطق کے حاشیہ میں حضرت تھانویؒ کے کلام سے ماخوذ ہیں۔

مبحث سابع : قیاس اقترانی کبھی دو قضیہ حملیہ سے مرکب ہوتا ہے کبھی دو شرطیہ

ہے۔ کبھی حملیہ شرطیہ سے نتیجہ نکالنے کے لیے حد اوسط کو حذف کریں گے خواہ وہ حملیہ کا موضوع یا محمول ہو یا اور خواہ شرطیہ کا جز ہو اس طرح نتیجہ کبھی حملیہ ہو گا کبھی شرطیہ۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اگر یہ مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے تو ختم نبوت کا منکر ہے اور جب یہ ختم نبوت کا منکر ہے تو کافر ہے نتیجہ یہ ہو گا۔ اگر یہ مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے تو کافر ہے (یہ قیاس دو قضایا شرطیہ متصلہ سے مرکب ہے)

شاگرد: ارشاد باری تعالیٰ ہے ولو علم اللہ فیھم خیرا لا سمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون منطقی قواعد سے نتیجہ یہ نکلتا ہے ولو علم اللہ فیھم خیرا لتولوا وھم معرضون حالانکہ یہ مفہوم صحیح نہیں ہے۔

استاد: حضرت تھانویؒ نے اس اشکال کا جواب یوں دیا ہے کہ یہاں حد اوسط مکرر نہیں ہے کیونکہ لفظ اسمعھم جو مکرر آیا ہے وہ درحقیقت مکرر نہیں ہے کیونکہ ان دنوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہیں پہلے جملے میں اسمعھم سے مراد وہ سماع ہے جو علم خیر کے ساتھ جمع ہوتا ہے یعنی سماع مقبول و موثر اور دوسرے جملے میں وہ سماع مراد ہے جو علم خیر کے ساتھ جمع نہیں ہوتا یعنی صرف کانوں سے سننا اور دل میں کوئی اثر نہ لینا اس لیے تقدیر عبارت دوسرے جملے کی یہ ہے ولو اسمعھم مع عدم علم الخیر لتولوا (مجالس حکیم الامت ص ۲۰۹)

۲۔ یہ شخص اہل کتاب سے ہے اور اہل کتاب یا یہودی ہے یا عیسائی۔ نتیجہ یہ ہو گا یہ شخص یا یہودی ہے یا عیسائی۔ یہ قیاس قضیہ حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہے۔

۳۔ ہر اسم یا مبنی ہے یا معرب اور ہر معرب یا معرب بالحرکات ہے یا معرب بالحروف نتیجہ یہ ہو گا ہر اسم یا مبنی ہے یا معرب بالحرکات ہے یا معرب بالحروف یہ قیاس دو منفصلہ سے مرکب ہے۔

۴۔ اگر یہ آدمی قرآن کا منکر ہے تو کافر ہے اور کافر کا نکاح مومنہ سے نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ ہو گا اگر یہ آدمی قرآن کا منکر ہے تو اس کا نکاح مومنہ سے نہیں ہو سکتا اگر یہ شخص یا اللہ مدد سے جلتا ہے تو خدا سے نفرت کرتا ہے اور جو خدا سے نفرت کرے وہ اسلام سے دور ہے نتیجہ یہ ہو گا۔ اگر یہ شخص یا اللہ مدد سے جلتا ہے تو اسلام سے دور ہے۔ یہ قیاس

ایک شرطیہ اور حملیہ سے مرکب ہے۔

۵۔ اگر یہ شخص مسلم نہیں تو غیر مسلم ہو گا اور غیر مسلم یا مشرک ہے یا کافر ہے یا منافق نتیجہ یہ ہو گا اگر یہ شخص مسلم نہیں تو یا کافر ہو گا یا مشرک یا منافق۔

مبحث ثامن : اشکال اربعہ کی امثلہ کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی شکل کی ایک مقدمہ کی ترتیب بدلنے (عکس لانے) یا صغریٰ کو کبریٰ بنا دینے سے دوسری اشکال بن سکتی ہیں۔

مثلاً" کل انسان حیوان وکل حیوان جسم یہ شکل اول ہے۔ اگر اس کے صغریٰ کا عکس کریں اور یوں کہیں بعض الحیوان انسان و کل حیوان جسم تو یہ شکل ثالث ہو گی اور اگر کبریٰ کا عکس کر کے یوں کہیں کل انسان حیوان و بعض الجسم حیوان تو یہ شکل ثانی ہو گی اور اگر صغریٰ کو کبریٰ کر کے یوں کہیں۔ کل حیوان جسم وکل انسان حیواں تو یہ شکل رابع ہو گی۔ یہ ضروری نہیں کہ دو قضیوں کا جو نتیجہ شکل اول میں ہو گا وہی دوسری اشکال میں ہو گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ دوسری شکلوں میں نتیجہ نہ نکلے یا نتیجے کا فرق نکلے۔ کیونکہ ہر شکل کی کچھ خصوصیات ہیں۔

شکل اول کی خصوصیت یہ کہ اس سے موجبہ کلیہ' جزئیہ' سالبہ کلیہ جزئیہ' ہر قسم کی نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں نتیجہ موجبہ کلیہ صرف اسی شکل کا خاصہ ہے۔ شکل ثانی سے نتیجہ ہمیشہ سالبہ ہو گا۔ کلیہ ہو یا جزئیہ ہو شکل ثالث سے، نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہو کلیہ نہیں۔ کبھی موجبہ جزئیہ کبھی سالبہ جزئیہ شکل رابع سے موجبہ کلیہ کے علاوہ تینوں نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔

اب ہم ہر شکل کی شرائط اور نتیجہ کی نوعیت ذکر کرتے ہیں۔

شکل	شرائط من حیث الکیف	من حیث الکم	نتیجہ
شکل اول	صغریٰ کا موجبہ ہونا	کبریٰ کا کلیہ ہونا	کیفیت کبریٰ کے مطابق' کمیت صغریٰ کے مطابق
شکل ثانی	ایک کا موجبہ دوسرے کا سالبہ ہونا	کبریٰ کا کلیہ ہونا	کیفیت میں ہمیشہ سالبہ ہو گا اور کمیت صغریٰ کے مطابق ہو گی
شکل ثالث	صغریٰ کا موجبہ	کسی ایک کا کلیہ ہونا	اگر کبریٰ سالبہ ہے تو نتیجہ سالبہ ورنہ موجبہ اور کمیت میں ہمیشہ جزئیہ ہو گا

شکل رابع	(۱) دونوں موجبہ یا (۲) ایک موجبہ دوسرا سالبہ	کسی ایک کا کلیہ ہونا	موجبہ جزئیہ ہو گا کیونکہ موجبہ کلیہ صرف شکل اول کا نتیجہ ہے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ ہو گا مگر ایک صورت میں وہ یہ کہ دونوں کلیہ ہوں اور صغریٰ سالبہ ہو تو سالبہ کلیہ ہوگا۔

کتب منطق میں ان اشکال کی مثالیں حیوان، ناطق وغیرہ سے دیتے ہیں۔ المستصفیٰ، روضتہ الناظر اور مختصر ابن حاجب میں مسائل فقہ کے مطابق مثالیں موجود ہیں ہم بھی کچھ مثالیں ذکر کرتے ہیں۔ ان مثالوں میں اصغر، اکبر، حد اوسط متعین کریں نیز شرط کمیت اور شرط کیفیت کا لحاظ کر کے یہ بھی معلوم کریں کہ نتیجہ برآمد ہو گا یا نہیں اور اگر نکلے گا تو کیا ہو گا؟

امثلہ شکل اول

صغریٰ	کبریٰ
کل صلاۃ عبادۃ	کل عبادۃ تصح بنیۃ
بعض صلاۃ عبادۃ	کل عبادۃ تصح بنیۃ
کل صلاۃ عبادۃ	لا عبادۃ تصح بدون النیۃ
بعض صلاۃ عبادۃ	لا عبادۃ تصح بدون النیۃ
بعض الاسراف لیس بعبادۃ	کل عبادۃ تصح بنیۃ
لا شیء من الاسراف عبادۃ	کل عبادۃ تصح بنیۃ
القادیانی ما کان نبیا"	کل نبی مطاع، صادق
القادیانی ما کان نبیا	لا نبی کاذب
القادیانی ما کان نبیا	بعض الانبیاء لیس بعربی
القادیانی ما کان نبیا	بعض الانبیاء رسول

كل صلاة عبادة	بعض العبادة بدون الوضوء
كل صلاة عبادة	بعض العبادة بالوضوء
بعض الصلاة عبادة	بعض العبادة بالطهارة
بعض الصلاة عبادة	ليس بعض العبادة بالطهارة
لا نبی کاذب	لا کاذب محترم
لا نبی کاذب	بعض الکاذب شاطر
لا نبی کاذب	بعض الکاذب لیس بشاطر

امثلہ شکل ثانی

کل نبی صادق	کل رسول صادق
کل نبی صادق	بعض العجم لیس بصادق
کل نبی صادق	لا کاذب صادق
کل نبی صادق	بعض الانسان لیس بصادق
بعض المصلین صائم	کل مسلم صائم
بعض المصلین صائم	بعض المسلمین صائم
بعض المصلین صائم	لا ولید صائم
بعض المصلین صائم	بعض الرجال لیس بصائم
لا نبی کاذب	القادیانی کان کاذبا
لا نبی کاذب	کل مشرک کاذب
لا نبی کاذب	بعض المعرب لیس بکاذب
لا نبی کاذب	لا صادق کاذب
بعض الکتب لیس بمفید	کل رجل صالح مفید
بعض الکتب لیس بمفید	بعض المسلمین مفید
بعض الکتب لیس بمفید	لا کفر مفید
بعض الکتب لیس بمفید	بعض الناس لیس بمفید۔

امثلہ شکل ثالث

کل صلاۃ عبادۃ — کل صلاۃ للّٰہ تعالیٰ

کل صلاۃ عبادۃ — بعض الصلاۃ باللیل

کل صلاۃ عبادۃ — لا شئی من الصلاۃ بدون طارۃ

کل صلاۃ عبادۃ — بعض الصلاۃ لیس باللیل

بعض فاکھۃ حلوۃ — کل فاکھۃ لذیذۃ

بعض فاکھۃ حلوۃ — بعض فاکھۃ مرۃ

بعض فاکھۃ حلوۃ — لا شیء من الفاکھۃ بمطبوخ

بعض فاکھۃ حلوۃ — بعض الفاکھۃ لیس بطازج

لا شيء من العبد باله — کل عبد محکوم للّٰہ تعالیٰ

لا شیء من العبد باله — بعض عبد مطیع للّٰہ تعالیٰ

لا شیء من العبد باله — بعض عبد عاص للّٰہ تعالیٰ

لا عبد اله — لا شیء من العبد بقدیم

لا عبد اله — بعض العبد لیس بعربی

بعض نبی لیس بعربی — کل نبی انسان

بعض نبی لیس بعربی — بعض نبی صالح

بعض نبی لیس بعربی — لا شیء من النبی بملک ، بلا انسان ، بعالم الغیب

بعض نبی لیس بعربی — بعض الانبیاء کان غنیا

امثلہ شکل رابع

کل نبی عبد للّٰہ تعالیٰ — کل رسول نبی

کل ولی عبد للّٰہ تعالیٰ — بعض الناس ولی

کل نبی عبد للّٰہ تعالیٰ — لا اله نبی

کل نبی عبد للّٰہ تعالیٰ — بعض العرب لیس بنبی

بعض الطلاب مجتهد — کل دارس طالب

بعض الطلاب مجتهد — لا راقص طالب

بعض الطلاب مجتهد	لیس بعض التجار طالبا
بعض الطلاب مجتهد	بعض تاجر طالب
لا نبی عالم الغیب	کل رسول نبی
لا اله الا الله	لا نبی اله
لا مومنا بالله کافرا به	بعض المشرکین مومن بالله تعالیٰ
لا کافرا بالشیطان مؤمن به	بعض العرب لیس بکافر بالشیطان
کل انسان حیوان	کل حیوان جسم
بعض الانسان حیوان	کل حیوان جسم
لا شیء من الانسان بحیوان	کل حیوان جسم
بعض الحیوان لیس بحیوان	کل حیوان جسم
بعض الحیوان اسود	لیس بعض الابیض بحیوان
بعض المومن بالله مشرک به	لا کافر بالله مومن به
بعض المشرکین مومن بالله تعالیٰ	لا یدخل الجنة مشرک
کل من یدعو غیر الله مشرک	بعض من یدخل المسجد لیس بمشرک

قیاس اقترانی کی قرآن وحدیث سے مثالیں

حضرت زیاد بن الحارث صدائی فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ فجر کی نماز کی اذان کہہ کر میں نے اذان دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اخا صداء قد اذن ومن اذن فھو یقیم (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۶۴)
"تحقیق بھائی صدائی نے اذان کہی ہے اور جو اذان کہے پس وہی تکبیر کہے" (مظاہر حق ج ۱ ص ۲۳۱)

خط کشیدہ کلمات سے شکل اول بنتی ہے۔

ارشاد فرمایا کل مسکر خمر وکل مسکر حرام (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۸۶)

یہ شکل ثالث بنتی ہے۔

ارشاد فرمایا کل مشکل حرام ولیس فی الدین اشکال (ایضاً")
اگر اشکال مصدر بہ معنی مشکل ہو تو یہ شکل رابع کی وہ صورت ہے جس میں نتیجہ سالبہ کلیہ ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کل عین زانیة والمراة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی زانیة (ایضاً" ج ۲ ص ۲۸۴) "ہر آنکھ زانیہ ہے اور عورت جب عطر لگا کر مجلس سے گزرے تو وہ زانیہ ہے"

یہ شکل ثانی کی مثل ہے۔

ارشاد باری ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ارشاد نبوی ہے من اطاع اللہ فقد ذکر اللہ (ایضاً" ج ۲ ص ۵۷۳)
اگر آیت کریمہ کو صغریٰ بنائیں تو شکل اول ہے اور اگر کبریٰ بنائیں تو شکل رابع ہے۔

ارشاد نبوی ہے من آذی مسلما فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ (ایضاً" ج ۲ ص ۵۴۷) "جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی' اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی تو تحقیق اس نے اللہ کو تکلیف دی"

یہ شکل اول بنتی ہے۔

ارشاد فرمایا من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ (ایضاً" ج ۲ ص ۶۱۸) "جس نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود بھیجا' وہ میں سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود بھیجا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے"

بظاہر شکل ثالث ہے مگر ظرف کے بدلنے سے حد اوسط باقی نہ رہی۔

فائدہ : ہر شکل میں جہاں صغریٰ کبریٰ دونوں جزئیہ ہوں یا دونوں سالبہ ہوں وہ شکل نتیجہ نہ دے گی۔ اس طرح ہر شکل سے سات صورتیں نکل جاتی ہیں بقیہ صورتوں کے لیے ان کی شروط کا لحاظ کریں گے۔ وہ سات صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو' کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو
۲۔ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو' کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو
۳۔ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو' کبریٰ سالبہ کلیہ ہو

۴۔ صغریٰ سالبہ کلیہ ہو' کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو
۵۔ صغریٰ سالبہ جزئیہ ہو' کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو
۶۔ صغریٰ سالبہ جزئیہ ہو' کبریٰ سالبہ کلیہ ہو
۷۔ صغریٰ سالبہ جزئیہ ہو' کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو

یہ صورتیں تو ہر شکل سے ساقط ہوں گی۔ ان کے علاوہ ایک صورت شکل رابع سے' تین شکل ثالث سے اور پانچ شکل اول سے اور پانچ ہی شکل ثانی سے ساقط ہوتی ہیں جن کا بیان گزر گیا ہے۔

مبحث تاسع : بسا اوقات دونوں قضیوں میں ایسا لفظ آ جاتا ہے جو نہ موضوع نہ محمول اور نہ ہی حد اوسط بن سکے۔ اس وقت قضیے میں ردوبدل کر کے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ تینوں میں سے کسی ایک میں واقع ہو سکے۔ جس کی وضاحت عکس کی بحث میں گزر چکی ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ ارشاد باری ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا (النساء ۱۵۰' ۱۵۱)

آخری جملہ واعتدنا للکفرین عذابا مھینا میں الکافرین کو موضوع بنائیں اور یوں کہیں والکافرون اعتدنا لھم عذابا مھینا تو یہاں شکل اول بن جائے گی۔

۲۔ ھذا والدک واللہ امر ببر الوالد

اس کو شکل اول کی طرف یوں لے کر جائیں گے :

ھذا والدک والوالد امر اللہ ببرہ نتیجہ یوں ہوگا ھذا امر اللہ ببرہ

۳۔ ارشاد باری ہے

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون "ہم جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال غمگین کرتے ہیں سو یہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں"

چونکہ یجحدون' یکذبون کا ہم معنی ہے اس لیے یہ مفہوم ہوتا ہے المشرکون لا یکذبونک والظالمون یکذبون بآیات اللہ اور یہ بظاہر شکل ثانی بن رہی ہے۔ ہاں

اگر اس آیت کے ساتھ وما یجحد بآیاتنا الا الظالمون یا وما یجحد بآیاتنا الا کل ختار کفور کو بطور کبریٰ کے ملائیں تو شکل اول اور اگر بطور صغریٰ ملائیں تو شکل رابع ہے۔

تدریب

س : قیاس استثنائی اور قیاس اقترانی کی تعریف ذکر کر کے ان کی اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔

س : مندرجہ ذیل اصطلاحات کی وضاحت کریں
تلازم، تعاند، سبر و تقسیم

س : شکل رابع کس کے نزدیک قیاس میں داخل ہے اور کس کے نزدیک نہیں؟ نیز قیاس کی قسموں کا نقشہ تحریر کریں۔

س : شکل اول کے علاوہ دوسری شکلوں کو شکل اول کی طرف کیسے پھیرا جا سکتا ہے اور اس کی غرض کیا ہے؟

س : قیاس اقترانی، استثنائی متصل اور استثنائی منفصل میں سے ہر ایک کو دوسرے کی طرف پھیرنے کا اصول اور مثالیں ذکر کریں۔

س : کیا استثنائی کے لیے حرف لکن کا ذکر ضروری ہے بمع دلیل؟

س : قیاس کے ایک مقدمے کو حذف کرنے کی مثالیں ذکر کریں۔

س : ارشاد باری ہے ولو شاء اللہ ما اشرکوا دوسری جگہ ہے سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا نحن ولا آباؤنا مشرک اس قول کی وجہ سے کافر کیوں ٹھہرے؟

س : قیاس استثنائی کا صغری متصلہ اتفاقیہ ہو تو نتیجہ نکلے گا یا نہیں اور کیوں؟

س : قیاس استثنائی کا صغری جب لزومیہ ہو تو کس صورت میں نتیجہ عین تالی ہے اور کس صورت میں نقیض مقدم مع مثال؟

س: استثنائی کا صغری جب حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو ہو تو کس صورت میں نتیجہ نکلے گا اور کس میں نہ نکلے گا؟

س: مندرجہ ذیل آیت پر منطقی اعتراض اور اس کا جواب ذکر کریں۔

ولو علم اللہ فیھم خیرا لا سمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون

س: چند ایسی مثالیں ذکر کریں جن میں قیاس اقترانی کا صغری یا کبری قضیہ حملیہ نہ ہو۔

س: شکل اول کی خصوصیت ذکر کر کے بتائیں کہ کس شکل سے نتیجہ ہمیشہ سالبہ نکلے گا اور کس شکل سے ہمیشہ جزئیہ؟

س: اشکال اربعہ کی شرائط من حیث الکیف، من حیث الکم ذکر کر کے نتیجہ کی نوعیت نقشے میں پیش کریں۔

س: خالی جگہ پر کریں

شکل اول کی شرط صغری کا ---- ہونا ---- کا کلیہ ہونا ہے

شکل ---- کی شرط ---- کا موجبہ ہونا اور کسی ایک کا ---- ہونا ہے

---- ثانی کی شرط ---- کا کلیہ ہونا اور کسی ایک کا موجبہ اور دوسرے کا ---- ہونا ہے

س: قرآن وحدیث سے قیاس کی کچھ مثالیں پیش کریں

س: کوئی ایسی مثال پیش کریں کہ تھوڑا سا تغیر کر کے قیاس منطقی بن جائے۔

سبق ہشتم

استقراء اور تمثیل کا بیان

کسی کلی کی جزئیات میں تمہاری جستجو کے موافق ہر ہر جزئی میں جب کوئی خاص بات[1] تم کو ملے پھر اس خاص بات کا حکم تم اس کلی کے تمام افراد پر کر دو تو یہ استقراء کہلاتا ہے اگرچہ کوئی جزئی ایسا بھی ہونا ممکن ہو کہ اس میں وہ خاص بات نہ ہو مثلاً "دہلی کا رہنے والا" ایک کلی ہے اس کی جزئیات وہ ہیں جو دہلی میں آدمی رہتے ہیں ان میں تم نے اپنی جستجو کے موافق دیکھا کہ ہر ایک میں عقل ہے اس کے بعد سے حکم عقلمند ہونے کا اس کلی کے تمام افراد پر کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ دہلی کے سب رہنے والے عاقل ہیں[2]

استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا اس لیے کہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی دہلی کا رہنے والا ایسا بھی ہو کہ تمہاری تلاش میں نہ آیا ہو اور اس میں عقل نہ ہو۔

روضۃ الناظر وجنۃ المناظر کی شرح نزہۃ الخاطر العاطر اور شرح مطالع ص ۳۴۸ میں لکھا ہے کہ استقراء کی دو قسمیں ہیں استقراء تام اور اس کا دوسرا نام قیاس مقسم ہے اور دوسرے استقراء غیر مشہور۔ نزہۃ الخاطر ج ۱ ص ۸۸ پھر اس کی شرح یوں کرتے ہیں کہ قیاس منطقی کے اندر حد اوسط کلی ہوتی ہے۔ کلی میں حکم کو ثابت کر کے اس کے افراد کی طرف نسبت کرتے ہیں مثلاً" ہم کہتے ہیں محمد رسول اللّٰہ وکل رسول مطاع کبریٰ کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ نتیجہ یہ ہوگا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم مطاع اس میں حد اوسط "رسول" ہے وہ کلی ہے اس کلی کے ہر فرد کے لیے مطاع ہونا قرآن پاک میں مذکور ہے اس کے برخلاف استقراء کے اندر جزئیات کے حالات کا مطالعہ کر کے ایک وصف مشترک معلوم کیا جاتا ہے پھر اگر تمام جزئیات کا تتبع کر کے وصف مشترک متعین کیا جائے اس کے بعد کلی کے ہر فرد کے لیے اس کو ثابت کر دیا جائے تو اس کو استقراء تام کہتے ہیں اس کا دوسرا نام قیاس مقسم ہے اس وقت کلی کے ہر فرد پر حکم لگانا قطعی ہوتا ہے۔

---

[1] کوئی حکم ۱۲ ج [2] تو اسے استقراء کہیں گے ۱۲ ج

اور اگر سب افراد کے حالات کا تتبع نہ کیا جائے بلکہ بعض افراد کو دیکھا جائے اور حکم سب پر لگا دیا جائے۔ اس کو حصر ادعائی کہتے ہیں۔ اس وقت حکم ظنی ہوگا۔ اس کا نام استقراء ناقص یا استقراء غیر تام بھی ہے۔ اور عام طور پر استقراء اسی کو کہا جاتا ہے۔ (مزید دیکھئے المستصفی للغزالی ص ۶۴ روضہ الناظر وجنہ المناظر لابن قدامہ الحنبلی ج ۱ ص ۸۸۔ قطبی مع حاشیہ ص ۲۰۴، مرقاۃ ص ۴۲، حمد اللہ علی السلم ص ۲۱۴، ۲۱۵)

استقراء تام کی مثالیں

استقراء کا استعمال علوم و فنون میں خاصا پایا جاتا ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ عربی زبان میں فعل ماضی کی اصل میں کل پانچ شکلیں ہیں باقی تمام شکلوں کو انہیں کی طرف پھیرا جائے گا۔ وہ شکلیں یہ ہیں۔

(۱) ـَـ ـِـُـَ ـَـ (یہ شکل تین حرفی ماضی کے لیے ہے) جیسے ضَرَبَ، نَصَرَ، فَتَحَ، سَمِعَ، کَبُرَ، وَرِثَ

(۲) ـَـ ـْـ ـَـ ـَـ (یہ شکل چار حرفی ماضی کے لیے ہے) جیسے أَكْرَمَ، قَاتَلَ، صَرَّفَ، زَلْزَلَ اور اس کے ملحقات۔

(۳) ـَـ ـَـ ـْـ ـَـ ـَـ (یہ شکل پانچ حرفی تاء والی کے لیے ہے) جیسے تَقَبَّلَ، تَقَابَلَ، تَزَنْدَقَ اور اس کے ملحقات۔

(۴) ـِـ ـْـ ـَـ ـَـ ـَـ (پانچ حرفی ہمزہ والی کے لیے) جیسے اِجْتَنَبَ، اِنْفَطَرَ، اِحْمَرَّ

(۵) ـِـ ـْـ ـَـ ـْـ ـَـ ـَـ (چھ حرفی کے لیے) جیسے اِسْتَخْرَجَ، اِخْشَوْشَنَ، اِجْلَوَّذَ، اِدْهَامَّ، اِحْرَنْجَمَ، اِطْمَأَنَّ اور ان دونوں کے ملحقات۔

باقی تمام تعلیل شدہ کلمات کی اصل انہی کے مطابق نکلے گی جس کا مفصل طریقہ ان شاء اللہ شرح علم الصیغہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲۔ عربی کلمہ کے آخر میں جب "ـَـ وْ" ہو تو اس کے اصل میں کل دو احتمال ہیں

ا۔ "ـَـ وْ" یعنی وہ لفظ اصل پر ہو گا جیسے غَدَوْتَ، دَعَوْتَ، لَوْ، وغیرہ

۲۔ "ـَـ ـُـ وْ" یعنی اصل میں تین حروف ہیں واؤ اور ما قبل فتحہ کے درمیان ایک مضموم حرف حذف ہے جیسے دَعَوْا کی اصل دَعَوُوْا تَوَلَّوْا کا اصل تَوَلَّيُوْا ہے۔

لفظ کی اصل نکالنے کا مفصل ضابطہ مفتاح الصرف کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ نحو کے قواعد مثلاً" ہر فاعل مرفوع ہے۔ ہر مفعول بہ منصوب ہے یا صرف کے قواعد مثلاً" [ـِ ـُ] = [اسکان و نقل] یعنی جب حرف علت مضموم ما قبل مکسور ہو تو اگر آخر میں واقع ہو تو اسکان کریں گے جیسے یَرْمِیُ سے یَرْمِیْ اور اگر درمیان میں ہو تو نقل حرکت جیسے دَاعِوُوْنَ سے دَاعُوْوْنَ پھر پہلی واؤ کو حذف کر کے دَاعُوْنَ ہوا۔

یہ اور اس قسم کے دیگر قواعد استقرائی ہیں۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ کسی لفظ میں اہل فن کے بتائے ہوئے قواعد جاری نہ ہوتے ہوں ایسے کلمات کو شاذ کہتے ہیں۔

نحویوں نے قران کریم میں ہر جگہ فاعل کو مرفوع دیکھا تو ضابطہ بنا دیا۔ چونکہ جزئیات کو مد نظر رکھ کر قاعدہ بنایا جاتا ہے اس لیے اس کو استقرائی کہیں گے۔

استقراء کا نحو و صرف میں حجت ہونا علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاقتراح میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (الاقتراح ص ۶۰ طبع مجتبائی)

۴۔ علماء تفسیر مکی اور مدنی سورتوں کے خواص ذکر کرتے ہیں وہ بھی استقراء سے معلوم کردہ ہیں ہم یہاں چند خواص ذکر کرتے ہیں۔

مکی سورتوں کے خواص اور ضوابط

۱۔ جس سورت میں سجدہ ہے وہ مکی ہے

۲۔ جس سورت میں لفظ کلا ہے وہ مکی ہے۔

۳۔ جس میں لفظ یا ایہا الناس ہے اور یا ایہا الذین آمنوا نہیں ہے وہ مکی ہے سوائے سورہ حج کے اس کے اندر یا ایہا الذین آمنوا ہے اور وہ مکی ہے۔

۴۔ جس سورت میں انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام اور امم سابقہ کا ذکر ہے اور نبی علیہ السلام کو صبر کا حکم ہے اور آپ کو تسلی دی گئی ہے، وہ مکی ہے سوائے سورہ بقرہ کے۔

۵۔ جس سورت کے شروع میں حروف مقطعات ہیں وہ مکی ہے سوائے سورۃ بقرہ اور آل عمران کے اور سورۃ رعد میں اختلاف ہے۔

۶۔ مکی سورتوں میں توحید کی دعوت ہے رسالت، معاد کا اثبات جنت دوزخ کا ذکر ہے۔

۷ ـ مکی سورتوں میں مشرکین کی بری عادات مثلاً" ناحق قتل کرنا' زندہ درگور کرنا وغیرہ کا ذکر ہے۔

۸ ـ مکی سورتوں میں الفاظ مشکل اور سخت ہیں آیات چھوٹی چھوٹی ہیں اور معنی کو بسا اوقات قسم کے ساتھ پکا کیا گیا ہے۔

مدنی سورتوں کے خواص اور ضوابط

۱ـ جس سورت میں کسی فریضہ یا حد کا ذکر ہے وہ مدنی ہے۔

۲ ـ جس سورت میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہے سوائے سورت عنکبوت کے وہ مکی ہے۔

۳ ـ جس سورت میں اہل کتاب کے ساتھ گفتگو ہے وہ مدنی ہے۔

۴ ـ مدنی سورتوں کی آیات لمبی ہیں اور ان کے اندر احکام کا زیادہ ذکر ہے (ملاحظ ہو مباحث فی علوم القرآن لمناع قطان ص ۶۴ ومناہل العرفان ج ۱ ص ۱۹۱)

۵ ـ ارسال کے ساتھ لفظ ریح اور لفظ ریاح دونوں قرآن پاک میں استعمال ہوتے ہیں استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ریح عذاب کے موقعہ پر اور لفظ ریاح رحمت کے موقع پر استعمال فرمایا گیا ہے۔ (المفردات للراغب ص ۲۰۶)

۶ ـ اسلام کی طرف منسوب فرقوں کے خواص جن کا ذکر تصورات کے بیان میں گزرا ہے وہ سب استقراء سے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی بریلوی یا غیر مقلد میں وہ خواص نہ پائے جائیں جن کا ذکر وہاں گزرا ہے تو ہماری اس سے بحث نہ ہو گی پہلے یہ معلوم کرو کہ وہ ان عقائد و نظریات کا حامل ہے پھر بات آگے بڑھاؤ۔ بہت سے سادہ لوح مسلمان محض وفات کی بعض رسومات کی وجہ سے بدعتی علماء سے ربط رکھتے ہیں اور یا اللہ مدد سے نہیں جلتے وہ بریلوی نہیں ہیں۔

۷ ـ ہر باطل گروہ چند مخصوص مسائل میں الجھانے کی کوشش کرے گا۔ اور یہ بات بھی استقراء سے معلوم ہوتی ہے کہ مرزائی حیات عیسیٰ کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ آپ ان سے مرزا غلام احمد قادیانی کے بارہ میں نظریات معلوم کرلیں اگر وہ اس کی تعریف کرے تو آپ اس کا کردار سامنے رکھیں اس سے کہیں پہلے اپنا اور اپنے نبی کا ایمان ثابت کرو پھر حیات

مسیح کا مسئلہ حل کریں گے یا یہ کہ آپ مرزا قادیانی کو کافر تسلیم کریں اور مرزائیوں سے ہر قسم کے تعلقات قطع کریں پھر اس مسئلہ پر گفتگو کرو۔

۸۔ استقراء سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بریلوی حضرات علم غیب' مختار کل وغیرہ مسائل میں بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو علم ہے کہ اس بارے میں ان کے پاس قطعا دلائل نہیں ہیں۔ ان کا طریق کار مناظروں میں اور عام تقریروں میں یہ ہے کہ کفریہ عبارت بنا کر علمائے دیوبند کے نام لگا دیتے ہیں مفتی احمد یار خان نے جاء الحق ص ۷ اور ص ۴۱۹ میں یہی کچھ کیا ہے۔ معاذ اللہ ان لوگوں نے اپنے شرک و بدعت پر پردہ ڈالنے اور اپنے حلووں منڈوں کو جاری و ساری رکھنے کے لیے کتنا ہی غلیظ ترین طریقہ اپنایا ہے اب سوال یہ ہے کہ کفریہ عبارت بنانے والا کافر ہے یا جس کی طرف بنا کر نسبت کر دی گئی ہے ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ جاء الحق ص ۷ اور ص ۴۱۹ حضرت نانوتوی حضرت سہارنپوری اور حضرت تھانوی کی طرف نسبت کی ہوئی عبارتیں ہر گز ان کی کتابوں میں نہیں ہے۔ ان عبارتوں کی وجہ سے اگر کافر ہو گا تو مفتی احمد یار خان ہو گا خدا تعالیٰ کی عدالت میں مفتی صاحب کو اور اس گروہ کے خطباء کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ تو ان لوگوں کا رویہ ہے دوسری طرف ہماری سادگی ہے کہ ہمارے اکثر طلبہ کو اپنے بزرگوں کی طرف منسوب الزامات کی حقیقت کا علم نہیں ہے خدارا اصل کتابوں کا مکمل مطالعہ کرو اور اس کتاب میں ذکر کردہ طریقہ کار سے فائدہ حاصل کرو۔

۹۔ استقراء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلد جب عاجز آ جاتے ہیں تو فقہ کی چند جزئیات کو پیش کرتے ہیں مہربانی فرما کر قیاس جدلی کو خوب سمجھ لو تا کہ با مقصد گفتگو ہو سکے۔

۱۰۔ یہ بات بھی استقراء سے معلوم ہوتی ہے کہ بریلوی حضرات جب دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں تو کشف الہام معجزہ اور کرامت کا سہارا لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دعویٰ ہر ہر غیب کو مکمل جاننے کا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام بلکہ اولیاء کرامؒ ہر ہر غیب کو جانتے ہیں۔ اور ہمارے اکابر سے کوئی واقعہ لائیں گے اس سے ایک یا چند مغیبات کا علم ثابت ہو گا جس کو کشف یا الہام کہا جاتا ہے ہم اس کے منکر نہیں اور جس کے ہم منکر ہیں اس کا ان واقعات میں ثبوت نہیں ہے۔

اس طرح ہمارے اکابر کی کرامتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جس چیز کو آنحضرت ﷺ کے لیے ماننا شرک کہتے ہیں اس کو اپنے اولیاء کے لیے مان لیتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ بات عین حقیقت ہے کہ ہمارے عقائد کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔ بزرگوں کے واقعات اور سوانح ہمارے عقائد کا ماخذ نہیں ہے۔ عقیدہ تو ہمارا وہی ہونا چاہیے جو صحابہ کرام کا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارے بزرگوں کا یا ان کے سوانح نگاروں کا عقیدہ معاذ اللہ خراب تھا۔ اگر ان عقائد برباد تھے تو ہمیں صحیح عقائد کس واسطے سے حاصل ہوئے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ کرامت کہہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کام صاحب کرامت کی اختیار میں نہ تھا اللہ نے چاہا اس کے ہاتھ پر صادر کروا دیا' بلکہ کرامت کے صدور کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ جس نبی کا یہ صاحب کرامت پیرو کار ہے اس کا دعویٰ سچا ہے اس نبی کی تصدیق اور اس کی اتباع میں نجات منحصر ہے۔ جیسا کہ ہم نے منطق کی غرض کے ضمن میں ذکر کیا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ کرامت کے ماننے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ ہی حاجت روا مشکل کشا ہے۔ اللہ ہی کو پکارو۔ کیونکہ ولی کو کرامت باذن اللہ نبی کی اتباع سے ملا کرتی ہے اور نبی کا کام صرف خدا ہی کو پکارنا ہے ارشاد باری ہے قل انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احدا "کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ گزر چکا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو معجزات دکھائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو معجزہ دکھایا اس لیے تا کہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی حاجت روا مشکل کشا ہے اس کو پکاریں نہ کہ حضرت موسیٰ حضرت صالح علیہ السلام کو۔ اس کی کچھ بحث گزر چکی ہے' کچھ مادہ قیاس کے بیان میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ الغرض معجزہ اور کرامت کا ثبوت بھی ہمارے ہی دعویٰ کا موید ہے نہ اس کے دعویٰ کا

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ استقراء اور تمثیل دونوں قیاس منطقی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ استقراء کی مثال یوں دیتے ہیں۔ کل فرض لا یودی علی الراحلۃ (ہر فرض سواری پر ادا نہیں ہو سکتا) اس کی دلیل یوں ہے کہ فرض کے افراد کا استقراء کر کے ہر ہر فرد کے

لیے اس حکم کو ثابت کیا جائے اور یوں کہا جائے۔ کل فرض اما قضاء او اداء او نذر و کل قضاء واداء و نذر فلا یودی علی الراحلة (ہر فرض یا قضاء ہے یا اداء ہے یا نذر اور ہر قضاء اور اداء اور نذر تو نہیں ادا کیے جاتے سواری پر) خط کشیدہ حد اوسط کو حذف کر کے نتیجہ یہی نکلے گا۔ کل فرض لا یودی علی الراحلة (المستصفی ص ۶۴)

استقراء کو قیاس منطقی کی طرف لوٹانے کی ایک مثال مولانا اسماعیل صاحبؒ غیر مقلد کے کلام میں موجود ہے موصوف لکھتے ہیں۔

"علماء دیوبند کو ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کیا ہے جتنا مناظرت نے ہم کو نیچا دکھایا اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش کر دیا اس مرکز علمی دارالعلوم دیوبند کی پیداوار خیالات کے لحاظ سے تین قسم پر ہے ا۔ مولوی انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کا رجحان بدعت کی طرف ہے اور اہل حدیث سے انتہائی بغض، ۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں بدعت کم ہے مگر اہل حدیث سے بے حد بغض، ۳۔ مولوی حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں (ان کے مریدوں میں حضرت امام اہل سنت حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم بھی ہیں۔ قاسم) توحید کی حمایت اور اہل توحید سے محبت تو ہے لیکن بعض کو سنت سے بہت زیادہ بغض ہے۔

مدرسہ دیوبند میں اختلاف کے ساتھ جو چیز مشترک طور پر پائی جاتی ہے وہ اہل حدیث سے بغض ہے دیوبندی احناف نرم ہو کر سنت سے بھکاتے ہیں اور مولوی احمد علی صاحب لاہوری وغیرہ اور بعض دوسرے لوگ اس راہ میں غلط بیانی سے بھی پرہیز نہیں کرتے مولوی خیر محمد جالندھری سے چونکہ توحید میں ایک حد تک اشتراک ہے اس لیے اہل حدیث ان حضرات پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں لیکن ان حضرات میں سنت اور اہل حدیث سے بغض طبیعت ثانیہ ہو چکی ہے ان حضرات پر قطعا اعتماد نہیں کرنا چاہیے اس پہلو کو "نتائج التقلید میں" ذرا وضاحت سے کہنا چاہیے تاکہ یہ باہمی اعتماد ختم ہو جائے آپس میں اختلاط سوچ سمجھ کر ہو نرمی اور گرمی حقائق کو نہ بدل دے (اہل حدیث بھائیوں کو فاضل محترم کی نصیحت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے) (مولف نتائج التقلید)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فن تصوف و زہد کے ماہر مشہور تھے لیکن حقیقت زہد کو خدا ہی جانتا ہے کہ کہاں تک ان میں موجود تھا ہاں اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے

کہ سچے صوفی سنت کے شیدائی ہوتے ہیں مگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی تصانیف میں سنت اور اصحاب حدیث سے انتہائی بغض پایا جاتا ہے عفا اللہ عنہ اسی غلط تصوف کی وجہ سے ان کی طبیعت پر وہم غالب تھا اور یہ چھاچھ والا خواب اور اس کی تعبیر اس وہم کا کرشمہ ہے (نتائج التقلید ص ر)

اس عبارت میں استقراء کو قیاس منطقی کی طرف یوں لوٹایا جا سکتا ہے علماء دیوبند تین قسم پر ہیں اور تینوں قسموں میں سے ہر ایک کو اہل حدیث سے بغض ہے حد اوسط کو حذف کر کے نتیجہ یہ نکلے گا علماء دیوبند کو اہل حدیث سے بغض ہے۔

نتائج التقلید غیر مقلدین کی حنفیہ کے خلاف بغض سے بھری ہوئی کتاب ہے خود مولانا اسماعیل صاحب کی اس عبارت میں کون سی رواداری یا نرمی پائی جاتی ہے جو حنفیہ سے بغض کا شکوہ ہے۔ اہل حدیث سے ہمیں اختلاف کیوں ہے اس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے اور کچھ آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

البتہ یہ خالص افتراء ہے کہ علماء دیوبند کو سنت سے بغض ہے یہ ان کی جہالت ہے کہ اپنے مخالف کو سنت کا مخالف سمجھ لیتے ہیں۔ البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ہم الحمد للہ اہل القرآن والحدیث ہیں اور یہ لوگ اہل حدیث اور ہمیں بھی اہل حدیث بنانا چاہتے ہیں پھر غیر منصوص مسائل میں اپنے اجتہاد کو فقہ محمدی کہہ کر حدیث نبوی کا درجہ دلانا چاہتے ہیں اور یہ ہم سے نہیں ہوتا اور یہی چیز باعث نزاع ہے۔ مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مادہ قیاس بحث قیاس جدلی میں ملاحظہ فرمائیں ہوگا۔

موصوف نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تصوف کے بارہ میں نہایت رکیک کلمات استعمال کئے ہیں۔ پھر اس قسم کے کلمات سنانے کے بعد وہ ہماری طرف سے محبت اور عقیدت نہ ہونے کا شکوہ کیوں کر رہے ہیں۔ موصوف نے حضرت تھانوی کے ایک خواب کا ذکر بھی کیا ہے بلکہ وہ خواب ہی سے ان کی کتاب نتائج التقلید کی تصنیف کا باعث ہے ہم اس خواب کو نتائج التقلید ہی سے نقل کرتے ہیں۔

اشرف السوانح کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

حضرت والا کے زمانہ طالب علمی کا خواب یاد آگیا سو دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کی دہلیز پر کچھ طلبا جمع ہیں اور چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے گو حضرت والا کو چھاچھ سے طبعاً بے

حد رغبت ہے لیکن خواب میں اس چھاچھ کے لینے سے انکار کر دیا جو وہاں تقسیم ہو رہی تھی۔ حضرت والا کے ذہن میں اس خواب کی تعبیر فوراً" یہ آئی کہ اس جماعت کا طریق دین کی محض صورت ہے جس میں معنی نہیں جیسے چھاچھ گو صورۃ دودھ کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اس میں روغن نہیں ہوتا دین کی اور علم کی صورت مثالی دودھ ہے جس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے اور یہاں دودھ کی بجائے چھاچھ تقسیم ہوتے دیکھی گئی جو دودھ کے مشابہ تو ہوتی ہے لیکن دودھ میں جو اصل چیز ہے یعنی روغن وہ اس میں نہیں وہ اس میں نہیں ہوتا (اشرف السوانح ص ۱۲۴) بحوالہ نتائج التقلید ص ۳۸

اس کے بعد صاحب نتائج التقلید نے حضرت تھانوی کے خلاف اپنے دل کا غصہ بڑے رکیک کلمات استعمال کر کے نکالا ہے جن کا حرف بحرف نقل کر کے جواب دینا باعث طول ہے قیاس جدلی پڑھ کر ان شاء اللہ حضرت تھانوی کی اس ذکر کردہ تعبیر کی تصدیق ہو جائے گی۔ افسوس یہ کہ اس مقام پر نتائج التقلید کے اندر اشرف السوانح کے اسی مقام سے چند ضروری باتیں ترک کر دی ہیں مثلاً" حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدین کے بارہ میں فرمایا کہ ان کے اندر بدگمانی اور بد زبانی پائی جاتی ہے۔ ان حضرات میں عموماً" ادب کی کمی ہوتی ہے بیباک ہوتے ہیں اور تقویٰ کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں (اشرف السوانح ص ۲۰۶، ۲۰۷ طبع ایم ثناء اللہ خان اینڈ سنز ریلوے روڈ لاہور)

غیر مقلدین بتائیں کیا ان کے اندر یہ چیزیں موجود ہیں یا نہیں مزید بحث آگے آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی جزئی خاص میں تم نے کوئی بات[1] دیکھی پھر تم نے اس بات کی علت تلاش کی یعنی یہ سوچا کہ یہ بات اس شے خاص میں کیوں ہے اور سوچنے سے تم کو اس کی وجہ[2] علت مل گئی پھر وہی علت ایک دوسری شے میں تم کو ملی تو اس میں بھی تم نے اس بات کو ثابت کر دیا اس کو تمثیل کہتے ہیں مثلاً شراب کے اندر تم نے دیکھا کہ یہ حرام ہے تو تم نے اس حرام ہونے کی وجہ سوچی

---

[1] کوئی حکم ۱۲ ج

[2] وہ وجہ جس پر اس حکم ہونے کا مدار ہو اور جس کی وجہ سے ہی یہ حکم ہو رہا ہو ۱۲ ج

سوچنے سے پتہ چلا کہ اس کی وجہ نشہ ہے پھر یہی نشہ تم نے دیکھا کہ بھنگ میں بھی ہے تو وہی بات یعنی حرام ہونے کا حکم تم نے اس پر بھی لگا دیا۔

اب یہاں چار چیزیں ہوئیں ایک وہ شے جس کے اندر اصل میں وہ بات ہے اس شے کو اصل اور مقیس علیہ کہتے ہیں دوسری وہ بات جو اصل کے اندر موجود ہے وہ حکم کہلاتا ہے تیسری اس کی وجہ جو تم نے سوچ کر نکالی ہے وہ علت کہلاتی ہے چوتھی شے وہ جس کے اندر تم نے علت دیکھی اور حکم اس میں جاری کیا اس کا نام مقیس اور فرع ہے نقشہ ذیل سے خوب سمجھ لو

مقیس علیہ یا اصل	حکم	علت	مقیس یا فرع
شراب	حرام ہونا	نشہ	بھنگ

تمثیل سے بھی یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ جو مقیس علیہ کی تم نے علت نکالی ہے ممکن[1] ہے وہ اس حکم کی علت نہ ہو[2]

تمثیل کو فقہاء قیاس کہتے ہیں۔ یعنی فقہ اور اصول فقہ کی اصطلاح میں جس کو قیاس کہتے ہیں اس کو منطقی تمثیل کہتے ہیں فقہی قیاس کے اندر بھی غیر منصوص جزئی کا حکم منصوص جزئی سے معلوم کرتے ہیں۔

شاگرد: استاد جی کہتے ہیں کہ جزئی نہ کاسب ہوئی ہے نہ مکتسب اور یہاں کاسب

---

۱ مثلاً" کسی نے یہ دعوی کیا کہ غاصب (زبردستی چھین لینے والا ۱۲ج) کا ہاتھ بھی کاٹا جائے کیونکہ چور کا ہاتھ کاٹا جانا سب مانتے ہیں' اور علت اس کی غیر کا مال بدون رضا مندی لینا ہے اور یہ بات غصب میں بھی پائی جاتی ہے تو اس کا حکم بھی یہی (ہاتھ کاٹنا ۱۲ج) ہونا چاہیئے تو دوسرا شخص اس کو جواب دے گا کہ جو علت مقیس علیہ کی تم نے نکالی ہے' ہم نہیں مانتے کہ وہ اس کی علت ہے' بلکہ اس کی علت دوسرے کا مال بدون رضامندی کے خفیہ طور پر لینا ہے' اور یہ بات غصب میں نہیں پائی جاتی (کیونکہ وہ وہاں تو کھلم کھلا لیا جاتا ہے ۱۲ج) اس لیے غصب میں وہ حکم ہاتھ کاٹنے کا بھی ثابت نہ ہوگا۔ ۱۲ شف

۲ ایسی علت نہ ہو کہ جس پر حکم کا مدار ہو۔ ۱۲

اور مکتسب دونوں جزئی ہیں۔
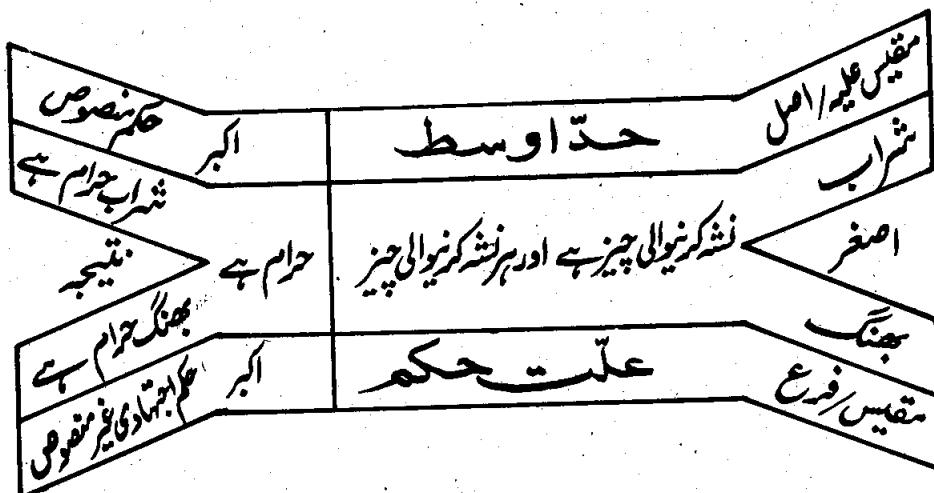
استاد: ہم دونوں جزئیوں کے حالات پر غور کر کے وصف مشترک نکال کر حکم لگاتے ہیں دونوں جزئیوں کا علم پہلے سے ہے ان کے حالات بھی الگ الگ معلوم ہیں غور کرتے وصف مشترک معلوم کر کے حکم مشترک لگایا جاتا ہے اور وصف مشترک اور حکم مشترک دونوں کلی ہیں اسی لیے تو مشترک ہیں لہٰذا جزئی کا جزئی سے اکتساب لازم نہیں ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تمثیل (قیاس فقہی) بھی قیاس منطقی کی طرف راجع ہوتا ہے (المستصفی ص ٦٥)

مصنف کی ذکر کردہ مثال سے قیاس منطقی بنانے کے لیے کہ پہلے ہم شراب کی حرمت کی علت تلاش کر کے یوں کہیں گے شراب حرام ہے کیونکہ شراب نشہ کرتی ہے اور ہر نشہ کرنے والی چیز حرام ہے۔ اس کے بعد بھنگ میں یہی علت دیکھ کر مندرجہ بالا شکل اول میں لفظ بھنگ کو اصغر بنا دیا اور یوں کہا۔ بھنگ نشہ کرتی ہے اور ہر نشہ کرنے والی چیز حرام ہے لہٰذا بھنگ حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمثیل کے اندر پہلے حکم منصوص کی علت نکال کر شکل اول بنانی پڑتی ہے۔ اس شکل اول میں اصغر مقیس علیہ، علت حد اوسط اور حکم اکبر ہوگا۔ پھر دوسرے قیاس میں مقیس اصغر ہوگا حد اوسط اور اکبر بدستور رہیں گے۔ ذیل کے نقشہ میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

مقیس علیہ/اصل
شراب
اصغر
بھنگ
مقیس/فرع
حد اوسط
نشہ کرنیوالی چیز ہے اور ہر نشہ کرنیوالی چیز
علت حکم
حرام ہے
اکبر
حکم منصوص
شراب حرام ہے
نتیجہ
بھنگ حرام ہے
اکبر
حکم اجتہادی غیر منصوص

حد اوسط جو حکم کی علت ہوتی ہے اس کے بہت سے نام ہیں مثلاً" سبب' امارۃ' داعی' مستدعی' باعث' حامل' علامہ' مناط' دلیل' مقتضی' موجب' مؤثر' معرف (المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل للشیخ ابن بدران الدمشقی ص ۱۴۷)

تمثیل کے لیے علت کے معلوم کرنے کو اصولیین کی اصطلاح میں تخریج مناط کہا جاتا ہے اس کی مناسبت سے علم اصول کی تین اصطلاحات کی وضاحت ان شاء اللہ فائدہ مند رہے گی وہ اصطلاحات یہ ہیں: تحقیق مناط' تنقیح مناط' تخریج مناط۔

تحقیق مناط یہ ہے کہ شریعت کا ایک حکم کسی خاص صورت میں وارد ہوا پھر اس صورت کی نوع کی تمام جزئیات میں اس حکم کو ثابت کیا جائے جیسے محرم کے کئے ہوئے شکار کی قیمت لگانا تو خاص جزئی کے اندر قیمت کو معلوم کرنا یہ تحقیق مناط ہے نہ قیاس ہے نہ اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۲۔ تنقیح مناط کا معنی ہوتا ہے علت کو نکھارنا' امور زائدہ کو جدا کر کے حکم کی اصل علت کو واضح کرنا اس طرح کہ شریعت کا حکم ایک خاص صورت میں وارد ہوا اس کے اندر کئی امور جمع ہو گئے کوئی علت بن سکتے ہیں اور کوئی نہیں بن سکتے۔ تو اس وقت علت کو امور زائدہ سے جدا کرنا تنقیح مناط ہے جیسے نبی علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آکر بتایا کہ اس نے بیوی سے جماع کر لیا ہے آپ نے اسے کفارہ کے ادا کرنے کا حکم دیا اس واقعہ میں حکم اور صورت کا موازنہ کر کے تنقیح مناط سمجھیں

[حکم] = [وجوب کفارہ]

[صورت] = [رمضان کے دن میں روزہ کی حالت میں مرد کا اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ قبل میں ایلاج کرکے جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا۔]

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وجوب کفارہ کی مناط و علت خط کشیدہ الفاظ میں مذکور ہے۔ باقی امور زائد ہیں ان کو علت بننے میں دخل نہیں ہے لہٰذا رمضان شریف کے روزے میں جان بوجھ کر کھانے پینے کی وجہ سے بھی کفارہ ہوگا۔ جس طرح جماع کی وجہ سے کفارہ ہے زنا اور لواطت کی وجہ سے بھی ہوگا کما لا یخفی

امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجوب کفارہ کی علت رمضان میں جماع کا پایا جانا ہے' باقی اوصاف ملغی ہیں۔ مثلاً مرد ہونا' عورت کا بیوی ہونا' ملک عرب میں ہونا وغیرہ۔ ان حضرات کے نزدیک رمضان میں اکل و شرب کی وجہ سے کفارہ واجب نہ

ہو گا۔ تخریج مناط یہ ہے کہ شارع کسی چیز کی طرف کسی حکم کو منسوب کرتے ہیں اور جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کے اندر علت حکم بننے کی صلاحیت نہیں ہے اب مجتہد غیر منصوص مسائل کو جاننے کے لیے اس کی علت کا استخراج کرتا ہے۔

تنقیح اور تخریج کا فرق یہ ہوتا ہے کہ تنقیح کی صورت میں حکم علت ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے صرف امور زائدہ کو جدا کر کے تنقیح کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ تخریج کے اندر حکم جس کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ علت بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ تخریج مناط کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے گندم بدلے کے اور اسی طرح کئی چیزوں کو اپنی ہم جنس کے ساتھ تفاضل سے بیچنے سے منع کیا ہے فقہاء نے اس کی علت نکالی ہے جس کا مفصل بیان ہدایہ و نور الانوار وغیرہ میں ہے۔

علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تحقیق مناط اور تنقیح مناط دونوں قیاس فقہی نہیں ہیں قیاس صرف تخریج مناط کے ساتھ کرنا پڑتا ہے (فیض الباری ص ۵۸' ۶۰ المدخل الی مذہب الامام احمد ص ۱۴۲' ۱۴۳)

ان تینوں اصطلاحات کی چند مثالیں :

۱) شریعت نے ماپ تول کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اس کے لیے ہر طرح کے وسائل اختیار کرنا تحقیق مناط ہے۔ مثلاً" ترازو اور باٹ کو صاف کرنا۔ پلڑوں سے گرد و غبار اتارنا سامان کو بمع سواری کے تول کر سواری کا اندازے سے وزن نہ بتانا' اپنے اندازے سے نہیں بلکہ تول کر وزن کر کے چیز دینا۔ یہ اور قسم کی بیسیوں جزئیات تحقیق مناط آئیں گے یہ قیاس نہیں کہ ان کو امتی کا قول کہہ کر رد کر دیا جائے۔

۲) جن آیات میں بتوں کی عبادت کی برائی کا ذکر ہے ان سے نیک یا بد انسان یا جن یا فرشتے کی عبادت کی برائی پر استدلال قیاس نہیں بلکہ تحقیق مناط ہے کیونکہ بتوں کی عبادت اس لیے شرک نہیں کہ وہ پتھر یا لوہے کے ہیں بلکہ غیر اللہ ہونے کی وجہ سے ہے لہذا خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت ہو شرک ہے۔

۳) جو حکم مسیلمہ کذاب کی امت کا تھا وہی حکم مرزا قادیانی کی امت کا ہے۔ یہ قیاس نہیں بلکہ تحقیق مناط ہے دونوں جھوٹے نبی ہیں۔ علت نکال کر قیاس کرنے کی قطعا حاجت نہیں معاملہ بالکل صاف ہے۔

۴) ارشاد باری ہے وربائبکم اللاتی فی حجورکم "اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہیں"

فقہاء نے مطلقاً ربیبہ کو حرام بتایا ہے کیونکہ فی حجورکم کی قید کا حکم میں دخل نہیں ہے۔ یہ تنقیح مناط ہے۔

۵) ارشاد باری ہے الطلاق مرتان فامساکٌ بمعروف او تسریح باحسان "طلاق رجعی ہے دو بار تک اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے"

اس کے بعد خلع کے احکام بیان کیے پھر فرمایا تلک حدود اللّٰہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللّٰہ فاولٰئک ھم الظالمون ○ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللّٰہ (البقرہ ۲۳۰) "یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم۔ پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا پھر اگر طلاق دے دے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم" (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

ان آیات کریمہ میں اللہ پاک نے طلاق کا بہتر طریقہ بیان فرمایا کہ اگر کسی مجبوری سے طلاق دینے کی ضرورت ہو تو دو مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کا حق ہے اگر تیسری طلاق دے دی تو معاملہ مرد عورت بلکہ دنیا کی تمام عدالتوں کے اختیار سے باہر نکل گیا جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ جائے پہلے کے لیے حلال نہیں۔ علماء نے تنقیح مناط کے ساتھ یہ بات فرمائی کہ تین طلاقیں جس طرح بھی واقع کرے، حرمت ثابت ہوگی۔ تین کا عدد ضروری ہے اکٹھی ہوں یا متفرق۔ ایک مجلس ہو یا زیادہ۔ ایک لفظ سے ہوں یا زیادہ سے۔ اور اس مسئلہ پر صحابہ تابعین ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اتفاق ہے جن کے حوالہ جات اور دلائل حضرت امام اہل سنت مدظلہ العالی کی عمدۃ الاثاث میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں چند نکتے کی باتیں یاد رکھیں:

۱۔ نکاح خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بیویاں بہائم کی طرح نہیں کہ جب چاہو، خریدو جب چاہو بیچو۔ نبی علیہ السلام نے خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا

فاتقوا الله فی النساء فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله (مسلم ج ۲ ص ۸۸۹ تحقیق فواد عبد الباقی' ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۰۲۵ تحقیق فواد عبد الباقی)

"پس عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس لیے کہ تم نے ان کو لیا ہے اللہ تعالیٰ کے عہد کے ساتھ (یعنی اللہ نے تم سے عہد لیا ہے یا تم نے اللہ سے عہد کیا ہے ان کے حقوق کی ادائیگی کا۔ از مظاہر حق) اور حلال کیا تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے حلال کرنے سے" (بکلمة الله کا صحیح مفہوم ہے باباحة الله نووی شرح مسلم ج ۸ ص ۱۸۳ طبع بیروت)

واقعی خدا کا بڑا احسان ہے کہ بغیر کسی قربانی کے' بغیر کسی بڑے صدقے کے ایجاب قبول اور مہر کے ساتھ اس عورت کو حلال کر دیا جس کو شہوت کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز تھا۔

اگر خاوند بیوی میں ناچاقی ہو جائے تو آخری حل شریعت نے طلاق کو بتایا۔ جلد بازی کرنے سے منع فرمایا لیکن اس کا معنی یہ تو نہیں کہ جلد بازی کرنے سے طلاق ہی نہ ہوگی۔ حالت حیض میں طلاق دینے سے منع فرمایا مگر یہ مطلب تو نہیں کہ طلاق واقع ہی نہ ہوگی۔ اگر ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی تو شیطان کو خوش ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ حیرت کی بات ہے کہ خدا کی نافرمانی بھی کرتا رہے اور طلاق بھی نہ پڑے۔ یہ تو ایسے ہوا جیسے کوئی جاہل یوں کہے کہ بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے غسل واجب ہے مگر غیر عورت کے ساتھ زنا یا کسی کے ساتھ لواطت کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ خدا کی نافرمانی ہے یا جیسے کوئی کہے کہ بکری کا گوشت کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' خنزیر کا گوشت حرام ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کا فرمان نقل کیا ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنی فوجیں بھیجتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کریں۔ جو زیادہ فتنے باز شیطان ہوتا ہے وہ ابلیس کا زیادہ قریبی ہوتا ہے۔ ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کیا' میں نے وہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک آکر کہتا ہے میں نے اس کو نہ چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی

بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا شیطان اس کو قریب کرتا ہے اور کہتا ہے تو بہت اچھا ہے (مسلم ج ۲ ص ۳۷۶)

شیطان کیوں خوش ہوتا ہے؟ اس لیے کہ جب پیچھے پڑ جاتا ہے تو تین طلاق دلوا کر ہی دم لیتا ہے۔ اگر تین طلاق کے بعد بھی گنجائش ہوتی تو شیطان یہ کیوں کہے

ما ترکنه حتی فرقت بینه وبین امراته ۱۔

شیطان کیوں خوش ہوتا ہے؟ اس لیے کہ خاندانوں میں عداوت بڑھے گی ہو سکتا ہے قتل وقتال تک نوبت پہنچ جائے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ اگر تین طلاقوں کے بعد پھر جدا نہ ہوئے تو خدا کی نافرمانی کرتے رہیں گے اور اولاد حرام ہوگی۔ وراثت کے مسائل بھی متاثر ہوں گے۔

دنیا میں دو طبقے طلاق سے اور بالخصوص طلاق ثلاثہ سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ ایک ابلیس جس کی نبی علیہ السلام نے خبر دی اور دوسرے غیر مقلد یہ اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ اب سوائے ان کے اور کوئی حلت کا فتوی نہ دے گا۔ امید غالب ہے کہ طلاق دینے والا ان کے گروہ میں ترقی کا باعث بن جائے گا۔

۱۔ اس حدیث سے غصے کی حالت میں طلاق کے نافذ ہونے کا مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کیونکہ غصہ شیطانی چیز ہے۔ حدیث کا غالبا" مفہوم یہ ہے کہ شیطان خاوند کو اتنا غصہ دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ تین طلاقیں دے ڈالتا ہے جس سے بیوی جدا ہو جاتی ہے۔

علامہ شہاب الدین قسطلانی (المتوفی ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ بعض متاخرین حنابلہ اس کے قائل ہیں کہ غصے میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور متقدمین حنابلہ میں سے کسی سے یہ نہ پایا گیا۔ پھر اس کا جواب یوں نقل کرتے ہیں

طلاق الناس غالبا انما هو فی حال الغضب ولو جاز عدم وقوع طلاق الغضبان لکان لکل احد ان یقول کنت غضبان فلا یقع علی طلاق (ارشاد الساری لشرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۴۳)

"لوگوں کی طلاق اکثر غصے کی حالت میں ہوتی ہے اور اگر غصے والے کی طلاق کا واقع نہ ہونا جائز ہو تو ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں غصے میں تھا لہٰذا مجھ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔

۳۔ ارشاد باری ہے

یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربکم لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة وتلک حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا ○ فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف (سورة الطلاق)

محمد قاسم خواجہ اس آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں

"اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو' انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے انہیں ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تو نہیں جانتا شاید اللہ تعالی اس کے بعد کوئی بات پیدا کر دے۔ پس جب پہنچیں اپنی مدت کو تو انہیں نیکی کے ساتھ رکھ لو یا نیکی کے ساتھ جدا کر دو"

پھر خواجہ صاحب لکھتے ہیں

"فطلقوهن لعدتهن کے دو مطلب لیے گئے ہیں (ا) عدت کے وقت طلاق دو (۲) عدت کے شروع میں طلاق دو" الی ان قال "پھر جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ طلاق رجعی کا حکم نافذ کرنے کے بعد اس دھمکی سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق ثلاثہ ظلم ہے۔ اس کے متعلق یہ تاویل نہیں پھبتی کہ وہ چونکہ ایسا ہی کر ہی بیٹھا ہے اب یہ طلاقیں واقع ہو کر رہیں گی۔ اس نے خود حق رجوع ساقط کر دیا ہے تو اسے خواہ مخواہ یہ حق کیوں دیا جائے اس لیے کہ یکمشت تین طلاق ظلم ہے اور ظلم کو قائم رکھنا قرین انصاف نہیں۔ (خواجہ صاحب کو چاہئے کہ جس نے نے خود کشی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اس ظلم کا بھی ازالہ کریں اور اس کو زندہ ہی تسلیم کریں۔ راقم) پھر کہا لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا احداث کی تفسیر صحابہؓ نے رجوع سے تعبیر کی ہے۔" (تین طلاقیں ص ۲۴ تا ۲۵)

خواجہ صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ طلاق ثلاثہ ظلم ہے۔ اور اس آیت میں اس سے

روکا گیا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

واحتج الجمهور بقوله تعالى ومن يعتد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لا تقع لم يقع طلاقه هذا الا رجعيا فلا يندم (شرح مسلم ج ۱۰ ص ۷۰ طبع بیروت)

"جمہور نے اس آیت سے استدلال کیا ہے ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ طلاق دینے والے کو کبھی شرمندگی ہوتی ہے جس کا تدارک جدائی کے واقع ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں ہوتا اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو یہ طلاق رجعی ہی واقع ہوتی تو اس کو شرمساری نہ ہوتی۔

خواجہ صاحب بتائیں کہ اگر طلاق ثلاثہ واقع ہی نہیں ہوتیں تو ظلم کیسے بن گئیں اس سے روکنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ ظلم کو باقی رکھنا قرین انصاف نہیں ہے۔ کیسی مہمل بات کر دی۔ جب تین طلاقیں سرے سے واقع ہی نہیں ہوتیں تو ظلم کو باقی رکھنے نہ رکھنے کا سوال کیسے پیدا ہو گیا۔ الغرض جمہور کا استدلال نہایت قوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے بتایا کہ اس نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ راوی کہتے ہیں آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ آپ اس کی بیوی کو اس کے پاس لوٹائیں گے۔ پھر فرمایا تم میں سے ایک بیوقوفی پر سوار ہوتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! اللہ تعالی فرماتا ہے ومن يتق الله يجعل له مخرجا تو میں تیرے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ عصيت ربك وبانت منك امراتك تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔ (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۰۔ مختصر ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۳۔ جامع الاصول ج ۷ ص ۶۲۲۔ جامع الاصول کے حاشیہ میں ہے اسنادہ صحیح)

۴۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں

"بیک وقت تین طلاق سے جس معاشرتی خرابی یا اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضور علیہ السلام سے مخفی نہ تھا۔ آپ کے نزدیک اس مسئلہ کی اہمیت کچھ کم نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا فلاں شخص نے اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ آپ

غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا

ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم

"کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے اور ابھی میں تم میں موجود ہوں" (عن محمود بن لبید' نسائی' کتاب الطلاق) (تین طلاقیں ص ۲۶) ابن قیم' ابن کثیر وغیرہ محدثین اس حدیث کو صحیح لکھتے ہیں۔ حوالہ جات کے لیے عمدۃ الاثاث ص ۲۷ کا مطالعہ کریں حافظ ابن القیم لکھتے ہیں کہ آپ نے ان کو رد نہیں فرمایا بلکہ جاری کر دیا تھا۔ (تہذیب سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۹)

خواجہ صاحب اور ان کی جماعت سے یہ سوال ہے کہ اگر تین طلاقیں نافذ ہی نہیں ہوتیں تو یہ جملہ بالکل لغو ہے۔ ناراضگی کی کیا وجہ ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ نبی علیہ السلام تو تین طلاقیں یک دم دینے والے پر سخت ناراض ہوں اور تم لوگ اس کو خوشخبریاں سنا کر اپنی جماعت میں داخلہ کی دعوت دیتے ہو۔ ایسے مغضوب علیہ کو تم لوگ کیوں پناہ دیتے ہو؟ اللہ کی کتاب سے کھیلنے والوں کو تم لوگ گلے لگاتے ہو۔ آخر کیوں؟

شاگرد: استاد جی وہ کہتے ہیں کہ جس طرح چار طلاقیں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہوتی ہیں اس طرح ہمارے نزدیک تین کی صورت میں ایک ہی واقع ہوتی ہے۔

استاد: آزاد عورت تین طلاق کے بعد محل طلاق نہیں رہتی جس طرح غیر منکوحہ کو طلاق دینے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن جب آدمی طلاق دینے کا اہل ہے عورت محل طلاق ہے' پھر طلاق میں کیا رکاوٹ ہے؟ علاوہ ازیں تین سے زیادہ طلاقیں دنیا میں تو نافذ نہ ہوں گی لیکن آخرت میں ان کا مواخذہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس ؓ سے ایک آدمی نے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے ڈالی میرے لیے آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا

طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بھا آیات اللہ ھزوا "تیری طرف سے اس کو تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقوں کے ساتھ تو نے اللہ کی آیات سے ٹھٹھا کیا ہے۔ (موطا امام مالک مجتبائی ص ۱۹۹ طبع بیروت ج ۲ ص ۵۵۰' جامع الاصول ج ۷ ص ۵۸۸)

شاگرد: استاد جی! وہ کہتے ہیں کہ طلاق مرد دیتا ہے' عورت کا کیا قصور ہے جو دوسری

جگہ نکاح کر کے آئے؟ نیز یہ تو بڑی بے غیرتی ہے؟

استاد : یہ لوگ فقہاء پر نہیں بلکہ براہ راست قرآن وحدیث پر اعتراض کرتے ہیں۔ قرآن پاک کے اس حکم کا فائدہ یہ ہے کہ باغیرت مسلمان مرد اپنی زبان سنبھال کر رکھے گا۔ وہ معاملے کو اتنا بگڑنے ہی نہ دے گا کہ نوبت طلاق تک پہنچے کیونکہ اسے پتہ ہوگا کہ اگر غلطی سے تین کا لفظ نکل گیا تو گھر کا نظام تباہ ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ عورت کا کیا قصور ہے؟ تو عام طور پر عورت کی کسی غلطی سے بھی طلاق تک نوبت آ جاتی ہے۔ پھر یہ بتائیں کہ اگر ایک ہی طلاق ہو تو طلاق مرد دیتا ہے عورت عدت کیوں گزارتی ہے؟ بچہ مرد کا ہے' حمل' وضع' رضاع کی مشقت عورت ہی کو کیوں برداشت کرنی پڑتی ہے۔

نکتہ : غیر مقلدین یہ بتائیں کہ اگر ایک مرد قبل الدخول یا بعد الدخول عورت سے اس کے کسی گناہ کی وجہ سے فوری طور پر مکمل قطع تعلق کرنا چاہے اس کی کوئی صورت شریعت نے بھی بتلائی ہے۔ اگر تین طلاق کے علاوہ ہے تو واضح کریں اور اگر نہیں تو بتلائیں کہ اسلام جامع دین کیسے ہوا؟ اس میں تمام مسائل کا حل کس طرح ہوا؟ کیا بیوی کو قتل کر دے یا کیا کرے۔ مثلاً کسی مرد نے اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ نامناسب حالت میں پایا مگر زنا کرتے ہوئے نہ دیکھا یا اس کو معلوم ہوا کہ عورت اس کو زہر دینا چاہتی ہے یا اس کے دشمنوں کے ہاتھ قتل کروانا چاہتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس عورت کو بدنام نہ کرے مگر اس کو اپنے پاس بھی نہ رکھے۔ لعان وہ نہیں کر سکتا کیونکہ زنا کی حالت میں نہیں دیکھا ایک دو طلاقوں کی صورت میں ہو سکتا ہے برادری والے اکٹھے ہو کر صلح کروا دیتے ہیں۔ اب سوائے تین طلاقوں کے اس کے پاس کون سا حل ہے؟

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرنے کے بعد اسی مجلس میں تین طلاقیں دیں۔ بتائیں اس کا کیا حکم ہے؟ یا یہ لعان کی خصوصیت ہے اگر ان کا نفاذ اس دور میں ہوتا ہی نہ تھا تو انہوں نے یہ لغو کام کیا ہوگا۔ (حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بخاری ج ۳ ص ۲۷۰ مع سندی میں موجود ہے) حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ آپ نے تینوں طلاقوں کو نافذ بھی کر دیا۔ (تہذیب ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۹)

نکتہ : غیر مقلد تو کہتے ہیں کہ تین کا لفظ بول کر بھی ایک طلاق ہی ہوگی جبکہ اس کے برعکس کتب حدیث میں ایسی روایات موجود ہیں کہ انسان تین کا لفظ بھی نہیں بولتا مگر

طلاقیں تین واقع ہوتی ہیں۔ انت علی حرام کی صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تین طلاقیں کہتے تھے۔

اگر خلیة یا بریة کہا تو حضرت ابن عمرؓ کی نزدیک تین طلاقیں ہیں۔ لفظ البتة کی صورت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لو کان الطلاق الفا ما ابقت البتة منها شیئا من قال البتة فقد رمی الغایة القصوی "اگر طلاقیں ہزار ہوں تو البتہ نے ان سے کچھ نہ چھوڑا جس نے البتہ کہا اس نے انتہائی درجے کا وار کیا"

یہ روایات موطا ص ۱۹۹' ۲۰۰ طبع مجتبائی میں موجود ہیں۔ بعض روایات صحیح بخاری کتاب الطلاق میں بھی موجود ہیں۔

شاگرد: استاد جی! مگر غیر مقلدین ان کو نہیں مانتے۔

استاد: اول تو غیر مقلدین سے بہرحال ان حضرات کا مرتبہ لا محالہ علم و عمل میں بلند ہے۔ علاوہ ازیں عہد نبوی کا سچا واقعہ ان حضرات کی تائید کرتا ہے۔ ابو داؤد کی روایت ہے کہ حضرت رکانہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دے دی۔ نبی علیہ السلام کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا

واللہ ما اردت الا واحدة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما اردت الا واحدة قال رکانة واللہ ما ارادت الا واحدة فردها الیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جامع الاصول ج ۷ ص ۵۸۹۔ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۰' ۲۶۲)

"اللہ کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا۔ پھر نبی علیہ السلام نے قسم دے کر یہ پوچھا تو رکانہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے تو ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فهذا دلیل علی انه لو اراد الثلاث لوقعن والا لم یکن لتحلیفه معنی (نووی ج ۱۰ ص ۷۱ بیروت)

"یہ اس کی دلیل ہے کہ اگر وہ تین کا ارادہ کرتے تو تین واقع ہو جاتیں ورنہ ان سے قسم لینے کا کوئی معنی نہ ہوتا"

شاگرد: استاد جی وہ کہتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔
استاد: امام نووی فرماتے ہیں

واما الروایة التی رواها المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فروایة ضعیفة عن قوم مجهولین وانما الصحیح ما قدمناه انه طلقها البتة (ایضا")

"جس روایت کو مخالفین ذکر کرتے ہیں کہ رکانہؓ نے تین طلاقیں دی تھیں تو آپ نے ان کو ایک بنا دیا وہ روایت ضعیف ہے مجہول لوگوں سے صحیح روایت وہ ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی"

امام ابو داؤد نے بھی طلاق بتہ کو بھی اصح کہا ہے (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا فتوی ہے کہ باکرہ کو اس کا خاوند تین طلاق دے دے تو وہ بھی خاوند کے لیے حلال نہیں حتی تنکح زوجا غیرہ (اخرجہ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۱۔ جامع الاصول ج ۷ ص ۶۰۰)

تنبیہ: ان تمام نصوص قطعیہ سے گریز کرتے ہوئے غیر مقلدین طلاق ثلاثہ کے حکم سے متنفر کرنے کے لیے اس کو فقہ حنفی ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں اور آیات واحادیث کو چھپاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حنفی حلالہ کے قائل ہیں اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل له وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح دوسری روایت میں ہے لعن اللہ المحلل والمحلل له واسناده حسن (زاد المعاد ج ۵ ص ۱۱۰)

الجواب: یہ حدیث تو خود اس کی دلیل ہے کہ یہ کام اگرچہ لعنت کا موجب ہے مگر عورت حلال ہو جائے گی کیونکہ نبی علیہ السلام نے دوسرے خاوند کو محلل (حلال کرنے والا) اور پہلے خاوند کو محلل لہ (جس کے لیے حلال کیا گیا) فرمایا ہے اور فقہاء اس موجب لعنت کام کی ترغیب کب دیتے ہیں؟ تناقض[1] تو تب ہوتا اگر فقہاء یہ کہتے کہ یہ کام (شرط لگا کر نکاح

۱۔ غیر مقلدین فقہ کے بہت سے مسائل کو حدیث سے معارض بتاتے ہیں حالانکہ ان میں تناقض کی شروط پوری نہیں ہوتیں۔ قارئین اس موضوع پر مولانا نعیم الدین مدظلہ کی کتاب حدیث اور اہل حدیث ص ۶۷ تا ۸۶ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

ثانی کرنا) لعنت کا موجب نہیں ہے یا حدیث شریف سے ثابت ہو تا کہ نکاح ثانی سے حرمت ختم نہ ہوگی۔

پھر حیرت ہے کہ غیر مقلدین اس حدیث کو تین طلاقوں کے بعد بیوی کے حرام اور جدا نہ ہونے پر یا تین کے ایک ہونے پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں جبکہ اس حدیث میں سرے سے طلاق کا ذکر تک نہیں ہے۔ خدا جانے غیر مقلد یہ نتیجہ دلالات ثلاثہ میں سے کس دلالت سے اخذ کرتے ہیں۔

اور اگر غیر مقلد اس حدیث کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ اس طریقے سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی بلکہ حرام ہی رہے گی تو یہ دو وجہ سے ان کے خلاف حجت ہے۔ ایک وجہ تو یہ کہ اس طرح تین طلاقوں کو تین ہی ماننا لازم آتا ہے تبھی تو عورت حرام ہوئی۔ دوسرے اس طریقے سے کہ اس حدیث کا مصداق غیر مقلدین مولوی اور ان کے عوام بنتے ہیں کیونکہ ان کے مولوی تین طلاقوں سے حرام شدہ عورت کو غلط فتوی دے کر حلال بتاتے ہیں تو یہ محلل ہوئے اور جن کے لیے فتوی دیتے ہیں وہ محلل لہ ہوئے اور حلال کو حرام کہنے والا لعنتی نہیں تو اور کیا ہے؟

غیر مقلدین کو حلالہ کے لفظ سے خاص الرجی ہے حالانکہ اس کا معنی ہے حلال کرنے والی صورت۔ کیا ان کو حلال کرنے والی صورتیں بری معلوم ہوتی ہیں۔ کیا شرعی ذبح اور نکاح حلال کرنے والے نہیں ہیں غیر مقلدین کو چاہئے کہ ان سب سے اجتناب کریں۔

شاگرد: استاد جی یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں جلدی کی جس میں ان کے لیے سوچنے سمجھنے کی گنجائش تھی۔ ہم کیوں نہ ان کو ان پر نافذ کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر تین ہی نافذ کر دیں (بحوالہ مسلم ج ا ص ۴۴۷)

استاد: شکر کہ غیر مقلدین اس کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں تین طلاقوں کو تین ہی مانا گیا۔ اب غیر مقلدین سے یہ پوچھئے کہ انگریز کے دور میں اہل حدیث کا نام الاٹ کرانے والو یہ تو بتاؤ کہ آپ لوگوں کا زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہے یا بعد میں؟ جب تمہارا زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہے تو تم حضرت عمر کی بات کیوں نہیں

مانتے؟ فرض کرو کہ اگر آج کا مسلمان اس زمانے میں ہوتا اور تین طلاقیں اکٹھی دے دیتا تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آج کے کسی اہل حدیث کا فتوی نظر آ جاتا؟ حضرت عمر کے اس فیصلے سے کسی صحابی نے اختلاف نہ کیا۔[۲] تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقابل اپنی حیثیت واضح کرو۔ حضرت ابن عباس تو خود تین کو تین ہی مانتے ہیں۔ کیا سب حضرات حدیث نبوی سے ناواقف یا سنت کے دشمن تھے؟ کیا یہ سب حنفی مقلد اور متعصب تھے؟

شاگرد: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کس بنا پر دیا؟

استاد: ہم نے گزشتہ صفحات میں قرآن پاک اور حدیث سے تین طلاقوں کا تین ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اس لیے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی فیصلہ نہیں در اصل بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں گنجائش نکل سکتی ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اس لیے آپ نے پابندی لگا دی۔ وہ صورت یہ ہے کہ اگر ایک شخص مدخول بہا بیوی کو تین مرتبہ انت طالق کا لفظ کہے تو اس میں ذو احتمال ہیں

---

[۱] فقہاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو قیامت تک کے لیے مانتے ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ولست اری ان یهدم شیء مما جری علیه الصلح ولا یحول وان یمضی الامر فیها علی ما امضاه ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم اجمعین الی ان قال فالصلح نافذ علی ما انفذه عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه الی یوم القیامة (کتاب الخراج ص ۱۵۹)

[۲] حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں وقد اتفق علماء الاسلام وارباب الحل والعقد فی الاحکام علی ان الطلاق الثلاث فی کلمة وان کان حراما فی قول بعضهم وبدعة فی قول الاخرین لازم (تہذیب سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۸) پھر مسلم شریف کی روایت جو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں، اس کا جواب یوں دیتے ہیں الاول انه حدیث مختلف فی صحته فکیف یقدم علی اجماع الامة ولم یعرف لها فی هذه المسالة خلاف الا عن قوم انحطوا عن رتبة التابعین وقد سبق العصران الکریمان والاتفاق علی لزوم الثلاث فان رووا عن ذلک عن احد منهم فلا تقبلوا منهم الا ما یقبلون منکم نقل العدل عن العدل ولا تجد **هذه المسألة منسوبة الی احد من السلف** ابدا (تہذیب سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۹)

۱۔ اس نے تین مرتبہ طلاق کا ارادہ کر کے جملہ انشائیہ بولا ہے۔ چونکہ انشاء سے طلاق پیدا ہوگی نہ رجوع کر سکتا ہے نہ صدق وکذب کا احتمال ہے' یوں سمجھو کہ اس نے تین مرتبہ گولی چلا دی اب واپس نہیں آ سکتی۔

۲۔ اس نے پہلی مرتبہ انشاء کا ارادہ کیا اور دوسری تیسری مرتبہ اس کی تاکید کرتے ہوئے جملہ خبریہ بول رہا ہے یعنی یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے طلاق دے دی تھی' دے دی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شریعت کو خوب سمجھتے تھے بوقت ضرورت ایک طلاق ہی دیتے تھے۔ اگر شاذ ونادر کوئی تین مرتبہ انت طالق کہہ دیتا اور اس کا کیس عدالت میں آتا تو اس کی نیت پوچھ کر فیصلہ کر دیا جاتا۔ اگر ایک طلاق کی نیت ہوتی تو بیوی رجوع کے بعد لوٹا دی جاتی کیونکہ وہ لوگ نہایت متقی پرہیز گار تھے اگر تین کی نیت ہوتی تو اقرار کر لیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام دور دور تک پھیلنے لگا۔ بے شمار لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان نو مسلموں میں دین کی وہ پختگی نہ تھی۔ عدالت میں انت طالق تین مرتبہ کہنے کے کیس کثرت سے آنے لگے اور لوگ اپنا بچاؤ کرنے کے لیے یہ کہنے لگے کہ نیت تو ایک طلاق کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ اشدھم فی امر اللہ تھے انہوں نے محسوس کیا کہ لوگ ہمارے پاس آ کر غلط بیان کرتے ہیں' تین دے کر ایک کہہ دیتے ہیں۔ تب انہوں نے یہ قانون بنا دیا کہ جو شخص بھی تین مرتبہ انت طالق کہہ دے' اس کی بیوی جدا کر دی جائے۔

آپ غور کریں کہ جس علت کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا آج وہ سبب زیادہ پایا جاتا ہے یا کم؟ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت کی داد نہ دی جائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیادہ واقعات کو دیکھ کر فیصلہ میں سختی کر دی اور دین کے ناقدرے زیادہ مقدمات دیکھ کر آسانی ہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید جوابات کے لیے دیکھئے شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۷۸۔ فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۴۔ سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۷۔ عمدۃ الاثاث ص ۷۹ تا ۱۰۶۔ تہذیب سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۹

شاگرد: اگر واقعی کسی شخص نے ان الفاظ سے ایک کی نیت کر لی ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اس کی بیوی کو کس دلیل سے جدا کر دیا؟

استاد: قاضی ظاہر کا پابند ہے دل کی نیت کو نہیں جانتا۔ پھر مسئلہ یہ بھی ہے کہ قاضی شرعی جب دلائل شرعیہ کے مطابق نکاح طلاق وغیرہ کے معاملات میں فیصلہ دیتا ہے تو اس کا فیصلہ ظاہرا" اور باطنا" دونوں طرح نافذ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صورت مذکور میں باوجود خاوند کے انکار کے اور اس کے رجوع کی طرف راغب ہونے کے تفریق کر دی پھر اس عورت نے کس اور سے نکاح کر لیا۔ سوچئے تو سہی کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ظاہرا" وباطنا" نافذ نہیں ہوتا تھا تو کیا وہ عورت زنا میں مبتلا رہی؟ معاذ اللہ تعالی۔ اب جو لوگ حضرت عمر کے اس فیصلے کو محض سیاسی مانتے ہیں بتلائیں تو سہی کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت وسیاست کو باقی رکھنے کے لیے بیوی کو خاوند سے جدا کر کے حرام کاری میں ڈال دیا؟ علاوہ ازیں اگر خاوند بیوی میں جھگڑا ہو جائے بیوی کو یقین ہے کہ خاوند نے طلاق دی خاوند کو یقین ہے کہ طلاق نہیں دی بتلایئے عدالت کا فیصلہ باطنا نافذ ہوگا یا نہیں؟ اگر نافذ نہیں ہوتا تو وہ کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ایضاح الادلہ لشیخ الہند' فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۷۹ بمع حاشیہ اور حاشیہ میں منصب امامت شاہ اسماعیل شہید کا حوالہ بھی ہے) یہ بھی واضح رہے کہ حنفیہ کے ہاں شافعی مالکی قاضی کا فیصلہ ان کی فقہ کے مطابق فقہ حنفی کے خلاف بھی نافذ ہو جاتا ہے' کوئی تعصب نہیں ہے (انظر فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۲)

شاگرد: استاد جی تین طلاقوں کے بعد واپسی کی جو شرط فقہاء ذکر کرتے ہیں کیا اس کے بارے میں کوئی نص بھی ہے؟

استاد: کیوں نہیں؟ بھلا اتنا عظیم مسئلہ محض اجتہاد اور قیاس سے حل ہونے والا کب ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

ان رجلا طلق امراته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول؟ قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (بخاری ج ۲ ص ۲۷۰)

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پھر عورت نے نکاح کر لیا پھر اس دوسرے خاوند نے طلاق دے دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا پہلے خاوند کے لیے حلال ہے؟

فرمایا نہیں یہاں تک کہ وہ اس کا مزہ چکھے جیسا کہ پہلے نے چکھا

خط کشیدہ الفاظ کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ خاوند نے اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں یہی مفہوم علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے (انظر عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۷۔ فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۷)

اس موضوع پر متعدد روایات صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیبؒ کے نزدیک دوسرے خاوند سے محض عقد کرنا کافی ہے' وطی شرط نہیں ہے۔ حتی تنکح زوجا غیرہ کی وجہ سے۔ پھر فرماتے ہیں کہ واجاب الجمھور بان ھذا الحدیث مخصص لعموم الایۃ ومبین للمراد بھا (شرح مسلم نووی ج ۱۰ص ۳)

جمہور نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث عموم آیت کو خاص کرنے والی اور اس کے معنی کو بیان کرنے والی ہے۔

آخری بات : غیر مقلدین بعض مسائل میں امام بخاری وغیرہ محدثین کا بڑے فخر سے نام لیتے ہیں مگر طلاق ثلاثہ میں کبار محدثین سلف صالحین میں سے ان کا ہم مشرب کوئی نہیں ہے۔ امام بخاری' امام بیہقی' امام نووی' ابن حجر عسقلانی رحمھم اللہ تعالی اس طرح ائمہ اربعہ ان کے مقلدین سب تین کو تین ہی مانتے ہیں اس لیے غیر مقلدین اس مسئلہ میں سب حضرات کو برا بھلا کہنے لگ جاتے ہیں۔

محمد قاسم خواجہ صاحب لکھتے ہیں "امام بخاری نے جو طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کے حق میں باب باندھا ہے تو کیا ہوا؟ انکی تحقیق یہی ہوگی" (تین طلاقیں ص ۴۴)

دوسری جگہ لکھتا ہے

"مسلمان کی مذہبی زندگی میں اس کی سب سے بڑی کمزوری تقلید پسندی ہے ایک شخص کتنا حق پرست ہوتا رہے اسمیں ڈٹ جانے کی کتنی صلاحیتیں پائی جاتی ہوں جب تقلید کا معاملہ آڑے آجاتا ہے تو سب جذبات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں ارادہ کی مضبوطی ختم ہو جاتی ہے اور حضور ﷺ کے نام پر جان قربان کرنے والا انسان ایک معمولی اور غیر مسنون رائے کو قربان کرنے سے پس و پیش کرنے لگتا ہے" (ایضا" ص ۳۸)

ان جاہلوں کے پاس سرے سے اس مسئلہ پر کوئی دلیل ہے نہیں اور تمام صحابہ کرام'

تمام تابعین اور جمہور محدثین وفقہاء رحمہم اللہ کے بارے میں بد گمانی اور بد زبانی کا حال آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے۔ ان کا آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ عورتوں کی مظلومیت کو بہانہ بناتے ہیں کیا حرام کاری کی اجازت سے بہتر تمہیں اور کئی طریقہ مدد کا نظر نہ آیا؟ مرد کی زبان کو لگام دو۔ عورتوں کے حقوق کا خیال رکھو۔ پریشانی کے وقت سورت نساء آیت ۳۴ اور ۳۵ پر عمل کرو مگر یہ خود نہیں بدلتے' شریعت کو بدل دیتے ہیں غصے کی طلاق' حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق' ہزل کے ساتھ دی ہوئی طلاق یہ سب بعض کے نزدیک نافذ نہیں[۱]۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ محمد بن اسحاق کے یہ شیدائی کل کو یہ کہہ دیں کہ تین طلاقیں دینے سے کچھ واقع نہیں ہوتا اور ابن اسحاق سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۷۸) بلکہ کیا عجب ہے کہ کل کو یہ لوگ اس مظلوم عورت کو طلاق کا حق بھی دے ڈالیں یا نکاح کی تمام شرط طلاق کے لیے لگانے لگیں۔

تمثیل کی مثالیں قرآن کریم سے

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی قدیم ہے اس کو قیاس یا تمثیل کی قطعاً" کوئی حاجت نہیں ہے قیاس و اجتہاد علم غیب کے منافی ہے۔ قرآن پاک میں تمثیل و قیاس کی مثالیں دو طرح پائی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ کسی کا کلام نقل کیا جائے جس کے اندر تمثیل ہو دوسرے یہ کہ بندوں کے سمجھانے کے لیے تمثیل کا اسلوب اختیار کیا جائے تاکہ اتمام حجت ہو جائے ارشاد باری ہے ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون

عیسائی کہتے ہیں کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا وہ خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ آدم علیہ السلام کو وہ بھی خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سمجھانے کے لیے آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو آدم علیہ السلام مقیس علیہ ہوئے عیسیٰ علیہ السلام مقیس ہیں علت مشترکہ حکم خداوندی سے پیدا ہونا اور حکم مشترک بندہ ہونا الٰہ نہ ہونا

۱۔ ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ غضبان کی طلاق کو منعقد نہیں مانتے (تہذیب سنن ابی داؤد لابن القیم ج ۳ ص ۱۱۸) قاضی شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ حالت حیض کی طلاق کو نافذ نہیں مانتے (الروضہ الندیہ ص ۵۰) تہذیب سنن ابی داؤد لابن القیم کا محشی غیر مقلد تو یہاں تک لکھتا ہے لعل الاحتیاط لامر الفروج ان لا یقع طلاق الھازل "عورتوں کے معاملے میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہازل کی طلاق بھی واقع نہ ہو۔ (حاشیہ تہذیب سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۱۹)

ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام

اس مقام پر بھی الوہیت عیسیٰ کے عقیدہ کا رد ہے مقیس اور علت مشترکہ کو ذکر فرمایا ہے اور مقیس علیہ ہر کھانا کھانے والا جاندار یا انسان ہے تمثیل کے دو قیاس منطقی یوں بنتے ہیں۔

اول : انسان کھانا کھاتا ہے اور جو کھانا کھائے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا ثانی حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کھانا کھاتے تھے اور جو کوئی کھانا کھائے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا نتیجہ بالکل واضح ہے۔

ظاہر ہے کہ اس تمثیل کا ذکر بندوں پر اتمام حجت کے لیے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربا "یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو ربا کی طرح ہے"

تو کافروں نے ربا کی حلت یوں ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کہنے لگے کہ بیع بھی ربا کی طرح ہے گویا ان کے نزدیک ربا اصل اور بیع فرع ہے حکم مشترک حلت ہے۔ اللہ پاک نے ان کو قیاس کو باطل کرتے ہوئے فرمایا واحل اللہ البیع وحرم الربا "اور اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام" کہ قیاس تو حکم غیر منصوص کے لیے ہے اور ربا کی حرمت منصوص لہٰذا ان کا قیاس بے کار ہو گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے قالوا ان انتم الا بشر مثلنا "انہوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے بشر ہی ہو"

یعنی کفار نے انبیاء کو اپنے اوپر قیاس کیا اس تمثیل میں کفار نے اپنے آپ کو مقیس علیہ اور حضرات انبیاء کرام کو مقیس بنایا علت مشترکہ ایک جیسا انسان ہوتا اور حکم نبی نہ ہونا اس کے جواب میں انبیاء نے فرمایا ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ تو انبیاء کرام نے "بشر مثلکم" کو مطلقاً نبی نہ ہونے کی علت تسلیم نہ کیا واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کا دوسروں جیسا بشر ہونا لابشرط شے کے درجہ میں ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ قیاس جدلی میں آئے گی۔

فائدہ : انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات قیاسی چیزیں نہیں ہیں۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"اور یہ ضروری نہیں کہ کوئی کرامت کسی پیغمبر یا مسلمان سے ظہور میں آئی ہو ہمارے پیغمبر ﷺ یا اس امت کے اماموں سے بھی ظہور میں آئے ورنہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی عمر بھی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لقمان بن عاد سے کم نہ ہوتی" (تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۲۴۳)

علاوہ ازیں امت محمدیہ کے کسی ولی کی کرامت چونکہ آنحضرت ﷺ کی اتباع کی وجہ سے ہے اس لیے وہ نبی علیہ السلام کا معجزہ بنتی ہے (انظر تفسیر عثمانی حاشیہ آیت ۴۰ نمل)

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو بے شمار معجزات عطا فرمائے جن کی ایک جھلک دلائل النبوة للبیہقی' دلائل النبوة للاصبہانی اور الخصائص الکبری للسیوطی میں دیکھیں۔ سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔ ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات علمی ہوں یا عملی دیگر انبیاء کے معجزات پر فوقیت رکھتے ہیں۔ دیکھئے مباحثہ شاہجہانپور' قبلہ نما ص ۱۰ تا ۲۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی علیہ السلام کی شان کا مقتضی یہی ہے کہ آپ کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت مانی جائے جبکہ تم لوگوں نے انوار ساطعہ میں شیطان اور ملک الموت پر قیاس کرنا شروع کر دیا۔ شیطان پر قیاس کرنا ہے تو احمد رضا خان اور مرزا غلام احمد قادیانی کو کرو۔ کیا نبی علیہ السلام کے لیے آیات قرآنیہ سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ معجزات ناکافی ہیں جو ہم بزرگوں کے ظنی کشف کو آپ کے لیے ثابت کریں؟ اگر کوئی کراٹے سیکھا ہوا ہاتھ کی ضرب سے اینٹیں توڑ دیتا ہے یا آج کا کافر ٹی وی سے امریکہ کا مشاہدہ کرتا ہے بتلاؤ کیا یہ سب امور بذریعہ قیاس ثابت کرو گے؟ اور انبیاء کے لیے نہ ماننے والوں پر فتوی کفر لگاؤ گے؟ فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ میں ہے کہ حکماء اشراقیین باطن کی اتنی صفائی کرتے تھے کہ ایک دوسرے کے دل کی بات جان لیتے تھے اور اسی طرح مناظرہ کر لیا کرتے تھے۔ بتلاؤ کیا ان کو بھی مقیس علیہ بناؤ گے؟ یہ چیزیں کسبی ہیں اور فی حد ذاتہ باعث کمال نہیں' اولیاء کا اصل کمال عبدیت ہے۔

فائدہ : اصول فقہ کی کتابوں میں قیاس یعنی تمثیل کی کچھ شرائط ذکر کی جاتی ہیں جن میں سے دو درج ذیل ہیں۔

شرط اول : مقیس علیہ کسی اور نص کی وجہ سے اپنے حکم کے ساتھ خاص نہ ہو

(نورالانوار ص ۲۲۹) جیسے آنحضرت ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو کے برابر کر دیا ہے (ابو داؤد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع بیروت۔ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱۴۔ الاصابہ ج ۱ ص ۴۲۶) اور یہ ان کی خصوصیت ہے حضرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم باوجود افضل ہونے کے اس وصف میں ان پر قیاس نہیں کیے جا سکتے۔

عالم الغیب ہونا ہر قسم کی حاجت روائی کرنا۔ ہر شخص کی ہر دعا کو دور نزدیک سے ہر وقت سننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کوئی شخص اپنی عقلی دلیلوں سے یا اپنے خیال سے کوئی علت مشترکہ نکال کر غیر اللہ کے لیے یہ اوصاف ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اوصاف مقیس علیہ یعنی اللہ جل شانہ کے ساتھ خاص ہیں۔

شرط ثانی: مقیس یعنی فرع میں کوئی نص نہ پائی جاتی ہو (نورالانوار ص ۲۲۹)

کسی بھی مخلوق کے علم الغیب' حاجت روا' مشکل کشا فریاد رس مختار کل نہ ہونے پر نصوص قطعیہ موجود ہیں۔ قیاس کے ساتھ نبی علیہ السلام یا کسی اور مخلوق کے لیے ان اوصاف کو ثابت کرنا قطعاً ناجائز ہے کیونکہ اس طرح نصوص کی تکذیب لازم آتی ہیں شیطان یا ملک الموت پر کسی نیک ہستی کو قیاس کر کے شیطان یا ملک الموت کے لیے ثابت شدہ امور کو نیک ہستی کے لیے ثابت کرنا جبکہ نیک ہستی سے اس کی نفی ہو قطعاً" ناجائز ہے مثلاً" شیطان کی طرح حضرت یعقوبؑ کے لیے اتنی یا اس سے زیادہ لمبی دنیوی زندگی کو ثابت کرنا۔ جبکہ حضرت یعقوبؑ کی وفات کا قرآن پاک میں ذکر ہے ارشاد باری ہے ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت

نبی علیہ السلام کا بشر ہونا قطعی طور پر ثابت ہے محض اس وجہ سے کہ بعض غیر مستند روایات میں آپ کے سایہ کی نفی آئی ہے اس سے بشریت کا انکار قطعاً" ناجائز ہے کیونکہ خلاف نص ہے علاوہ ازیں سایہ نہ ہونے کی صورت میں لازم یہ آئے گا کہ نہ آپ کے جسم مبارک کا سایہ تھا اور نہ آپ کے لباس مبارک کا تو کیا آپ کا لباس بھی نور ہو گیا تھا پھر وہی کپڑا کوئی اور صحابی پہن لیتا تو کیا اس کپڑے کا سایہ تھا یہ نہ تھا۔ سوچ کر بتائیں غیر مقلدین حضرات کے سامنے جب ہم ترک القراءۃ خلف الامام کے دلائل ذکر کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ رکوع سجدہ کی تسبیحات اور تشہد اور دعا امام کے پیچھے کیوں پڑھتے ہوں۔ اس جگہ قیاس کے منکر قرآن و حدیث کی نصوص کے مقابل قیاس پیش کرتے ہیں۔ سورہ اعراف

آیت ۱۲ کی تفسیر کے تحت ابن کثیر میں ہے شیطان نے قیاس فاسد کیا تھا جو یہ کہا انا خیر منه حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں قاس ابلیس وھو اول من قاس اسنادہ صحیح (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۶' ۳۲۷) اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ امام کی قراءت سنائی ہی نہیں دیتی یعنی سری نماز میں اس وقت خاموش رہنے سے فاتحہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ یہ بھی نص کو قیاس کے ساتھ رد کرنا ہے۔

حالانکہ ہمارا کام تو ہے کہ کہیں سمعنا واطعنا نص کے مقابل قیاس متروک ہے۔ شاہ ولی اللہ امام کرخی وغیرہ ائمہ حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ خبرواحد قیاس پر مقدم ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۶۱ و انظر النامی شرح الحسامی لابی محمد عبدالحق الحقانی ص ۱۹۰)

بلکہ بہت سے ائمہ حنفیہ کے نزدیک قول صحابی قیاس پر مقدم ہے (الحسامی و شرحہ النامی ص ۱۹۰' ۱۹۱) رہی یہ بات کہ غیر مقلد اس مقام پر نص کے خلاف قیاس کرتے ہیں۔ اس کی تائید کے لیے مندرجہ ذیل روایات پڑھیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیومکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ فاذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم فان اللہ تبارک وتعالی قال علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ واذا کبر وسجد فکبروا واسجدوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا کان عند القعدۃ فلیکن من اول قول احدکم التحیات الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)۔

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا ہمارے لیے ہمارا طریقہ کار واضح کیا اور ہمیں ہماری نماز سکھائی تو فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کرو پھر تم میں

سے ایک امام بنے تو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو۔ اور جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو' اللہ تعالی تمہاری دعا قبول کرے گا۔ پھر جب امام اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تو تم اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو اس لیے کہ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے (سر) اٹھاتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا تو یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد رکوع کیا اتنی دیر بعد میں سر اٹھالینا تا کہ جتنی دیر امام رکوع میں رہے تم بھی اتنی دیر رکوع میں رہنا) اور جب امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو ربنا لک الحمد اللہ تعالی تمہارے لیے سنے گا کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی نبی (ﷺ) کی زبان پر فرمایا اللہ نے سن لیا اس کے لیے جس نے اللہ کی حمد بیان کی۔ اور جب امام اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور سجدہ کرو اس لیے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے پھر نبی ﷺ نے فرمایا پس یہ اس کے بدلے میں ہے اور جب قعدہ کے پاس ہو تو تم میں سے ایک کا پہلا قول یہ ہو التحیات الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصلحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

مسلم شریف کی اس روایت کے ایک طریق سے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں واذا قرا فانصتوا (ص ۱۷۴)

بعض جاہل یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ الفاظ حدیث نبوی میں نہیں ہیں بلکہ بعض کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسلم شریف ہی میں نہیں ہیں حالانکہ مسلم شریف کے تمام نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں یہ درست ہے کہ یہ الفاظ سلیمان تیمی کی روایت میں ہیں مگر اس کے اپنے الفاظ نہیں ہیں ورنہ تو مسلم شریف موضوع احادیث والی کتاب ہوگی۔ اس روایت کی سند میں امام مسلم فرماتے ہیں واللفظ لابی کامل مسلم ج ۱ ص ۱۷۲ کی ایک روایت میں ہے وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ واللفظ لہ بلکہ مسلم شریف ج ۱ ص ۱۶۸ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی ایک روایت میں ہے واللفظ لیحیی غیر مقلدین بتائیں کیا یہ الفاظ ان راویوں کے اپنے ہیں یا ان کی مرویات کے ہیں؟ تفصیل کے لیے احسن الکلام کا دوسرا باب ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قال کنا اذا کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ قلنا السلام علی اللہ من عبادہ السلام علی فلان وفلان فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام ولکن قولوا التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ و برکاتہ فانکم اذا قلتم اصاب کل عبد فی السماء او بین السماء والارض اشھد ان لا الہ اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ثم یتخیر من الدعاء المجبہ الیہ فیدعو (بخاری حاشیہ سندی ج ا ص ۱۵۱ ومسلم ن ا ص ۱۷۳)

"ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تھے تو کہتے تھے السلام علی اللہ من عبادہ اللہ پر سلام ہو اس کے بندوں کی طرف سے۔ السلام علی فلان وفلان تو نبی ﷺ نے فرمایا نہ کہو تم السلام علی اللہ لیکن کہو تم التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیونکہ جب تم کہو گے یہ ہر بندے کو پہنچے گی آسمان میں (یا فرمایا) آسمان اور زمین کے درمیان اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پھر اختیار کرے دعا سے جو اس کو زیادہ پسند کرے تو دعا کر لے"

ملاحظہ فرمایا آپ نے نبی علیہ السلام نے سوائے قراءت خلف الامام کے اور کسی عمل یا ذکر یا دعا سے نہ روکا اور حنفیہ بھی تو یہی کہتے ہیں' اب ان کا یہ کہنا کہ دعا کے موقعہ پر امام پڑھتا ہے تم بھی پڑھتے ہو اس قسم کے اعتراضات بالکل لایعنی ہیں کیونکہ حنفی یہ بات قیاس سے نہیں بلکہ ان احادیث کی روشنی میں کہہ رہے ہیں اور اجماع ان کا موید ہے۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں۔

واتفقوا علی انہ لا یحمل الامام عن الماموم شیئا من فرائض الصلاۃ ما عدا القراءۃ (بدایۃ المجتھد ج ا ص ۱۵۴)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام مقتدی کی طرف سے سوائے قراءت کے اور کوئی فرض نہیں اٹھاتا (یعنی باقی سب فرائض مقتدی کو کرنے ہی پڑتے ہیں)

مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی ایک وجہ معلوم ہوتی ہے کہ "اھدنا" کی "نا" ضمیر جمع متکلم مع الغیر کے لیے ہے اور متکلم مع الغیر کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ بات ایک کرتا ہے اور صیغہ جمع کا بولتا ہے یہی وجہ ہے کہ عین قراءۃ کے وقت مقتدی پر خاموش رہنا

اہل حدیث حضرات کے نزدیک بھی ضروری ہے۔ اگر اس چیز کا منشا یہ ہو کہ امام و مقتدی سب اس کو پڑھیں تو پھر بیک زبان سب کو ایسے ادا کرنا چاہیے تھا جس طرح ترانوں میں مل کر پڑھتے ہیں۔
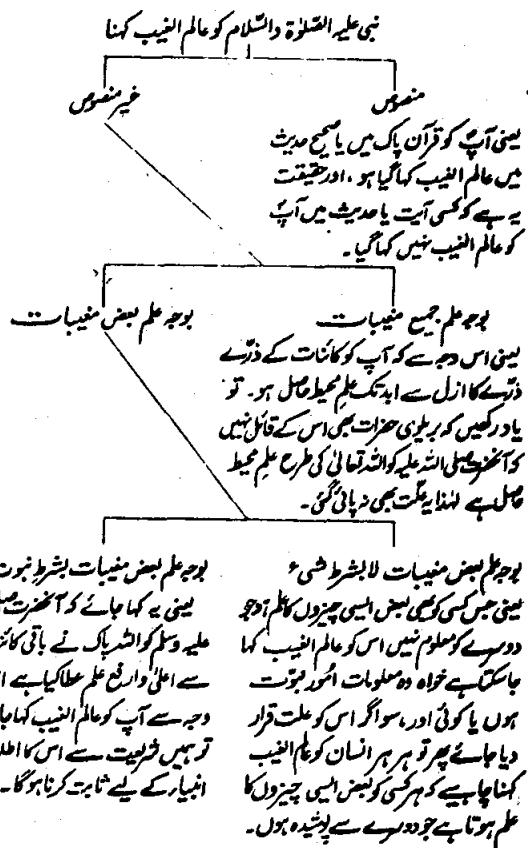
ان کا یہ اعتراض کہ سری نماز میں خاموش کیوں رہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تو حکم کے پابند ہیں۔ علاوہ ازیں غیر مقلد خود بھی سورت فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو جاتے ہیں خواہ امام کوئی لمبی سوت پڑھتا رہے۔

فائدہ : تمثیل میں مقیس علیہ کے حکم کی علت معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں جن کا مفصل ذکر اصول فقہ سے متعلق ہے ایک طریقہ سبر و تقسیم کا ہے وہ یہ ہے کہ مقیس علیہ کے مختلف اوصاف کا مطالعہ کر کے یہ متعین کریں کہ کون سا وصف علت حکم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے مثلاً" شراب حرام ہے اگر شراب انگور کی سرخ رنگ کی بدبود ہو اب اس کے اوصاف مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ بہنے والی ہونا۔ ۲۔ بدبودار ہونا۔ ۳۔ سرخ رنگ والی ہونا۔ ۴۔ نشہ دار ہونا۔ ۵۔ جھاگ والی ہونا۔ ۶۔ انگور سے بنی ہونا۔ ۷۔ گلاس میں ہونا۔ ۸۔ تین دن سے برتن میں ہونا۔

اب سوائے نشہ دار ہونے کے اور کوئی وصف علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا

سبر و تقسیم کا نحو و صرف میں بھی استعمال ہوتا ہے کہ مختلف احتمالات نکال کر کسی ایک کو متعین کرنا علامہ سیوطی نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ مَرْوَانُ کا وزن یا فَعْلَانُ ہے یا فَعْوَالُ ہے اور یا مَفْعَالُ ہے۔ آخری دو کی مثال نہیں ملتی' اس لیے فَعْلَانُ ہی متعین ہو گیا۔ (الاقتراح ص ۴۷)

اس طرح لفظ اَجْوَفُ بروزن اَفْعَلُ ہے یہ یا ماضی ہے یا مضارع یا جامد یا اسم تفضیل یا صفت مشبہ۔ یہ تقسیم ہے غور کرنے کے بعد صفت شبہ متعین ہوئی۔ یہ سبر ہے اس طرح کسی ذات پر وصف کے اطلاق کرنے کے لیے بسا اوقات سبر و تقسیم سے کام لینا پڑتا ہے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ سبر اس عمل سی کوئی شق صحیح ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ مثلاً" ایک شخص پوچھتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ اب ہم سبر و تقسیم کے عمل کو جاری کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا منصوص شرعاً" ہے یا نہیں اگر نہیں تو آپ کو عالم الغیب کہنا علم غیب کلی کی وجہ سے یا علم

غیب جزئی کی وجہ سے پھر علم غیب جزئی کا لحاظ بشرط وصف نبوت ہے یا بلا شرط وصف نبوت ہے پھر ہر ایک پر غور کریں گے۔ اس لیے مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب کہنا

منصوص
یعنی آپ کو قرآن پاک میں یا صحیح حدیث میں عالم الغیب کہا گیا ہو، اور حقیقت یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث میں آپ کو عالم الغیب نہیں کہا گیا۔

غیر منصوص

بوجہ علم جمیع مغیبات
یعنی اس وجہ سے کہ آپ کو کائنات کے ذرّے ذرّے کا ازل سے ابد تک علم محیط حاصل ہو۔ تو یاد رکھیں کہ بریلوی حضرات بھی اس کے قائل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرح علم محیط حاصل ہے لہٰذا یہ علت بھی نہ پائی گئی۔

بوجہ علم بعض مغیبات

بوجہ علم بعض مغیبات لابشرط شیء
یعنی جس کسی کو بھی بعض ایسی چیزوں کا علم ہو جو دوسرے کو معلوم نہیں اس کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے خواہ وہ معلومات امور نبوت ہوں یا کوئی اور، سو اگر اس کو علت قرار دیا جائے پھر تو ہر ہر انسان کو عالم الغیب کہنا چاہیے کہ ہر کسی کو بعض ایسی چیزوں کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے پوشیدہ ہوں۔

بوجہ علم بعض مغیبات بشرط نبوت
یعنی یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے باقی کائنات سے اعلیٰ وارفع علم عطا کیا ہے اس وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے تو ہمیں شریعت سے اس کا اطلاق انبیاء کے لیے ثابت کرنا ہوگا۔

تو ہمیں اب شریعت سے اس کا اطلاق انبیاء کے لیے ثابت کرنا ہوگا پہلی دو علتیں عموم کے اعتبار سے تھیں اور یہ علت وصف نبوت کے ساتھ ہے اس لیے یہاں نص کی ضرورت ہے یعنی اگر شریعت یہ کہہ دے کہ نبی عالم الغیب ہے تو کہو ورنہ نہ کہو۔

یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے علم غیب کا لفظ اگر اہل حق میں سے کسی نے اطلاق کیا ہے تو ارخاء عنان کے طور پر ہے اور یا کشف والہام پر یہ لفظ بول دیا ہے اور یہ ان کا تسامح ہے، جس معنی میں بریلوی حضرات انبیاء واولیاء کے لیے علم غیب مانتے ہیں، اہل حق میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

تدریب

س: استقراء کی تعریف اور اس کی دونوں قسمیں مع مثال ذکر کریں
س: استقراء اور قیاس کا فرق ذکر کریں
س: استقراء تام کا دوسرا نام ذکر کریں اور اس کی مثال دے کر قیاس منطقی کی طرف پھیر دیں
س: فعل ماضی کی کل شکلیں چند مثالوں سمیت ذکر کریں
س: کیا استقراء صرف ونحو میں حجت ہے یا نہیں؟ باحوالہ بتائیں اور دو مثالیں ذکر کریں۔
س: مکی اور مدنی کے چند خواص تحریر کریں۔
س: باطل فرقے مخصوص مسائل میں الجھاتے ہیں' اس پر تبصرہ کریں
س: معجزات اور کرامات کا ثبوت ہمارے عقیدے کا موید ہے' وہ کس طرح؟
س: استقراء اور تمثیل کو قیاس منطقی کی طرف کس طرح پھیرا جاتا ہے' مثال سے واضح کریں۔
س: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا خواب اور غیر مقلدین کا اس پر رد عمل ذکر کریں۔
س: حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے غیر مقلدین کی دو روحانی بیماریوں کا ذکر فرمایا' وہ کیا ہیں؟
س: مندرجہ ذیل اصطلاحات کی وضاحت کریں' مثال بھی دیں
تمثیل، مقیس علیہ، حکم، مقیس، فرع، اصل، کاسب، مکتسب
س: تمثیل کے لیے کتنی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے؟
س: جزئی نہ کاسب ہے نہ مکتسب جبکہ تمثیل میں کاسب اور مکتسب بن جاتی ہے' وہ کیوں؟
س: تمثیل قیاس منطقی کی طرف راجع ہوتا ہے مثال دے کر واضح کریں' نیز تمثیل کے دونوں نقشے ذکر کریں۔

س: حد اوسط کے چند نام ذکر کریں۔

س: تحقیق مناط' تنقیح مناط اور تخریج مناط کی وضاحت کر کے یہ بتائیں کہ کون سی قسم قیاس ہے کون سی نہیں؟ نیز ان کی چند مثالیں ذکر کریں۔

س: تین طلاقوں کے نافذ ہونے پر قرآن وحدیث سے دلائل ذکر کریں۔

س: تین طلاقوں سے کون کون خوش ہوتا ہے اور کیوں؟

س: تین طلاقوں کے ناپسندیدہ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ نافذ بھی نہ ہوں ورنہ تو بہت سے گناہ انسان کے لیے سہولت کا باعث ہو جائیں گے۔ اس کی وضاحت کریں

س: سورہ طلاق کی وہ آیت ذکر کریں جس سے جمہور طلاق ثلاثہ کے نفاذ پر استدلال کرتے ہیں پھر غیر مقلدین کا جواب مع تبصرہ ذکر کریں۔

س: اس کو بادلیل ثابت کریں کہ طلاق ثلاثہ کی وجہ سے نبی علیہ السلام کا جن لوگوں پر غصہ ہو' ان کو یہ لوگ گلے لگاتے ہیں۔

س: اس اعتراض کا کیا جواب ہے کہ جس طرح حنفیہ کے نزدیک چار طلاقیں تین ہیں' اسی طرح غیر مقلدین کے نزدیک تین ایک ہیں۔

س: اس ملحدانہ اعتراض کا کیا جواب ہے کہ طلاق مرد دیتا ہے' عورت کا کیا قصور ہے جو دوسری جگہ نکاح کر کے آئے؟ یہ تو ظلم اور بے غیرتی ہے۔

س: تین طلاقوں کو نافذ نہ ماننے سے اسلام کو نامکمل تسلیم کرنا پڑتا ہے' وہ کیسے؟

س: زمانہ نبوی کے ایسے واقعات ذکر کریں جن سے ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ نے تین طلاقوں کو نافذ فرمایا تھا۔

س: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا صحیح واقعہ کیا اور غیر مقلدین اس کو کیا بناتے ہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟

س: نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی لعن اللہ المحلل والمحلل لہ ہمارے خلاف نہیں' غیر مقلدین کے خلاف حجت ہے' وہ کس طرح؟

س: تین طلاقوں کے نفاذ پر اجماع ہے' اس کا حوالہ بقید حروف ذکر کریں۔

س: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی تین طلاقوں کو نافذ کیا ہے'

اس پر تبصرہ کریں اور جمہور کا موقف ثابت کریں۔

س : طلاق نکاح کے بارے میں شرعی قاضی کا فیصلہ شرعیہ ظاہرا" وباطنا" نافذ ہوتا ہے' اس کو مبرہن کریں۔

س : طلاق کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ ان کی بصیرت کی دلیل ہے' وہ کسی طرح؟

س : تین طلاقوں کے بعد پہلے خاوند کے پاس آنے کے لیے حلالہ شرط ہے' اس کو قرآن وحدیث سے مبرہن کریں۔

س : زوجین کے تنازع کو دور کرنے کا جو طریقہ سورت نساء آیت نمبر ۳۴' ۳۵ میں مذکور ہے' پیش کریں۔

س : تمثیل کی چند مثالیں قرآن پاک سے ذکر کریں۔

س : معجزات وکرامات قیاسی ہیں یا نہیں؟ واضح کریں۔

س : ابلیس' ملکوت الموت یا امور کسبیہ پر صالحین یا ان کے کمالات کو قیاس کرنے کی خرابی ذکر کریں۔

س : تمثیل کی دو شرطیں مع چند مسائل ذکر کریں۔

س : بعض لوگ قیاس کی مخالفت میں اول من قاس ابلیس کو پیش کرتے ہیں' اس کا کیا جواب ہے؟

س : غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے تمام اذکار کیے جاتے ہیں' صرف قراءۃ کیوں منع ہے؟ اس کا عقلی ونقلی جواب ذکر کریں۔

س : جو لوگ واذا قرا فانصتوا کو مسلم شریف میں نہیں مانتے' ان کا کیا جواب ہے؟

س : علت حکم معلوم کرنے کا کوئی طریقہ بمع مثال ذکر کریں۔

س : لفظ اجوف کون سا صیغہ ہے' سبر وتقسیم سے متعین کریں۔

س : نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟ سبر وتقسیم سے اس کو حل کریں۔

سبق نہم

دلیل لمی اور دلیل انی

جاننا چاہیے کہ نتیجہ کا علم تم کو قیاس کے دو قضیوں [۱] کے ماننے [۲] سے جو ہوتا ہے یہ حد اوسط کی وجہ سے ہوتا ہے دیکھو ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے ان دونوں مقدموں سے تم کو یہ معلوم ہوا کہ جسم ہر انسان کے لیے ثابت ہے یہ حد اوسط یعنی جاندار کی وجہ سے [۳] ہوا ورنہ قیاس میں اس کے سوا کوئی اور شے ایسی نہیں ہے جس کی وجہ سے تم کو یہ علم ہو۔

پس معلوم ہوا کہ اکبر (محمول نتیجہ) کا جو اصغر (نتیجہ کے موضوع) کے لیے ثابت ہونا تم کو معلوم ہوا اس علم کی علت حد اوسط ہے۔

یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ حد اوسط نہ ہو تو نتیجہ نہ نکلے گا مثلاً ہم یوں کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی جھوٹا آدمی تھا اور ہر نبی سچا ہوتا ہے۔

اس قیاس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ کیونکہ حد اوسط ہی کوئی نہیں جس کی وجہ سے اصغر و اکبر متعین ہو اور نتیجہ نکلے۔

اگر ایک چیز کے پائے جانے سے دوسری چیز کا پایا جانا ضروری ہو تو پہلے چیز علت اور دوسری معلوم کہلاتی ہے جیسے خروج ریح سے وضوء کا ٹوٹنا تو خروج ریح علت ہوئی۔

پھر جیسے حد اوسط تمہارے اس علم کی علت ہے اگر واقع میں بھی اکبر کے اصغر کے لیے ثابت ہونے کی علت یہی ہو تو یہ دلیل لمی ہے جیسے زمین دھوپ والی ہو رہی ہے اور ہر دھوپ والی شے روشن ہوتی ہے پس زمین

---

[۱] صغری و کبری۔ ۱۲ [۲] یعنی چاہے وہ واقعہ میں بھی ہوں چاہے نہ بھی ہوں۔ ۱۲ ج

[۳] کیونکہ جسم ہونا جاندار کے واسطے ثابت ہوا اور پھر چونکہ انسان بھی جاندار ہے اور جاندار اس کے واسطے ثابت ہو چکا ہے اس لیے جسم اس کے لیے بھی ثابت ہوا۔ غرض انسان کے لیے جو جسم ہونا ثابت ہوا تو جاندار ہونے کی وجہ سے ہی ثابت ہوا۔ ۱۲ ج

روشن ہے دیکھو اس مثال میں جیسے دھوپ والی ہونے سے تم کو زمین کے روشن ہونے کا علم ہوا اسی طرح واقع میں بھی دھوپ والی ہونا روشن ہونے کی علت ہے۔ [۱]

اور اگر حد اوسط صرف تمہارے علم ہی کی علت ہو اور واقع میں نہ ہو تو دلیل انی ہے۔ جیسے یوں کہیں زمین روشن ہے اور ہر روشن شے دھوپ والی ہے پس زمین دھوپ والی ہے۔ دیکھو اس مثال میں زمین کی روشنی سے تم کو اس کے دھوپ والی ہونے کا علم ہوا اور واقع میں دھوپ والی ہونے کی علت روشنی نہیں ہے بلکہ برعکس ہے۔ [۲]

دلیل لمی کا دوسرا نام تعلیل اور دلیل انی کا دوسرا نام استدلال ہے۔

لمی کا لفظ "لم" سے بنا ہے اور انی کا "ان" سے اس کی وجہ یہ ہے کہ دلیل لمی "لم" کے جواب میں آتی ہے اور انی سے "ان" والا جملہ شرطیہ بن سکتا ہے اور صرف کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقعہ پر دوسرا حرف مشدد کیا جاتا ہے۔ (انظر شذا العرف ص ۱۲۶۔ شرح ابن عقیل ص ۱۸۴)

---

[۱] کیونکہ دھوپ کی وجہ سے روشنی ہوتی ہے، روشنی کی وجہ سے دھوپ نہیں ہوتی۔ ۱۲ ع

[۲] اور دلیل لمی سے کسی مطلوب کا ثابت کرنا تعلیل کہلاتا ہے اور دلیل انی سے کسی مطلوب کا ثابت کرنا استدلال کہلاتا ہے۔ اب میں آسان کر کے سمجھاتا ہوں کہ دلیل لمی کا خلاصہ کسی حکم کا اس کی علت واقعہ سے ثابت کرنا ہے اور دلیل انی کا حاصل کسی حکم کا اس کی علامت سے ثابت کرنا ہے۔ مثال متن سے زیادہ واضح اور آسان مثال سمجھو۔ آگ علت ہے دھوئیں کی اور دھواں علامت ہے آگ کی۔ اگر تم نے آگ بھٹی میں جلتی دیکھی جس کا دھواں نل کے ذریعے سے اوپر سے نکل رہا ہے اور تم نے دھواں نہیں دیکھا اور یوں کہا کہ آگ موجود ہے اور جب آگ موجود ہوگی دھواں موجود ہوگا پس یہاں بھی دھواں موجود ہے یہ دلیل لمی ہے۔ اور اگر تم نے نل کے سرے سے دھواں نکلتا ہوا دیکھا اور آگ نہیں دیکھی اور یوں کہا کہ دھواں موجود ہے اور جب دھواں موجود ہوگا آگ بھی موجود ہوگی پس یہاں بھی آگ موجود ہے۔ یہ دلیل انی ہے۔ ۱۲ شف

ان دونوں دلیلوں کو نحو کی مثال سے واضح کرتے ہیں۔
قال ابوھم میں لفظ ابو کا کیا اعراب ہے؟ مرفوع ہے یا منصوب ہے یا مجرور؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرفوع ہے اس کی دلیلیں دو ہیں۔
۱۔ لفظ ابو کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم ہے اور جس اسم کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم ہو وہ مرفوع ہوتا ہے
۲۔ لفظ ابو فاعل ہے اور ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے۔
ان دونوں سے حد اوسط کے حذف کرنے کے بعد نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ لفظ ابو مرفوع۔ مگر دونوں دلیلوں میں فرق ہے اول دلیل میں حد اوسط واؤ ما قبل مضموم ہے اور یہ واقعتاً مرفوع ہونے کی علت نہیں ہے بلکہ یہ تو مرفوع ہونے کی علامت ہے۔ اسماء ستہ مکبرہ اول مرفوع ہوں گے پھر یہ علامت ظاہر ہوگی نہ یہ کہ اول واؤ ما قبل مضموم ہو پھر رفع ہو۔
مگر چونکہ نتیجہ کا علم اس کے ذریعہ ہو گیا لہذا یہ دلیل تو ہے مگر ہے دلیل انی۔ اس سے جملہ شرطیہ یوں بنتا ہے۔ اگر لفظ ابو کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم ہے تو یہ مرفوع ہے۔
جبکہ دوسری دلیل میں جو علت رفع کی ذکر کی وہ حقیقت میں رفع کی علت ہے اول فاعل ہو گا پھر مرفوع ہو گا۔ ہم کہہ سکتے ہیں لم اصبح مرفوعا؟ پھر جواب ہوگا لانہ فاعل دلیل لمی ہمیشہ ہر ہر فرد کو شامل ہوتی ہے لیکن دلیل انی ممکن ہے ہر فرد کو شامل نہ ہو مثلاً جاء طالبا علم میں طالبا مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے علامت رفع الف ہے۔ یہ دلیل لمی ہے ہر فرد کو شامل ہے۔
اور اگر ہم یوں کہیں مرفوع ہے کیونکہ اس کے آخر میں الف ما قبل مفتوح ہے تو یہ ہر فرد کو شامل نہیں اس کا کبریٰ یوں ہو گا اور جس کے آخر میں الف ما قبل مفتوح ہو وہ مرفوع ہوتا ہے۔ حالانکہ اسماء ستہ مکبرہ کی یہ علامت نصب ہے اور اسم مقصور میں یہ حالت ہوتی ہے مگر اعراب تقدیری ہوتا ہے۔
شاگرد: استاد جی اگر یوں کہیں طالبا مرفوع ہے کیونکہ مضاف ہے۔
استاد: یہ نہ تو دلیل لمی ہے نہ دلیل انی ہے کیونکہ نہ تو مضاف ہونا رفع کی علت ہے

اور نہ ہی رفع مضاف ہونے کی علت ہے۔

دلیل لمی اور انی کی کچھ اور مثالیں

کسی پر علماء اسلام نے فتویٰ کفر لگایا اس فتویٰ کی علت اس کے افعال یا اقوال کفریہ ہوں گے جب عام آدمی اس کے کفر پر علماء کا فتویٰ پیش کرے گا یہ دلیل انی ہو گی۔ کیونکہ اس بے ایمان کا کفر اس فتویٰ کا باعث ہوا نہ کہ فتویٰ اس کے کفر کی علت اس لیے حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ علماء کسی کو کافر بناتے نہیں بلکہ کافر بتاتے ہیں۔

تھرما میٹر سے بخار پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ بخار علت ہے نہ کہ تھرمامیٹر کا پیمانہ بخار کی علت۔ حکیم نبض کو دیکھ کر بیماری پر استدلال کرتا ہے حالانکہ نبض بیماری کی علت نہیں بلکہ برعکس ہے۔ مخلوق سے خالق کے وجود پر استدلال دلیل انی ہے لمی نہیں ہے کیونکہ علت معلول پر مقدم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کی کس کو علت قرار دینے سے یہ لازم آئے گا کہ غیر اللہ کو خدا تعالیٰ سے پہلے مان لیا جائے وھذا محال و کفر تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا

کسی کی اسناد دیکھ کر اس کی قابلیت یا ذہانت پر استدلال دلیل انی ہے۔ آگ لگنے سے جلنے پر استدلال دلیل لمی ہے کیونکہ آگ جلنے کی علت ہے۔ پنکھے کو چلتے دیکھ کر بجلی پر استدلال دلیل انی ہے۔ الغرض دلیل انی اور دلیل لمی کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مگر منطق کی عام کتابوں میں صرف مندرجہ ذیل مثالیں دی جاتی ہیں۔ ھذا متعفن الاخلاط و کل متعفن الاخلاط محموم فھذا محموم "اس کے اخلاط بدبو دار ہو گئے ہیں اور جس کے اخلاط (خون، صفراء، سوداء، بلغم) بدبو دار ہوں، وہ بخار زدہ ہوتا ہے پس یہ بخار زدہ ہے" یہ دلیل لمی کی مثال ہے اور ھذا محموم وکل محموم فھو متعفن الاخلاط فھذا متعفن الاخلاط "یہ بخار زدہ ہے اور ہر بخار زدہ کے اخلاط بدبو دار ہوتے ہیں پس اس کے اخلاط بدبو دار ہیں" یہ دلیل انی کی مثال ہے۔

بحث : کائنات کی ہر چیز کے لیے چار علتوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ وجود میں نہ آئیں گی ان کو علل اربع کہتے ہیں۔

۱۔ علت مادیہ، ۲۔ علت فاعلیہ، ۳۔ علت صوریہ، ۴۔ علت غائیہ

اس کی مشہور مثال یہ ہے کہ تخت شاہی کے لیے علت مادی لکڑی اور دیگر اشیاء لازمہ ہیں ترکھان اور دیگر مستری اس کے لیے علت فاعلی ہیں۔ اس تیاری کے بعد اس کی صورت علت صوریہ ہے۔ اگر ترکھان لکڑی کو کسی اور شکل پر بنا دے' اس کو تخت نہ کہیں گے کیونکہ علت صوریہ نہ پائی گئی۔ اور اس کا مقصد مثلا بادشاہ کا اس پر بیٹھنا علت غائیہ ہے۔

بندے جتنے کام کرتے ہیں ان کی علت فاعلیہ کسب کے اعتبار سے انسان ہیں اور خلق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی کچھ بحث قضیہ شرطیہ کے بیان مین بھی گزری ہے کسب کی نسبت بھی حقیقی ہے اور خلق کی بھی حقیقی ہے۔

معجزہ اور کرامت چونکہ مافوق الاسباب امور ہوتے ہیں بندے کا اس میں اختیار نہیں ہوتا اس لیے جس کی ہاتھ پر ان کا صدور ہو اس کو فاعل نہیں کہہ سکتے۔ مگر مجازاً" اور جب اس کی طرف نسبت حقیقی نہیں اور نہ ہی معاملہ ان کے اختیار میں ہوا تو کسی کرامت یا معجزہ کی بنا پر یا کسی معجزہ یا کرامت کے صدور کی وجہ سے نبی یا ولی کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ لینا اور ان کو کائنات کا مختار جان لینا جہالت اور سفسطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کی مزید تسلی حدیث نبوی سے کرلیں اصحاب اخدود کے واقعہ میں مذکور ہے۔

فقال له الراهب ای بنی انت الیوم افضل منی قد بلغ من امرک ما اری وانک ستبتلی فان ابتلیت فلا تدل علی وکان الغلام یبری الاکمه والابرص ویداوی الناس من سائر الادواء فسمع جلیس للملک کان قد عمی فاتاه بهدایا کثیرة فقال ما ههنا لک اجمع ان انت شفیتنی فقال انی لا اشفی احدا انما یشفی الله فان انت امنت بالله دعوت الله فشفاک فامن بالله فشفاه الله فاتی الملک فجلس الیه کما کان یجلس فقال له الملک من رد علیک بصرک قال ربی قال ولک رب غیری قال ربی وربک الله فاخذه فلم یزل یعذبه حتی دل علی الغلام فجیء بالغلام فقال له الملک ای بنی قد بلغ من سحرک ما تبری الاکمه والابرص و تفعل وتفعل فقال انی لا اشفی احدا انما یشفی الله (الحدیث' مسلم شریف ج ۸ ص ۲۳۰ طبع بیروت)

ترجمہ "کہا اس کو راہب نے اے بیٹے! آج تو مجھ سے افضل ہے۔ تیرا کام وہاں چلا گیا جو میں دیکھتا ہوں اور تجھے ضرور آزمایا جائے گا۔ اگر تجھے آزمایا جائے تو میرا نہ بتانا اور وہ

بچہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتا تھا اور تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔ پھر بادشاہ کے ایک ہم نشین نے اس کو سنا جو اندھا ہو گیا تھا۔ وہ بچے کے پاس بہت سے ہدیے لایا۔ کہنے لگا جو کچھ یہاں ہے سب تیرے لیے ہے اگر تو مجھے شفا دے دے۔ بچے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ اگر تو اللہ پر ایمان لائے میں دعا کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے دے گا۔ وہ ایمان لے آیا۔ اللہ نے اس کو شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس بیٹھا جیسے پہلے بیٹھتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا تجھے تیری نگاہ کس نے دوبارہ دی؟ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے سوا تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کیا۔ اس کو سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے بچے کا بتا دیا۔ بچے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے بچے سے کہا اے بیٹے تو اپنے جادو سے یہاں تک پہنچ گیا کہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینے لگا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔ بچے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ ہی دیتا ہے"

حدیث شریف کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں وکان الغلام یبری الاکمہ والابرص ویداوی الناس من سائر الادواء اس میں نسبت مجازی ہے جیسے انبت الربیع البقل میں ہے اس کی دلیل اس حدیث کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا خط کشیدہ جملہ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزات میں واضح طور پر باذن اللہ کا لفظ موجود ہے تو ان کا شفا دینا اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھا۔ اگر ہم کسی سے شفا مانگیں تو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اذن عطا کیا ہے۔ مثلاً احمد رضا خان بریلوی سے طلب شفا کے لیے اس بات کے ثبوت کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا اختیار دیا ہے اور بغیر ثبوت کے اللہ تعالیٰ پر افتراء ہو گا۔ کسی ایک واقعہ سے عمومی اختیار بھی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ امور قیاسی نہیں ہیں۔

اسی نوع کا واقعہ حضرت سلیمانؑ کا ہے جب انہوں نے فرمایا۔ یایها الملا ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا آتیک به قبل ان تقوم من مقامک وانی علیه لقوی امین قال الذی عنده علم من الکتاب انا آتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربی لیبلونی

أأشكر ام اكفر

ترجمہ "بولا اے دربار والو! تم میں سے کوئی ہے کہ لے آوے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر۔ بولا ایک دیو جنوں میں سے میں لائے دیتا ہوں اس کو تیرے پاس پہلے اس سے کہ تو اٹھے اپنی جگہ سے اور میں اس پر زور آور ہوں امانت دار۔ بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لائے دیتا ہوں اس کو تیرے پاس پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ پھر جب دیکھا اس کو دھرا ہوا اپنے پاس کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ آزمائے مجھ کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری"

لیجئے اس سے کرامت و معجزہ کا ایک مقصد بھی معلوم ہوا جو لیبلونی أأشکر ام اکفر سے واضح ہوتا ہے اور حضرت شیخ الہندؒ کے اوپر اعتراض کا جواب بھی حاصل ہوا[۱]۔ اور نسبت مجازیہ کی وضاحت بھی ہوئی۔

نیز تصرفات اولیاء کی حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ تصرف کا معنی ہے سرعة اجابة دعاء یعنی دعا کا جلدی قبول ہونا۔ جیسا کہ اصحاب الاخدود کے قصہ سے معلوم ہوا کہ غلام نے

---

[۱] اہل بدعت حضرت شیخ الہند کی اس عبارت پر اعتراض کرتے ہیں جو انہوں نے ایاک نستعین کے حاشیہ میں تحریر کی ہے۔ عبارت یہ ہے

"ہاں کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے" (تفسیر عثمانی ص ۲)

حضرت کا مقصد یہ ہے کہ نیک بندے سے دعا کرانا جائز ہے اور یا اس سے استعانت کی تیسری صورت مراد ہے جس کا ذکر تناقض کی بحث میں گزرا ہے۔

معجزہ اور کرامت چونکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اس لیے نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمہ کو اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے نیز چونکہ اس میں نبی علیہ السلام یا ولی علیہ الرحمہ کا اختیار نہیں ہوتا اس لیے وفات کے بعد بھی ان کا ظہور ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اس بیدار کا فعل ہوتا ہے جس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اس عقیدہ ہی کی برکت ہے کہ اپنے اکابر کی کرامات پڑھنے کے بعد ہرگز ان سے مدد نہیں مانگتے' ان کو ایک وقتی واقعہ سمجھتے ہیں۔ دعا خدا ہی سے کرتے ہیں جبکہ اہل بدعت معمولی سا خلاف عادت واقعہ سن کر حاجت روا اور مشکل کشا مانتے ہیں اور ان سے دعا کرتے ہیں۔

فرمایا ان انت امنت باللہ دعوت اللہ فشفاک معجزہ اور کرامت کی غرض یعنی علت غائیہ غرض منطق کی بحث میں ذکر ہو چکی ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں[1]

---

[1] تصرف کا ایک معنی اوپر مذکور ہے۔ کچھ تفصیل یہاں ملاحظہ کریں

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ منصب امامت میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ مولانا چاند پوری کے الفاظ میں یوں ہے

"اب خرق عادت کو ملاحظہ فرمایئے۔ جناب باری تقدس صفاتہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لیے اپنے امر کا ظہور فرماتا ہے کہ ان کی نسبت اس کا صدور غیر ممکن معلوم ہوتا ہے اگرچہ دوسرے کی نسبت متعذر نہ ہووے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود بحسب عادۃ اللہ ان کے اسباب اور آلات کی فراہمی پر موقوف ہوتا ہے۔ پس جس کسی کو اسی کے ادوات و آلات حاصل ہیں' اس سے ان چیزوں کا صدور خرق عادت میں داخل نہیں ہاں جو یہ اسباب و آلات مہیا نہیں رکھتا اس سے ایسی اشیاء کا ظہور خرق عادت کہلاتا ہے ہتھیار سے قتل کرنا خرق عادت نہیں اور بمجرد ہمت ودعا خرق عادت ہے بخلاف اہل سحر کے کہ بہت سی اشیاء نفیسہ از جنس میوہ وشیرنی وغیرہ شیاطین کی مدد سے حاضر کرتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں فخر کرتے ہیں۔ پس اکثر اشیاء کا ظہور مقبولان حق سے من جملہ خرق عادت شمار کیا جاتا ہے" (توضیح المراد ص ۴۷ وانظر قبلہ نما ص ۱۹)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کرامات امدادیہ کے مقدمہ میں اس موضوع پر بڑی نفیس بحث فرمائی ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ کرامت وہ خلاف عادت امر ہے جس کے صدور میں کوئی سبب جلی یا خفی نہ ہو اور کسی نبی علیہ السلام کے تبع کامل سے اس کا صدور ہو۔ اگر کسی کافر فاسق سے صادر ہو وہ استدراج ہے اگرچہ وہ ہوا میں اڑتا ہو۔ مسمریزم' فریمشن' حاضرات ہمزاد کا عمل' عملیات' نقوش' طلسمات وشعبدات' تاثیرات عجیبہ' ادویات' سحر چشم بندی وغیرہ کے آثار واقعی بھی ہوں تو اسباب خفیہ سے مربوط ہوتے ہیں۔ کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے۔

کرامت کی تین قسمیں ہیں ۱۔ جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے' ۲۔ جہاں علم ہو قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میووں کا آجانا' ۳۔ جہاں نہ علم ہو نہ قصد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دوچند سہ چند ہوجانا۔ چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا۔ لفظ ہمت اور تصرف پہلی قسم پر =

بحث : کائنات کی تحقیقات کے مدعی سب سی بڑھ کر سائنس دان ہیں اور اس گھمنڈ میں آکر خالق کائنات کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس کے وجود تک کا انکار کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی علل اربع صرف اسلام ہی بیان کرتا ہے کائنات کی موجودہ صورت جو علت صوریہ کہلاتی ہے یہ تو ہر انسان کو کمی یا زیادتی کے ساتھ معلوم ہے کائنات کی بے شمار

= اطلاق کیا جاتا ہے۔ دوسری تیسری قسم برکت وکرامت کہلاتی ہے۔
تصرف کے موضوع پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے جو امداد الفتاوی میں بھی شامل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی ورزش سے لڑنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور یہ کسبی کمال ہے اسی طرح مجاہدات اور ریاضات سے انسان میں روحانی قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے عجیب وغریب کام کر لیتا ہے اور بعض انسانوں میں یہ قوت فطرتاً" ہوتی ہے مگر ایسا بہت کم ہے اور یہ قوت شرعی طور پر کوئی کمال نہیں بلکہ ہر مشق کرنے والا اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اگرچہ فاسق وفاجر ہو۔ اس تصرف کا حکم فقہی یہ ہے کہ فی نفسہ مباح ہے۔ اچھے مقصد کے لیے محمود ہے جیسے مشائخ نقشبندیہ کرتے ہیں اور برے مقصد کے لیے برا ہے۔ حضرت تھانوی ہی فرماتے ہیں کہ اس کی کثرت سے قوی دماغیہ اور قلبیہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں عامل اپنی نگاہ کو خاص چیز پر مرتکز کر کے اپنی ساری طاقت لگا دیتا ہے۔
الغرض تصرف کا دار ومدار تصرف کرنے والے کے قصد وعمل پر ہے اور قصد کے ساتھ قوی فکریہ و قلبیہ کے استعمال سے اس کا صدور ہوتا ہے تو تصرف میں اسباب طبعیہ ہی کارگر ہوتے ہیں مگر مخفی طور پر اس لیے اگر تصرف سے کسی کا نقصان کر دیا تو ذمہ دار ہوگا۔
اس تصرف کو انبیاء کے لیے اس لیے بھی نہیں مانا جاتا کہ یہ تصرف کسبی ہے جبکہ انبیاء کی نبوت وہبی ہوتی ہے۔ تصرف کی مزید بحث تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۳۶ تا ۱۴۰ و ص ۲۴۳ و ص ۲۵۴' ارواح ثلاثہ ص ۴۴ حکایت نمبر۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔
آخر میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پیش خدمت ہے جو نہ حکیم ہیں نہ صوفی بلکہ نہایت عظیم محدث ہیں۔ صحیح بخاری کتاب الطب باب رقیہ العین کی شرح میں لکھتے ہیں
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ رفعہ "العین حق ویحضرھا الشیطان وحسد ابن آدم" وقد اشکل ذلک علی بعض الناس فقال کیف تعمل العین من بعد حتی یحصل الضرر للمعیون؟ والجواب ان طبائع الناس تختلف فقد یکون ذلک من =

چیزیں انسان دیکھتا ہے یہ علت صوری نہیں تو اور کیا ہے۔ سائنس دان اپنے اپنے فن کے مطابق ذرا زیادہ معلومات جمع کر لیتے ہیں۔ مگر ہے تو علت صوریہ ہی۔ اس کے علاوہ تین علتوں کی وضاحت سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ علت فاعلی ہے۔ بغیر مادے کے اس کو پیدا کیا۔

ے سم یصل من عین العائن فی الھواء الی بدن المعیون فقد نقل عن بعض من کان معیانا انه قال اذا رایت شیئا یعجبنی وجدت حرارة تخرج من عینی ویقرب ذلک بالمراة الحائض تضع یدھا فی اناء اللبن فیفسد ولو وضعتھا بعد طھرھا لم یفسد وکذا تدخل البستان فتضر بکثیر من الغروس من غیر ان تمسھا یدھا ومن ذلک ان الصحیح قد ینظر الی العین الرمداء فیرمد ویتثاء ب واحد بحضرته فیتثاء ب ھو ..... وھو کاصابة السم من نظر الأفاعی ..... والحاصل ان التاثیر بارادة اللّٰه تعالی وخلقه لیس مقصورا علی الاتصال الجسمانی بل یکون تارة بالمقابلة واخری بمجرد الرؤیة واخری بتوجه الروح کالذی یحدث من الادعیة والرقی والالتجاء الی اللّٰه وتارة یقع ذلک بالتوھم والتخیل فالذی یخرج من عین العائن سھم معنوی ان صادف البدن لا وقایة له اثر فیه والا لم ینفذ السھم بل ربما عاد علی صاحبه کالسھم الحسی سواء (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۰۰، ۲۰۱ .... مختصراً)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نظر بد اور حسد وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "پس جب ناتوانوں کی ہمت کو اس قدر اثر بخشا تو بلند ہمت کے اثر کو کس حد تک جانا چاہیے" (منصب امامت مترجم اردو ص ۳۹)

کشف و کرامت چونکہ مقصود اصلی نہیں ہیں اس لیے اکابر علماء دیوبند انسانوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "پس آپ (حضرت گنگوہی رحمہ اللہ) کو ربانی تھے رب نہ تھے۔ مقبول خدا تھے خود خدا نہ تھے اگر کوئی مصیبت زدہ یا آفت رسیدہ شخص آپ کے آستانہ پر بالاستقلال کامیابی کا امیدوار بن کر آیا اور یہی نظر ما سوی اللہ غیرت مند رحمت خاصہ کے حجاب کا سبب بنی ہوئی تھی تو آپ کے مایوس کن جواب سے حزین و غمزدہ سائل کا فوراً دل ٹوٹا اور ایک خدائے وحدہ لا شریک کا مخلص فقیر بن کر عرض کرتا تھا کہ اب تیرے سوا کوئی سہارا نہیں اسی وقت دریائے رحمت میں جوش آتا اور مقصود کا گوہر شہوار دست بدست عطا ہو جاتا تھا" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۹۳)

علت غائیہ بھی قرآن پاک میں صراحتا موجود ہے ارشاد ہے وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون کائنات کی علت مادیہ کے بارے میں ہندو اور بعض اور لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کائنات کا مادہ ہے یعنی زمین و آسمان کا مادہ قدیم ہے اللہ تعالٰی کے افعال کا اپنے اوپر قیاس فاسد ہے نیز مادہ کیا چیز ہے اس کی حقیقت کوئی بیان نہ کر سکا علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔

البتہ آپ شبہ کر سکتے ہیں کہ اگر مادہ موجود نہ تھا تو پھر عدم سے وجود کیسے بنا لیکن یہ معاملہ دشوار اور امرلاینحل نہیں اس لیے کہ ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ کوئی فاعل اپنے فعل میں مادہ کا محتاج نہیں ہوتا ...... ایک انسان کبھی اپنی ہاتھ کو اوپر اٹھاتا اور نیچے کر لیتا ہے اور کبھی خاموش کھڑا ہو جاتا ہے تو وہ ان تمام افعال میں کسی مادہ یعنی لکڑی، پتھر، لوہے کا محتاج نہیں ہے کہ جب تک وہ نہ ہو یہ شخص ان حرکات کو نہ کر سکے ہاں کوئی فاعل مادہ کا محتاج اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کا فعل کسی دوسرے فاعل کے مفعول پر واقع ہو اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک بڑھئی تخت کو بنانا چاہتا ہے تو اس وقت جبکہ وہ تخت کو بنائے گا چار چیزیں موجود ہوں گی ایک بڑھئی دوسرے نجارت یعنی اس کا عمل یا فعل جو اس کے ہاتھ کی حرکت ہے تیسری لکڑی چوتھی تخت کی وہ صورت وہیئت جو بننے کے بعد پیدا ہوئی ہے تو بڑھئی اپنے اس فعل و عمل میں جس کو ہم اس موقع پر نجریا گڑھنے سے تعبیر کرتے ہیں کسی مادہ کا محتاج نہیں بلکہ اس کی فاعلیت کے لیے صرف ہاتھ کی حرکت کافی ہے لکڑی ہو یا نہ ہو اور ظاہر ہے کہ خود لکڑی اس کا مفعول نہیں ہے ..... جب آپ اس اہم مقدمہ کو سمجھ گئے اور یہ امر آپ کے ذہن نشین ہو گیا تو آپ خود بخود سمجھ لیں گے کہ یہ سارے کا سارا عالم خواہ جواہر ہوں یا اعراض فاعل حقیقی یعنی خدائے قدوس کا فعل ہے اور جس طرح انسان اپنی حرکت و سکون بغیر مادہ کے پیدا کر سکتا ہے اس طرح اللہ تعالٰی نے عالم کو کتم عدم سے نکال کر موجود کر دیا اور چونکہ حق تعالٰی یعنی فاعل حقیقی کے لیے عالم دوسری چیز تھا نہ کہ چوتھی اس لیے وہ تیسری چیز سے قطعا مستغنی رہا اور اس کو کسی اور شے کی احتیاج نہ پڑی (انوار انوری ص ۲۵)

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں بحوالہ ابن حاجب یہ لکھا ہے کہ خلق السموات میں السموات مفعول مطلق ہے

مفعول بہ نہیں ہے۔ (ج ۲ ص ۲۶۰)

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ اعلم ان للہ تعالی بالنسبة الی ایجاد العالم ثلاث صفات مترتبة احدها الابداع وهو ایجاد شیء لا من شیء فیخرج الشیء من کتم العدم بغیر مادة وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن اول هذا الامر فقال کان اللہ ولم یکن شیء قبله (وفی روایة ولم یکن معه شیء) والثانیة الخلق وهو ایجاد الشیء من شیء کما خلق ادم من التراب ...... والثالثة تدبیر العالم ..... کما انزل من السحاب مطرا ...... وکما ان ابراهیم صلوات اللہ علیه القی فی النار فجعلها اللہ تعالی بردا وسلاما لیبقی حیا (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲ وما بعدہا)

"جان لے کہ جہاں کو پیدا کرنے کی نسبت سے اللہ تعالی کی تین صفات مرتبہ ہیں۔ ایک ابداع ہے اور وہ چیز کو بغیر چیز کے پیدا کرنا۔ پس چیز کو عدم کے پردے سے بغیر مادے کے نکالنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس امر کی ابتداء کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اللہ تھا اس سے قبل کوئی چیز نہ تھی (اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالی کے ساتھ کچھ نہ تھا) دوسری صفت خلق جیسے اللہ تعالی نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ تیسری تدبیر عالم ہے جیسے بادل سے بارش اتاری اور جیسے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ نے آگ کو برد اور سلام بنا دیا تا کہ ابراہیم علیہ السلام زندہ رہیں"

۱۲۹۵ھ کو شاہجہانپور انڈیا میں ہندوؤں نے تحقیق مذہبی کے نام سے ایک مباحثہ کا اہتمام کیا جس میں ہندوؤں کے سرکردہ دیانند سرسوتی' عیسائیوں کے سرکردہ پادری نولس اور پادری اسکاٹ تھے جبکہ اہل اسلام کے نمائندے حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے رفقاء تھے مگر اصل کردار اس میں حضرت نانوتویؒ ہی کا پایا جاتا ہے اس مناظرہ کے اندر مباحثہ کے منعقد کرنے والے کی طرف سے سوالات کی ایک فہرست پیش کی گئی کہ اول ان سوالوں کے جواب دیے جائیں پھر کوئی اور بات ہو گی۔ اس کے اندر سب سے پہلا سوال یہ تھا۔

اللہ تعالی نے جہاں کو کس چیز سے پیدا کیا؟ کیوں پیدا کیا اور کب پیدا کیا؟

اس سوال میں علت فاعلیہ جہاں کے لیے اللہ تعالی کو تسلیم کرنے کے بعد جہاں کی

علت غائیہ اور علت مادیہ کے بارہ میں سوال تھا۔ جواب تو ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی دیا مگر صحیح اور تسلی بخش جواب صرف حضرت نانوتویؒ نے دیا ہم اس کو یہاں نقل کرتے ہیں۔ اس عبارت کے اندر مسئلہ وحدۃ الوجود پر بھی قدرے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غور سے اس کو ملاحظہ کریں۔ اگر کسی کو اس جواب سے اتفاق نہ ہو تو اس کی نقیض ثابت کرے اور اس سے بہتر اور معقول جواب عنایت فرمائے۔ اب مباحثہ کی عبارت پڑھیں

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر

پادری اسکاٹ سوال ہی نہیں سمجھے : خیر پادری صاحب تو فارغ ہو کر کرسی پر بیٹھے اور مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ پادری صاحب مطلب سوال ہی نہ سمجھے۔ سائل کا یہ مطلب ہی نہیں کہ موجود ہونے سے پہلے معدوم تھا یہ نہ تھا یا خدا نے جو عالم کو پیدا کیا تو اس کے بنانے میں قدرت سے یا کسی اور آلہ سے کام لیا۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو البتہ پادری صاحب کا یہ جواب مطابق سوال ہوتا۔ سائل کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مادہ عالم کیا ہے؟ خداوند عالم نے عالم کو کس مادہ اور اصل سے بنایا۔ یہ کہہ کر منشی پیارے لال اور لالہ مکتا پرشاد وغیرہم کی طرف متوجہ ہو کر استفسار مطلب سوال کا ارادہ کیا ہی تھا کہ لالہ مکتا پرشاد نے کہا ہاں مولوی صاحب یہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب پادری صاحب مطلب سائل ہی نہیں سمجھے تو ان کا جواب سراسر لغو ہو گیا۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان اسی کو کہتے ہیں۔ ہاں جواب سوال ہم بیان کرتے ہیں۔ حاضران جلسہ متوجہ ہو کر سنیں

مخلوقات کی ہستی اور وجود کی اصل خدا کا وجود ہے : عالم کو خداوند سے ایسی نسبت سمجھئے جیسے دھوپ کو آفتاب سے نسبت ہوتی ہے۔ جیسے آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے عالم منور ہو جاتا ہے اور غروب ہوتا ہے تو اس کا نور اس کے ساتھ چلا جاتا ہے اور روئے زمین و آسمان تیرہ و تاریک رہ جاتے ہیں۔ ایسے ہی ارادہ ایجاد خداوندی سے مخلوقات موجود ہو جاتے ہیں۔ اس کے ارادہ فنا سے مخلوقات فنا اور معدوم ہو جاتے ہیں جیسے دھوپوں کا مادہ وہ نور آفتاب ہے جو اس سے لے کر دور دور تک پھیلا ہوا ہے اور تمام زمین و آسمان کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ ایسے ہی تمام مخلوقات کی ہستی کا مادہ خدا کا وہ وجود ہے جو تمام

کائنات کو محیط ہے اور سب کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے جیسے دھوپوں کی روشنی کی اصل آفتاب کا نور مذکور ہے اور دھوپوں کے اشکال مختلفہ مربع مثلث منحرف دائرہ وغیرہ موافق تقطیعات صحن وروشن دان وغیرہ اس پر عارض ہو جاتے ہیں ایسے ہی مخلوقات کی ہستی اور وجود کی اصل تو خدا کا وجود مذکور ہے پر اشکال مختلفہ مخلوقات جن کے وسیلے سے ایک کو دوسرے سے تمیز کر سکتے ہیں موافق علم خداوندی اس پر عارض ہو جاتی ہیں۔ غرض جیسے کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والوں کی حرکت تو ایک ہوتی ہے پر کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والے باہم مغائر ہوتے ہیں۔ کشتی اور ہے اور کشتی نشین اور۔ پھر میں اور ہوں اور تم اور۔ ایسے ہی خداوند عالم اور عالم کا وجود تو واحد ہے پر خدا اور ہے اور عالم اور ہے۔ میں اور ہوں اور تم اور۔ غرض جیسے نور مذکور اور حرکت مذکور دونوں طرف منسوب ہے۔ آفتاب اور کشتی کی طرف انتساب صدور اور انتساب اولی اور ذاتی اور حقیقی ہے اور زمین اور کشتی نشین کی طرف انتساب وقوع اور انتساب ثانوی اور عرضی اور مجازی ہے۔ ایسے ہی وجود واحد دونوں طرف منسوب ہے۔ خدا کی طرف تو نسبت صدور اور ذاتیت اور حقیقت واولیت ہے اور عالم کی طرف نسبت وقوع اور عرضیت اور مجازیت اور ثانویت ہے۔

حقائق عالم خدا کے ارادہ ایجاد سے صادر ہوتے ہیں : جیسے دھوپوں کی شکلیں مربع ہوں یا مدور مثل نور آفتاب کی طرف سے صادر ہو کر اور اس میں سے نکل کر نہیں آتیں اور اس لیے مثل نور اس کی عطا اور اس کا فیض اور اس کی صفت نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ آفتاب کے سبب پیدا ہو گئی ہیں۔ آفتاب طلوع نہ ہوتا تو یہ شکلیں پیدا نہ ہوتی۔ ایسے ہی حقائق مخلوقات یعنی ان کی اشکال ممیّزہ خواہ ظاہرہ ہوں جیسے حقائق اجسام یا باطنہ جیسے حقائق ارواح مثل وجود خدا کی ذات سے صادر ہو اور اس سے نکل کر نہیں آئیں جو ان کو فیض خداوند عالم اور عطاء خداوند عالم اور صفت خداوند عالم کہئے بلکہ خداوند عالم کی ذات کے بدولت یہ تمام حقائق پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر وہ ارادہ ایجاد نہ کرتا تو یہ کارخانہ پردہ عدم سے جلوہ گاہ وجود میں نہ آتا۔ اس صورت میں حقائق کی بھلائی برائی خالق کی بھلائی برائی کا باعث نہ ہوگی۔ وہ اشکال ہی بھلے برے کہلائیں گے۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے صفحہ کاغذ ودفترین پر کوئی شخص بھلے اور برے حروف لکھ دے۔ ظاہر ہے کہ وہ حرف ہی بھلے یا برے معلوم ہوں گے۔ کاتب اور خوشنویس ان کے

سبب بھلا یا برا معلوم نہ ہوگا۔ ایسے ہی حقائق ممکنہ کی بھلائی یا برائی خدا کی بھلائی یا برائی کا باعث نہ ہوگی۔ وہ بھلائی اور برائی ان حقائق تک ہی رہے گی۔

حقائق ممکنہ کا وجود خدا کے وجود کا فیض مستعار ہے : بالجملہ حقائق ممکنہ خدا سے بھی مغائر اور باہم بھی مغائر البتہ مادہ حقائق مذکورہ وہ وجود مشترک ہے جس کو خدا کی ذات سے وہ نسبت ہے جو آفتاب کی شعاعوں کو اس کی ذات سے نسبت ہوئی ہے۔ مخلوقات اپنے وجود میں اس کی ایسی محتاج ہیں جیسی دھوپیں اپنے وجود میں شعاعوں کے محتاج ہیں۔ یا حرارت آب گرم اپنے وجود میں حرارت آتش کی محتاج ہے۔ چنانچہ مخلوقات کے وجود کی ناپائیداری اور آمد وشد ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا وجود خانہ زاد نہیں' مستعار ہے۔ کسی ایسے کا فیض ہے جس کا وجود اس کا خانہ زاد اور اس کی ذات کے ساتھ مثل حرارت آتش ونور آفتاب لازم وملازم رہتا ہے" الخ (مباحثہ شاہجہانپور ص ۷۰ تا ۷۲)

بحث : سائنس دان اور ان کے ماننے والے دنیا دار سائنسی ترقی یا دنیوی آسائشوں کو دیکھ کر اس مغالطہ میں آجاتے ہیں کہ یہ سائنس دانوں کا بڑا کارنامہ ہے اور انہوں نے واقعی بڑا کام کیا ہے اور بغیر سائنسی ترقی کے مسلمان آگے نہیں بڑھ سکتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھی حل ہو کر دیا جائے۔

سو یاد رکھو جب تک انسان کو اپنے وجود کی علت غائیہ کا علم نہ ہو گا ہمیشہ پریشان رہے گا جب بھی موت یاد آئی گی گھبرائے گا۔ علت فاعلی کا علم اس کو توہمات اور شبہات سے پاک کرتا ہے اور اس کو ایک متعین اور متیقن مشن پر چلنے والا بناتا ہے۔ صحیح العقیدہ مسلمان چونکہ آخرت پر مکمل ایمان رکھتا ہے اس لیے غریب اور بیمار ہونے کے باوجود بھی اس کو دلی سکون نصیب ہوتا ہے اس کے برخلاف بڑے بڑے سرمایہ دار اور یورپ کے بڑے بڑے سود خور رات کو بے چینی کی وجہ سے خواب آور گولیاں کھا کر سوتے ہیں۔

انسان کسی کے گھر میں مزدوری کرے تو اس کی مرضی کے مطابق کام کرنا پڑے گا اگر کام تو بڑا عالیشان کرتا ہے مگر کرتا اپنی مرضی سے ہے یا مالک کا بتایا ہوا کام کرنے کے بجائے دوسرے مزدوروں کی خدمت میں لگا ہوا ہے یا اپنا وقت کسی اور کام میں خرچ کر رہا ہے تو غیرت مند ہوشیار اور چوکنا مالک اس کو کبھی مزدوری نہ دے گا بلکہ ہو سکتا ہے نقصان کرنے کا ہرجانہ ڈال دے اور مزدور کا اثاثہ تو وہی مزدوری ہے جو وصول کر کے شام کو گھر لائے گا جو

کچھ بنایا ہے وہ تو مالک ہی کا ہے اس طرح دنیا کے اندر سب انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اس میں جو کچھ بھی بنالیں سڑک بنائیں پل بنائیں شہر آباد کرلیں ہوائی جہاز بنالیں موت کے وقت یہیں چھوڑ جائیں گے مزدوری تو اس کام کی ملے گی جو مالک کی مرضی سے کیا ہوگا اپنی مرضی سے اپنی ضرورت کے لیے یا دیگر بندوں کی راحت و آرام کے لیے جو بھی چاہو کرو مگر نتیجہ تو تمہارے حق میں نہ ہو گا یہ تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ دنیا میں اہل ایمان کو آرام کے ذرائع ان لوگوں کے ہاتھ سے مہیا کروا دیے جو خالص دنیا دار ہیں اور اہل ایمان کا وقت امور آخرت کے لیے وقف ہو گیا اگر علماء ہی بجلی کا سارا نظام سنبھالیں تو بیچارے عبادت کب کریں گے اور حج و عمرہ کیسے کریں۔ دین کا علم کس طرح پڑھائیں فالحمد للہ علی ذلک

شاگرد: استاد جی ارشاد باری تعالیٰ ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل "اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے سامان درست رکھو ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے"

استاد: یہ بات حقیقت ہے کہ مومن کے نزدیک اصل چیز تو دین ہے آخرت ہے جہاد عبادت میں سے ہے اس کے لیے تمام وسائل اختیار کرلینے چاہئیں اس طرح دیگر عبادات کی ادائیگی کے وسائل اختیار کرنا ہم اس کے مخالف ہرگز نہیں مگر ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ دنیا کی ترقی صرف دنیا کی غرض سے مثلاً" ویڈیو' ٹی وی' ایئر کنڈیشن وغیرہ میں ترقی کرنا اور اس کو آخرت پر ترجیح دینا یا یہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے ان کو ایجاد کیا یا ان کو تیار کیا وہ نہایت اعلیٰ قسم کے لوگ ہیں یا مقبول و کامیاب ہیں یہ نظریہ قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف وہی کامیاب ہے جو اس کے لیے اس کے کہنے کے مطابق کرے گا۔ خواہ کوئی ہو ارشاد نبوی ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم او کما قال "بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے"

سائنس دانوں کی اس دنیوی ترقی کی وجہ سے جہلاء ان کی ہر بات کو تسلیم کرلیتے ہیں خواہ سمجھ آئے یا نہ آئے۔ سائنس دانوں نے بھی اس کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ لوگ سائنس پر ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا

قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی احادیث پیش کی جاتی ہیں تو روشن خیالی کا نام لے کر رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً" سائنس دان کہتے ہیں کہ زمین سورج کا حصہ تھی' اس سے الگ ہو کر اس کے گرد گھومنے لگی۔ نیز یہ کہ زمین سورج چاند وغیرہ میں کشش ثقل ہے۔ انسان پہلے بندر تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ آخری نظریہ تو بالکل ہی خلاف شرع ہے۔ نیز یہ سارے نظریات نہ نظر آنے والے ہیں مگر چونکہ سائنس کے پیش کردہ ہیں اس لیے لوگ قبول کرتے ہیں پھر حیرت اس پر ہے کہ ان نظریات کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ خالق کوئی نہیں ہے آخرت نہیں ہے آخر بتائیں زمین سورج کا اگر حصہ ہی تھی تو الگ کس نے کیا۔ سورج کیسے بنا۔ کشش ثقل اگر ہو بھی تو کس نے عطا کی لا محالہ خالق نے عطا کی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ (الآیۃ) "بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر (بالفرض) موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔

سائنس دان یہ سوچتے ہیں کہ اگر کشش ختم ہو جائے تو کیا بنے گا۔ مگر مومن یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ سنبھالنے والا قادر مطلق ہے اس کے حکم کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔

جہلاء جب عاجز آ جاتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ اچھا بتاؤ من خلق اللہ مومن کے لیے اس موقع پر سب سے بہتر علاج وہ ہے جو نبی ﷺ نے بتلایا ہے حدیث میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی الشیطان احدکم فیقول من خلق کذا؟ من خلق کذا؟ حتی یقول من خلق ربک؟ فاذا بلغہ فلیستعذ باللہ ولینتہ متفق علیہ

"فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آتا ہے شیطان تم میں سے ایک کے پاس۔ کہتا ہے کس نے پیدا کیا یہ؟ کس نے پیدا کیا یہ؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کس نے پیدا کیا تیرے رب کو؟ جب اس کو پہنچے تو پناہ پکڑے ساتھ اللہ کے اور باز رہے"

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا یزال الناس یتساء لون حتی یقال ھذا خلق اللہ الخلق فمن خلق اللہ؟ فمن وجد من ذلک شیئا فلیقل آمنت باللہ ورسلہ متفق علیہ (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۶)

"فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جو شخص اس میں سے کچھ پائے تو کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر"

عقلی انداز میں اس کا جواب یوں ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے آخر کسی فاعل مختار کے ارادہ سے ہو رہا ہے تمام انسانوں کی پیدائش، شکل صورت کی مشابہت ان کے لوازمات اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ پیدا کرنے والا ایک ہے عقلی دلائل مزید ملاحظہ کرنے کے لیے حضرت نانوتویؒ کی کتب کا مطالعہ کریں۔ آسان دلیل یہ ہے کہ تقریباً ہر شادی شدہ جوڑے کی تمنا یہ ہوتی ہے اس کے نرینہ اولاد ہو لڑکیاں یا کم ہوں یا نہ ہوں بہت سے لوگ اس مقصد کے لیے دواؤں یا غذاؤں کا بلکہ تعویذات کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود دنیا میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے اگر انسانوں کی خواہش پوری کر دی جائے تو چند سال بعد نظام دنیا خراب ہو جائے گا بالفرض اگر آج سے بیس سال قبل لوگ غذاؤں دواؤں اور تعویذوں کے زور سے نرینہ اولاد زیادہ حاصل کر لیتے تو آج ان بیس سالہ لڑکوں کے لیے رشتے کہاں سے مہیا ہوتے کیا ان کو موم کے مجسمے دیے جاتے یا کسی کمپیوٹر سے ان کو بیاہا جاتا کیونکہ کمپیوٹر ہی اس دور کی جدید ترین ایجاد ہے معلوم ہوا کہ کوئی ذات ہے جو اس سارے نظام کی مدبر ہے بندوں کی خواہش پوری ہو جاتی تو آج لڑکیوں کے حصول کے لیے خوب دنگا فساد ہوتا کاروبار خراب ہوتے کیونکہ شادیوں کی وجہ سے کاروبار خوب چلتے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے کیا کہنے اس کے اس نے لڑکیاں زیادہ پیدا کیں" تاکہ کوئی لڑکا زنا کے لیے لڑکیوں کی قلت کا عذر نہ کر سکے اور دنیا کا نظام بھی چلتا رہے اور مردوں کے لیے ایک سے زیادہ نکاح جائز کر دیا تاکہ لڑکیوں کی کثرت فساد کا باعث نہ بنے اگر صرف ایک ہی سے نکاح جائز ہوتا تو اس کا معنی یہ ہوتا کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد پیدائش وفات میں بالکل یکساں ہوتی تاکہ تشریع و تکوین میں مطابقت ہوتی۔ جب تعداد ایک جیسی نہیں تو لامحالہ قلت کی جانب تعدد نکاح جائز ہونا چاہیئے تاکہ عورتیں بیکار یا بے نکاحی نہ رہ جائیں۔

الحاصل لڑکیوں کی کثرت باوجود نرینہ اولاد کی خواہش اور کوشش کے دلیل ہے اس بات کی کہ اس نظام کا چلانے والا کوئی ہے ورنہ تو انسان خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار لیتے۔ اس

بحث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خالق کائنات کا دیا ہوا نظام ہی مکمل کامیاب رہ سکتا ہے۔ اس لیے کہ تکوین اس کے حکم سے ہے دوسرے تمام قوانین ان لوگوں کے وضع کردہ ہیں جو تکوین سے کچھ اختیار نہیں رکھتے ان کے قوانین ہر دور میں اور ہر انسان کے لیے ہرگز کامیاب نہیں رہ سکتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی قوانین میں مجموعہ کائنات کی مصلحت کا لحاظ ہو گا جبکہ وضعی قوانین میں واضع کی ذاتی مصلحت مقدم ہوتی ہے۔ اربوں ڈالر کا مالک یہ نہیں چاہتا کہ زکاۃ کے کروڑہا ڈالر اجنبی لوگوں میں تقسیم کرے (اربوں کی زکوٰۃ کروڑوں میں ہی نکلے گی) بلکہ وہ تو ہمیشہ سرمائے کی ترقی کے لیے کوشاں ہوگا۔ اس کے برخلاف ایک غریب دنیا دار یہ چاہتا ہے کہ اس سرمایہ دار کے پاس یہ سرمایہ بالکل نہ رہے بلکہ غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مگر شریعت اسلامیہ کا نظام زکوٰۃ و صدقات غریب کو امیر بناتا ہے اور امیر کو غریب کا خیر خواہ اور ہمدرد اب اگر مالدار زکوٰۃ نہ دے یا غریب مالدار کے گلے میں ہاتھ ڈالے تو اس میں شریعت یا مولویوں کا کیا قصور ہے۔ سیاست دانوں کا حال یہ ہے کہ قومی خزانوں سے بڑی بڑی رقومات نکلوا کر اپنے لیے ملیں اور کارخانے بناتے ہیں اور زکوٰۃ تک ادا نہیں کرتے بلکہ مزدور کی پوری مزدوری تک نہیں دیتے پھر شور کرتے ہیں کہ مولوی پیسے کھا گئے حالانکہ مولوی اکثر قوت لایموت پر گزارہ کرتے ہیں اور اگر کوئی ظالم دھاندلی کرتا ہے تو لوگوں کے دیے ہوئے صدقات زکوۃ کے مالوں میں کرتا ہے۔ قومی خزانے پر تو ہاتھ صاف نہیں کرتا۔ ملک کو غریب کرنے والے یہ ظالم حکمران ہی ہیں واللہ المستعان۔ معلوم ہوا کہ مالدار کو اللہ تعالیٰ غریب کے لیے ذریعہ بنا رہے ہیں۔ مگر کافر اس سے استہزاء کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

واذا قیل لهم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمه ان انتم الا فی ضلال مبین ○ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خرچ کرو اس سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے تو کہتے ہیں یہ کافر ایمان لانے والوں سے کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو کھانے کو دے دے گا، تم نری صریح غلطی میں ہو"

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے قوانین سے استہزاء کرنا موجب کفر ہے اعاذنا اللہ منه

تدریب

س: قیاس سے نتیجہ کے نکلنے کی علت کیا ہے؟ مثال دے کر واضح کریں؟
س: دلیل لمی اور دلیل انی کی تعریف کریں نیز وجہ تسمیہ ذکر کر کے دوسرا نام بتائیں۔
س: جاء طالبا علم میں طالبا کے رفع کی دلیل لمی اور دلیل انی کا ذکر کریں۔
س: وجود خداوندی پر دلیل لمی سے استدلال نہیں ہو سکتا' کیوں؟
س: بندے کے اختیاری کاموں کی نسبت بندے کی طرف بھی حقیقی ہے اور اللہ پاک کی طرف بھی' وہ کیسے؟
س: کیا معجزات یا کرامات کے صادر کرنے کی نسبت بندے کی طرف ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مع دلیل ذکر کریں
س: تفسیر عثمانی ص ۲ پر اہل بدعت کیا اعتراض کرتے ہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟ آیات واحادیث صحیحہ سے مدلل کریں۔
س: تصرف پر مستقل بحث تحریر کریں۔
س: تصرف کی تائید پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کلام پیش کریں۔
س: کائنات کی علل اربع کون بیان کرتا ہے' سائنس دانوں کا مغالطہ دور کریں۔ نیز ان کو جاننے کا فائدہ بتائیں۔
س: ایجاد عالم کی تین صفات مترتبہ کا ذکر کریں۔
س: مباحثہ شاہجہانپور کن لوگوں نے منعقد کیا' اس میں کون کون شریک ہوئے' اہل اسلام کی نمائندگی کس نے کی؟
س: اس مباحثہ میں بنیادی سوال کیا تھا اور اس کا بہترین جواب کس نے دیا؟ وہ جواب بھی ذکر کریں۔
س: مسئلہ وحدۃ الوجود پر مختصر کلام کریں۔

س : بغیر خدا تعالیٰ کی فرماں برداری کے نہ دنیا میں سکون ہے نہ آخرت میں' اس کو عقلی طور پر مبرہن کریں۔

س : لوگ سائنس پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں' وہ کیسے؟

س : دلی اطمینان صرف مومن کو نصیب ہے' ثابت کریں۔

س : شیطان کے اس وسوسے کا کہ من خلق ربک کا صحیح حل کیا ہے؟

س : لڑکیوں کی کثرت وجود خالق پر دال ہے' وہ کس طرح؟

س : اسلام کا اقتصادی نظام کس طرح غریب کو مستغنی اور امیر کو غریب کا ہمدرد بنا دیتا ہے؟

س : ملک کو کنگال کرنے والے کون ہیں؟ ظالم حکمران ہیں یا علماء اور کیسے؟

س : قوانین اسلام سے استہزاء کفر کیسے ہے؟

س : اس حقیقت کو ثابت کریں کہ اسلامی قوانین کا مجموعہ کائنات کے لیے رحمت ہے اور وضعی قوانین میں واضع کی ذاتی مصلحت مقدم ہے۔

سبق دہم

مادہ قیاس کا بیان

جاننا چاہئے کہ ہر قیاس کی ایک صورت [۱] ہے اور ایک مادہ [۲]

صورت قیاس کی تو اس کی وہ ہیئت (بناوٹ) ہے جو اس کے مقدمات [۳] کے ترتیب دینے سے اور حد اوسط کے ملانے سے اس کو حاصل ہوتی ہے [۴]

اور مادہ قیاس وہ مضامین [۵] اور معانی ہیں جو مقدمات [۶] قیاس کے ہیں۔ (یعنی مقدمات کے معانی مادہ قیاس ہیں) یعنی یہ مقدمات یقینی [۷] ہیں یا ظنی وغیرہ ہیں۔

واضح ہو کہ یہ بحث منطق کی اہم ابحاث میں سے ہے لیکن منطق سے زیادہ اس کا

---

[۱] موجودہ ہیئات۔ ۱۲ [۲] جس سے کوئی چیز بن سکے یعنی اجزاء۔ ۱۲ ج

[۳] صغری کے پہلے اور کبری کے بعد میں ہونے اور حد اوسط محمول و موضوع ہونے سے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ۱۲

[۴] جس کا بیان سبق ششم میں ہو چکا۔ ۱۲ شف

[۵] الفاظ نہیں کیونکہ مقصود معانی ہی ہیں اور کبھی کبھی مجازی معنی سے الفاظ کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ ۱۲

[۶] صغری کبری۔ ۱۲

[۷] تمہارے ذہن میں اگر کسی بات کا واقع کے موافق ہونا نہ ہونا برابر ہو تو یہ شک ہے اور اگر ایک زیادہ اور ایک کم ہو تو زیادہ بات ظن کم وہم اور اگر واقع کے موافق ہونا یا نہ ہونا ایک ہی بات ذہن میں ہو، دوسرے کا خیال بھی نہ ہو تو یہ یقین ہے۔ چونکہ قیاس کے مقدمے تصدیق ہیں اور شک اور وہم تصدیق نہیں ہے جیسا کہ تصدیق کی تعریف کے حاشیہ میں اس کا اشارہ ہوا ہے اس لیے یہاں شکی اور وہمی کو بیان نہیں کیا جاتا۔ ۱۲ ج

علوم شرعیہ سے تعلق ہے۔ مگر اس بحث سے کافی غفلت برتی جاتی ہے صرف ایساغوجی اور مرقات میں اگر ہو سکے اس کو پڑھایا جاتا ہے شرح تہذیب اور دوسری کتابیں عموماً" آخر تک لے کر ہی نہیں جاتے فاضل یزدی لکھتے ہیں۔ واعلم ان ما ذکره المتاخرون فی الصناعات الخمس اقتصار مخل وقد اجملوه واهملوه مع کونه من المهمات (شرح تہذیب ص ۶۳) "جان لے کہ متاخرین نے صناعات خمس میں جو ذکر کیا اس میں خلل ڈالنے والا اختصار ہے۔ انہوں نے اس کو مجمل رکھا اور بے کار چھوڑ دیا حالانکہ وہ ضروریات میں سے ہے۔"

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے وکان الواجب علیهم تصویرات الصناعات الخمس باتیان القیاسات ونتائجها وبیان احکامها (حاشیہ نمبر ۴ شرح تہذیب ص ۶۳) "ان پر واجب تھا صناعات خمس کو مکمل پیش کرنا' قیاس اس کے نتائج اور اس کے احکام کو بیان کرنے کے ساتھ"

قطب الدین رازی لکھتے ہیں کہ ان المتاخرین حذفوها عن المنطق واقتصروا منه علی ابواب اربعة مع اشتمالها علی فوائد کثیرة الجدوی واحتوائها علی لطائف بعیدة المرمی (شرح المطالع ص ۴۵۰ وانظر مقدمہ ابن خلدون ص ۳۸۹) "متاخرین نے ان کو منطق سے نکال دیا اور ان میں سے چار ابواب پر کفایت کی ہے حالانکہ وہ بہت بامقصد فائدوں پر اور بہت عجیب باریکیوں پر مشتمل ہے"

احکام شرعیہ سے اس بحث کا تعلق ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوا چاہتا ہے۔

نتیجہ کی غلطی کے دو سبب ہیں یا قیاس کی صورت میں خلل ہو گا یا مادہ میں۔

صورت میں خلل کی مثال "مرزا قادیانی نبی نہ تھا اور ہر نبی سچا ہوتا ہے"

عام آدمی اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔ یا یہ کہ وہ سچا نہ تھا حالانکہ یہ قیاس ہی درست نہیں ہے۔

شاگرد: استاد جی مرزا قادیانی تو جھوٹا ہی تھا پھر نتیجہ کیسے درست نہ ہوا۔

استاد: یہ تو حقیقت ہے لیکن اس کے جھوٹ کی دلیل وہ نہیں جو اوپر دی گئی' اس لیے کہ اگر اس کی جگہ کسی نیک آدمی کا نام لے کر یوں کہا جائے۔

شاہ ولی اللہؒ نبی نہیں تھے اور ہر نبی سچا ہوتا ہے۔ تو نتیجہ کیا ہوگا۔ بلکہ نتیجہ نہ ہونے

کی وجہ یہ ہے کہ شکل اول میں صغریٰ کا موجبہ ہونا ضروری ہے اور یہاں صغری سالبہ ہے۔
مادہ کے غلط ہونے کی مثال کفار کا انبیاء سے یہ کہنا۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں اور جو ہم جیسا بشر ہو رسول نہیں ہو سکتا۔ اس میں صغریٰ صادقہ ہے اور کبریٰ کاذبہ ہے۔ اس لیے حضرات انبیاء علیہم السلام نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم تم جیسے بشر ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی رسالت کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ [1]
اسی طرح جہلاء کا یہ قیاس کہ حضرت محمد ﷺ نبی ہیں اور ہر نبی عالم الغیب ہوتا ہے اس میں دوسرا قضیہ خلاف واقعہ ہے لہٰذا نتیجہ غلط ہی ہوگا۔

---

[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الم یاتکم نباء الذین من قبلکم قوم نوح و عاد وثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ جاء تھم رسلھم بالبینت فردوا ایدیھم فی افواھھم وقالوا ان کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک مما تدعوننا الیہ مریب ○ قالت رسلھم افی اللہ شک فاطر السموات والارض یدعوکم لیغفرلکم من ذنوبکم ویوخرکم الا اجل مسمّی قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبد آباؤنا فاتونا بسلطان مبین ○ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ و ما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ○ (ابراہیم ۹-۱۱)

ترجمہ: کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبران کے پاس دلائل لے کر آئے، سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ ان (پیغمبروں) کے منہ میں دے دیے اور کہنے لگے کہ جو (حکم) دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم اس کی جانب سے بڑے شبہ میں ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تا کہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور معین مدت تک تم کو (خیر وخوبی کے ساتھ) حیات دے۔ انہوں نے کہا نہیں ہو تم مگر آدمی ہم جیسے۔ تم (یوں) چاہتے ہو کہ ہمارے آباء (واجداد) جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔ ان کے رسولوں نے (اس کے جواب =

پس قیاس کی باعتبار مادہ کے پانچ قسمیں ہیں اور ان کو صناعات خمس کہتے ہیں۔

قیاس برہانی، قیاس جدلی، قیاس خطابی، قیاس شعری، قیاس سفسطی

برہان وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو خواہ وہ مقدمات بدیہی ہوں یا نظری جیسے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہر اللہ تعالیٰ کا رسول واجب الاطاعت ہے پس محمد ﷺ واجب الاطاعت ہیں۔ [1]

قیاس کی اقسام کا باعتبار مادہ کے نقشہ درج ذیل ہے۔

قیاس کی اور بھی تقسیمات کی گئی ہیں امام غزالی فرماتے ہیں۔ ان کانت المقدمات قطعية سميناها برهانا وان كانت مسلمة سميناها قياسا جدليا وان كانت مظنونة سميناها قياسا فقهيا (المستصفى ص ٥٠) "اگر مقدمات قطعی ہوں ہم ان کا نام برہان رکھتے ہیں۔ اور اگر تسلیم شدہ ہوں ہم ان کا نام قیاس جدلی رکھتے ہیں اور

ـــ میں) کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں۔ لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے۔ اور یہ بات ہمارے قبضے میں نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔"

آخر آیت سے یہ معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ بلکہ جب اللہ چاہے اس وقت ظاہر ہوگا۔

[1] فرمانبرداری۔ یہ صغری اور کبری دونوں یقینی ہیں۔ ۱۲ ج

اگر ظنی ہوں ہم ان کا نام قیاس فقہی رکھتے ہیں"

نیز فرماتے ہیں

ومهما كانت المقدمات معلومة كان البرهان قطعيا وان كانت مظنونة كان فقهيا وان كانت ممنوعة فلا بد من اثباتها اما بعد تسليمها فلا يمكن الشك في النتيجة اصلا" بل كل عاقل صدق بالمقدمتين فهو مضطر الى التصديق بالنتيجة مهما احضرهما في الذهن واحضر مجموعهما بالبال "اور جب کبھی مقدمات یقینی ہوں، برہان قطعی ہوگا اور اگر ظنی ہوں، فقہی ہوگا اور اگر تسلیم شدہ نہ ہوں تو ان کو ثابت کرنا ضروری ہے لیکن ان کو تسلیم کرنے کے بعد نتیجے میں شک کرنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ ہر عاقل جو دونوں مقدموں کی تصدیق کرے وہ نتیجہ کی تصدیق پر مجبور ہے۔ جب ان کو ذہن میں حاضر کرے اور ان کا مجموعہ دل میں لائے۔"

معلوم ہوا کہ جس درجہ کے مقدمات ہوں گے اس درجہ کا نتیجہ نکلے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دلیل تو موضوع حدیث ہو اور برآمد کیا جائے اس سے عقیدہ سب سے پہلے مقدمات فریقین میں مسلم ہونے چاہیں یا جس کے خلاف دلیل قائم ہو اس کے نزدیک مسلم ہونا ضروری ہے۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ قیاس جدلی میں آئے گی۔

یقین، اعتقاد، جزم اور ظن پر امام غزالیؒ نے المستصفی ص ۵۶، ۵۷ میں بحث کی ہے ہم یہاں اس کتاب کے حاشیہ کی قدرے وضاحت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ جملہ خبریہ کا علم تمہارے کو حاصل ہو تو اگر تمہارے ذہن میں اس کے مخالف کا احتمال بھی اسی درجہ کا ہو تو یہ شک ہے اور اگر اس کے جانب مخالف کا احتمال کم ہے تو یہ جانب قوی ظن ہے اور جس جانب کا احتمال کم ہے وہ وہم ہے اور اگر واقع کے مطابق ہونے یا نہ ہونے سے ایک ہی بات ذہن میں ہو دوسری نہ ہو یہ یقین ہے۔

چونکہ وہم اور شک تصور ہوتے ہیں اور قیاس میں تصدیقات کو لیا جاتا ہے اس لیے شک یا وہم کو صغریٰ یا کبریٰ نہیں بنایا جاسکتا چہ جائیکہ اس سے عقیدہ قطعیہ ثابت کیا جائے البتہ بریلویوں کے نزدیک ایسی کوئی پابندی شاید نہ ہو۔ ان کے اکثر عقائد وہم اور شک پر مبنی ہیں۔ حضرت امام اہل سنت مولانا سرفراز خاں صاحب دامت برکاتہم نے علم غیب کے موضوع پر اپنی معرکۃ الاراء کتاب ازالۃ الریب تصنیف کی جس کے جواب میں مولوی غلام

فرید رضوی نے اثبات علم غیب نامی کتاب لکھی اس میں دلیل تو ہے کوئی نہیں صرف وہم اور شک کی باتیں ہیں ہم دو صفحے اس کتاب سے یہاں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

اعتراض: اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو جب ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور اپنی طرف سے قربانی کر بھی دی تھی تو یہ ان کا کوئی بڑا کارنامہ نہ سمجھا جاتا بلکہ ایک ڈرامہ ہوتا کیونکہ ان کو تو معلوم تھا کہ لڑکا ذبح نہ ہوگا الخ (ملخصاً" ازالتہ الریب ص ۱۶۴)

علاوہ ازاں چنحہ نمرودی میں ڈالے جانے کے وقت آپ کو علم تھا اپنے بچ جانے کا اور آگ کے گلزار بننے کا تو پھر آپ کا یہ کوئی کارنامہ نہیں ہے اور اگر علم نہ تھا تو ہمارا مدعی ثابت ہو گیا (یہ آخری اعتراض ان صفحات میں سرفراز صاحب نے نہیں کیا ممکن ہے آگے کسی جگہ ہو بہرحال جواب دیا جا رہا ہے)

جواب ۱۔ یہ ہے کہ جس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی دینے کا حکم ہوا تھا اور آپ نے اس پر عمل کیا وہ وقت آپ کی عمر شریف کا آخری وقت نہ تھا بلکہ آپ اس کے بعد بھی ایک مدت تک بقید حیات رہے ممکن ہے کہ باری تعالیٰ نے ان کے علم ماکان و مایکون کی اس واقعہ کے بعد تکمیل فرما دی ہو الغرض جس کی نفی ہو رہی ہے' وہ مدعی نہیں اور جو مدعی ہے وہ منفی نہیں ہے جیسا کہ پہلے واضح کر دیا گیا ہے کہ ہم علم مذکور کے حصول تدریجی کے قائل ہیں لہٰذا پیش کردہ واقعات کو ہمارے مدعی کی نفی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ جناب سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ان سے استدلال کرتے ہیں۔

جواب ۲۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بر بناء حکمت (خواہ وہ سمجھ آئے یا نہ آئے) ان واقعات مندرجہ اعتراض کے وقوع میں آنے سے قبل آپ پر نسیان یا ذہول طاری کر دیا ہو اور آپ سے قربانی بھی کرا دی ہو اور جان کی بازی بھی لگوا دی ہو رہا یہ کہ نسیان اور ذہول اتنا طویل نہیں ہوتا تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب اس کے ساتھ کوئی حکمت متعلق ہو جائے تو اس کے طویل ہونے میں کوئی بعد نہیں ہے اس نسیان یا ذہول کے طاری ہونے یا اس کے طویل ہونے کے استحالہ پر ہرگز کوئی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ من ادعی فعلیہ البیان

چخه نمرودی میں ڈالے جانے کے بارے میں جو اعتراض کیا گیا اس کا جواب بھی یہ ہے کہ نسیان اور ذہول کی صورت میں عدم علم ثابت نہ ہوگا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔

جواب ۳ ۔ یہ کہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کی توجہ بر بنائے حکمت مذکورہ واقعات سے ہٹالی ہو وقتی طور پر اور ظاہر ہے کہ عدم توجہ کو عدم علم کی دلیل بنانا درست نہیں ہے ہر وقت علم ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ ہر چیز کی طرف توجہ بھی ہر وقت رہے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان یا ذہول کا طاری ہو جانا بالکل جائز امر ہے اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ ذہول یا نسیان علم کے منافی نہیں بلکہ مثبت علم ہے۔
(اثبات علم غیب ص ۱۹۶ ر ۱۹۷)

ملاحظہ کیا آپ نے رضوی صاحب کے تینوں جواب شک ہیں تصدیق نہیں ممکن ہے ممکن ہے کہہ رہے ہیں اور اثبات عقیدہ کا کر رہے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مفتی صاحب کی ساری کتاب اس قسم کے شکوک اور توہمات سے بھرپور ہے اور کمال یہ بھی ہے کہ چیلنج دوسرے کو دے رہے ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے برہان کی دو قسمیں ذکر کی ہیں ایک وہ جس کے مقدمات بدیہی ہوں دوسرے وہ جس کے مقدمات نظری ہوں۔ اگر ایک مقدمہ بدیہی دوسرا نظری ہو وہ بھی دوسری قسم میں جائے گا وہ نظری جس کا ثبوت کسی دلیل قطعی سے ہو چکا ہو بدیہی مانا جائے گا۔ صاحب کتاب نے جو مثال دی ہے اس کے دونوں مقدمات نظری ہیں مگر دلیل قطعی سے ثابت ہیں اس لیے بدیہی سمجھے جائیں گے۔ ارشاد باری ہے محمد رسول اللہ "محمد اللہ کے رسول ہیں"

دوسری جگہ ارشاد ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ "اور ہم نے سب پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے"

بدیہیات کی چھ قسمیں ہیں۔
۱۔ اولیات ۲۔ فطریات، ۳۔ حدسیات، ۴۔ مشاہدات، ۵۔ تجربیات، ۶۔ متواترات

اولیات: وہ قضیے ہیں کہ موضوع و محمول کے صرف ذہن میں آنے سے عقل ان کو تسلیم کرلے دلیل کی بالکل ضرورت نہ ہو جیسے کل اپنے جزء سے بڑا ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

الاولیات واعنی بها العقلیات المحضة التی افضی ذات العقل بمجرده الیها من غیر استعانة بحس او تخیل وجبل علی التصدیق بها مثل علم الانسان بوجود نفسه وبان الواحد لا یکون قدیما حادثا وان النقیضین اذا صدق احدهما کذب الآخر وان الاثنین اکثر من الواحد و نظائره۔

وبالجملة هذه القضایا تصادف مرتسمة فی العقل منذ وجوده حتی یظن العاقل انه لم ینزل عالما به ولا یدری متی تجدد ولا یقف حصوله علی امر سوی وجود العقل (المستصفی ص ۵۷)

ترجمہ "اولیات اور مراد اس سے عقلیات محضہ ہیں وہ کہ عقل کی ذات تنہا اس تک لے جائے حس یا خیال سے مدد لیے بغیر اور اس کی تصدیق پر اس کو پیدا کیا گیا ہو جیسے انسان کا اپنی ذات کے وجود کو جاننا اور یہ کہ ایک ہی قدیم حادث نہیں ہو سکتا اور یہ کہ دو نقیضوں میں سے ایک جب صادق ہوگی تو دوسری کاذب ہوگی اور یہ کہ دو ایک سے زیادہ ہیں اور اس جیسی مثالیں۔

حاصل یہ کہ یہ قضایا عقل میں جمے ہوئے پائے جاتے ہیں جب سے وہ موجود ہے حتی کہ عاقل یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے ان کو جانتا ہے اور اسے یہ پتہ نہیں کہ کب ان کا علم حاصل ہوا۔ ان کا حصول سوائے عقل کے پائے جانے کے اور کسی چیز پر موقوف نہیں"

اولیات کی مثالیں وہ بھی ہو سکتی ہیں جو اس کے ص ۵۶ میں مذکور ہیں۔ یعنی

الثلاثة اقل من الستة وشخص واحد لا یکون فی مکانین والشیء الواحد لا یکون قدیما حادثا موجودا" معدوما" ساکنا متحرکا فی حالة واحدة

(المستصفی ص ۵٦)

ترجمہ "تین چھ سے کم ہیں، ایک شخص دو جگہوں میں نہیں ہو سکتا اور ایک شخص قدیم، حادث، موجود معدوم یا ایک ہی حالت میں ساکن متحرک نہیں ہو سکتا"

فائدہ : معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کا حاظر ناظر نہ ہونا اولیات میں سے ہے۔ خواب میں یا بیداری میں آپ کی زیارت اس طرح ہے کہ دیکھنے والا آپ کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے یا یہ کہ آپ کے درمیانی حجاب دیکھنے والے کے لیے اٹھا دیے جاتے ہیں۔

قرآن پاک سے اولیات کی مثال یہ ہے ام خلقوا من غیر شیء ام هم الخالقون "کیا وہ بغیر کسی بنانے والے کے بن گئے یا وہ خود ہی بنانے والے ہیں؟"

اس طرح وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات، "اور برابر نہیں اندھا اور دیکھنے والا اور نہ سایہ اور دھوپ اور برابر نہیں زندے اور مردے"

لا یستوی الخبیث والطیب، "برابر نہیں ناپاک اور پاک"

افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم، "پس جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو، وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو چلے سیدھا سیدھی راہ پر"

ضرب الله عبدا مملوکا لا یقدر علی شئی ومن رزقناه منا رزقا حسنا فهو ینفق منه سرا وجهرا هل یستون الحمد لله بل اکثرهم لا یعلمون "اللہ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک بندہ ہے مملوک، کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے، کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے" وضرب الله مثلا رجلین احدهما ابکم لا یقدر علی شیء وهو کل علی مولاه اینما یوجهه لا یات بخیر هل یستوی هو ومن یامر بالعدل وهو علی صراط مستقیم، "اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں سے ایک گونگا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر وبال جان ہے، وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا۔ کیا یہ شخص اور ایسا شخص

باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو اور خود بھی سیدھی راہ پر ہو"

زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین "خوشنما ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی مثلاً عورتیں اور بیٹے"

یہ قضایا اولیہ اس لیے ہیں کہ انسان ان کو سنتے ہی ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے گویا ہمیشہ سے معلوم ہیں۔ا البتہ ان میں جو جملے انشائیہ ہیں ان میں استفہام انکاری ہے اس سے جملہ خبریہ نکال کر قضیہ بنائیں گے جیسے ھل یستوی الاعمی والبصیر سے قضیہ نکالیں گے۔ لا یستوی الاعمی والبصیر یا یوں کہیں گے البصیر احسن حالا من الاعمی یہ بھی اولیات میں سے ہے کہ ایک ایک ہے دو دو ہے تین تین ہے چار چار ہے ایک دو نہیں ایک تین ہیں دو تین نہیں تین چار نہیں اب عیسائیوں کا عقیدہ ایک تین ہے اور تین ایک ہے بداھتہ کذب نہیں تو اور کیا ہے۔

ا۔ شاگرد: استاد جی یہ باتیں اولیات میں سے پھر ان کے ذکر کا کیا فائدہ؟

استاد: ان اولیات کو ذکر کرنے کا مقصد غیر اولی کو ثابت کرنا مثلاً" ایمان اور کفر کا فرق بیان کرنے کے لیے ان کو بالترتیب نور اور اندھیروں سے تشبیہ دے کر ان دونوں کا فرق واضح کیا۔ مومن اور کافر کے فرق کو واضح کرنے زندہ اور مردہ یا بصیر اور اعمی کے فرق کا ذکر فرمایا۔

جب یہ بات ہے تو پھر آیت انک لا تسمع الموتی ' وما انت بمسمع من فی القبور کے اندر یہی مراد ہے کہ کافر کو آپ اپنی بات نہیں منوا سکتے ہیں تفصیلی دلائل کے لیے حضرت امام اہل سنت کی کتابیں (تسکین الصدور' سماع الموتی اور الشھاب المبین) مطالعہ میں لائیں تفسیر عثمانی میں آیت انک لا تسمع الموتی کے تحت لکھا ہے یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصا جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جا رہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعا ملتفت نہ ہو ان کے حق میں سود مند نہیں یہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مر چکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے کہ ان کے حق میں کوئی نصیحت نافع اور کارگر نہیں ایک نپٹ اندھے کو جب تک آنکھ نہ بنوائے تم کس طرح کوئی راستہ یا کوئی چیز دکھلا سکتے ہو یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں پھر تمہارے دکھلانے سے وہ دیکھیں تو کیسے دیکھیں (فوائد عثمانی ص ۵۱۱)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: مفسرین نے اس مقام پر سماع موتی کی بحث چھیڑ دی ہے اس مسئلہ میں صحابہ

فطریات وہ قضیے ہیں کہ جب وہ ذہن میں آئیں تو ان کی دلیل ذہن سے غائب نہیں ہوتی جیسے چار جفت ہے اور تین طاق ہے دیکھو اس قضیہ میں چار کے جفت ہونے کی دلیل اس کے ساتھ ہی ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے دو برابر حصے ہوتے ہیں۔

= رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن و حدیث پیش کی گئی ہیں یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں ہو سکتا مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہو جائے اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا باوجود یہ کہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولہ کچھ بھی اثر نہیں کر سکتا قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال رکوع ۲) یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے قتل ورمی کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ٹھیک اسی طرح انک لا تسمع الموتی کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہو جائے گا اس حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت نہیں لا سکتے بہرحال آیت میں اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی واللہ اعلم (تفسیر عثمانی ص ۵۴۵)

فائدہ: واضح رہے کہ انبیا علیہم السلام کے عندالقبر سماع میں کوئی اختلاف نہیں ہے علامہ عثمانی نے جو اختلاف ذکر کیا ہے اس کا تعلق عام اموات کے سماع سے ہے (تفصیل کے لیے تسکین الصدور ص ۲۸۲ ملاحظہ کریں) انک لا تسمع الموتی (الآیہ) کا سیاق بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں موتی سے کافر ہی مراد ہیں پوری آیت یوں ہے انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم =

قرآن پاک سے اس کی مثالیں۔

لا یستوی الخبیث والطیب، "برابر نہیں ناپاک اور پاک"

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا، "زمین و آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے"

لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا، "اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا یہ بتلاتے ہیں تو انہوں نے عرش والے تک راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا"

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء "اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی"

نبی ﷺ کے مختار کل اور عالم الغیب نہ ہونے پر یہ دلیل فطریات میں سے اور یہ قیاس استثنائی ہے کبریٰ حذف ہے اس کی مزید وضاحت ازالۃ الریب ص ۴۶۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس طرح ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم، "بے شک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدم کے ہے"

ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم "کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (اللہ) نہ ہو"

فطریات میں سے یہ بھی ہے کہ جب دو یا زیادہ چیزوں کو ملایا جاتا ہے تو مرکب کے اندر مفردات کے اثرات اسی تناسب سے پائے جاتے ہیں جس تناسب سے مفردات موجود ہوں لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایک زمین میں مختلف بیج ڈالے جائیں اور سب کو ایک ہی پانی دیا جائے تو پودے مختلف انواع کے مختلف تاثیرات لے کر پیدا ہوتے ہیں ایسا کیوں ہے زیادہ غلبہ تو مٹی اور پانی کا ہے بیج تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اس جیسے لاتعداد اور پیدا ہو جاتے

= الدعاء اذا ولوا مدبرین۔

آیت کا ظاہری معنی تو یہ ہے کہ جب مردے اور بہرے پیٹھ پھیر کر بھاگیں اس وقت آپ ان کو نہیں سنا سکتے۔ حالانکہ مردے بھاگتے نہیں اور بہرے نہ بھی بھاگیں تب بھی نہیں سنتے۔ معلوم ہوا اس سے دلوں کے مردے اور بہرے مراد ہیں اور جب وہ پوری توجہ کر کے سنیں گے تو دل کے مردے بہرے نہ رہیں گے ان پر کلام الٰہی کا اثر ہو گا اور ایمان لائیں گے۔ واللہ اعلم

ہیں معلوم ہوا کس کی قدرت کام کر رہی ہے ورنہ ایک بے حس و حرکت بیج پانی اور مٹی سے لہلہاتے درخت اگا دے۔

ارشاد باری ہے وفی الارض قطع متجورات وجنت من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی ذلک لایات لقوم یعقلون "اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ تنے سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعض میں دو تنے نہیں ہوتے۔ سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔ اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں۔ بے شک اس میں سمجھداروں کے واسطے دلائل توحید ہیں"

ہر انسان کی غذا دوسرے سے مختلف ہے۔ پھر کبھی ٹھنڈی کبھی گرم مگر ہر انسان کا خون سرخ ہے۔ تندرستی کے وقت درجہ حرارت ۹۸ درجہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں سے خالق کے وجود پر استدلال فطریات سے ہے۔

دیگر مثالیں:

ان هدی الله هو الهدی، "بے شک اللہ کی ہدایت وہی ہدایت ہے"

ومن احسن من الله صبغة، "اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے"

یا ایها الناس انتم الفقراء الی الله والله هو الغنی، "اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ وہی غنی ہے"

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیده "تم چاہے کہیں بھی ہو تم کو موت آ دباوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہو"

حدسیات وہ قضیے ہیں کہ ان کی دلیلوں کی طرف [1] ذہن جاوے لیکن صغریٰ و کبریٰ کے ترتیب دینے کی ضرورت نہ پڑے جیسے کسی مفتی کامل سے پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر جائے کتنے ڈول نکالیں اور وہ فوراً جواب دے کہ

---

[1] توضیح اس کی یہ ہے کہ مطلوب جو دلیل سے حاصل ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی تو سوچنے سے دلیل ذہن میں آتی ہے اور اس سوچنے کی صورت اس طرح ہے کہ اس میں ذہن ایک بار تو دلیل ڈھونڈھنے کے لیے چلتا ہے اور جب اسکو کچھ دلیل

تیس ڈول نکالنا واجب ہیں تو یہ قضیہ کہ تیس ڈول نکالنا واجب ہے حدسی ہے کہ اس مفتی کا ذہن دلیل کی طرف گیا لیکن صغریٰ و کبریٰ ملانے کی ضرورت نہ پڑی۔

کسی فن یا علم میں زیادہ مشغول رہنے سے انسان میں مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور اس علم و فن کی جزئیات بہت جلد ذہن میں آجاتی ہیں جیسے ایک معمار مکان تیار کرتا ہے یا ایک الیکٹریشن بجلی کی وائرنگ کرتا ہے ان کو ہر جزئی کے ساتھ اصول ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک نحو کا ماہر عبارت کی عربی درست پڑے گا مگر ہو سکتا ہے اس کے ذہن کسی قاعدہ کی طرف نہ بھی جائے، لیکن پوچھنے پر فوراً جواب دے گا۔ اس صورت حال کو حدس کہتے ہیں۔ مولانا عابد نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدسیات کو اردو زبان میں تاڑ لینا کہتے ہیں (اصطلاحات الفنون ص ۲۴۵)

قرآن پاک سے حدس کی مثالیں۔ حضرت موسیٰؑ سے ایک موقعہ پر بنی اسرائیل نے کہا اتتخذنا هزوا آپ نے فرمایا اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین حضرت موسی علیہ السلام کا ذہن ان کی بات سن کر فوراً اس بات کی طرف گیا کہ یہ لوگ مجھے جاہل سمجھ رہے ہیں۔

افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ

یہ مل جاتی ہے تو اس دلیل کو درست اور مرتب کرتا ہے یعنی اوّل مطلوب مجملاً ذہن میں آیا پھر اس سے دلیل کی طرف ذہن کو حرکت ہوئی پھر دلیل کو درست کر کے اس دلیل سے مطلوب کی طرف جانے کی ایک حرکت ہوئی اور یہ دونوں حرکتیں آہستہ آہستہ ہوتی ہیں اس کا نام فکر ہے اور کبھی حصول تو ہوا دلیل سے مگر اس دلیل میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہوئی فوراً دلیل بھی ذہن میں آگئی اور اس دلیل سے مطلوب بھی فوراً ذہن میں آگیا پس انتقال تو ذہن کو یہاں بھی دو بار ہوا (کما صرح بہ المحقق الطوسی فی شرح الاشارات کذا فی المرآۃ) مگر دفعتاً ہوا۔ ان کو حدس کہتے ہیں جیسے بعضے بہت تیز ذہن کے لوگ باریک باتوں کو فوراً عقل سے سمجھ جاتے ہیں پس حدس میں مطلوب دلیل عقلی ہی سے ثابت ہوتا ہے اس لیے نقل اس کی مثال میں تسامح ہے۔
یہ مسئلہ خطابیات سے ہے۔ ۱۲ شف

من بعد ما عقلوہ "(اے مسلمانو!) تم اب بھی توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہود) تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے اس کو سمجھنے کے بعد"

من کان عدوا للہ و ملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین' "جو شخص دشمن ہو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کو اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا"

لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی "اس میں کچھ فضیلت نہیں ہے کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص (حرام چیزوں سے) بچے"

فائدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے وقالوا اتخذ اللہ سبحانہ اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی بھی حدسیات میں داخل ہے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی فورا" اس پر ڈٹ جاتا ہے ہم یہاں بالاختصار اس عقیدہ کی برائی ذکر کرتے ہیں۔

بیٹے کے آنے کا ایک معنی یہ ہوتا ہے کہ یہ باپ کی جگہ سنبھالے گا اس کا جانشین ہو گا ایک وقت آئے گا کہ باپ چلا جائے گا اور اس کی دکان اس کا کاروبار بیٹے کے ہاتھ میں ہو گا۔ عموما" باپ کی زندگی ہی میں بیٹا اس کی جگہ سنبھال لیتا ہے۔ گویا اللہ کے لیے بیٹے کا عقیدہ رکھنے والا اس کے فنا کا عقیدہ رکھتا ہے اور درپردہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فانی ہے اس کا بیٹا مستقبل میں اس کائنات کا رب ہونے والا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بیٹا بچہ پیدا ہوتا ہے باپ عموما" جوان ہوتا ہے اور بیٹا جب جوان ہوتا ہے تو باپ ادھیڑ عمر میں اور بیٹا جب ادھیڑ عمر میں ہوتا ہے تو باپ بوڑھا ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات تو بیٹا ہوتا ہے بڑھاپے میں ہے حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت اسماعیل کا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے لیے ادھیڑ عمر کا ثبوت موجود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وتکلم الناس فی المھد وکھلا (معارف القرآن ج ۲ ص ۶۷) میں ہے کہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جب اٹھائے گئے ان کی عمر اس وقت پینتیس سال تھی نزول کے بعد ادھیڑ عمر کو پائیں گے تو یہ آیت نزول مسیح علیہ السلام کی دلیل ہے)

خدا کے لیے بیٹا ماننے والے بیٹے کے لیے بچپن جوانی اور ادھیڑ عمر مانتے ہیں یا کم از کم بچپن اور جوانی تو تسلیم کرتے ہی ہیں۔ جس کی وجہ سے دلالت التزامی کے طور پر خداوند قدوس کے لیے بڑھاپا ماننا ہو گا۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اگر ہم کسی بوڑھے آدمی کو بابا کہہ دیں یا کسی پچپن سالہ عورت کو بی بی یا مائی کہہ دیں وہ غصہ کرتی ہے حالانکہ ہر انسان کو لمبی زندگی کے اندر ان مراحل سے گزرنا ہی ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات ان عوارض سے موصوف ہوتا بھی ہے مگر یہ الفاظ سننا برداشت نہیں کرتا اس کو اپنے لیے گالی سمجھتا ہے بلکہ اگر بس چلے تو سزا بھی دے ڈالے تو اللہ تعالیٰ ان کو برداشت کیوں کرلے گا جبکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے' اس کے لیے اولاد ماننا اس کے حق میں گالی ہے حدیث قدسی میں ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تعالٰی کذبنی ابن ادم ولم یکن له ذلک و شتمنی ولم یکن له ذلک فاما تکذیبه ایای فقوله لن یعیدنی کما بدانی ولیس اول الخلق باهون علی من اعادته واما شتمه ایای فقوله اتخذ الله ولدا وانا الاحد الصمد الذی لم الد ولم اولد ولم یکن لی کفوا احد' وفی روایة عن ابن عباس واما شتمه ایای فقوله لی ولد وسبحانی ان اتخذ صاحبة او ولدا (بخاری مع حاشیہ سندی ج ۳ ص ۲۲۳ مشکوۃ ج ا ص ۱۴)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جھٹلایا مجھے ابن آدم نے اور اس کو یہ لائق نہیں اور مجھے اس نے گالی دی اور اس کو یہ لائق نہیں لیکن اس کا مجھے جھٹلانا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ نہ پیدا کرے گا جیسا کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا مجھ پر دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے۔ اور اس کا مجھے گالی دینا تو یہ کہنا ہے کہ اللہ نے اولاد پکڑی حالانکہ میں اکیلا بے نیاز ہوں' نہ میں نے جنا نہ ہی جنا گیا اور کوئی میرے برابر کا نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا تو اس کا کہنا ہے کہ میری اولاد ہے اور پاک ہوں میں اس سے کہ پکڑوں بیوی یا بچہ"

اس حدیث میں جو دلیل بعث پر دی ہے وہ اولیات یا ضروریات میں سے ہے اور قرآن پاک میں متعدد مقامات مذکور ہے۔

فائدہ: عیسائیوں کا یہ جرم کوئی معمولی جرم نہیں ہے بعض مسلمان ان سے عقیدت یا محبت رکھتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات ینفطرن منه و تنشق الارض وتخر الجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبدا

"اور لوگ کہتے ہیں رحمٰن رکھتا ہے اولاد۔ بے شک تم آ پھنسے ہو بھاری چیز میں۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد اور نہیں لائق رحمٰن کے لیے کہ رکھے اولاد۔ کوئی نہیں آسمان اور زمین میں مگر آنے والا ہے رحمٰن کا بندہ ہو کر"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان اللہ لا ینام ولا ینبغی لہ ان ینام (مسلم ج ۱ ص ۹۹ و مسلم طبع بیروت ج ۱ ص ۱۶۲ و مشکوٰۃ طبع بیروت ص ۳۳) "بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہیں لائق اس کے لیے کہ وہ سوئے"

جس طرح قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ سے اولاد اور نیند کی نفی کے لیے "لا ینبغی" کا لفظ استعمال فرمایا گیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کی نفی کے لیے یہ کلمہ استعمال فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ (سورہ یٰس) "اور نہیں سکھلایا ہم نے اس کو شعر اور یہ اس کے لائق نہیں"

"تو نہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد یا نیند کا ثبوت کسی تاویل سے درست ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شعر کا ثبوت درست ہے۔ مگر بریلوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہاں ملکہ شعر کی نفی ہے اور شعر کا علم نبی علیہ السلام کے لیے مانتے ہیں۔ دیکھئے (جاء الحق ص ۹۸ علم غیب ص ۶۸)

اب ہم یہ ان سے پوچھتے ہیں کہ شعر سے ملکہ شعر مراد لے کر تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام اشعار کا علم مانتے ہو۔ کیا کسی تاویل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد یا نیند کو بھی مانتے ہو؟ حالانکہ تینوں کے لیے لا ینبغی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اگر نہیں تو وجہ فرق بتلائیں۔

ریاضی کے پہاڑے انسان کے لیے سیکھنے کے بعد حدسی ہو جاتے ہیں جب اس سے

پوچھا جائے چار ضرب چار فوراً" بتائے گا کہ جواب سولہ۔ صغریٰ کبریٰ ملانے کی ضرورت نہیں بلکہ جن اعداد کے پہاڑے نہیں پڑھے ہوئے ہوتے معمولی توجہ سے وہ بھی حل ہو جاتے ہیں جیسے ڈھائی کا پہاڑہ یا ڈھائی ڈھایا یا تین سوایا یعنی ($2\frac{1}{2} \times 2\frac{1}{2}$ اور $3 \times 1\frac{1}{4}$) پہلے کا جواب سوا چھ اور دوسرے کا پونے چار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے الا یعلم من خلق یہ علم خداوندی کی دلیل ہے یہ حدسیات سے ہے اسی طرح نفی ولد کی دلیل انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ "کیسے ہوگا اس کے لیے بچہ حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں" یہ بھی حدسیات سے ہے۔

ان سب مثالوں سے معلوم ہوا کہ حدسیات میں دلیل ضرور ہوتی ہے مگر نتیجہ نہایت تیزی سے برآمد ہو جاتا ہے کما فی الحاشیہ۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ باتفاق اہل عقل ہر مقید کے لیے ایک مطلق ضرور ہے نیز فرماتے ہیں۔ ہر ما بالعرض کے لیے ایک ما بالذات ہوتا ہے جیسے آگ کی گرمی ذاتی ہے اور دوسری چیزوں کی گرمی آگ سے ہے۔ یہ ضابطے بھی حدسی ہیں مولانا نے ان ضابطوں سے بہت سی مشکلات کو حل فرمایا ہے۔ دیانند سرسوتی ہندو نے اہل اسلام پر اعتراض کہ قادر مطلق اپنے مار ڈالنے اور چوری کرنے سے کیوں مقدس ہے؟ یعنی قادر مطلق ماننے سے اللہ تعالیٰ کے لیے ان دونوں عیبوں کا اثبات ہو جاتا۔

مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں: اگر خدا تعالیٰ قادر مطلق نہیں تو قادر مقید ہو گا اور قادر مقید ہو گا تو اس کے اوپر بالضرور قادر مطلق ہو گا کیونکہ اول تو باتفاق اہل معقول ہر مقید کے لیے ایک مطلق ضرور ہے۔ (اس کے بعد مولانا نے اس کے بدیہی ہونے کی تنبیہ ذکر کی ہے پھر فرماتے ہیں) اس لیے اگر خدا تعالیٰ قادر مطلق نہ ہو گا تو قادر مقید ہو گا۔ اور اس سے اوپر کوئی اور قادر ماننا پڑے گا۔ اور چونکہ قادر مطلق کے لیے پنڈت جی کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ وہ اوروں کے مارنے پر بھی قادر ہو اور اپنے مارنے پر بھی قادر ہو (چنانچہ تقریر اعتراض اس پر شاہد ہے) تو اس کو خدا کے مارنے پر بھی قدرت ہو گی اور اپنے مارنے پر بھی۔

اور جب نعوذ باللہ خدا کے مارنے پر بھی اس کو قدرت ہوئی تو جلانے (زندہ کرنے) اور خدا کے مارنے پر بھی قادر ہو گا بلکہ یوں کہیے خدا اسی کا پیدا کیا ہوا اور جلایا ہوا ہو گا کیونکہ

اپنی ہی دی ہوئی صفت کوئی چھین سکتا ہے (حاشیہ میں لکھا ہے کہ قاتل زندگی چھین نہیں سکتا بلکہ وہ تو تلوار کی طرح موت کا آلہ ہوتا ہے اور بس زندگی چھیننا صرف زندگی دینے والے کا کام ہے) دوسروں کی دی ہوئی صفت کون سلب کرے آفتاب اگر زمین کو نور عنایت کرتا ہے تو وہی چھین سکتا ہے یعنی اپنی حرکت سے نور کو زمین سے لے سکتا ہے قمر عطاء آفتاب کو نہیں چھین سکتا۔[1]

اور ظاہر ہے کہ وجود اور حیات دونوں صفتیں ہیں جو کوئی ان کو کسی سے چھین لے تو یوں سمجھو اس نے دی ہوں گی اس صورت میں خدائی کیا ٹھہری بادشاہ شطرنج کی بادشاہی ہوئی بالجملہ خدا کو قادر مطلق نہ کہنا ایسا سخت کلمہ ہے کہ اس سے خدا کی خدائی ہی کا انکار لازم ہوتا ہے فقط قدرت کاملہ ہی کا انکار نہیں ہوتا (انتصار الاسلام ص ۱۰' ۱۲ طبع دیوبند)

مولانا نے اس اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کام کا نہ ہونا کبھی فاعل کے نقصان کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی مفعول کے ناقابل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں قدرت باری تعالیٰ میں کوئی کمی نہیں لیکن ذات باری تعالیٰ پر موت نہیں آ سکتی فرماتے ہیں موت خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے مگر اس سے خدا تعالیٰ کی قادریت میں کیا فرق اور نقصان آگیا جو اس کو قادر مطلق نہیں کہئے ...... اس سے چوری کا جواب بھی نکل آیا صورت اس کی یہ ہے کہ چوری کے لیے مال غیر چاہئے وہ خدا کی نسبت مفقود جو کچھ عالم میں ہے وہ خدا کی ملک ہے (انتصار الاسلام ص ۱۳' ۱۴ ملخصاً")

> مشاہدات وہ قضایا ہیں کہ جن میں حکم حواس ظاہری[2] یا باطنی کے ذریعہ کیا جاوے جیسے سورج روشن ہے آنکھ کے ذریعے اس میں حکم روشن ہونے کا کیا گیا ہے اور جیسے ہم کو بھوک یا پیاس لگتی ہے اس میں حواس باطنی کے ذریعہ حکم کیا گیا ہے۔

مصنف" نے مشاہدات کی دو قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے مشاہدات باطنہ جن کو

---

[1] مولانا کی تحقیق سے یہ بات بھی سمجھ آگئی کہ ہم کسی چیز کو معدوم نہیں کر سکتے کیونکہ ہم نے اس کو وجود نہیں دیا۔ خدا نے وجود دیا ہے وہی معدوم کرنے پر قادر ہے۔ ہماری کسی چیز کو معدوم نہ کر سکنے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ رہنے والی ہو بلکہ فانی ہی رہے گی۔

[2] اول کو حسیات دوسرے کو وجدانیات کہتے ہیں۔ ۱۲ شف

وجدانیات کہا جاتا ہے جیسے بھوک، پیاس، خوشی، غمی، امام غزالی فرماتے ہیں کہ ان کا ادراک اس کو بھی ہوتا ہے جو نہ ذوی العقول ہیں اور نہ ان کے لیے حواس خمسہ ہیں پھر فرماتے ہیں فهذه ليست من الحواس الخمس ولا هي عقلية بل البهيمة تدرك هذه الاحوال من نفسها بغير عقل وكذا الصبي والاوليات لا تكون للبهائم ولا للصبيان (المستصفی ص ۵۷) "تو یہ نہ تو حواس خمسہ سے ہیں اور نہ عقلی ہیں بلکہ چوپائے ان حالات کا بذات خود ادراک کرتے ہیں بغیر عقل کے اسی طرح بچے حالانکہ اولیات چوپاؤں اور بچوں کے لیے نہیں ہیں"

دوسری قسم حسیات یا محسوسات ظاہرہ ہیں جیسے سورج روشن ہے آگ گرم ہے مرچ کڑوی ہے آسمان اوپر ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ محسوسات میں غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں جس کی مختلف وجوہات ہیں پھر اس کی چند مثالیں دیتے ہیں۔ سورج کی روشنی میں ساکن چیز کے سائے کو انسان ساکن سمجھتا ہے جبکہ عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ متحرک ہے سورج کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اس کا رخ بھی بدلتا ہے۔ ستارے ساکن نظر آتے ہیں حالانکہ وہ متحرک ہیں۔

چھوٹے سے بچے کو یا چھوٹے سے پودے کو انسان ایک حالت میں دیکھتا ہے حالانکہ وہ ہر لمحے بڑھتا ہے تبھی تو چند دنوں کے بعد بڑا ہو جاتا ہے (المستصفی ص ۵۷، ۵۸) اس طرح انسان کے ناخن اور بال ہر لمحہ بڑھتے ہیں مگر انسان ان کو ساکن دیکھتا ہے یہ سب نظر کی غلطیاں ہیں۔

انسان اپنے ایک ہاتھ کو گرم پانی میں رکھے اور دوسرے کو ٹھنڈے پانی میں پھر دونوں کو نکال کر سادہ معتدل پانی میں رکھے تو گرم ہاتھ کو وہ پانی سرد اور سرد ہاتھ کو گرم محسوس ہو گا حالانکہ ایک ہی آدمی ہے اور ایک ہی پانی ہے۔ سورج ہمیں گول تھال کی طرح نظر آتا ہے جبکہ ماہرین یہ کہتے ہیں کہ وہ کرہ یعنی گیند کی طرح ہے نیز ہمیں وہ چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے جبکہ وہ زمین سے بہت بڑا ہے۔

پنکھا ہمیں خود بخود حرکت کرتا دکھائی دیتا ہے مگر عقل کہتی ہے کہ اس کے پیچھے بجلی کی طاقت ہے اس طرح جہاں کا سارا نظام حسی طور پر مختلف اسباب میں جکڑا ہوا ہے مگر عقل یہ کہتی ہے کہ اس کے پیچھے ایک بے مثال طاقت ہے جو ان سب اسباب کو چلاتی ہے۔

الغرض خالق کا انکار کرنا عقل مند کو زیب نہیں ہے خالق کے وجود کے بارے میں جس طرح بھی استدلال کیا جائے وہ حقیقت میں دلیل نہیں بلکہ تنبیہہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون (البقرہ ۱۶۴)

ترجمہ "بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے' دلائل (توحید) ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سلیم رکھتے ہیں"

شاگرد: استاد جی چور اور زانی کے فعل کی نسبت خالق کی طرف کیسے ہو گی؟

استاد: چور اپنے اختیار سے غیر کا مال ناجائز طریقے سے اٹھاتا ہے اس لیے یہ برا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف برائی کی نسبت اس لیے نہیں کہ چور اللہ کا بندہ ہے اور جس مال کو وہ اٹھاتا ہے وہ بھی اللہ کی ملک ہے کسی اور کی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اپنے مال پر مسلط کر دیا ہے۔ اس میں کیا عیب ہے؟ چور اپنے اختیار سے اپنا نہیں بلکہ غیر کا مال بغیر اس کی اجازت کے ناجائز ذریعے سے اٹھاتا ہے اور یہ واقعی عیب ہے۔ اس طرح زنا بہ نسبت زانی برا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے دونوں بندے ہیں اس نے ان کو اکٹھا کر دیا اس میں کیا برائی ہے؟ بلکہ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ اس نے ہر طرح کے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ ایسے انسانوں کو بھی پیدا کیا جو جانتے ہیں کہ ان کے کفر کی سزا دائمی دوزخ ہے مگر اپنے کفر سے باز نہیں آتے۔

تجربیات وہ قضیے ہیں کہ کئی مرتبہ ایک بات مشاہدہ[1] کر کے عقل اس میں حکم کرے جیسے گل بنفشہ کو تم نے کئی مرتبہ دیکھا کہ زکام میں نفع کرتا ہے تو

[1] حواس ظاہرہ وباطنہ میں سے کسی ایک سے محسوس کر کے۔۱۲ ج

کلی حکم کر دیا کہ گل بنفشہ زکام کے لیے نافع ہے۔

تجربہ مشاہدہ اور عقل دونوں سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

التجربيات و قد يعبر عنها باطراد العادات وذلک مثل حکمک بان النار محرقة والخبز مشبع والحجر هاوٍ الى اسفل والنار صاعدة الى فوق والخمر مسکر والسقمونيا مسهل فاذا المعلومات التجربية يقينية عند من جربها والناس يختلفون فی هذه العلوم لاختلافهم فی التجريبية فمعرفة الطبيب بان السقمونيا مسهل کمعرفتک بان الماء مروٍ .... لان مدرک الحس هو ان هذا الحجر يهوی الی الارض واما الحکم بان کل حجر هاوٍ فهی قضية عامة لا قضية فی عين وليس للحس الا قضية فی عين .... فالحکم فی الکل اذاً هو للعقل ولکن بواسطة الحس او بتکرار الاحساس مرة بعد اخری اذ المرة الواحدة لا يحصل العلم بها .... عرفت ان العقل قد ناله بعد التکرار علی الحس بواسطة قياس خفی ارتسم فيه ولم يشعر بذلک القياس لانه لم يلتفت اليه ولم يشغله بلفظ وکان العقل يقول لو لم يکن هذا السبب يقتضيه لما اطرد فی الاکثر ولو کان بالاتفاق لاختلف (المستصفی ص ۵۸)

ترجمہ "تجربیات اور کبھی ان کو اطراد العادات یعنی حسب عادت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ جیسے تیرا حکم لگانا کہ آگ جلانے والی ہے اور روٹی سیر کرنے والی ہے اور پتھر نیچے کو گرنے والا اور آگ اوپر کو چڑھنے والی ہے۔ خمر نشہ دینے والی اور سقمونیا اسہال کرنے والا ہے تو معلومات تجربیہ اس کے نزدیک یقینی ہیں جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور لوگ ان علوم میں مختلف ہیں تجربہ کرنے میں ان کے مختلف ہونے کی وجہ سے۔ تو طبیب کا اس بات کو جاننا کہ سقمونیا اسہال کرتا ہے' یہ ایسے ہے جیسے تیرا جاننا کہ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ کیونکہ حس سے تو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ یہ پتھر زمین کی طرف گرتا ہے لیکن یہ حکم لگانا کہ ہر پتھر نیچے کو آتا ہے تو یہ قضیہ کلیہ ہے نہ کی قضیہ شخصیہ اور حس سے تو کسی خاص فرد میں حکم لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہر فرد میں حکم لگانا عقل کے لیے ہی ہوگا لیکن حس کے واسطہ سے یا بار بار احساس کر کے کیونکہ ایک مرتبہ سے اس کا یقین حاصل نہیں ہوتا۔ (اب) تو نے یہ جان لیا

کہ عقل نے اس کو حس کے تکرار کے بعد ایک قیاس خفی کے واسطے سے جانا ہے جو اس میں جم گیا اور عقل کو اس قیاس کا شعور نہ ہوا کیونکہ اس کی طرف التفات نہ کیا اور نہ ہی اس کو الفاظ میں مشغول کیا گویا عقل کہتی ہے اگر یہ سبب اس کا مقتضی نہ ہوتا تو اکثر پیش نہ آتا اور اگر (لزومی نہ ہوتا بلکہ) اتفاقی ہوتا تو بدل جاتا"

شاگرد: استاد جی اگر تجربہ سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے تو پھر اہل تجربہ کا اختلاف کیوں ہوتا ہے؟ مثلاً ایک ہی بیماری کے لیے مختلف اطباء مختلف دوائیں اپنے اپنے تجربہ سے تجویز کرتے ہیں اسی طرح سائنس دانوں کے نظریات تجربات پر مبنی ہوتے ہیں اس کے باوجود ان مین اختلاف ہے۔

استاد: امام غزالیؒ مذکورہ عبارت میں فرماتے ہیں کہ تجربہ سے اہل تجربہ ہی کو علم یقینی حاصل ہوتا ہے تو جس کا ڈاکٹروں کو تجربہ ہے اس کا ان کو علم قطعی ہے اور جس کا تجربہ حکیموں کو ہے اس کا ان کو علم قطعی ہے لیکن ہو تجربہ۔ پھر اس علم قطعی کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان چیزوں کے یہ اثرات ذاتی ہیں مثلاً گل بنفشہ زکام کے لیے نافع ہے یہ تجرباتی علم ہے مگر اس کا یہ معنی تو نہیں کہ گل بنفشہ کا یہ ذاتی اثر ہے بلکہ وہ حادث ہے اور اس کا اثر بھی حادث ہے جو اس کو فنا کر سکتا ہے اس پر قادر ہے کہ گل بنفشہ رہے زکام میں نافع نہ ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکام کے ساتھ اس کو کوئی اور بیماری لگی ہوئی ہے جس میں گل بنفشہ نقصان دہ ہو اور مریض کو نہ دیا جائے۔ یہ بھی واضح رہے کہ طب کے سارے قواعد اور نسخے تجرباتی نہیں ہیں۔ بلکہ بے شمار نسخے خواب میں بتائے گئے ہیں۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال بعض الناس ان اصل الطب من المنامات ولا ریب ان کثیرا من اصوله مستند الی الرؤیا کما ان بعضها عن التجارب وبعضها عن القیاس وبعضها عن الهام ومن اراد الوقوف علی ذلک فلینظر فی تاریخ الاطباء وفی کتاب البستان للقیروانی وغیر ذلک (کتاب الروح ص ۲۹۴) "بعض لوگوں نے کہا کہ اصل طب خوابوں سے ہے اور کوئی شک نہیں کہ اس کے بہت سے اصول خواب پر مبنی ہیں جیسا کہ بعض اصول تجربے اور بعض قیاس سے ہیں اور بعض الہام سے۔ جو آدمی اس پر واقفیت حاصل کرنا چاہے وہ تاریخ الاطباء' قیروانی کی کتاب البستان وغیرہ کتابیں دیکھے"

شیخ عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ بدران الرومی ثم الدمشقی روضۃ الناظر کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وغایة الامر ان تجربة الشیء المرة بعد المرة یحصل منها لنا یقین بان الله تعالٰی قد اودع فی ذلک الشیء تلک الخصوصیة لا انها کانت بمقتضی ایجاد الطبیعة لها والله الهادی (نزہتہ الخاطر العاطرج ا ص ۸۱)

ترجمہ "انتہائی بات یہ ہے کہ ہمیں ایک چیز کے بار بار تجربہ کرنے سے اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت اس چیز میں رکھ دی ہے نہ کہ یہ خاصہ اس چیز کی طبیعت کے پیدا کرنے کی وجہ سے ہے واللہ الہادی"

رہے سائنس دانوں کے تجربات سو وہ ظنی ہوتے ہی قطعیت کے درجہ کو نہیں پہنچتے مثلاً" ان کا تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہر چیز مسلسل خود بخود ترقی کر رہی ہے جسے نظریہ ارتقاء کہتے ہیں یہ کذب محض ہے اور ان کا کہنا کہ سورج کے ارد گرد زمین گردش کرتی ہے' یہ ظنی ہے اس کے ظنی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ زمین' سورج اور چاند تینوں سائنس دانوں کے نزدیک متحرک ہیں اور ظاہری نگاہ میں انسان کو زمین ساکن اور یہ دونوں متحرک معلوم ہوتے ہیں۔ اب کون کس کے گرد گھومتا ہے اس کا قطعی فیصلہ تو تبھی کیا جا سکتا ہے جب انسان کسی ایسی جگہ چلا جائے جو بالکل متحرک نہ ہو اور وہاں سے سورج زمین اور چاند ان سب کی حرکات کا نوٹ کر لے۔

چونکہ سائنس کے نظریات مبنی بر ظن ہیں اس لیے بدلتے رہتے ہیں قدیم فلسفہ اور جدید سائنس میں زمین آسمان کا فرق پایا جاتا ہے اور خدا جانے ابھی کتنے نظریات ان کے سامنے آئیں گے پھر سائنس کا کوئی نظریہ متفق علیہ نہیں ہے بلکہ سائنس دان ہمیشہ پرانے نظریات کی تحقیقات میں لگے رہتے ہیں اور ان میں اصلاح یا ترمیم کرتے رہتے ہیں۔

نوٹ : بعض لوگ سائنس سے اتنے متاثر ہیں کہ قرآن پاک کی آیات سے جدید سائنس کے نظریات کی تائید کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں بلکہ بعض تو تاویل کر کے سائنس کے ساتھ مطابقت کرتے ہیں یہ نہایت خسارے کی بات ہے کیونکہ اگر قرآن کی صداقت کی دلیل یہ ہو کہ یہ سائنس کے مطابق ہے تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ کل کو اگر سائنس کی تحقیق بدل جاتی ہے اور وہ اپنے سابق نظریے کو غلط ثابت کرتے ہیں تو اس کے

غلط ہونے سے قرآن کی صداقت بھی کیا باطل ہو جائے گی؟ ہر گز نہیں۔

اسی طرح بعض منکر حدیث سائنس کی تحقیقات کو ذکر کر کے احادیث کا مذاق اڑاتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ گویا ان لوگوں کے نزدیک سائنس ہی حق کا معیار ہے اس سے ذرا برابر اختلاف جھوٹ کی نشانی ہے والعیاذ باللہ۔ اور یہ معیار خیر سے خود روز بروز تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ نیز بے شمار احادیث کی طب اور سائنس نے تائید کر دی ہے مگر وہاں منکرین حدیث کو خدا جانے کیوں سانپ سونگھ جاتا ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا

شاگرد: استاد جی مانا کہ سائنس کے نظریات ظنی ہیں مگر آگ کا جلانا تو بدیہی ہے تو پھر حضرت ابراہیمؑ آگ میں کیسے نہ جلے؟

استاد: ٹھیک ہے کہ آگ جلاتی ہے مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہر آگ بذات خود جلاتی ہے بلکہ خالق کے حکم سے جلاتی ہے جب خالق کا حکم نہ جلانے کا ہوا آگ نے نہ جلایا ہمارا تجربہ اس آگ کے بارہ میں تو نہیں ہے۔ آگ میں انسان جل کر مر جاتا ہے لیکن دوزخی اتنی تیز آگ میں بھی نہ مرے گا کیونکہ وہاں خالق کا حکم اس کے مرنے کا نہیں بلکہ زندہ رکھنے کا ہو گا موت آئے تو کیسے آئے۔ بلکہ جہنم کی نہایت معمولی سزا بھی مارنے کے لیے کافی ہو گی مگر انسان نہ مرے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت "اور ہر طرف سے اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ معجزات یا کرامات کا ثبوت محال ہر گز نہیں ہے البتہ ان کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے۔ کسی ولی کی کرامت کا منکر کافر نہیں ہے اس لیے ولی کی کرامت کے لیے ثبوت ظنی کافی ہے۔ ثبوت کے بعد بھی ان کو خالق ہی کا فعل کہیں گے جیسا کہ اولیات کی بحث میں تفسیر عثمانی کے حوالہ سے گزرا۔ چونکہ معجزات و کرامات خدا تعالیٰ کا فعل ہیں' اس لیے انبیاء واولیاء کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی معجزات و کرامات کا ظہور ہو سکتا ہے کیونکہ جس کا یہ فعل ہے وہ حی لا یموت ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے تا کہ انسان اپنے کام نکال سکے یہ نہیں کہ اسباب کے پیدا کرنے کے بعد معاذ اللہ وہ اب بیکار ہو گیا یا اس کی قدرت اس سے آگے اور کچھ نہیں ہے وہ جب چاہے ان اسباب کو بے کار یا تبدیل کر سکتا ہے۔ اس موضوع پر مزید بحث کے لیے سیرۃ النبی جلد ۳ سید سلیمان ندوی ص ۵۶ تا ص ۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

چند تجربات: حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ تین علوم کے اندر مہارت پیدا کیے بغیر طالب علم درس نظامی میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ا۔ علم صرف ۲۔ علم نحو ۳۔ علم ادب یعنی اس کو الفاظ کا ترجمہ آتا ہو۔ حضرت یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارا تجربہ ہے کہ ہر بچے کو قرآن کا حافظ نہ بنانا چاہیے کیونکہ بعد میں اس کو یاد رکھنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک دو سپارے یاد کروا کر اندازہ کر لیا جائے۔

الحمد للہ صرف ونحو اور بالخصوص صرف کے بارے میں راقم الحروف کا طریقہ کار نہایت آسان اور جاندار ہے تجربہ سے بھی اس کی افادیت ثابت ہوئی ہے لیکن بغیر دورہ صرف میں شرکت کیے طلبا کے لیے اس کی تصدیق مشکل ہوتی ہے۔

تدریب

س: قیاس کے مادہ اور صورت سے مراد کیا ہے؟ مثال دے کر واضح کریں۔
س: یقین، ظن، وہم اور شک کی تعریف کریں۔
س: مادہ قیاس کی اہمیت اور منطقیوں کا اس سے سلوک ذکر کریں۔
س: مندرجہ ذیل قیاس کا نتیجہ نکلے گا یا نہیں اور کیوں؟
مرزا قادیانی نبی نہ تھا اور ہر نبی سچا ہوتا ہے۔
س: مادہ قیاس کے غلط ہونے کی چند مثالیں ذکر کریں۔
س: قیاس کی باعتبار مادہ کے اقسام کا نقشہ مع تعریف وامثلہ ذکر کریں۔
س: برہان، قیاس جدلی، قیاس فقہی کیا ہوتا ہے؟
س: بریلویوں کی کتاب اثبات علم غیب کے دلائل وہم اور شک پر مبنی ہیں، اس کی وضاحت کریں۔
س: مصنف کی ذکر کردہ مثال کے دونوں مقدمات نظری ہیں پھر قطعی کیسے؟
مثال یہ ہے
محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہر اللہ کا رسول واجب الاطاعت ہوتا ہے۔
س: اولیات کی تعریف اور چند مثالیں ذکر کریں۔
س: ایک انسان کا متعدد مقامات پر یکدم ہونا بداہتاً" باطل ہے تو آنحضرت ﷺ کی خواب یا بیداری میں زیارت کیسے ہوتی ہے؟
س: قرآن پاک میں اولیات کو ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے؟

س : ارشاد باری ہے فلم تقتلوھم ولکن اللّٰہ قتلھم کے اندر بندوں سے قتل کی نفی کیوں کی گئی ہے؟

س : فطریات کی تعریف کریں، قرآن پاک سے مثالیں ذکر کریں۔

س : مندرجہ ذیل قضایا سے فطریات اور اولیات کو جدا جدا کریں اور وجہ بتائیں

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا، وما یستوی الاعمی والبصیر، لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر، وما یستوی الاحیاء ولا الاموات

س : حدسیات کی تعریف کریں اور مثالیں لکھیں

س : اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی بدیہات کی کس قسم میں داخل ہے؟ نیز اس عقیدہ کی خرابیاں ذکر کریں۔

س : اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ماننا اس کو گالی دینا ہے۔ عقلی ونقلی دلائل سے مبرہن کریں نیز اس عقیدہ پر وعید ذکر فرمائیں۔

س : ارشاد باری ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ جو لوگ اس سے ملکہ شعر کی نفی مراد لیتے ہیں، ان پر رد لکھیں۔

س : مندرجہ ذیل کا جواب لکھیں ڈھائی ڈھایا تین سوایا

س : دیانند سرسوتی نے خدا تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کے عقیدہ پر کیا اعتراض کیا اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے ان کا کیا جواب دیا۔ مفصل لکھیں۔

س : ہم کسی چیز کو معدوم کیوں نہیں کر سکتے؟

س : مشاہدات کی اقسام اور امثلہ ذکر کریں۔

س : محسوسات میں واقع چند غلطیاں ذکر کریں

س : خالق کے وجود پر استدلال در اصل تنبیہہ ہے، دلیل نہیں وہ کیسے؟

س : چوری اور زنا بہ نسبت بندے کے عیب ہے اور ان کے افعال کے خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کیطرف عیب نہیں، وہ کیسے؟

س : تجربیات کی تعریف اور مثال دے کر یہ واضح کریں کہ تجربہ مشاہدہ اور عقل دونوں سے حاصل ہوتا ہے۔

س: اہل تجربہ کا اختلاف کیوں ہوتا ہے؟
س: طب کے نسخے کس طرح حاصل ہوئے؟
س: سائنس کے تجربات و نظریات پر نوٹ لکھیں
س: قرآن پاک اور حدیث شریف کو سائنس سے مطابقت کرنے کا ضرر کیا ہے؟
س: آگ کا جلانا بدیہی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اثر کیوں نہ کیا؟
س: معجزات و کرامات کا ظہور نبی یا ولی کی وفات کے بعد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مع دلیل واضح کریں۔

متواترات وہ قضیے ہیں کہ ان کے یقینی ہونے کا حکم ایسی جماعت کے کہنے اور متفرق[1] خبروں سے کیا گیا ہو کہ ان سب خبروں کو جھوٹ نہ کہہ سکتے ہوں جیسے یہ قضیہ کلکتہ ایک بڑا شہر ہے اس کا یقینی ہونا تم کو ایسی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ ان خبروں کو تم جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔

اس جگہ چند ابحاث ہیں۔

بحث اول

تواتر کا لغوی معنی پے در پے ہونے کے ہیں اصطلاح میں تواتر وہ خبر ہے جس کے نقل کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ عقل عادۃ" ان کے جھوٹ پر اکٹھا ہونے کو محال تسلیم کرے شروع سے آخر تک یہ زیادتی اس طرح رہے اور آخر راوی اپنے مشاہدہ یا سنی ہوئی بات کو بیان کرے (انظر شرح نخبة الفکر لابن حجر ص ۷) واضح رہے کہ تمام اہل عقل کا تواتر کے مفید للیقین ہونے پر اجماع ہے اس کی دلیل یہ ہے تمام پڑھے لکھے اور ان پڑھ لوگ دنیا کے بے شمار علاقوں کا وجود تسلیم کرتے ہیں اخبارات اور ریڈیو وغیرہ سے ان کی خبریں معلوم کرتے ہیں ان پر تبصرہ کرتے ہیں حالانکہ اکثر علاقے دیکھے ہوئے نہیں ہوتے صرف تواتر سے مانتے ہیں مثلاً" قطب شمالی۔ قطب جنوبی۔ کے ٹو پہاڑ مونٹ ایورسٹ' بحرالکاہل۔ اس طرح سائنس دانوں کا چاند پر پہنچنا' سانپ کا زہریلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

بحث ثانی

دین کے تمام ادیان (ہندو مت' بدھ مت' عیسائیت' یہودیت وغیرہ) میں سے صرف اسلام ہی دین متواتر ہے پھر اسلام کے اندر عقیدہ ختم نبوت نیز نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بھی متواتر ہے لہٰذا نہ اسلام سے پہلے کا کوئی دین قابل قبول اور نہ اسلام کے بعد کا ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الدین عند اللہ الاسلام "بلا شبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے"

نیز فرمایا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ "اور جو شخص اسلام کے سوا

---

[1] یعنی اس تعداد میں ہوں کہ سب کا جھوٹا ہونا عقل کے نزدیک محال ہو۔۱۲ ج

کسی دوسرے دن کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا

نیز فرمایا: وماذا بعد الحق الا الضلال "پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے"

یہ بات ہمارے لیے قابل فخر ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے اسلام کے تواتر کا کفار کے سامنے بھی دعویٰ کیا ہے اور اس کو ثابت کیا ہے۔

مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے مقدمہ بہاولپور میں بیان دیتے ہوئے فرمایا پھر یہ سمجھو کہ ہمارا دین متواتر ہے اور دنیا میں کوئی دین متواتر نہیں تواتر کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کا ثبوت ہم تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے لگا تار آتا ہو' اس کو تواتر کہتے ہیں تواتر کئی قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ تواتر اسناد: ا۔ جیسے حدیث من کذب علی متعمد فلیتبوا مقعدہ من النار "جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا آگ سے بنالے"

اس طرح ختم نبوت کی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر اسنادا" ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ان امور پر اجماع ہے۔ امام مالک اور ابن حزم رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی صحیح روایت یہی ہے کہ ان امور کا منکر کافر ہے۔

۲۔ تواتر طبقہ جیسے تواتر قرآن پاک کا تمام روئے زمین مشرق میں مغرب میں درس اور تلاوت کے ساتھ حفظ ناظرہ اور تجوید کے ساتھ طبقہ بعد طبقہ ایک جماعت نے دوسری جماعت سے لیا تا آنکہ یہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا گو اس کی سند معلوم نہ ہو یہ سب جانتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں سارے مسلمان شریک ہیں۔

۳۔ تواتر کی ایک قسم تواتر تعامل' تواتر توارث ہے جیسے مسواک اور کلی اور استنشاق کا تواتر۔

۴۔ تواتر کی ایک قسم ہے تواتر قدر مشترک جیسا کہ معجزات کا تواتر اگرچہ ایک ایک معجزہ خبر واحد ہی سے ثابت ہو مگر یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا صدور ہوا یہ متواتر ہے بعض لوگ تواتر کو گمان کرتے ہیں کہ وہ قلیل ہے حالانکہ ہماری شریعت میں انسان اس کا حصر نہیں کر سکتا پس جب آپ نے یہ سمجھ لیا ہم کہتے ہیں نماز فرض ہے اس کی فرضیت کا

ا۔ محدثین اس تواتر کو عموماً" ذکر کرتے ہیں اس کی تصریح کرتے ہیں کہ تواتر اسناد میں عدد کی تعیین نہیں کہ کم از کم کتنے ہوں' یقین کا حاصل ہونا ضروری ہے (انظر شرح نخبہ ص ۷)

اعتقاد بھی فرض ہے اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور نماز کی فرضیت کا انکار کرنا کفر ہے ایسے ہی مسواک کرنا سنت ہے اعتقاد اس کی سنیت کا فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کا ترک کرنا عتاب ہے یا عقاب۔

۵۔ تواتر کی ایک قسم تواتر معنوی ہے۔ تواتر کی کسی ایک قسم کا منکر کافر ہے (انوار انوری ص ۴۴ تا ۴۶ ملخصا")

شاگرد: استاد جی علامہ انور شاہ صاحب نے بڑا سخت حکم لگایا کیا متواتر کی ہر قسم کا منکر کافر ہے؟ ہم بمبئی کو تواتر سے تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے منکر کا کیا حکم ہے؟

استاد: مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جس چیز کا ثبوت ان پانچوں قسموں میں سے کسی قسم سے ہو اس کا منکر کافر ہے رہا بمبئی سو اس کا ثبوت آپ ﷺ سے تو نہیں ہے بدیہی نظری کی بحث میں ہم نے ان دونوں کا فرق ذکر کیا ہے اس کو ملاحظہ کریں۔

اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ اگر متواترات شرعیہ کا انکار شروع ہو جائے تو نبی ﷺ کی نبوت بلکہ آپ کا دعویٰ نبوت ہی ثابت نہ ہو گا غیر مسلم کے سامنے اسلام کو پیش کرنے کے لیے سب سے پہلے نبی ﷺ کا وجود اور آپ کے دعویٰ نبوت کو ثابت کرنا ہوگا۔ معجزات کا مرحلہ اس کے بعد ہے کیونکہ اگر کوئی بے ایمان آپ کے وجود کا ہی منکر ہو یا یہ کہہ دے کہ آپ نے دعویٰ نبوت ہی نہ کیا تو باقی دلائل بے کار رہیں گے۔ اور ان سب کا ثبوت تواتر سے ہے۔ تواتر کا منکر دراصل اسلام کی بنیاد ہلانا چاہتا ہے صاحب ایساغوجی لکھتے ہیں ومتواترات کقولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعی النبوۃ و اظہر المعجزات علی یدہ "اور متواترات جیسے ہمارا قول محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے دست مبارک پر معجزات کا اظہار فرمایا"

صاحب یکروزی لکھتے ہیں فانہ کنقل البلدان النائیۃ والامم الماضیہ "تو یہ دور دراز ملکوں اور گزشتہ قوموں کے نقل کرنے کی طرح ہے"

جو شخص تواتر کا منکر ہو اس کا علاج یہ ہے کہ کوئی اخبار لے کر اس میں ذکر کردہ ممالک اور علاقوں یا شخصیات کا نام لے کر اس سے پوچھو کہ بتاؤ اس کا وجود ہے یا نہیں مثلاً" امریکہ یورپ' بوسنیا' عراق ایران جنگ وغیرہ چیزوں کا ثبوت اگر وہ بن دیکھے مانے تو جس ذریعہ کو بھی پیش کرے گا وہ تواتر ہی ہے

بحث ثالث

چونکہ فی الجملہ تواتر کو کفار بھی مانتے ہیں اس لیے حضرت نانوتویؒ نے کفار کے سامنے نبی ﷺ کے معجزات کو تواتر کے ساتھ پیش کیا ہے اور کسی کافر کی جرات نہ ہوئی کہ اس کا انکار کر دے۔ [1]

اپنی بے نظیر کتاب قبلہ نما میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔ تنقیح روایات میں اہل اسلام کا تمام مذاہب میں نمبر اول ہے اس پر قرآن کریم کی روایت متواتر ہر قرن میں لاکھوں حافظ برابر چلے آتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت مثل آفتاب نیمروز روشن اس لیے نہ یہ احتمال کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی طرف سے یہ قرآن اور یہ حکایات بنا کر کھڑے کر دیے ہیں۔ اور نہ وہم ہو سکتا ہے کہ راویوں نے غلط کہہ دیا یا غلطی کھائی ہو اس لیے قرآن شریف کی آیات تو اول درجہ میں واجب التسلیم ہوں گے اور احادیث اہل اسلام کے روایات درجہ دوم میں (قبلہ نما ص ۵۵)

معجزہ شق القمر کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ اور دعویٰ اہل اسلام بوجہ اتصال سند و تواتر بروایت کسی طرح قابل انکار نہیں (قبلہ نما ص ۱۷)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ تمام عالم وقوع خوارق پر متفق ہر مذہب والے اپنے بزرگوں سے خوارق نقل کرتے ہیں اگر بالفرض کوئی خاص واقعہ غلط بھی ہو تو قدر مشترک تو

---

[1] شاید کوئی یہ اشکال کر کے یہ لفظ بدعت ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ علامہ کشمیریؒ پر مرزائیوں کے نمائندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تواتر تو مولویوں کی بنائی ہوئی اصطلاح ہے پھر اس کا منکر کافر کیسے ہو گیا حضرت نے جواباً" فرمایا کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ یہ قرآن مجید جو ہمارے ہاتھ میں ہے وہی ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوا اور ہم تک اس حالت حفاظت میں چلا آیا اس حالت حفاظت کا نام تمہارے ہاں کیا ہے؟ پہلے تو مرزائی بہت چکرایا پھر کہنے لگا ہم اس کو تواتر کہتے ہیں فرمایا یہی تو میں کہہ رہا تھا...... پھر جو چیزیں تواتر سے ثابت ہیں جیسے ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام چنانچہ گزرا ہم انکار کرنے والے شخص کو بالاجماع کافر کہیں گے مرزا نے ... حتیٰ کہ یوں کہا ہے کہ میں محمد بھی ہوں پس ان کے کلمہ پڑھنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ (ان کے نزدیک) محمد رسول اللہ سے غلام احمد کی مراد اپنی ذات ہے (انوار انوری ص ۴۶' ۴۷)

واجب التسلیم ہی ہوگی۔ ورنہ ایسی اتفاقی خبر میں بھی غلط ہوا کریں تو خبروں کے ذریعہ کوئی بات تصدیق نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی مذہب قابل تسلیم ہو سکتا ہے علاوہ بریں اگر خوارق کا ہونا ممکن نہیں تو سب سے بڑھ کر خرق عادت یہ ہے کہ خدا کسی سے کلام کرے یا کسی کے پاس پیام بھیجے اس لیے پنڈت صاحب کا مذہب تو ان کے طور پر بھی غلط ہوگا (ص ۱۸ قبلہ نما)

اس عبارت میں تواتر قدر مشترک سے استدلال ہے نیز یہ بھی واضح رہے کہ ان دلائل سے نہ صرف ہندوؤں کا بلکہ منکرین حدیث کا بھی رد ہے جو معجزات کے منکر ہیں۔

مولانا واقعہ شق القمر پر مزید لکھتے ہیں۔ "صحت روایت دینیات میں کوئی شخص دعوی ہمسری اہل اسلام نہیں کر سکتا۔ بالخصوص واقعہ انشقاق قمر تو کسی طرح قابل انکار ہی نہیں. علاوہ احادیث صحیحہ قرآن میں اس اعجاز کا ذکر ہے اور سب جانتے ہیں کہ کوئی خبر اور کوئی کتاب اعتبار میں قرآن کے ہم پلہ نہیں اور کیونکر ہو۔ ابتداء اسلام سے آج تک ہر قرن میں قرآن کے لاکھوں حافظ موجود رہے ہیں۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اس کا اول سے آخر تک آج تک محفوظ چلا آتا ہے واؤ اور فا اور یاء اور تاء وغیرہ حروف متحد المعانی اور قریب المعانی میں بھی آج تک اتفاق خلط ملط نہیں ہوا نماز میں اگر بوجہ سبقت لسانی کسی کے منہ سے اس قسم کی تغیر و تبدیل ہو جاتی ہے تو اول تو پڑھنے والا خود لوٹاتا ہے اور اگر کسی دھیان میں اس کو دھیان نہ آئے تو سننے والے تنبیہہ کر کے پھر ہٹوا دیتے ہیں یہ اہتمام کوئی بتلائے تو سہی کس کے یہاں کس کتاب میں ہے" (قبلہ نما ص ۱۹)

اس کے بعد اس واقعہ پر جو مشہور اعتراض ہے کہ اس کا تاریخ میں ذکر کیوں نہیں اس کو جواب دیتے ہیں۔ حضرت کا جواب منفرد حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کو ترک کرنا مناسب معلوم نہ ہوا اس کو پڑھیں اور بانی دارالعلوم کی علمی منزلت کا اندازہ فرمائیں۔

"اس کے بعد اس وجہ سے اس کے وقوع میں متامل ہونا کہ تواریخ میں اس کا ذکر نہیں اور ملک والے اس کے شاہد نہیں عقل و انصاف سے بعید ہے باوجود صحت و تواتر روایت خارجی شبہات کی وجہ سے متامل ہونا ایسا ہے جیسے باوجود مشاہدہ طلوع و غروب گھڑی گھنٹوں کی وجہ سے طلوع و غروب میں تامل کرنا۔

بایں ہمہ موافق کتب ہنود اول تو انشقاق قمر کے لیے ان کو بھی یہ نشان بتلانا چاہیے بسوامتر کے زمانہ کا انشقاق کون سی تاریخ میں مرقوم ہے نزول آفتاب وماہ و امتداد شب تا

مقدار ششماہ زیادہ تر شہرت اور کتابت کے قابل ہے وہ کون سی تاریخ میں مرقوم ہیں۔
انشقاق قمر زمانہ نبوی ﷺ ایسے وقت میں ہوا کہ وہاں چاند افق سے تھوڑا ہی اٹھا تھا کوہ حرا جو چنداں بلند نہیں وقت انشقاق دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں معلوم ہوتا تھا اس وقت ملک ہند میں تو رات قریب نصف کے آئی ہو گی اور ممالک مغرب میں اس وقت طلوع (قمر) کی نوبت ہی نہ آئی ہو گی۔ بایں ہمہ شب کا واقعہ تھوڑی دیر کا قصہ اور ممالک مشرق میں سونے کا وقت اور جاڑے کا موسم فرض کیجئے تو ہر کوئی اپنے گھر کے کونے میں رضائی اور لحاف میں ہاتھ منہ لپیٹے ایسا مست خواب کہ اپنی بھی خبر نہیں اور اگر کوئی کسی وجہ سے اس وقت جاگتا بھی ہو تو آسمان اور چاند سے کیا مطلب جو خواہ مخواہ ادھر کو نظر لڑائے بیٹھے پھر گرد و غبار اور ابر و کہسار اور دخان و بخار کا بیچ میں ہونا اس کے علاوہ رہا۔
با ایں ہمہ تاریخ فرشتہ میں رانا اودے پور کا اس واقعہ کو مشاہدہ کرنا مرقوم ہے رہا ممالک جنوبی و شمالی میں اس واقعہ کی اطلاع کا ہونا نہ ہونا اس کی یہ کیفیت کہ اگر جاڑے کے موسم اور گرد و غبار اور ابر و کہسار وغیرہ امور سے قطع نظر بھی کیجئے تو وہاں حالت انشقاق میں بھی قمر اتنا ہی نظر آیا ہوگا جتنا حالت اصلی یعنی جیسا اور شبوں میں بایں وجہ کہ کرہ ہمیشہ نصف سے کم نظر آیا کرتا ہے اس شب میں بھی نصف سے کم نظر آیا ہو گا ورنہ مخروط نگاہ کو نصف یا نصف سے زیادہ متصل مانا جائے تو یہ قاعدہ مسلمہ غلط ہو جائے کہ خط ضلع زاویہ مخروط کرہ کے نصف سے ورے مماس ہوا کرتا ہے اور جب یہ ٹھہری تو پھر اکثر ممالک جنوبی و شمالی میں ایک نصف دوسرے نصف کی آڑ میں آ گیا ہوگا اور اسی وجہ سے ان لوگوں کو انشقاق قمری کی اطلاع نہ ہوئی ہوگی رہا ملک عرب و دیگر ممالک قریبہ ان میں اول تو تاریخ نویسی کا اہتمام نہ تھا اور کسی کو خیال ہوتا بھی تو عداوت مذہبی مانع تحریر تھی۔
علاوہ بریں ایک واقعہ کے لیے کوئی شخص تاریخ لکھا بھی نہیں کرتا موضوع تاریخ (اکثر معاملات سلاطین و دیگر اکابر ہوا کرتے ہیں ان کے ساتھ اس زمانہ کے وقائع عجیبہ بھی تبعاً" مرقوم ہو جاتے ہیں مگر چونکہ مورخ اول اکثر خیر اندیش سلاطین و اکابر کا زمانہ ہوا کرتا ہے اس لیے ایسے وقائع کی تحریر کی امید بجز موافقین معتقدین زیبا نہیں" (قبلہ نما ص ۱۹، ۲۰)

بحث رابع

تواتر معنوی کی شریعت میں بے شمار مثالیں ہیں مثلاً" صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج کے مفہوم

پر تواتر معنوی ہے۔ کوئی شخص یہ کہے صلوٰۃ سے یہ نماز مراد نہیں جو ہم پڑھتے ہیں بلکہ اس سے کوئی اور معنی متعین کرے وہ کافر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کا منکر کافر ہے حالانکہ لفظ نماز کا ثبوت نہیں ہے مگر یہ مفہوم تو تواتر سے ثابت ہے۔ اس طرح مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں احمد سے مراد جناب نبی کریم ﷺ ہیں اس پر تواتر معنوی ہے اگر کوئی اور احمد نامی یہ کہہ کہ یہ میرے بارے میں وارد ہوتی ہے اور میں اس بشارت کا مصداق ہوں وہ کافر ہو گا۔

نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر تواتر معنوی بھی موجود ہے تواتر طبقہ بھی موجود ہے بعض شرپسند بانی دارالعلوم دیوبند پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے آخر نبی ہونے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور یہ کہ آپ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ان شرپسندوں کے ان الزامات کا پورا بدلہ تو قیامت کے دن ہی ملے گا۔ ہم یہاں مختصر سی وضاحت کرتے ہیں۔

تحریک ختم نبوت میں بنیادی کردار علماء دیوبند کا رہا ہے اگر بانی دارالعلوم کا یہ عقیدہ نہ تھا تو ابناء دارالعلوم نے یہ قربانیاں کیوں دیں خاص طور پر انگریز کے دور میں جب کہ مرزائیوں کو کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصریحات تحذیر الناس اور مختلف کتابوں میں اس مسئلہ پر واضح ہیں کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے تیسری بات یہ ہے کہ مولانا نانوتوی نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ عظیم الشان مباحثے کیے ہیں جن کی روداد مباحثہ شاہجہانپور اور اور میلہ خدا شناسی میں موجود ہے اس موضوع پر مولانا کی کتابیں حجتہ الاسلام' انتصار الاسلام اور قبلہ نما بھی معروف ہیں آپ نے ان موقعوں پر کھلم کھلا صراحت کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔ اور نجات صرف آپ کی نجات میں منحصر ہے اس موقعہ پر کسی کافر کی بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ آپ پر یہ اعتراض کرتا کہ آپ تو ختم نبوت کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ مناظرے آپ کی زندگی کے آخری حصہ میں ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اب رہا کمال عقل و فہم اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کلام اللہ شریف کلام خدا ہے اور بے شک بحکم عقل و انصاف کلام خدا ہے تب تو اس میں آپ کو خاتم النبیین کہہ کر یہ جتلا دیا کہ آپ سب انبیاء کے سردار ہیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو یہ معنی

ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی سردار ہو گا' اسی حاکم کا حکم آخر رہتا ہے سب کا سردار ہوتا ہے (قبلہ نما ص ۱۰' ۱۱) انتصار الاسلام ص ۵۷' ۵۸ کے اندر بھی آپ کی ختم نبوت اور افضلیت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

مقدمہ بہاولپور میں ایک مرزائی نے یہ اعتراض کیا کہ مولانا قاسم نانوتوی نے آنحضرت ﷺ کے بعد اور نبی کے آنے کو تجویز کیا ہے اس کے جواب میں مولانا شاہ کشمیریؒ نے تحذیر الناس کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی۔

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ اوپر تصریحات نبوی ﷺ مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اس لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بہ سند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر تعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اُس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اِس کا منکر بھی کافر ہے" (تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

واضح رہے کہ وتر کی تعداد میں اس بات پر تواتر مراد ہے کہ اس کی طاق رکعات ہیں۔

شاگرد: استاد جی آخر ان لوگوں کے پاس بھی تو کوئی دلیل ہو گی

استاد: حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اگر ہوتی تو مرزائی علماء دیوبند کی تحریک سے غیر مسلم کیسے قرار پاتے؟ دراصل مولانا کی کتابیں اعلیٰ علمی انداز پر لکھی ہوئی ہیں۔ عام آدمی تو کیا اکثر فضلاء بھی اس کو کما حقہ سمجھ نہیں سکتے نامکمل عبارت کو لے کر ختم نبوت کا منکر بتا دیا اور ان کی صریح عبارتیں اور واضح تقریر اور بیانات کی کوئی پرواہ نہ کی۔

مولانا قاسمؒ کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے افضل نبی ہیں اور سب سے افضل نبی کو سب سے بعد آنا چاہئے جبکہ عام لوگ اس آیت سے افضلیت کا معنی نہیں صرف تاخر زمانی مراد لیتے ہیں۔ مگر مولانا کے نزدیک اس سے خاتمیت ذاتی تو دلالت مطابقی سے ہے اور خاتمیت زمانی دلالت التزامی سے ثابت ہے رہی یہ بات کہ

خاتمیت ذاتی کو خاتمیت زمانی کیسے لازم ہے اس کا جواب بھی مولانا کی زبانی ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں۔

اس صورت میں اگر رسول ﷺ کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ﷺ ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے ہیں ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا ..... اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنیٰ؟ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور شہادت آیت نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی ﷺ کے علاوہ ہوتے اس کتاب کا تبیانا لکل شیء ہونا غلط ہو جاتا ...... ایسے ہی ختم نبوت بہ معنیٰ مذکور کو تاخر زمانی لازم ہے (تحذیر الناس ص ۸)

الغرض عوام کے نزدیک خاتم النبیین کا صرف یہ معنیٰ ہے کہ نبی ﷺ آخری نبی ہیں رہا افضل ہونا سو اس کے لیے اور دلائل دیتے ہیں مگر مولانا کے نزدیک علاوہ دوسرے دلائل کے خاتم النبیین بھی امام الانبیاء کا معنیٰ دیتا ہے اور امام الانبیاء کو آخر میں آنا ضروری ہے سو مولانا کے نزدیک اس آیت سے دو معنیٰ معلوم ہوئے ایک افضل ہونا دوسرے آخر ہونا۔ افضل ہونا آخر میں آنے کو لازم ہے جیسے کسی مقام پر جلسہ منعقد ہو تو مقرر اعظم جس کی تاریخ سب سے قبل لی جاتی ہے اس کی تقریر سب سے بعد ہوتی ہے اس طرح مقدمات کو پہلے چھوٹی عدالتوں میں پھر درجہ بدرجہ بڑی عدالتوں میں لے جاتے ہیں اب مولانا کی ایک اور عبارت ملاحظہ کریں لیکن جب تک پوری عبارت از اول تا آخر پڑھ نہ لیں کوئی فتویٰ نہ دے دینا یہ عبارت بالکل شروع کی ہے اور ساری عبارت مسلسل ہے۔

جہلاء صرف چند سطریں پڑھ کر جلد بازی کرتے ہیں نہ پورا مضمون پڑھتے ہیں اور نہ ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں۔

"الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وسید المرسلین وآلہ و اصحابہ اجمعین بعد حمد و صلاۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا (صرف) بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر (میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے اعلیٰ نبی ہیں۔ چونکہ سب سے اعلی ہیں اس لیے سب سے آخر ہیں کیونکہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی مدح کی گئی ہے اور) اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (ہاں اس وجہ سے ضرور فضیلت ہے کہ آخر میں آنا سب سے افضل ہونے کی وجہ سے ہے) پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا پھر اس صورت میں (افضلیت سے قطع نظر کر کے محض تاخر زمانی کی صورت میں) کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں نہ کہئے اور اس مقام کو (معاذ اللہ تعالیٰ) مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت (افضلیت سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف) باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات (آخر میں ہونا بغیر افضلیت کے) گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال ہو کہ یہ دین آخری دین تھا (اور یہ بالکل حقیقت ہے) اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں

مواقع تھے۔

بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے الخ (تحذیر الناس ص ۳)

نوٹ : راقم نے عبارت کی تفہیم کے لیے چند کلمات بین القوسین بڑھا دیے ہیں۔ عبارت کی شرح تو بہت طویل ہے امید ہے ان کلمات کے اضافے سے کچھ تسہیل ہو گئی ہو گی۔ عبارت کا آخر پیرا بلکہ بناء خاتمیت الخ پوری کتاب کا خلاصہ ہے اس کے بغیر اگلی عبارت حل نہیں ہوتی۔

بحث خامس

امام غزالیؒ نے متواترات کی مثالیں یہ دی ہیں وجود مکہ' وجود شافعی' پانچوں نمازوں کی تعداد۔ پھر فرماتے ہیں بلکہ ہمار اس بات کو جاننا بھی متواتر ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے مسلم کو ذمی کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے (المستصفی ص ۵۹)

حضرت نانوتویؒ نے تواتر طبقہ کی مثالوں کے ضمن میں لکھتے ہیں مثلاً" کلکتہ' لندن' متھرا' بنارس' مکہ ' مدینہ' بیت المقدس وغیرہ مشاہیر شہروں کا روئے زمین پر ہونا یا شری رام چندر شری کرشن' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت محمد ﷺ کا زمانہ سابق میں پیدا ہونا پھر لکھتے ہیں اگر کوئی واقعہ بہت دنوں کا ہو تو اس کی تصدیق کے لیے ہر قرن میں اس قسم کے تواتر کی ضرورت ہے فقط ایک طبقہ کا تواتر کافی نہ ہو گا اور تواتر صرف قرآن کا ہے تورات' انجیل بید کا نہیں ہے اختلاف نسخ اور سند اوپر تک نہ جانا اس کی دلیل ہے لہذا یہ کتابیں درجہ روایت میں کتب حدیث تو کیا اہل اسلام کی تواریخ قدیمہ کے ہم پلہ بھی نہیں ہیں .... (قبلہ نما ص ۵۴ ملخصاً")

سو جس طرح امام شافعی کا وجود تواتر سے ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پر بھی تواتر ہے اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مسائل متواتر ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک بھی بعض مسائل کی نسبت متواتر ہوگی۔ لہذا غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ تم جس ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہو وہ کون ہے اس نام کے بہت سے لوگ گزرے ہیں۔ نیز ان کا کتب

حنفیہ کی سند کا مطالبہ کرنا بھی بے کار ہے کیونکہ تواتر طبقہ کے لیے جزوی سند کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارہ میں یہ اعتراض کہ اس نام کے بہت سے افراد ہوئے ہیں تو امام شافعی کے ہم نام تو کہیں زیادہ ہیں بلکہ ان کے ہر مقلد کو شافعی کہا جاتا ہے اس کے باوجود ان کو وجود پر امام غزالی نے تواتر کا دعویٰ کر دیا اور یہ ہے بھی درست۔

شاگرد: استاد جی غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ضعیف فی الحدیث ہیں۔

استاد: پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بالفرض ضعیف ہو جانے سے غیر مقلدین قوی فی الحدیث ہو گئے ہیں۔ ان کے شیخ الکل کی توثیق کس محدث نے کی ہے جن لوگوں نے لفظ اہل حدیث بطور علم استعمال کیا ہے ان سے کسی ایک کی توثیق ائمہ جرح و تعدیل سے دکھا دیں جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام ترمذی' ابن عبد البر' علامہ ذہبی اور علامہ سخاوی رحمہم اللہ تعالی نے ائمہ جرح وتعدیل سے شمار کیا ہے۔ دیکھئے ترمذی کتاب العلل ص ۱۴۱ مع الجامع بتحقیق ابراہیم عطوہ عوض' جامع بیان العلم لا بن عبدالبرج ۲ ص ۱۸۸' المتکلمون فی الرجال للذہبی ص ۹۷ ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۷۵۔ للذہبی۔

رہا ان کو ضعیف کہنا سو محققین فن حدیث کے نزدیک ہرگز ان پر جرح قابل قبول نہیں ہے امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں۔

بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحوه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي او غيره فانا لا نلتفت الى الجرح فيه ونعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذا الباب واخذنا بتقديم الجرح على اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون (قاعدہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۹' ۲۰)

"بلکہ ہمارے نزدیک درست بات یہ ہے کہ جس کی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اس کی مدح کرنے والے اور اس کا تزکیہ کرنے والے زیادہ ہوں اور اس پر جرح کرنے والے نادر ہوں اور وہاں کوئی قرینہ ہو جو سبب جرح پر دلالت کرے مثلا تعصب مذہبی وغیرہ تو ہم اس میں جرح کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ اس کے بارے میں عدالت پر عمل کریں گے۔ ورنہ اگر ہم اس دروازے کو کھول دیں اور جرح کو علی الاطلاق مقدم کرنا شروع کر

دیں تو کوئی امام ہمارا محفوظ نہ رہے گا کیونکہ ہر امام کے بارے میں طعن کرنے والوں نے طعن کیا ہے اور ہلاک ہونے والے ہلاک ہوئے ہیں۔"

امام ابو حنیفہؒ کو بہت سے علماء غیر مقلدین بھی امام کہتے ہیں تو جب ان کی امامت تسلیم ہے تو جرح کیسی اس طرح تو امام مالک امام شافعی اور امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جرح موجود ہے غیر مقلدین ان کا کیا جواب دیں گے۔ اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ہمارے مخاطب اہل حدیث کا تو سرے سے کتب اسماء اجال میں ذکر تک نہیں اپنی توثیق تو پیش کریں پھر دوسرے پر عیب لگائیں (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے قاعدہ فی الجرح والتعدیل وہامشہ ص ۲۰ نیز جامع بیان العلم لابن عبدالبرج ۲ ص ۱۸۴' ۲۰۰)

بحث سادس

ضروریات دین کا معنی گزر چکا ہے کہ وہ امور جن کا اہل اسلام کے نزدیک ثبوت بدیہی ہو یعنی نبی ﷺ سے ان کا ثبوت لفظاً" ومعنیٰ" اب تک متواتر ہوں ان کا منکر کافر ہوگا (ملاحظہ ہو اکفار الملحدین عربی ص ۱۰۲۔ اردو ص ۱۸۴' ۱۸۸) اصول فقہ شافعی کی مشہور کتاب جمع الجوامع اور اس کی شرح میں لکھا ہے۔

جاحد المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة وهو ما یعرف منه الخواص والعوام من غیر قبول للتشکیک فالتحق بالضروریات کوجوب الصلاة والصوم و حرمة الزنا والخمر کافر قطعا لان جحده یستلزم تکذیب النبی صلی الله علیه وسلم فیه (شرح جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۳۸)

"جو چیز دین اسلام کی متفق علیہ بداہتاً" معلوم ہو اور وہ وہ ہے جس کو خواص اور عوام جانتے ہیں بغیر کسی شک کو قبول کرنے کے اور بدیہی امور سے مل چکی ہو جیسے نماز روزے کا واجب ہونا' زنا اور خمر کا حرام ہونا۔ ان کا منکر پکا کافر ہے کیونکہ اس کا انکار نبی کریم ﷺ کی تکذیب کو مستلزم ہے"

علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین سے وہ تمام قطعی اور یقینی امور مراد ہیں جن کا دین رسول اللہ ﷺ سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اور حد تواتر اور شہرت عام تک پہنچ چکا ہے حتی کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں مثلاً توحید' نبوت'

خاتم الانبیاء پر نبوت کا ختم ہونا آپ کے بعد سلسلہ نبوت کا منقطع ہو جانا حیات بعد الممات (مر کر دوبارہ زندہ ہونا) جزاء و سزائے اعمال' نماز اور زکوٰۃ کا فرض ہونا شراب اور سود کا حرام ہونا (اکفار الملحدین عربی ص ۲ واردو ص ۴)

حاشیہ میں لکھتے ہیں شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ عوام کے ہر ہر طبقہ میں اس کا علم پہنچ جانا چاہئے ہر ہر فرد عوام کا جاننا ضروری نہیں ہے اسی طرح عوام کے اس طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں جو دین اور دینی امور سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا بلکہ عوام کے ان طبقوں تک اس امر ضروری کا علم پہنچ جانا چاہئے جو دین سے تعلق رکھتے ہیں خواہ اہل علم ہوں یا غیر اہل علم۔

دوسرے صفحہ کے حاشیہ میں ہے بعض متواتر امور ایسے ہیں جن سے جاہل ہونے کی بنا پر انکار کر دینے سے تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ بتلا دینے کے بعد بھی انکار پر اڑے رہنے کی وجہ سے ضرور تکفیر کی جائے گی (حاشیہ اکفار الملحدین عربی ص ۲' ۳ واردو ص ۴' ۵)

بدیہی غیر شرعی یا متواتر چیزوں کے انکار سے انسان کافر نہیں ہوتا جلال الدین محلی شرح جمع الجوامع میں لکھتے ہیں ولا یکفر جاحد المجمع علیہ من غیر الدین کوجود بغداد قطعا (شرح جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۳۹)

"دین کے علاوہ سے اتفاقی چیز کے منکر کو کافر نہ کہا جائے گا جیسے بغداد کا پایا جانا قطعی طور پر"

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا پایا جانا متواتر ہے نیز ان کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے جب اس ناحیت سے دیکھیں کہ قرآن نے ان کو ذکر کیا تو ان کے وجود کا منکر کافر ہے۔ اندھا اور بینا برابر نہیں یہ بدیہی بات ہے نیز قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے ولا یستوی الاعمی والبصیر اگر کسی کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن پاک نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کا انکار کر دیتا ہے وہ کافر نہیں ہاں جب یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن پاک نے ذکر کیا ہے پھر انکار کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔

بحث سادس

یہ بات بارہا گزری ہے کہ دین اسلام متواتر ہے نبی ﷺ کے زمانہ سے اب تک متواتر

ہے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کے راویوں کا پہلا طبقہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی ہیں۔ باوجودیکہ آپ کے زمانہ میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور دیگر علاقوں میں بڑی تعداد کافروں کی تھی مگر کسی کافر کے واسطہ سے کوئی روایت یا آپ ﷺ کا کوئی واقعہ ہم تک نہیں پہنچا حتیٰ کہ معجزہ شق القمر بھی صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے مروی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی آپ کے دعویٰ نبوت اور آپ کے معجزات کے گواہ ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد اہل سنت والے ہی تھے۔ اہل سنت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ ان سب کو عادل مانتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام ہی عادل نہ ٹھہریں تو دعویٰ نبوت کے گواہ جھوٹے ہو جانے سے دعویٰ ہی ثابت نہ ہوگا۔

اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق نبی ﷺ سے لے کر آج تک ایک بڑی جماعت حق والوں کی رہی ہے اور ہر دور میں اس دین کو کھلم کھلا روایت کرنے والے اس پر عمل کرنے والے موجود رہے ہیں اگر ان درمیانی کڑیوں پر تنقید شروع ہو جائے تو شریعت کا اثبات کیسے ہو گا آخر ہم نے براہ راست تو یہ دین نبی ﷺ سے نہیں لیا اور نہ ہی بخاری شریف امام بخاری سے خود پڑھی اس لیے درمیانی واسطوں پر اعتماد کرنا ہی ہوگا ورنہ نہ قرآن ثابت نہ حدیث نہ کچھ اور لہٰذا جو لوگ مطلقاً اکابر علماء کی مخالفت کرتے ہیں یا مسلمانوں کے ہر ہر فرقے کو گمراہ کہتے ہیں نہایت خطا کار ہیں۔ اس طرح تو قرآن و حدیث کا اثبات ہی نہ ہو گا۔ آخر قرآن و حدیث ان مولویوں ہی کے ذریعہ ملا ہے اگر قرآن یا حدیث کا ترجمہ لیں وہ بھی کسی امتی کا کیا ہوا ملے گا سب سے کمزور مذہب اس معاملہ میں شیعہ اثنا عشریہ کا ہے جن کے نزدیک صحابہ کا طبقہ قابل اعتماد نہیں خود ان کے ائمہ ان کے نزدیک تقیہ کرتے رہے اور بارہویں امام مختفی ہو گئے۔ اصول کافی بنیادی کتاب ہے جس کی تصدیق بقول ان کی امام مہدی نے کی ہے مگر یہ تصدیق غیبت صغریٰ کے زمانہ میں ہوئی (   ) مصنف اور امام کی ملاقات ثابت نہ ہوئی ہمارے نزدیک نبی ﷺ کی نبوت اور معجزات تواتر سے ثابت ہیں مگر ان کے نزدیک کیا دلیل ہے کافی کلینی اگر متواتر بھی ہو تب بھی اس کے مصنف کی امام سے تصدیق حاصل کرنے پر کون سی دلیل ہے؟

الکافی للکلینی کے بارے میں ان معلومات کے لیے فروعِ کافی ج ۳ کتاب الروضہ طبع لکھنو ۱۳۰۲ھ کے ص ۱۸۴ میں ترجمۃ المصنف کا مطالعہ فرمائیں۔

نیز ہمارا دین تو نبی ﷺ سے ملا ہے۔ شیعہ کی سند نبی ﷺ تک کیسے ملے گی اگر تقیہ ہی کرنا ہے تو موجودہ سارے اثنا عشری تقیہ کر کے اپنے جلسوں میں خمینی کو گالیاں کیوں نہیں نکالتے۔

شاگرد: استاد جی کیا دین اسلام سارا متواتر ہے؟

استاد: بہت سے احکام متواتر ہیں اور کچھ متواتر نہیں بلکہ ان کا ثبوت خبرواحد سے ہے اور جن کا ثبوت نص سے نہیں ہے ان کا حکم اجتہاد اور قیاس سے معلوم کیا جاتا ہے۔

شاگرد: سارے احکام منصوص و متواتر کیوں نہ ہو گئے تاکہ جھگڑا ہی نہ ہوتا۔

استاد: چونکہ روز بروز نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو جو مسائل پیش ہی نہیں آئے تھے مثلاً بنکاری' ہوائی جہاز میں نماز' ٹیکے سے روزے یا وضوء کا ٹوٹنا وغیرہ بے شمار چیزیں موجود ہی نہ تھیں ان کے احکام کا بیان اس زمانے میں ایک لایعنی گفتگو ہوتی ایسے مسائل کا حکم منصوص مسائل پر قیاس کر کے معلوم کرتے ہیں۔

رہا یہ کہ منصوص مسائل بھی سارے متواتر نہیں اس کی مصلحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس حکم کو ضروری کرنا چاہا اس کو تکوینی طور پر لفظاً و معنیً قطعی کر دیا تاکہ قیامت کے دن کوئی اس کے نہ ماننے یا نہ کرنے کا عذر نہ کر سکے نماز کا منکر یہ نہ کہہ سکے گا کہ مجھے یہ حکم نہ پہنچایا یہ کہ مجھے اس کا معنی معلوم نہ تھا۔ اور جن احکام میں آسانی کرنا تھی اس کے لفظ یا معنی میں قطعیت تکوینی طور پر نہ رہنے دی دیکھیے رکوع سجدہ نماز میں فرض ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی کسی روایت میں بغیر رکوع یا سجدے کے نماز کا ذکر ہے اس کے برعکس سورہ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا اس کے بارہ میں روایات ہی مختلف ہو گئیں جیسا کہ تناقض کے بیان میں گزرا ہے اب اخلاص کے ساتھ جو آدمی جس پر عمل کرے ثواب پائے گا البتہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ اس کی نماز ہوتی ہے اور باقیوں کی نہیں ہوتی خواہ کوئی ہو وہ اپنے کیے کو بھگتے گا کیونکہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ غیر مقلد کی نماز ضرور ہوتی ہے وہ کسی بنا پر نازاں ہیں۔

تدریب

س : متواتر کی لغوی واصطلاحی تعریف اور مثال ذکر کرنے کے بعد اس کو مبرہن کریں کہ تمام اہل عقل متواتر کو مفید للیقین مانتے ہیں۔

س : اس بات کو مدلل کریں کہ اس وقت نجات صرف دین اسلام میں منحصر ہے نہ اس سے پہلے کسی دین میں اور نہ اس کے بعد کسی دین میں۔

س : تواتر کی اقسام مع امثلہ ذکر کریں اور ان کا حکم واضح کریں۔

س : نماز' روزے اور مسواک کا حکم ذکر کریں

س : اس عبارت کا مفہوم واضح کریں کہ تواتر کی کسی ایک قسم کا منکر کافر ہے نیز اس کی علت بیان کریں۔

س : تواتر کے منکر کو قائل کرنے کا طریقہ تحریر کریں۔

س : حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے کفار کے سامنے معجزات کو کس طرح پیش فرمایا؟

س : معجزہ شق القمر پر کیا اعتراض ہے اور اس کا جواب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے کیا دیا؟ حوالہ سمیت ذکر کریں۔

س : تواتر معنوی کی تعریف اور مثالیں ذکر کریں۔

س : ختم نبوت کا ثبوت کس تواتر سے ہے اور علماء دیوبند کا کیا عقیدہ ہے؟

س : حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا ختم نبوت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ ان کی عبارتوں سے ثابت کریں۔

س : حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی علت کیا ہے؟

س : تحذیر الناس میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے عوام کا خیال کس چیز کو قرار دیا اور جہلاء کیا الزام لگاتے ہیں؟

س : تحذیر الناس ص ۳ کی مکمل عبارت اور اس کا مفہوم پیش کریں۔

س : غیر مقلدین کتب فقہ کے مسائل کی سند مانگتے ہیں' اس کا اصولی جواب ذکر

کریں۔

س: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کا جواب ذکر کریں۔

س: ضروریات دین کی تعریف ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ ان کی شہرت کا معیار کیا ہے؟ نیز ان کا منکر کافر کیوں ہے؟

س: بدیہی غیر شرعی کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

س: وجود مکہ کا منکر مومن ہے یا کافر اور کیوں؟

س: دین کے نقل کرنے میں صحابہ کرامؓ کی اہمیت واضح کریں۔

س: شیعہ کی سند نبی علیہ السلام تک کیوں نہیں پہنچتی؟

س: دین اسلام کے سب احکام متواتر کیوں نہیں؟ اس کی حکمت کیا ہے؟

س: رکوع، سجود اور فاتحہ خلف الامام میں سے کون سی چیز متواتر ہے اور کون سی مختلف فیہ؟

قیاس جدلی وہ قیاس ہے جو مقدمات مشہورہ یا کسی فریق کے مانے ہوئے مقدمات سے بنا ہو خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط جیسے ہندوؤں کا قول ہے کہ جاندار کا ذبح کرنا برا ہے اور ہر برا کام واجب الترک ہے پس جاندار کا ذبح کرنا واجب الترک ہے۔

اس مقام پر کئی مباحث ہیں۔

مبحث اول

قیاس جدلی میں یہ ضروری نہیں ہے دونوں مقدمے، صرف فریق مخالف کے نزدیک مسلم ہوں بلکہ ایک قضیہ کا مسلم ہونا کافی ہے مذکورہ مثال جاندار کا ذبح کرنا برا کام ہے اور ہر برا کام واجب الترک ہے اس میں صرف صغریٰ ہندوؤں کا مسلمہ ہے جبکہ کبریٰ فی نفسہ درست ہے اور فریقین کے مابین مسلم ہے۔

مبحث ثانی

جب کسی باطل فرقے سے گفتگو کی جائے تو اس کے مسلمہ قواعد یا عقائد کو اس کے رد میں پیش کرنا جائز ہے جیسے عیسائی سے کہا جائے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کو باپ بناتے ہو پھر بتاؤ دادا کون ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یا جیسے کسی نے ایک عیسائی مناظر سے کہا کہ میری عمر ۵۰ سال کی ہے اور میرے پانچ لڑکے ہیں اللہ تعالیٰ کا تم صرف ایک ہی بیٹا مانتے ہو یہ تو عیب ہوا۔

حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد رشید مولانا شرف الحق نے گھنٹہ گھر دہلی میں ایک پادری کا وعظ سنا اس نے عوام پر رعب جمانے کے لیے کہا کہ مسلمان اپنے نبی کو حبیب اللہ کہتے ہیں لیکن جب ان کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے جا رہے تھے تو اس وقت (حضرت) محمد ﷺ نے خدا سے فریاد نہ کی اگر مسلمانوں کا نبی خدا کا محبوب ہوتا تو ضرور فریاد کرتا اور اپنے نواسے کی جان بچا لیتا مولانا شرف الحق صاحب ابھی طالب علم ہی تھے اٹھے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے الفاظ میں کہا کہ ہمارے نبی نے خدا سے فریاد کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ تم اپنے نواسے کی جان بچانا چاہتے ہو ان ظالموں نے تو میرے اکلوتے یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا اور اس کا غم مجھے بے چین کیے ہوئے ہے ہمارے نبی نے یہ جواب سن کر محسوس کیا کہ جب خدا کا اکلوتا نہ بچ سکا تو میرا نواسہ کس شمار میں ہے۔ پادری یہ سن کر بھاگ گیا (ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ص ۷۷۴)

مبحث ثالث

جب مناظرہ میں کوئی شخص قیاس جدلی پیش کرتا ہے اور مخاطب کو اس کے مسلمات پیش کر کے خاموش کرانا چاہتا ہے تو اس کا ہرگز مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مستدل اس کا قائل ہے البتہ مد مقابل پر دلیل قائم ہو جاتی ہے۔ مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری الکم الذکر ولہ الانثی تلک اذا قسمۃ ضیزی (سورۃ النجم ۱۹ تا ۲۲) "کیا پھر دیکھا تم نے لات اور عزی کو اور تیسرے پچھلے مناۃ کو۔ کیا تمہارے لیے بیٹے ہوں اور اس کے لیے بیٹیاں؟ یہ تو پھر بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔"

سورۃ نحل آیت ۵۷ تا ۵۹ اور سورہ زخرف آیت ۱۶ تا ۱۹ میں بھی ان کے باطل عقیدہ پر اسی طرح رد فرمایا کہ اہل جاہلیت بیٹیوں کو برا جانتے تھے اپنے لیے ان کو اچھا نہیں جانتے تھے گویا استدلال یوں مکمل ہوگا بیٹیوں کا ہونا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اب کوئی کم فہم دوسری آیات سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے الکم الذکر ولہ الانثی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لڑکا ہے' لڑکی نہیں' یہ افتراء صریح ہوگا۔ (وانظر منصب امامت ص ۵۲ اردو)

اس طرح لڑکیوں کے برا ہونے پر ان آیات سے استدلال باطل ہے یہاں ان کے مسلمات کو پیش کر کے رد کیا گیا ہے نفس الامر میں لڑکی کی پیدائش کو باعث عار نہیں بتایا گیا۔

بحث رابع

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور کتاب الفوز الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ قرآن پاک کے علوم پانچ قسم پر ہیں دوسری قسم یہ ہے۔ علم الجدل وھی المحاجۃ مع الفرق الاربع الباطلۃ الیھود والنصاری والمشرکین والمنافقین (ترجمہ الفوز الکبیر ص ۲۹ طبع دار الصحوۃ القاہرۃ) "علم الجدل اور وہ مباحثہ ہے چار باطل گروہوں یہود ونصاری' مشرکین اور منافقین کے ساتھ"

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان فرق اربع کے ساتھ مجادلہ دو طریقوں پر واقع ہوا ہے۔
۱۔ باطل عقیدے کو ذکر کرے اس کی برائی بیان کرنے پر اکتفا کیا۔

۲۔ ان کے شبہات کو متعین کر کے ادلہ برہانیہ یا خطابیہ سے ان کا رد کیا۔ (الفوز الکبیر ص ۳۳ طبع مصر ص ۱۹ طبع کراچی)

تفصیلی ابحاث تو ہمارے موضوع سے خارج ہیں الفوز الکبیر میں ملاحظہ فرمائیں اس عبارت کو آنے والی بحث کے لیے بطور تمہید کے ذکر کیا ہے۔ یہاں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام نصیبا فقالوا هذا للہ بزعمهم وهذا لشرکائنا فما کان لشرکائهم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فهو یصل الی شرکائهم ساء ما یحکمون

"اور ٹھہرایا انہوں نے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا کیا اللہ نے کھیتی اور مواشی سے ایک حصہ پھر کہا یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو ہے ان کے شریکوں کے لیے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کی طرف کیا ہی برا انصاف کرتے ہیں"

اس مقام پر ان کے فعل کی شناعت کا بیان ہے کیونکہ آخر میں فرمایا ساء ما یحکمون

دوسری جگہ ارشاد ہے: لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح بن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یهلک المسیح بن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیحؑ بن مریمؑ اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو

یہ عقلی دلیل ہے حضرت مسیح کے اللہ نہ ہونے کی کہ اگر خدا تعالیٰ ان کو ان کی والدہ کو اور سب اہل زمین کو ہلاک کرنا چاہے تو کون روک سکتا ہے؟ ظاہر ہے کوئی نہیں روک سکتا۔ آیت کا ترجمہ احمد رضا خان صاحب کا ہے اور اس کے حاشیہ میں ہے "اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تو پھر حضرت مسیح کو اللہ بتانا کتنا صریح باطل ہے" (خزائن العرفان ص ۱۶۱)

اگر کوئی شخص نبی ﷺ کو مختار کل [۱] کہتا ہے تو یہی دلیل اس پر بھی فٹ بیٹھتی ہے مگر بریلوی حضرات تو بڑے جوش اور نہایت عقیدت سے کہتے ہیں اور مفتی احمد یار خان لکھتے

۱۔ مختار کل ماننا اللہ ماننے کے مترادف ہے لہذا نبی ﷺ کو مختار کل ماننا ان کو اللہ ماننا ہے مفتی احمد یار =

ہیں۔
خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد محمد جو پکڑیں نہیں چھوٹ سکتا
(رسائل نعیمیہ ص ۱۴۴)

نیز لکھتے ہیں
خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ اختیار میں
(رسائل نعیمیہ ص ۱۲۶)

دوسری جگہ فرمایا ہے
لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح ینی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار وما للظالمین من انصار ○ (مائدہ ۷۲) "تحقیق کافر ہوئے وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ وہی مسیح بن مریم ہے اور کہا مسیح نے اے بنی اسرائیل عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا' اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے"
گزشتہ آیت میں عیسائیوں کے دعویٰ کے بطلان پر عقلی دلیل ذکر فرمائی تھی اور یہاں خود حضرت مسیح علیہ السلام کے فرمان سے عیسائیوں کے اسی دعویٰ کا کذب ہونا ذکر فرمایا گویا یہ نقلی دلیل کی طرح ہے۔

مبحث سابع

سلم اور قطبی میں ہے کہ ہر قوم اور اس طرح ہر فن والوں کے نزدیک بعض امور مسلمات سے ہوتے ہیں (قطبی ص ۲۱۰' سلم ص ۱۸۶) یہ تو ضروری نہیں کہ وہ فی نفسہ بھی صحیح ہوں مگر ماننے والوں کے سامنے بطور حجت پیش کیے جا سکتے ہیں اس مقام پر ایک نہایت قابل توجہ اور نکتے کی بات یہ ہے کہ ہر باطل فرقہ علماء دیوبند کو اپنے مسلمات سے الزام دے

= خان صاحب ہی لکھتے ہیں کلی اختیارات اور مکمل علم غیب پر خدائی دار ومدار ہے (مواعظ نعیمیہ ص ۲۷۳)

ڈالتا ہے اور ہمارے اکثر طلبہ اس کید سے غافل ہیں اس مقام پر ہم صرف دو مثالیں دے کر ہر فرقے کے چند ایک مسلمات ذکر کرتے ہیں اگلی بحث میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہر باطل سے گفتگو کرنے کا طریقہ بتائیں گے۔

پہلی مثال : غیر مقلدین کے نزدیک سوائے قرآن وحدیث کے اور کچھ حجت نہیں ہے اور ہمارے نزدیک چار اصول ہیں۔ قرآن کریم' حدیث شریف' اجماع اور قیاس۔ ان کی وضاحت کے لیے ہم سلف صالحین پر بھی اعتماد کرتے ہیں اب غیر مقلدین کی چالاکی دیکھئے ہم سے ہمیشہ حدیث پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور اگر ہم سلف صالحین کا حوالہ پیش کریں فوراً" رد کرتے ہیں جبکہ اپنے مقصد کے لیے شوکانی اور امیر یمانی وغیرہ کے حوالے پیش کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے۔ حالانکہ ان کو قرآن و حدیث کے سوا اور کوئی حوالہ پیش کرنا خود ان کے عقیدے کے خلاف ہے جبکہ ہم ان کے مسلمات کے پابند نہیں ہیں۔ یہ تو ایسے ہوگا جیسے کوئی منکر حدیث ہر مسئلہ کا جواب قرآن پاک سے طلب کرے۔ ہم کہیں گے یہ تو تیری ذمہ داری ہے۔ ہم تو حدیث نبوی کو بھی حجت مانتے ہیں۔ البتہ تو ہمارے ہر سوال کا قرآن کریم ہی سے جواب دینے کا پابند ہے۔

دوسری مثال : بریلویوں کے نزدیک نبی ﷺ کی محبت سب سے زیادہ ضروری ہے جبکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے پھر نبی ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ

بریلوی ہم پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ تمہیں حبیب خدا ﷺ سے محبت نہیں ہے۔ ہمارے اکثر خطباء صرف یہ ثابت کرتے ہیں کہ علماء دیوبند کو نبی ﷺ سے بہت محبت ہے اور یہ عین حقیقت ہے۔ ہمیں یہ بھی چاہیے کہ بریلوی حضرات سے یہ پوچھیں کہ کیا تمہیں خدا تعالیٰ سے بھی محبت ہے اگر ہے تو اس کا اظہار کیوں نہیں کرتے یہ بھی بتلائیں کہ زیادہ محبت کس سے ہونی چاہیے اللہ تعالیٰ سے یا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ سے۔ اور ان محبتوں کے تقاضے کیا ہیں اور کیا وہ تم میں موجود ہیں۔

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہونی چاہیے [۱] دلیل یہ آیت گزری

---

[۱] حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مومنین پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے اثرات کو اسی آیت کی تفسیر میں یوں بیان کرتے ہیں =

ہے نبی کریم ﷺ سے محبت اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ کائنات میں ہم پر سب سے بڑے محسن ہیں۔ ان کی محنت سے ایمان اور عمل صالح نصیب ہوا۔ آپ نے گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالا۔ پولیس کی پکڑ سے چھڑانے والا محسن ہے تو جہنم کی ابدی نعمتوں میں داخل کرانے والا کتنا بڑا محسن ہوگا۔ نبی ﷺ کے احسان کی صحیح قدر آخرت میں ہوگی۔ جزی اللہ عنا محمدا ﷺ ما ہو اہلہ۔ ہمارے اوپر آپ کے بے شمار احسانات ہیں۔ نیز قیامت کے دن آپ سے شفاعت کی امید بھی ہے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ نبی علیہ السلام کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر ساری کائنات کے انسان آپ کی تکذیب کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان سب انسانوں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دے گا مگر اپنے حبیب سے مواخذہ نہ کرے گا۔ ارشاد باری ہے انا ارسلنک بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسأل عن اصحب الجحیم (البقرہ ۱۱۹) "ہم نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہئے اور ڈراتے رہئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔

= ولحبهم لله وتمام معرفتهم به وتوقيرهم وتوحيدهم لا يشركون به شيئا بل يعبدونه وحده ويتوكلون عليه ويلجاؤن في جميع امورهم اليه (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۲)

"مومنین اللہ تعالیٰ کی محبت' اس کی کامل معرفت' اس کی تعظیم اور اس کی توحید کی وجہ سے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے بلکہ اس کی عبادت کرتے ہیں' اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنے تمام کاموں میں اس کی طرف التجا کرتے ہیں"

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی مختلف تصانیف میں اس بات کو از روئے عقل کے ثابت کر دیا ہے کہ سب سے بڑھ کر محبت واطاعت کی مستحق ذات' ذات باری تعالیٰ ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے حب خداوندی کی اہمیت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ارشاد باری ہے

ومن الناس من يتخذ من دون الله اندادا يحبونهم كحب الله

ترجمہ "اور بعض لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو ان کی محبت ایسے رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی"

اس کے حاشیے میں حضرت فرماتے ہیں "یعنی صرف اقوال واعمال جزئیہ ہی میں ان (شرکاء) کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت قلبی جو کہ صدور اعمال کی اصل ہے' اس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال اس کا خادم اور تابع ہے" =

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں اگر (کوئی آدمی) کہے کہ فلانا اگر نبی ہوگا تو اس پر ایمان نہیں لاؤں گا ..... تو کافر ہوگا (کشف الحاجہ ص ۱۰۴) وجہ ظاہر ہے کہ وہ یہ کہ نبوت کا دروازہ تو بند ہے اب غیر نبی نبی تو نہ بنے گا مگر کہنے والے نے اس بات سے اللہ تعالیٰ کے گویا مقابلہ کیا ہے لہٰذا کافر ہوا۔ اس کے برخلاف ارشاد ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک "اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے"

مقصد بیان کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر نبی کو بالفرض اگر نبی بنائے تو ایمان ضروری ہے اس کو یہ قدرت ہے اگرچہ ایسا نہ کرے گا اور خدا کا کوئی نبی اس آیت کی رو سے اگر بالفرض شرک کا مرتکب ہو تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے درجات میں کمی زیادتی پر قدرت ہے جبکہ مخلوق خواہ کوئی ہو خدا کو اس کی خدائی سے تو نہیں ہٹا سکتے لہٰذا اول درجہ محبت میں بھی باری تعالیٰ کا ہے پھر محبوب باری کا ہے مومن کی یہ شان ہے کہ حمد باری اور نعت مصطفیٰ دونوں کی سعادت حاصل کرے۔

علماء دیوبند کے مسلمات

عقائد قطعیہ ادلہ قطعیہ سے اور ظنیہ ادلہ ظنیہ سے ثابت ہوتے ہیں قرآن و حدیث میں جہاں تک ممکن ہو تطبیق دینے کی کوشش ہونی چاہیے۔

سلف صالحین میں اختلافی مسائل میں کسی ایک جانب کو ترجیح دینے کے باوجود دوسری جانب کو غلط یا باطل نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ مسائل کا فروعی اختلاف قرون اولیٰ میں بھی تھا جس کی بیشمار مثالیں مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب حدیث میں ہیں۔

ے والذین آمنوا اشد حبا للہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اہل ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے' وہ اس محبت سے بھی زیادہ ہے جو محبت کہ اہل ایمان ما سوی اللہ یعنی انبیاء واولیاء وملائکہ وعباد وعلماء یا اپنے آباؤ اجداد اور اولاد ومال وغیرہ سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی سے تو اس کی عظمت شان کے موافق بالاصالہ اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالی کے حکم کے موافق۔ ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کر دینا خواہ وہ کوئی ہو' یہ مشرکین کا کام ہے (تفسیر عثمانی ص ۳۱)

جو مسائل کتاب و سنت سے نہ ملیں یا ان میں متعارض معلوم ہوں ان کے لیے سلف صالحین کا دامن پکڑنا ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندان اور دیگر حضرات علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی متنازع فیہ عبارات کا وہی معنی لیا جائے گا جو سیاق و سباق سے متعین ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نیک بندوں کی ہرگز توہین نہیں ہے مولانا نانوتوی مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان عبارات کی اپنی زندگی میں وضاحت فرمائی ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتویٰ ثابت ہی نہیں ہے لہٰذا ان عبارات کی وجہ سے ان حضرات پر فتویٰ کفر لگانا ہرگز علماء کی شان کے مناسب نہیں ہے جس طرح علماء حنفیہ کا مابین اختلاف فروعی مسائل میں پایا جاتا ہے اور یہ کوئی عیب شمار نہیں ہوتا اس طرح علماء دیوبند کا آپس میں فروعی مسائل کا اختلاف ممکن ہے کوئی عیب یا طعن کی بات نہیں ہے۔ علماء دیوبند معصوم نہیں ہیں۔ کسی عالم سے کسی موقع پر سہواً یا عمداً غلطی سے مسلک کو برا سمجھنا نہایت نادانی ہے۔ یہ یاد رہے شرعی حدود کے اندر علماء کے مابین مزاح معیوب نہیں ہے۔

ہر صحیح العقیدہ عقائد قطعیہ کو ماننے والا مومن ہے جب تک ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کرے اس پر فتویٰ کفر نہیں لگے گا۔ قرآن وحدیث کے مقابل کسی کا قول معتبر نہیں البتہ غیر منصوص یا متعارض مسائل میں فقہ حنفی کو لینے کے باوجود دوسرے فقہاء کو برا نہیں جانتے بلکہ ان کا احترام کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مسلمات

ان کے نزدیک صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات حجت ہے اور کسی کی نہیں۔ اب ان کے علاوہ جس کسی بھی یہ استدلال کریں خود ان کے مسلمات کے خلاف ہے قاضی شوکانی تو کیا صحابہ، تابعین اور ائمہ جرح و تعدیل امام بخاریؒ امام مسلمؒ امام بیہقیؒ حافظ ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ سب حضرات امتی ہیں، ان کے اقوال سے استدلال خود غیر مقلدین کے مسلمات کے خلاف ہے۔ ان کے مسلمات سے یہ بھی ہے کہ ان کی نماز از اول تا آخر سنت عین کے مطابق ہے اور ان کی ہر نماز ہو جاتی ہے جبکہ حنفی کی نماز امام کے بالکل پیچھے نہیں ہوتی۔ مختلف فیہ مسائل میں عموماً خود ہی دعوی وضع کر کے دلیل کے طالب ہو جاتے

ہیں۔ مثلاً ہم چیلنج کرتے ہیں کہ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی کوئی حدیث صحیح مرفوع غیر متعارض پیش کرو حالانکہ ذمہ داری ان کی بنتی ہے کہ رفع یدین کی فرضیت ثابت کریں۔ پھر اگر ہم نسخ کے مدعی ہوں تو دلیل مانگیں۔
اپنے مسلمات کے برخلاف یہ لوگ امام بیہقیؒ حافظ ابن حجرؒ شوکانی نواب صدیق حسن خان پر خوب اعتماد کرتے ہیں۔

بریلوی حضرات کے مسلمات

ان کے نزدیک احمد رضا خان بریلوی مفتی احمد یار خان‘ مفتی نعیم الدین مراد آبادی کی باتیں نہایت مستند ہیں انبیاء کرام و اولیاء عظام کو بلا استثناء حاجت روا مشکل کشا‘ علم غیب رکھنے والے کہہ دیتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اس لیے اکابر دیوبند سے پہلے کے حنفی فقہاء‘ محدثین اور مفسرین کے اقوال ان کے خلاف پیش کیے جا سکتے ہیں۔ دوسرے ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کا بھی احترام کرتے ہیں البتہ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اہل السنت ان سے استدلال کرتے ہیں۔

منکرین حدیث کے مسلمات

ان کے نزدیک صرف قرآن پاک ہی قابل استدلال ہے حدیث شریف حجت نہیں ہے ہاں جب اپنے مقصد کے لیے کوئی حوالہ مل جائے وہ فوراً لے لیتے ہیں۔ قرآن پاک کے مفہوم متعین کرنے میں اپنی رائے سے چلتے ہیں حتی کہ تواتر معنوی کی بھی پروا نہیں کرتے۔

شیعہ کے مسلمات

ان کے نزدیک سب سے بڑھ کر چار کتابیں حجت ہیں۔ خلفاء ثلاثہؓ کو برا جانتے ہیں اور حضرت علیؓ کو مظلوم۔ وہ چار کتابیں یہ ہیں الکافی، من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب الاحکام اور الاستبصار۔
صرف یہ بات ہمارے اور ان کے درمیان مسلم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے بارہ افراد کو امام کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں امام بڑے عالم دین کو کہتے ہیں مگر ان کے عقیدے میں جن کو امام کہا جاتا

ہے ان کو ماننا اور پہچاننا شرط ایمان ہے (اصول کافی ص ۱۰۵ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۱۲۰)

ائمہ کی اطاعت رسولوں کی طرح فرض ہے (اصول کافی ص ۱۱۰ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۱۲۴)

ائمہ کو اختیار ہے جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کر سکتے ہیں (اصول کافی ص ۲۷۸ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۱۲۶)

ائمہ کو ما کان وما یکون کا علم حاصل تھا (اصول کافی ص ۱۶۰ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۱۳۵)

کائنات تکوینی طور پر ائمہ کے تابع فرمان اور زیر اقتدار ہے (الحکومہ الاسلامیہ ص ۵۲ بحوالہ مقدمہ ایرانی انقلاب ص ۱۳)

مولانا نعمانی لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر شیعوں کے گیارہویں امام حضرت حسن عسکریؒ تک کسی بھی امام نے مسلمانوں کے کسی بڑے اجتماع میں امامت کا مسئلہ بیان نہیں کیا جس پر ان کے نزدیک نجات منحصر ہے۔ چونکہ ان حضرات کا یہ عمل شیعہ کے عقیدہ امامت کی تردید کرتا ہے اس لیے شیعہ کہتے ہیں کہ ان ائمہ کو اپنے عقیدے کے کتمان یعنی چھپانے کا حکم تھا۔ دوسرا حکم تقیہ کا تھا یعنی اپنے ضمیر اور عقیدے کے خلاف عمل کرتے رہے۔

بارہویں امام ان کے بقول غار میں چھپ گئے۔ ایک عرصہ تک ان کا رابطہ بذریعہ سفراء کے قائم رہا۔ یہ عرصہ غیبت صغریٰ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ پھر غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہو گیا اور اب تک باقی ہے۔

صحابہ کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے بعد سوائے تین صحابہ کے باقی سب معاذ اللہ مرتد ہو گئے۔ وہ تین یہ ہیں مقداد بن الاسود' ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم (کتاب الروضہ ص ۱۱۵۔ فروع کافی ج ۳ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۲۲۴ مصنفہ مولانا منظور نعمانی)

ایک مسلمہ عقیدہ ان کا یہ ہے کہ امام کی غیبت کے زمانہ میں اگر کوئی شیعہ فقیہ حکومت کے لیے جدوجہد کرے تو معاشرے اور حکومت سے متعلق معاملات میں امام کی طرح بلکہ نبی ورسول کی طرح واجب الاطاعت ہو گا۔ خمینی کا انقلاب عام بادشاہوں کی طرح

نہیں بلکہ اس کی یہی مذہبی بنیاد ہے (ایرانی انقلاب ص ۳۰، ۳۲)

مرزائیوں کے مسلمات

ان کی دو قسمیں ہیں۔ قادیانی مرزائی جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور لاہوری مرزائی جو مرزا کو مجدد کہتے ہیں۔ چونکہ دونوں گروہ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے اس لیے یہ تقسیم صرف لفظی کارروائی ہے۔ درپردہ دونوں گروہ ایک ہیں۔

ان کے بنیادی مسلمات میں سے یہ بات ہے کہ مرزا قادیانی بڑا ذی علم، عقلمند اور سچا انسان تھا۔ ان سے گفتگو کرنے کے لیے اتنی چیزوں کا اقرار کافی ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی نہ سچا تھا نہ سمجھدار۔

۱) مرزا خود لکھتا ہے

"پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا" (براہین احمدیہ ص ۹)

جاہل سے جاہل بھی جانتا ہے کہ پچاس اور پانچ میں پینتالیس کا فرق ہے۔ بتاؤ ایسا اجہل الناس نبی یا مجدد بننے کے لائق ہے؟

۲) دوسری جگہ لکھتا ہے

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
(براہین احمدیہ ص ۴۷)

۳) مرزا لکھتا ہے

"اور یہ بھی فرما دیا (یعنی اللہ پاک نے معاذ اللہ۔ راقم) کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں

آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لیے تو ہی عیسٰی بن مریم ہے" (براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۱۱)

جو شخص اتنا کند ذہن ہو وہ کسی معاملہ میں گواہ بنانے کے لائق نہیں اسے تو دولہا اور دلہن کا نام تک سمجھ نہ آئے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ دولہا کو دلہن اور دلہن کو دولہا سمجھتا رہے' وہ مجدد یا نبی کیسے بن گیا؟

نکتہ : مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا کو دو بیماریاں تھیں۔ ایک یہ کہ اس کو پیشاب بہت ہی زیادہ آتا تھا۔ بار بار بیت الخلا جانا پڑتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ جس کی یہ حالت ہو کہ ہر گھنٹے کئی مرتبہ بیت الخلا جائے وہ تو امامت صغری کے لائق نہیں' نبوت کا اہل کیسے ہو گیا۔ نبی علیہ السلام تو اتنی لمبی لمبی نمازیں رات کو ادا کیا کرتے تھے۔

مبحث ثامن

کسی بھی فرقے کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یا تو اس نکتے کو لیا جائے جو فریقین میں مسلم ہے پھر فریق مخالف کی اس سے مخالفت ثابت کی جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ اس مرکزی نکتے پر آ جاؤ اور یا یہ کہ فریق مخالف کو اس کے اپنے مسلمات سے لاجواب کیا جائے تیسری صورت یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ فریق مخالف ہمارے اصولوں کے مطابق نہیں ہے اور یہ بات اگر حجت ہے تو اپنے لوگوں کے لیے نہ کہ مد مقابل کے لیے۔

اب ان کی مثالیں ملاحظہ ہوں اہل کتاب کے بارہ میں نبی ﷺ کو حکم ہوا کہ قل تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (آل عمران ۶۴) "آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالٰی کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے"۔

اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کو فریقین کے مابین مسلمہ نکتے کے اوپر آنے کی دعوت کی گئی تا کہ نزاع ختم ہو جائے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: الذین قالوا ان اللہ عھد الینا ان لا نومن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات و بالذی قلتم فلم قتلمنوھم ان کنتم صادقین (آل عمران ۱۸۳) "وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لاویں یہاں تک کہ لائے ایسی نیاز کہ کھا جائے اس کو آگ آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور وہ معجزہ جس کو تم کہتے ہو سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو"

یہودیوں نے نبی ﷺ کی نبوت تسلیم نہ کرنے کے لیے ایک جھوٹ تراشا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ کہا ہے کہ جب تک نبی سے یہ معجزہ نہ ظاہر ہو کہ اس کی قربانی کو آگ کھا جائے اس وقت تک ایمان نہ لانا کیونکہ بعض انبیاء سابقین سے ایسے معجزات صادر ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو ان کے عمل کے تعارض سے رد فرمایا ہے۔

کبھی یہ ہوتا ہے کہ فریق مخالف کے مسلمات ہی کو رد کر دیا جاتا ہے ان کو رد کرنا کسی اور دلیل عقلی یا امر مسلم کے ذریعہ ہوتا ہے جیسے کفار مکہ نے نبی ﷺ سے بہت سے لایعنی مطالبات کیے تھے مثلاً" یہ کہ مکہ میں چشمے جاری ہو جائیں یا یہ کہ نبی ﷺ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنی ان کا یہ اصول غلط ہے ان مطالبات کو پورا کرنا اللہ کا کام ہے نہ نبی کا اور محمد ﷺ نے تو رسالت کا دعویٰ کیا ہے نہ کہ الوہیت کا۔

گفتگو کا ایک طریقہ سبر و تقسیم ہے یعنی قضیہ شرطیہ منفصلہ ذکر کر کے کسی ایک جانب کو دلائل سے متعین کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل من یرزقکم من السماء والارض قل اللہ وانا او ایاکم لعلی ھدی او فی ضلل مبین (سبا ۲۴) "تو کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے۔ بتلا دے کہ اللہ اور یا ہم یا تم بے شک ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں"

مقصد تو یہی تھا کہ ہم ہدایت پر اور تم گمراہی میں ہو مگر اسلوب ایسا اختیار کیا گیا کہ مخاطب بات سن سکے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں

قال قتادۃ قد قال ذلک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم للمشرکین واللہ

ما نحن وایاکم علی امر واحد ان احد الفریقین لمهتد (ج ۳ ص ۸۵۵) "قتادہ" نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین سے کہا کہ اللہ کی قسم ہم اور تم ایک جیسے نہیں ہو۔ دونوں فریقوں میں سے ایک تو ہدایت یافتہ ہے"

موجودہ دور میں کسی مرزائی سے گفتگو ہو تو ہم یوں کہیں گے کہ یا تو کافر ہے یا ہم کافر ہیں۔ ہمارے نزدیک تو نے ایک جھوٹے آدمی کو نبی مانا ہوا ہے یا یہ کہ تو ختم نبوت کا منکر ہے اور تمہارے نزدیک ہم ایک سچے رسول کا انکار کرتے ہیں پھر نفس الامر میں ہمارا عقیدہ ہی برحق ہے لہٰذا مرزائی کافر ہے۔

مبحث تاسع

شیعہ حضرات سے گفتگو کرنے کے طریقے

۱۔ ان سے پوچھا جائے بتاؤ تم اسلام کی ترقی چاہتے ہو یا نہیں ظاہر بات ہے کہ وہ یہ کہیں گے کہ ہم اسلام کی ترقی چاہتے ہیں۔ پھر ان سے کہا جائے کہ تمہارے اصول تو اسلام کی ترقی میں سراسر رکاوٹ ہیں وہ اس طرح کہ اگر تم غیر مسلم سے کہو کہ اسلام قبول کر لو محمد ﷺ کی امت بن جاؤ کامیاب ہو جاؤ گے تو اگر وہ یہ کہہ دے کہ کیا تم مجھے ایسے انسان کی اتباع کا کہہ رہے ہو جس کے ایک لاکھ سے زائد جاں نثار شاگردوں میں سوائے چند ایک کے سب ہلاک ہو گئے بلکہ مرتد ہو گئے بتلاؤ میری کامیابی کی کیا ضمانت ہے؟ کیا جواب دو گے؟

۲۔ ان سے یہ پوچھا جائے کہ تم غیر مسلم کے سامنے نبی ﷺ کا دعویٰ نبوت اور آپ کے معجزات کس دلیل سے ثابت کرو گے۔ قرآن کو تم نہیں مانتے۔ (اصول کافی بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۲۵۹) صحابہ کو تم نہیں مانتے اور دو چار آدمیوں کی گواہی اتنے بڑے کام میں ناکافی ہے۔ پھر اگر دعویٰ نبوت ثابت ہی ہو جائے تو معجزات کس دلیل سے ثابت ہوں گے۔

شاگرد: استاد جی اگر ہمیں ان باتوں کا ثبوت دینا پڑے تو کیسے دیں گے۔

استاد: نبی کریم ﷺ کا وجود آپ کا دعویٰ نبوت تو تواتر سے ثابت ہے حتیٰ کہ کفار بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم تواتر کے ساتھ ہی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن پاک کو لوگوں کے سامنے پیش فرمایا ہے اور ان سے اس کی مثل لانے کا مطالبہ کیا مگر کوئی اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اس وقت بھی بیروت اور مصر وغیرہ میں

بڑے بڑے غیر مسلم ادیب موجود ہیں اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں مگر اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کر رہے بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا کی کسی زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے اگر ہے تو لائیں دیدہ باید۔

اور جب قرآن کا اعجاز ثابت ہو گیا تو لا محالہ نبی ﷺ کی نبوت ثابت ہوئی اور قرآن کو ماننے سے شیعہ کا مذہب مردود ہو جاتا ہے بلکہ اکثر فرق باطلہ کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کو نہ ماننے کی صورت میں شیعہ کا کوئی اعتراض مسموع نہیں ہو سکتا کیونکہ جب قرآن جیسی متواتر کتاب پر یقین نہیں تو دوسری کتابوں کے ذکر کردہ واقعات کیسے قابل سماع ہوں گے۔

شاگرد: استاد جی اگر وہ لوگ کہیں کہ ہم قرآن تو نہیں مانتے مگر ہمیں فلاں فلاں اعتراض کا جواب تو دو پھر؟

استاد: قرآن نہ ماننے کی صورت میں نبی ﷺ کی نبوت ہی ثابت نہ مانی گئی جیسا کہ ابھی گزرا اس کے باوجود جزوی واقعات پر اعتراض کرنا تو اس طرح ہے جس طرح غیر مسلم اعتراض کریں۔ اس صورت میں ان سے یہ مطالبہ ہے کہ قرآن کریم کو درست نہ ماننے کی صورت میں اول اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرو پھر اعتراض کرو تو ہم جواب دیں گے۔ لیکن وہ ایسا نہ کریں گے تو ہم بھی کہیں گے کہ جناب اول ان واقعات کی صحت پر دلیل پیش کرو جو قرآن کے تواتر سے زیادہ قوی ہو پھر دیکھیں گے۔

۳۔ ان سے یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے کس چیز کو تم اپناتے ہو۔ تمہارا نزاع اور جھگڑا عموماً" ماتم' تعزیہ جلوس اور مجلس وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے ان میں سے کون سے چیز اصل دین ہے یہ سب چیزیں کم از کم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کی ہیں نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے تم نے کیا لیا۔ جبکہ ہمارے ہاں اصل دین نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' عیدین وغیرہ سب نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔ تمہاری کون سی چیز ثابت ہے۔

۴۔ شیعہ اپنے مذہب کو خاص اپنے مسلمات سے بھی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اپنے ائمہ کو وہ حاجت روا مشکل کشا عالم الغیب مانتے ہیں پھر یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سب کتمان یا تقیہ کرتے رہے اور ان دونوں میں تناقض ہے بھلا جس کو اختیار کلی ہو وہ کیوں ڈرے۔
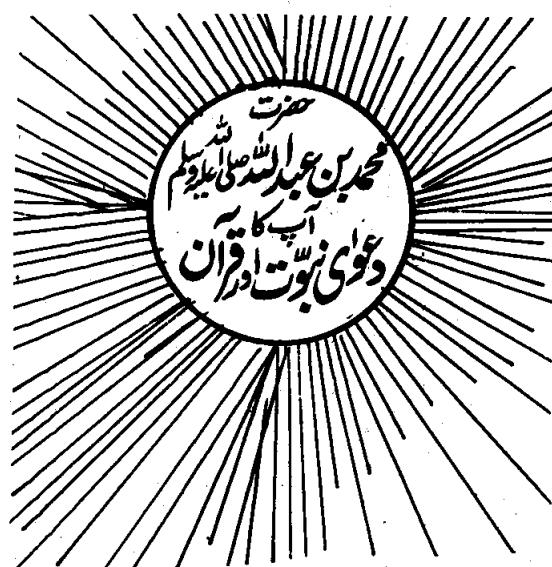
اس کو بھی جانے دیجئے یہ اپنے مذہب کو اپنے ائمہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ بقول ان کے بارہویں امام تو غار میں چھپ گئے اور ان کی سب کتابیں ان کے بعد کی تصنیف ہیں ان کے عقیدہ کے مطابق غیبت کے زمانہ میں کچھ عرصہ ان کا رابطہ ان کے چند مجتہدین سے رہا ہے انہوں نے امام سے اپنی کتابوں کی تصدیق کروائی ہے۔ (مثلا اصول کافی) گویا ان کے نزدیک دین کے ان تک پہنچنے کی سند یوں ہے۔

نبی کریم ﷺ ← امام اول (یعنی حضرت علیؓ اور وہ تقیہ کرتے رہے) ← امام ثانی (تقیہ کرنے والے) ← امام ثالث (تقیہ کرنے والے) ← امام رابع (تقیہ کرنے والے) ← امام خامس (تقیہ کرنے والے) ← امام سادس (تقیہ کرنے والے) ← امام سابع (تقیہ کرنے والے) ← امام ثامن (تقیہ کرنے والے) ← امام تاسع (تقیہ کرنے والے) ← امام عاشر (تقیہ کرنے والے) ← امام حادی عشر (تقیہ کرنے والے) ← امام ثانی عشر (غار میں چھپ جانے والے) ← یعقوب کلینی۔

بتائیں ایسے دین کا کیا اعتبار ہو گا جس کی سرے سے سند ہی متصل نہ ہوئی اور جس کے تمام تر مرکزی راوی اصل دین کو چھپاتے رہے ہوں۔ جبکہ اہل سنت کے نزدیک سارا دین اصولی طور پر متواتر ہے جیسا کہ گزرا ہے بالخصوص طبقہ اولیٰ تو نہایت عالی شان ہے ہمارے نزدیک نقشہ دین کا یوں بنتا ہے۔

یعنی اب تک ہر زمانے میں سند متصل رہی ہے اور عقیدہ کو ظاہر کرنے والے جان کی بازی لگانے والے تھے دین کو چھپانے والے نہ تھے۔

۵۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی اس لیے ان حضرات پر جو اعتراض بھی آئے گا اس کے ذمہ دار پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ ان حضرات نے اس پر سکوت کیوں اختیار کیا ہے مثلاً" فدک کا مسئلہ ہے اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زیادتی کی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کو واپس کیوں نہ لیا۔ اگر واقعہ قرطاس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصور تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں مخالفت نہ کی۔ اگر ان سب واقعات کا جواب یہ دیا جائے کہ انہوں نے تقیہ کیا تھا تو آج کا شیعہ بھی تقیہ کر لے اور اپنی زبان کنٹرول میں رکھے اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی برملا تعظیم کرے تا کہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ اس لیے شیعہ کو یہ کہا جائے کہ آپ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر کوئی ایسا اعتراض کریں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ذمہ دار نہ ہوتے ہوں پھر ہم جواب دیں گے۔

۶۔ شیعہ سے پوچھا جائے کہ اچھا جناب یہ بتائیں کہ اگر کوئی تمہاری بات مان کر اس قرآن کو محرف مان لے تو کس کتاب پر عمل کرے گا تمہارا قرآن تو تمہارے پاس بھی نہیں ہے پھر ہمارے قرآن کے معجز ہونے کو ساری دنیا طوعاً" و کرہاً" تسلیم کر چکی ہے اور تمہارے قرآن کا تو سرے سے ظہور ہی نہیں ہے اگر ہے تو لاؤ۔ جب تمہارا دین تمہارے اماموں سے سند متصل سے منقول نہیں اور نہ ہی تمہاری کتاب تمہارے پاس ہے تو ہمیں کس کی دعوت دیتے ہو۔

شاگرد: استاد جی وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ تقیہ کرتے رہے ہیں' حقیقت میں وہ خلفاء راشدین سے راضی نہ تھے۔

استاد: تقیہ کی صورت یہ ہے کہ دل میں کچھ اور ہو اور زبان سے کچھ اور ظاہر کیا جائے اور یہ نہایت بزدلی ہے پھر جس کے دو قولوں میں تضاد ہو اس کا موقف کم از کم مشکوک ہو جاتا ہے شیعہ راویوں کا کہنا یہ ہے کہ ان ائمہ نے ان کے پاس حق ظاہر کر دیا ہے اور عوام کے پاس حق ظاہر نہیں کیا اب کیا ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان ائمہ نے شیعہ راویوں کے پاس غلط بیانی کر دی ہو ان کو خوش کرنے کے لیے اور حق بات

وہی ہے جو اہل سنت نے نقل کی ہے اور اگر تم اس کو نہیں مانتے تو پھر ان ائمہ سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تضاد پایا گیا تو تمہاری بات کو ماننا ترجیح بلا مرجح ہے۔ اور اگر یہ کہتے ہو کہ حضرات ائمہ نے اپنے عقیدہ کو چھپا کر رکھا تو تم کیوں ظاہر کرتے ہو؟ کیا تم ان سے زیادہ قوی الایمان یا طاقتور ہو؟ کیا وہ تم سے زیادہ کمزور اور بے اختیار تھے؟

واضح رہے کہ شیعہ کا طریقہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا دوسرے حضرات رحمہم اللہ تعالی پر اعتراض کر کے اہل سنت کے لوگوں کو شک میں ڈال دیتے ہیں اور یہ اعتراضات ہی ان کا کل سرمایہ ہے اور ان کے پاس کچھ نہیں ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ان کی سوچ صرف منفی ہے مثبت نہیں ہے۔

۷۔ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے وجود کو شیعہ بھی تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کی خلافت کو مانتے ہیں بعض اس چیز کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حکومت کی ہے فرق یہ ہے کہ ہم ان کی خلافت کو راشدہ مانتے ہیں اور وہ غیر صحیح۔ جبکہ شیعہ جس امام مہدی کے اختفاء کے معتقد ہیں اس کا وجود ان کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے (انظر تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۲۲۷) اور ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں اس طرح ہمارے قرآن کو یہ سچا مانیں یا محرف مگر اس کے موجود ہونے کے تو قائل ہیں بلکہ مختلف مواقع پر اس کی آیات بھی تلاوت کر لیتے ہیں مثلاً" مرنے کی خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں مگر ان کے قرآن کا تو وجود ہی ناقابل تسلیم ہے حاصل یہ کہ جس چیز سے ہیں یہ پھیرنا چاہتے ہیں اس کا وجود ان کو تسلیم ہے اور جس طرف یہ لے جانا چاہتے ہیں اس کا تو وجود ہی ناقابل تسلیم ہے پہلے شیعہ حضرات ان کا پایا جانا ہمیں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کریں پھر اس کی دعوت دیں۔ یا اپنا اصل قرآن پیش کریں تا کہ ہمیں تقابل کا موقع مل سکے اور اس پر غور کر سکیں۔

الغرض ہم اہل السنت والجماعت دین کو نبی ﷺ سے ثابت بالتواتر مانتے ہیں اور ان کے نزدیک دین ثابت نہیں کیونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مرتد کہتے ہیں اور جو رہ گئے وہ تقیہ کر گئے تو ثبوت ہو تو کیسے ہو۔

تدریب

س : قیاس جدلی کی تعریف کر کے مثال دیں اور یہ بتائیں کہ کیا قیاس جدلی میں دونوں مقدموں کا فریق مخالف کے نزدیک مسلم ہونا ضروری ہے؟

س : ارشاد باری الکم الذکر ولہ الانثی سے لڑکیوں کے عار ہونے پر استدلال کیسا ہے اور کیوں؟

س : قرآن پاک میں فرق باطلہ کے ساتھ مجادلہ دو طریقوں پر واقع ہوا ہے۔ مثال دے کر واضح کریں۔

س : الوہیت عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو رد کرنے کے لیے دلیل عقلی اور دلیل نقلی پیش کریں۔

س : اس بات کی مثالیں پیش کریں کہ فرق باطلہ ہمیں اپنے مسلمات سے الزام دیتے ہیں' پھر اس کا حل بھی ذکر کریں۔

س : اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے ذکر کریں۔

س : "خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کر دینا' خواہ وہ کوئی ہو' مشرکین کا کام ہے" یہ کس کا کلام ہے؟ نیز اس کی شرح کریں۔

س : علماء دیوبند کے مسلمات ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ ہمارا اپنے اکابر کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

س : اختلافی مسائل میں ہمارا کیا مسلک ہے؟

س : غیر مقلدین کے مسلمات ذکر کر کے یہ ثابت کریں کہ وہ ہمیں اپنے مسلمات کا پابند بناتے ہیں اور خود اپنے مسلمات کے خلاف عامل ہیں۔

س : بریلوی حضرات کے مسلمات ذکر کر کے یہ بتائیں کہ ان کے خلاف کس کا قول پیش کیا جا سکتا ہے؟

س : منکرین حدیث کے مسلمات ذکر کریں۔

س : ہمارے نزدیک اور شیعہ کے نزدیک لفظ امام کے معنی کا کیا اختلاف ہے نیز

غیبت صغری اور غیبت کبری کی اصطلاحات کا کیا مفہوم ہے؟

س: مرزائیوں کے مسلمات اور ان سے گفتگو کرنے کا طریقہ بتائیں؟

س: کسی فرقے سے گفتگو کرنے کے بنیادی طریقے دلیل سمیت ذکر کریں۔

س: سبر و تقسیم کی وضاحت کریں۔

س: شیعہ حضرات سے گفتگو کرنے کے طریقے ذکر کریں۔

س: شیعہ کی سوچ محض منفی ہے' مثبت نہیں' وہ کیسے؟

مبحث عاشر: بریلویوں سے گفتگو کا طریقہ

یہ بحث کئی حصوں پر مشتمل ہے

پہلا حصہ

بریلوی علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ان کو گستاخ رسول بتاتے ہیں جبکہ ہمارے حضرات ان کی طرف شرک و بدعت کی نسبت کرتے ہیں بریلوی مولویوں کے پاس عموماً" علمی صلاحیت بہت کم ہوتی ہے وہ اپنے دفاع کے لیے اکابر علماء دیوبند کی بعض نامکمل عبارات کو بطور ایک کامیاب ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان کے ساتھ مجمل اور مفصل ہر قسم کی گفتگو پر الگ الگ بحث کرنی چاہیے۔

واضح رہے کہ کسی بریلوی سے گفتگو کرنے سے پہلے آپ اس سے یہ کہیں کہ محترم ہمارا اور آپ کا کلمہ ایک ہے خدا ایک ہے رسول ایک ہے صلی اللہ علیہ وسلم تم میری اصلاح کی کوشش کرو اور میں تمہاری اصلاح کی کوشش کرتا ہوں ایک دوسرے کے اکابر پر حملہ کرنے سے معاملہ بگڑے گا حل نہیں ہو گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ایک موقع پر فرمایا تلک امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسألون عما كانوا يعملون "یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کے کام ان کا کیا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا آوے گا اور تم سے نہیں سوال کیا جائے گا اس سے جو وہ کرتے تھے"

پھر اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ تمہارے بڑوں نے یا ہمارے بڑوں نے عظیم غلطیاں کی ہیں تو اس کی وجہ سے ہماری اپنی برائی تو مٹ نہیں جائے گی۔ اس لیے اکابر کی عبارتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے تم میرے عقیدے اور عمل پر اعتراض کرو تاکہ میں اس کی اصلاح کروں ورنہ میں تمہارے بارے میں چند اشکال رکھتا ہوں' ان کا جواب آپ سے طلب کر سکتا ہوں مگر بہتر یہ ہے کہ ہم اسلام کی ترقی چاہنے پر متفق ہو جائیں آپ اس سے تو اختلاف نہیں رکھتے ہوں گے کہ رب کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کو جس دین کے ساتھ بھیجا ہے وہ دنیا میں پھیلنا چاہیے۔ آپ یہ بتائیں کہ غیر مسلم کے سامنے آپ اسلام کو کیسے پیش کریں گے۔ آپ جو جو عقائد نبی ﷺ اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں رکھتے ہیں کیا غیر مسلموں سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ اس پر ایمان لائیں یعنی کیا آپ غیر

مسلموں سے یہ مطالبہ کریں گے کہ نبی علیہ السلام اور تمام انبیاء کرام اور تمام اولیاء عظام کو حاجت روا مشکل کشا فریاد رس اور علم غیب والا مانا جائے۔ اگر وہ بریلوی اس اس کا انکار کرے تو فبہا ورنہ اس سے آپ کہیں کہ غیر مسلم صرف ہماری باتوں سے تو ایمان نہ لائے گا ہو سکتا ہے وہ اعتراض کر دے تو جواب بھی دینا ہو گا اور جواب میں عقلی دلیل دینی پڑے گی کیونکہ قرآن و حدیث کو تو وہ تسلیم نہیں کرتا۔ تو محترم اگر غیر مسلم یہ اعتراض کرے کہ

تمہارے نبی ﷺ نے جب صفا پہاڑی پر سب قبائل کے آدمیوں کو جمع کر کے دعوت اسلام دی تو یہ عقائد پیش نہ کیے تو پھر کیا جواب دو گے؟

اور اگر وہ یہ کہہ دے کہ میرے پاس کوئی زندہ ولی لاؤ جس میں یہ صفات موجود ہوں تو کس کو پیش کریں گے؟

یا اگر وہ یہ کہہ دے کہ تمہاری امت مسلمہ میں لاکھوں ولی ہو گزرے ہیں اور سب ہی مختار کل پھر تم کیوں دنیا میں رسوا ہو رہے ہو؟

یا یہ کہہ دے کہ اچھا میں ابھی اسلام قبول کرتا ہوں اور شریعت کی مکمل فرماں برداری کروں گا کیا تم لوگ میرے لیے ولی ہونے کی اس کے بعد علم غیب اور اختیار کلی کی ضمانت دیتے ہو؟ اور اگر دیتے ہو تو کس وقت یہ مناصب عطا ہوں گے؟ اور اگر نہیں دیتے تو کس وجہ سے؟

یا یہ پوچھ لے کہ بتلایئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تم امتیازی عقائد کیا رکھتے ہو؟ الغرض اگر تم بریلویوں کے پاس غیر مسلموں کو مطمئن کرنے کے لیے جوابات ہیں تو عطا کیجئے ورنہ یہ بات تسلیم کیے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ تمہارے عقائد اسلام کے راستہ میں رکاوٹ ہیں جب تک ان عقائد سے جان نہ چھڑائی جائے ہم عیسائیوں کی طرح لاجواب ہوں گے کیونکہ وہ بھی سچے عیسائیوں کے لیے عجیب و غریب اختیار مانتے ہیں۔ مگر دکھا نہیں سکتے۔

اسی طرح عقیدہ علم غیب و حاضر ناظر پر بریلوی غیر مسلموں کے سامنے کون سی عقلی دلیل پیش کریں گے؟

شاگرد: استاد جی اگر بریلوی یہ کہے کہ اچھا تم بتاؤ کہ غیر مسلم کے آگے اسلام کیسے پیش کریں گے تو؟

استاد: اس معاملہ میں کوئی گھبرانے کی وجہ نہیں ہے ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اور

بالخصوص حضرت نانوتویؒ نے اس پر کافی کام کیا ہے جیسا کہ ان کے مناظروں کی روئدادوں میں چھپا ہوا ہے۔ میلہ خدا شناسی' حجتہ الاسلام' تقریر دلپذیر' مباحثہ شاہجہانپور اور قبلہ نما اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں۔

حضرت کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے خدا کا وجود منوایا جائے پھر یہ کہ خالق نے انسان کو کسی مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ مقصد یہ کہ بندہ خدا کی فرماں برداری کرے اور یہ کام بغیر خدا تعالیٰ کے بتائے نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے انبیاء بھیجے اس کے بعد عقلی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ نبی میں اعلیٰ اخلاق' عقل و فراست ضروری ہے۔ پھر نبی علیہ السلام میں ان اوصاف کے علی وجہ الکمال پائے جانے پر دلائل قائم کرتے ہیں پھر آپ کے معجزات متواترہ مثل قرآن کریم' شق القمر وغیرہ کو ثابت کر کے نبی علیہ السلام کے علمی اور عملی معجزات کی فوقیت ذکر کرتے ہیں۔ اور آخر میں اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ سب سے اعلیٰ نبی ہیں اور اب نجات صرف آپ کی اتباع ہی میں ہے آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد نیا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کی کتاب قبلہ نما کا اکثر حصہ اثبات توحید و رسالت پر ہی ہے۔ ہم یہاں صرف دو تین حوالے پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ ہمارے اکابر نے جس طرح اسلام کو غیروں کے سامنے پیش کیا ہے وہی طریق درست ہے ناقابل اعتراض ہے۔ حضرت فرماتے ہیں۔

"علاوہ بریں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اور مذہبوں کے پیشوا فرستادہ خدا اور من جملہ خاصان خدا تھے تو ہمارے پیغمبر بدرجہ اولیٰ فرستادہ خدا اور رسول خدا ہیں اگر اوروں میں فہم وفراست تھا تو یہاں کمال فہم وفراست تھا اوروں میں اگر اخلاق حمیدہ تھے تو یہاں پر خلق میں کمال تھا اگر اوروں میں معجزے و کرشمے تھے جو یہاں ان سے بڑھ کر معجزے اور کرشمے تھے۔

فہم وفراست اور اخلاق حمیدہ کے ثبوت پر موافق و مخالف دونوں گواہ ہیں موافقوں کی گواہی کے ثبوت کی تو حاجت ہی نہیں ہے ہاں مخالفوں کی گواہی کا ثبوت چاہیے سو لیجئے آج کل اہل یورپ کو تاریخ دانی اور تنقیح وقائع میں زیادہ دعویٰ ہے اور ان کا دعویٰ بظاہر بجا ہے وہ سب باوجود مخالفت معلوم رسول اللہ ﷺ کی ترقی کو عقل و اخلاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

اب رہا کمال عقل و فہم اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کلام اللہ شریف کلام خدا ہے اور بیشک بحکم عقل و انصاف کلام خدا ہے تو اس میں آپ کو خاتم النبیین کہہ کر یہ جتلا دیا

ہے کہ آپ سب انبیاء کے سردار ہیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو یہ معنی ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہو گا وہی شخص سردار ہو گا اسی حاکم کا حکم آخر رہتا ہے (جو) سب کا سردار رہتا ہے اور اگر بفرض محال حسب زعم معاندین یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے .... تو پھر بایں ہمہ کسی سے دو چار سطریں بھی عبارت و مضامین میں اس کے مشابہ بن سکیں چنانچہ آج تک اہل اسلام کا یہ دعویٰ اس طرح زور شور پر ہے جو اول تھا تو یوں کہو رسول اللہ ﷺ سر دفتر اہل فہم و اہل عقل تھے۔ جو باوجود امی ہونے کے ایسے ملک میں جہاں اس زمانہ میں علم کا نام نہ تھا ایسی حالت میں کہ لڑکپن میں یتیم' جوانی میں بے کس مفلس اول سے آخر تک کوئی مربی نصیب ہوا نہ کوئی رہبر میسر آیا ایسی کتاب لاجواب تصنیف کر گئے۔

اب اخلاق کی سنئے عرب کے لوگ تو جاہل تند خو جفاکش جنگ جو اس بات میں نہ ان کا کوئی ثانی ہوا نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی اس زمانہ میں یہ کیفیت کہ فقر وفاقہ بجائے آب و نان اور بے کسی و مفلس مونس جان نہ بادشاہ تھے نہ بادشاہ زادے نہ امیر نہ امیر زادے نہ تاجر تھے نہ آڑتی کبھی اونٹ بکریاں چرا کر پیٹ پالا۔ کبھی کسی کی محنت مزدوری نوکری چاکری کر کے دن بسر کیے غرض خزانہ مال و دولت کچھ نہ تھا جس کی طمع میں عرب کے جاہل تند خو جنگجو مسخر ہو جاتے آپ صاحب فوج نہ تھے جو وہ سرکش مطیع بن جاتے یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی؟ جو وہ لوگ جہاں آپ کا پسینہ گرتا خون بہانے کو تیار جہاں آپ قدم رکھیں سر کٹانے کو موجود یہاں تک کہ ان بے سروسامانوں نے شہنشاہی ایران وروم کو خاک میں ملا دیا اور شرق سے غرب تک اسلام کو پھیلا دیا ایسے اخلاق کوئی بتائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کس میں ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کو ایسی حالت میں کسی نے مسخر کیا ہے کہ یا وہ خرابی در خرابی تھی کہ نہ عقیدے صحیح نہ اخلاق درست نہ احوال سنجیدہ نہ افعال پسندیدہ اور یا یہ تہذیب آگئی کہ تھوڑے عرصہ میں انہیں جاہلوں گردن کشوں بد اخلاقوں بداعمالوں کو رشک علماء وحکماء بنا دیا اس اعجاز تاثیر سے بڑھ کر کوئی اعجاز ہو گا۔ کوئی بتلائے تو سہی کس کی صحبت میں یہ اثر تھا؟ کس کی تعلیم میں یہ تاثیر تھے؟ پھر باوجود بے سروسامانی و قوت و شوکت مخالفین عربوں کی تسخیر کے ذریعہ سے اپنا دین شرق سے غرب تک

ایک تھوڑے سے عرصہ میں پھیلا دیا اور تمام سلطنتوں کو زیرو زبر کر کے اور دینوں کو مغلوب کر دیا مگر نہ ہواؤ ہوس کا پتہ نہ محبت دنیا کا نشان باوجود اس قدر غلبہ و شوکت کے آپ اور آپ کے خلفاء و اتباع وانصار کا یہ حال تھا کہ نہ مال سے مطلب نہ دولت سے غرض' خزانہ کو امانت سمجھتے تھے اور ذرہ برابر خیانت اس میں روا نہ رکھتے تھے اپنے لیے وہی فقروفاقہ وہی فرش زمین وہی لباس پشمین وہی ویرانے مکان وہی قدیمی سامان باوجود اس دست قدرت کے یہ نفرت بجز اس کی متصور نہیں کہ خدا کی محبت کے غلبہ کے باعث جواہر و خزف ریزے برابر تھے (قبلہ نما ص ۱۰ تا ۱۲)

اس کے بعد مولانا نے نبی علیہ السلام کے علمی و عملی معجزات کی بڑی مفصل بحث کی ہے۔

مسئلہ توحید کو بھی حضرت نانوتوی نے غیر مسلموں کے سامنے بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے فرماتے ہیں

اہل اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہے جو بذات خود موجود ہو اور سوا اس کے اور سب وجود وبقا میں اس کے محتاج بقا ہوں اور سب کے نفع و ضرر کا اس کو اختیار ہو اور اس کا نفع و ضرر کسی سے ممکن نہ ہو اس کا کمال و جمال و جلال ذاتی ہو اور سوا اس کے سب کا کمال و جمال و جلال اس کی عطاء ہو مگر موصوف بایں وصف ان کے نزدیک بہ شہادت عقل و نقل سوا ایک ذات خداوندی کے اور کوئی نہیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک بعد خدا سب میں افضل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں نہ کوئی آدمی ان کے برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش وکرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ ان کا ہم پلہ مگر بایں ہمہ ان کو بھی ہر طرح خدا کا محتاج سمجھتے ہیں ایک ذرہ کے بنانے کا ان کو اختیار نہیں ایک رتی برابر نقصان کی ان کو قدرت نہیں خواہ خالق کائنات خواہ فاعل افعال اہل اسلام کے نزدیک خدا ہے وہ (نبی ﷺ) نہیں اس لیے کلمہ شہادت میں جس میں مدار کار ایمان ہے یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔

اس صورت میں اہل اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی کے لیے متصور نہیں اگر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوتی مگر جب ان کو بھی عبد ہی مانا معبود نہیں مانا بلکہ ان کی افضلیت کی وجہ ان کی کمال عبدیت کو قرار دیا تھا تو پھر خانہ کعبہ کو ان کا معبود و مسجود قرار دینا

بجز تہمت یا کم فہمی و جہالت اور کیا ہو سکتا ہے (قبلہ نما ص ۷)

ایک اور مقام میں خاصی تفصیلی ابحاث تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

دین خاتم النبیین (ﷺ) کو دیکھا تو تمام عالم کے لیے دیکھا وجہ اس کی یہ ہے کہ بنی آدم میں حضرت خاتم ﷺ اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا حکم تمام اقلیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم ﷺ یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہیے ورنہ اس دین کو لے کر آنا بے کار ہے۔

الغرض حضرت خاتم ﷺ جیسے بمقابلہ معبود عبد کامل ایسے ہی بمقابلہ دیگر بنی آدم حاکم کامل ہیں اور کیوں نہ ہوں سب سے افضل ہوئے تو سب پر حاکم بھی ہوں گے اور اس لیے یہ ضرور ہے کہ ان کا حکم سب حکموں کے بعد صادر ہو کیونکہ ترتیب مرافعات سے ظاہر ہے کہ حکم حاکم اعلیٰ سب کے بعد ہوتا ہے (انتصار الاسلام ص ۵۸)

اب آپ ہی بتائیں کہ اگر مختار کل کا عقیدہ پیش کیا جائے تو نبی ﷺ کے اخلاق اور عقل و فہم کو کیسے ثابت کیا جائے گا۔ مختار کل اخلاق سے اور عالم الغیب عقل و فہم سے مستغنی ہے کیونکہ عقل و فہم کی اس کو ضرورت ہو گی جو عالم الغیب والشہادۃ نہ ہو واللہ اعلم

اس موضوع پر کچھ بحث تصورات کے بیان میں بھی گزر چکی ہے۔

دوسرا حصہ

شاگرد: یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو نبی علیہ السلام سے محبت ہے اور دیوبندیوں کو نہ صرف یہ کہ نبی علیہ السلام سے محبت نہیں ہے بلکہ آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کوئی جھوٹا کہہ دے اس کو فاسق بھی نہیں مانتے۔

استاد: آپ بھی علماء دیوبند سے تلمذ رکھتے ہیں اور راقم بھی الحمدللہ ان سے فیض یافتہ ہے آپ بتائیں کیا آپ کو آپ کے اساتذہ کو نبی علیہ السلام سے محبت نہیں ہے؟ کیا آپ نبی علیہ السلام کی گستاخی کو برداشت کرتے ہیں؟ مقام نبی تو مقام نبی ہے' مقام صحابہؓ پہ ہم جان دیں گے۔ اگر ہم لوگ نبی علیہ السلام کی توہین کو برا نہ جانتے تو یہ لوگ دیوبندی عوام کے سامنے اس کو ہمارے خلاف پیش نہیں کر سکتے تھے دیکھیے ہم لوگ نبی علیہ السلام کو عالم

غیب نہیں مانتے یہ لوگ اس مسئلہ کو عوام کے سامنے ہمارے خلاف بطور دلیل پیش نہیں کرتے کیونکہ ہمارے عوام بھی اس کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کا اس مسئلہ کو دیوبندیوں کو لاجواب کرنے کے لیے پیش کرنا اس کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول کا کافر ہونا دیوبندیوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہے۔ دیکھئے آپ کسی غیر مقلد سے کہیں کہ تم فقہ کے منکر ہو اس کو کئی تکلیف نہ ہو گی بلکہ اور خوش ہو گا اور اگر اس سے کوئی یہ کہے کہ تم قرآن نہیں مانتے یا حدیث نہیں مانتے اب وہ اپنے دفاع کی فکر کرے گا۔

دوسرا نکتہ یہ یاد رکھیں کہ علماء دیوبند کا مسلک جمہور امت کا مسلک ہے اس پر جو بھی اعتراض کرے آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ وہ معترض اس اعتراض کا زیادہ مستحق ہے۔ مثلاً جو علماء دیوبند کو گستاخ رسول کہتا ہے وہ حقیقت میں سرور دو عالم ﷺ کا گستاخ ہے جو ان کو اولیاء کرامؒ کا گستاخ بتاتا ہے وہ خود اولیاء کرامؒ کا گستاخ ہے جو ان کو تارک حدیث بتاتا ہے وہ خود تارک حدیث ہے جو ان کو ختم نبوت کا منکر بتائے اس کے قول یا عمل سے ختم نبوت کا انکار ظاہر ہو گا۔

جب بریلوی آپ کو گستاخ رسول کا طعنہ دے تو آپ اس سے وجہ تو دریافت کریں وہ اس بارے میں یقیناً کسی بزرگ کا نام لے گا کہ فلاں نے یہ لکھا فلاں نے یہ لکھا۔ تو آپ اس سے کہیں اچھا آپ کے کہنے کے مطابق مولانا اشرف علی تھانوی نے نبی علیہ السلام کی گستاخی کی ہے اور جو بھی نبی علیہ السلام کی گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ یہ قیاس کی شکل اول ہے۔ آپ اس سے اس کی تحریر لے لیں۔

جب وہ یہ بات تسلیم کر لے تو اس سے یہ کہہ دیں کہ محترم آپ نے دو قضیے جوڑ کر یہ نتیجہ برآمد کیا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کافر ہے اور واقعی آپ کی دونوں باتیں اگر سچی ہوں تو نتیجہ مانا جائے گا۔ لیکن ہم صغری کا صدق تسلیم نہیں کرتے و سیاقی۔

دوسری بات یہ پوچھیں کہ صرف حضرت تھانویؒ اس گستاخی کی وجہ سے کافر ہوں گے یا ہر انسان کے بارہ میں یہ حکم ہے۔ اس کا جواب یہ دے گا کہ ہر انسان کے بارہ میں یہی حکم ہے کیونکہ کبری موجبہ کلیہ ہے۔ اس سے کہلوانا کہ اچھا اگر احمد رضاخان بریلوی نے گستاخی کی ہو تو کیا وہ بھی کافر ہو گا؟ اگر تم نے گستاخی کی تو تم بھی کافر ٹھہرو گے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ وہ ہاں میں جواب دے پھر آپ اس سے مزید پختہ قول بلکہ تحریر لیں کہ بتاؤ اگر تم نے نبی

ﷺ کی گستاخی کی تو کافر قرار پاؤ گے۔ اور اگر تم نے نبی ﷺ کے ساتھ دوسروں کو برابر کیا تو کیا تم اس کو گستاخی کہو گے یا نہیں وہ ہاں میں جواب دے گا پھر آپ کہیں اچھا اب سنو آپ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علی نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام کو اور تمام اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو حاجت روا' مشکل کشا' فریاد رس' عالم الغیب اور حاضر ناظر مانتے ہو اور چونکہ ان تمام بزرگ ہستیوں کے لیے مذکورہ صفات کو ایک جیسا مانتے ہو لہٰذا نبی ﷺ کے ساتھ برابری کرنے کی وجہ سے تم گستاخ ٹھہرتے ہو اب کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم ہر ولی کو نبی ﷺ کے برابر عالم الغیب اور حاجت روا مشکل کشا مانتے ہو اور جو شخص بھی کسی ولی کو نبی ﷺ کے برابر عالم الغیب اور حاجت روا مشکل کشا مانے وہ گستاخ رسول ہے اور ہر گستاخ رسول کافر ہے۔ یہ قیاس کی شکل اول ہے۔ تمام شرائط موجود ہیں۔ نتیجہ بالکل واضح ہے۔

ان سے کہو کہ تم علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم کی جن کتابوں کی وجہ سے ان کو کافر کہتے ہو تم نے تو شاید وہ کتابیں دیکھی بھی نہ ہوں گی مگر میں تم سے تمہارے بارے میں بات کر رہا ہوں اگر تم اس کے منکر ہو تو اپنی مستند کتابوں سے باحوالہ نبی کریم ﷺ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نیز احمد رضا خان بریلوی' مفتی نعیم الدین مراد آبادی اور مفتی احمد یار خان صاحب کے اختیارات کی حدود اور درجہ بندی ذکر فرمائیں۔ اور اگر بالفرض وہ یہ کہے کہ نبی علیہ السلام کے لیے ہم ۱۰۰ فیصد اختیار مانتے ہیں اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے لیے ۵۰ فیصد اور احمد رضا خان کے لیے ۳۰ فیصد تو اس سے کہیں' اچھا تمہارے نزدیک دو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نبی علیہ السلام کے برابر ہیں اور چار احمد رضا خان جیسے معاذ اللہ نبی علیہ السلام سے بڑھ سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں اگر پچاس فی صد اختیار ماننے کی صورت میں ہو سکتا ہے تم جس چیز کے لیے استمداد کر رہے ہو وہ اس پچاس فی صد میں داخل ہو جس کا ان کو اختیار نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ تم چار نعرے لگاتے ہو اور یہ بھی گستاخی پر مشتمل ہیں۔ ان کے اندر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سب کی گستاخی ہے جس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔

یا اللہ مدد آپ کو برداشت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کا آپ نام تک نہیں لیتے اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں آپ اللہ سے مدد نہیں مانگتے اور جو اللہ تعالیٰ سے مدد نہ مانگے وہ کافر ہے'

آپ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کرے اس کا ایمان درست نہیں ہے۔
عبارات اکابر کی قدرے توضیح اگلے صفحات میں کریں گے۔

تیسرا حصہ

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے بارہ میں جب گفتگو ہو تو ان سے کہیں کہ محترم دو چیزیں ہیں ایک ہے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا دوسرے ہے غیر اللہ سے مدد مانگنا اصل اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے یا نہیں بلکہ اصل جھگڑا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے یا نہیں۔ اس پر بریلوی انکار کرے گا تو آپ اس سے کہیں اچھا یہ بتاؤ کہ آپ یا اللہ مدد کیوں نہیں کہتے۔ آپ کے اشتہارات میں "یا رسول اللہ مدد" یا "المدد یارسول اللہ" ہوتا ہے "یا اللہ مدد" کیوں نہیں ہے' رہی بات یہ کہ ہم "المدد یا رسول اللہ" کیوں نہیں کہتے سو یہ ہمارے اور تمہارے درمیان اختلافی مسئلہ بن گیا جو اتفاقی ہے یعنی "یا اللہ مدد" کہنا تم اس کو کیوں نہیں کرتے؟ تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم اس کا جواب وہ یہ دے گا کہ چونکہ وہابیوں نے اس کو اپنی علامت بنا لیا اس لیے ہمیں ایسا کرنا پڑا اس کا حل یہ ہے کہ اس طرح تو تمہارا دین ختم ہو جائے گا۔ منکر حدیث قرآن کا نام لیتا ہے غیر مقلد حدیث کا نام لیتا ہے کیا ان کی ضد میں آ کر قرآن وحدیث ترک کر دو گے۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں' نماز روزہ اور دیگر احکام بجالاتے ہیں کیا ان کو ضد میں آ کر ترک کر دو گے؟

پھر اگر بریلوی اس بات کو مان لے کہ میں یااللہ مدد کہتا ہوں تو اس سے کہو اپنی دکان پر لکھ دے یا یہ کہ آپ نعرہ لگائیں المدد المدد اور وہ جواب دے یا خدا یا خدا پھر اگر وہ اس کے بعد المدد یا رسول اللہ کہنے لگے یا تم سے کہلوائے تو اس سے کہیں کہ بندہ خدا ہم نے خدا تعالیٰ سے مدد مانگی ہے اب ہمیں اس کی مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔ غیروں سے مدد مانگنا گویا اس پر بے اعتمادی ہے کہ ساتھ ہی غیروں کو پکارنے لگیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے خلاف ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا پھر غیر خدا بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتے ورنہ ذاتی کا اقرار ہو گا جو شرک ہے۔

مسئلہ مختار کل حاجت روا مشکل کشا کا بھی یوں حل کر لیں اس سے یہ کہلوائیں کہ

اللہ تعالیٰ میں یہ صفات ہیں یا نہیں پھر اگر یہ صفات ہیں تو اس کو پکارتے کیوں نہیں ہو تم یہ کہتے ہو کہ دیوبندی اولیاء میں یہ چیزیں نہیں مانتے ہم کہتے ہیں کہ تم عملی طور پر اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے موصوف نہیں مانتے۔ اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان سے کہیں اچھا جب خدا میں یہ صفات ہیں تو اس سے مدد مانگو۔ اور جب اس سے مدد مانگ لیں تو غیر سے مدد نہ مانگنے دو ورنہ خدا تعالیٰ پر بے اعتمادی ہو جاتی ہے۔

مسئلہ علم غیب کے بارہ میں ان سے یہ کہیں کہ تم لوگ آنحضرت ﷺ کے لیے دو چیزوں کا مجموعہ مانتے ہو علم اور غیب ہمارا نزاع ان دو چیزوں کے مجموعہ میں ہے نہ صرف علم میں نزاع ہے اور نہ صرف غیب میں اس لیے سب سے پہلے متنازع فیہ کو متعین کریں کیا آپ واقعی ان دونوں کا مرکب اضافی (علم غیب) نبی علیہ السلام کے لیے مانتے ہو یا نہیں۔ جب وہ ماننے کا اقرار کر لے تو اس کے سامنے پہلے اپنا عقیدہ واضح کریں کہ دیکھیے ہمارا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سب انبیاء سے زیادہ علم نافع عطا کیا ہے اور ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو غیب کی بہت سے خبریں دی ہیں۔ ان دونوں باتوں پر قرآن و حدیث سے بیسیوں دلائل دیے جا سکتے ہیں۔ اطلاع علی الغیب اور اظہار علی الغیب سے بھی اخبار غیب اور انباء الغیب ہی مراد ہیں۔ اور ہم بالخصوص علم غیب (مرکب اضافی) کو خاصہ خداوندی مانتے ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں بھی یہ دونوں لفظ اکٹھے استعمال ہیں صرف اللہ ہی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ غیر اللہ سے اس کی نفی ہی ہے۔ [۱]

---

[۱] حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا یا غیب کی خبر دے دی لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن وسنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" یا "فلان یعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں اس لیے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح =

اب مہربانی فرما کر آپ اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل قطعی پیش کر دیں مگر یاد رکھے دلیل میں دونوں لفظوں کا اکٹھا ذکر ہو صرف علم اور صرف غیب کے ہم منکر نہیں ہیں۔ جو آپ کا

= کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں گو لغتاً" صحیح ہوں۔ جیسے کسی کا یہ کہنا کہ ان اللہ لا یعلم الغیب (اللہ کو غیب کا علم نہیں) گو اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالی کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں، سخت ناروا اور سوء ادب ہے یا کسی کا حق سے موت اور فتنہ سے اولاد اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا "انی اکرہ الحق واحب الفتنة وافر من الرحمة" میں حق کو برا سمجھتا ہوں اور فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں، سخت مکروہ اور قبیح ہے حالانکہ باعتبار نیت ومراد کے قبیح نہ تھا۔ اسی طرح فلان عالم الغیب وغیرہ الفاظ سمجھ لو۔ اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون وتخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن ودلائل سے حاصل کیا جائے بلکہ جس کے لیے کوئی دلیل وقرینہ موجود نہ ہو، وہ مراد ہے" (تفسیر عثمانی ص ۵۱۰، النمل ۶۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں

"علم محیط خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں اور "علم غیب" تو درکنار محسوسات ومبصرات کا پورا علم بھی خدا ہی کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی وقت نہ چاہے تو ہم محسوسات کا بھی ادراک نہیں کر سکتے" (ایضاً" ص ۲۳۲ الاعراف ۱۸۸)

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ لفظ علم الغیب اور عالم الغیب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر الف لام استغراقی ہے جو مفید احاطہ افراد کو ہے یعنی ہر ہر غیب کا عالم یا ہر ہر غیب کا علم جو خاصہ خداوندی ہے، بالاتفاق اس کا اطلاق سوائے خدائے وحدہ لا شریک کے کسی پر جائز نہیں۔ پھر فرماتے ہیں

"عہد خارجی بوجہ عدم تعین کے مراد ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ علاوہ ازیں گفتگو اس صورت میں ہے جہاں اطلاق لفظ کا بلا قرینہ صارفہ ہو اور اگر کوئی فرد خاص درمیان متکلم اور مخاطب کے متعین ہو جاوے اور عالم الغیب سے کسی خاص شے کا علم مراد لیا جائے جو دونوں میں متعین ہے تو پھر اطلاق جائز ہو جائے گا اور چونکہ آج تک مسلمانوں میں یہ اطلاق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ شائع ہوا ہے نہ ثابت ہوا ہے اس لیے بعض افراد معین مراد ہو ہی نہیں سکتے ..... کیونکہ یہ امر تو مسلم ہے کہ یہ اطلاق ثابت نہیں ہوا نہ سلف نے بلا قرینہ آپ پر اطلاق کیا ہے تاکہ غیب امور معتد بہا یا سب مخلوقات سے زیادہ غیب کی طرف اشارہ کیا جائے الی ان قال اور یہ تحقیق الف لام ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ =

دعویٰ ہے اس کے مطابق دلیل ہو۔ اور تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنت ونار تک ایک ایک ذرے کا علم تفصیلی محیط عطا فرمایا ہے۔ آپ کا علم مبارک مغیبات خمسہ کی تمام جزئیات کو محیط ہے بلکہ قیامت کے وقوع کا وقت بھی آپ کو معلوم ہے (از اثبات علم الغیب ص ۳۰)

شاگرد: وہ دلیل میں ایسی آیات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً" ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وغیرہ اور کہتے ہیں کہ جب ہر چیز کا علم دے دیا تو علم غیب بھی آ گیا۔

استاد: ان آیات کی تفسیر اور اہل بدعت کے استدلال کا جواب قضیہ حملیہ کی بحث میں گزرا ہے۔ مزید تفصیل بوارق الغیب اور ازالہ الریب میں ملاحظہ کریں۔ ان کے سب دلائل کا اصولی جواب یہ ہے اس میں یہ دونوں لفظ (علم' غیب) اکٹھے نہیں ہیں۔ اور اگر تم اس سے علم غیب کا عقیدہ کشید کرو تو یاد رکھو یہ عقیدہ قیاسی ہو گا نص صریح تو ہے کوئی نہیں اور قیاس نص کے مقابل ناقابل قبول ہوتا ہے جب قرآن و حدیث میں علم غیب کو اللہ ہی کے لیے بتایا گیا ہے تو تمہیں کیا ضد ہے کہ ضرور ہی اس کے خلاف عقیدہ رکھا جائے۔

اور اگر وہ کوئی قصہ پیش کریں جیسے بدر کے موقعہ پر نبی ﷺ نے بتلایا کہ فلاں کافر فلاں جگہ مارا جائے گا فلاں کافر فلاں جگہ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ طبع ہند ج ۴ ص ۲۲۰۳ طبع بیروت۔ الخصائص الکبری ج ۱ ص ۱۹۹) اور اس سے علم غیب پر استدلال کریں تو اس کے کئی جواب ہیں۔

ایک تو یہ کہ جزوی واقعات سے صرف ان واقعات کا علم ثابت ہوتا ہے۔ ہر ہر غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص پورے بازار کی دکانوں کی ملکیت کا مدعی ہے اور دلیل

= اضافت کا بھی یہی حال ہے" (توضیح البیان ص ۵) یعنی اضافت بھی کبھی استغراق کے لیے ہوتی ہے۔ (انظر رشیدیہ ص ۵' مطول ص ۱۲۵' شرح تہذیب تحت قولہ فی معارج الحق' وعقود الجمان للسیوطی ص ۷۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولانا چاند پوری نے علوم لازمہ نبوت کو ارخاء عنان کے طور پر قرینہ صارفہ کی وجہ سے علم غیب عطائی کہہ دیا ہے۔ بریلویوں کے عقیدہ سے اس کو کوئی ربط نہیں جبکہ مولانا نے خود ہی اس اطلاق کو ناجائز بھی بتا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ قادری صاحب کی خوشی زیر وزبر ص ۱۴۶ میں بالکل بلا وجہ ہے۔

میں صرف ایک دکان کی رجسٹری پیش کرے تو اس کا دعویٰ کون سنے گا۔ ایک مکان کی ملکیت سے پورا محلہ تو اس کا نہ ہوگا اور اخبار غیب کے ہم منکر نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ بے شمار واقعات میں عدم علم بھی ثابت ہوتا ہے لہٰذا کلی غیب کا کیسے ثابت ہوا۔ کلی دعویٰ کو توڑنے کے لیے تو ایک واقعہ میں عدم علم کا اثبات بھی کافی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک جیسی معجز کتاب کا علم ہمیں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے ہوا چند واقعات کی بجائے قرآن پاک کے پہنچانے سے استدلال کیوں نہیں کرتے کیا مقتولین بدر کی خبر قرآن سے زیادہ درجہ رکھتی ہے؟ پھر جن پیش گوئیوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے مثلاً" غلبہ روم وغیرہ ان کو علم غیب کی دلیل کیوں نہیں بناتے؟

شاگرد: استاد جی اگر وہ ان آیات کو علم غیب کی دلیل بنائیں تو لوگ کہیں گے یہ تو بذریعہ وحی معلوم ہوا علم غیب کیسے رہا؟

استاد: اس سے معلوم ہوا کہ جو علم بذریعہ وحی کے ہو وہ علم غیب نہ ہوا گویا علم غیب ہوتا ہی ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ فریق مخالف کے مشہور مصنف علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں "اسے کہتے ہیں غیب دانی۔ نہ جبریل کا انتظار' نہ خدا کے بتانے کی احتیاج" (زلزلہ ص ۷۹) مخلوق کا سارا علم خدا کے عطا کرنے سے ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا تھا لا علم لنا الا ما علمتنا (ہم کو علم ہی نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا ہے) اس لیے مخلوق کے کسی فرد کے لیے علم غیب ثابت نہیں۔ اور نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہونے والی وحی دو قسم پر ہے متلو اور غیر متلو۔ آپ نے آنے والے جن واقعات کی حدیث شریف میں اطلاع دی ہے ان کا علم وحی غیر متلو سے ہوا ہے عجیب بات ہے کہ وحی غیر متلو تو علم غیب کی دلیل ہوئی اور وحی متلو جو افضل بھی ہے اس کی پیش گوئیاں دلیل علم غیب نہ ہوں۔ مزید تفصیلات اگلی ابحاث میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

چوتھا حصہ: بدعات پر گفتگو کرنے کا آسان طریقہ

بریلویوں کے ساتھ اگر بدعات پر گفتگو ہو جائے تو یہ پوچھو کہ جس جس نے یہ کام نہیں کیا اس کا کیا حکم ہے مثلاً" گیارہویں کا ختم جس جس شخص نے نہیں دلوایا اس کا کیا حکم

ہے مومن ہے۔ کافر ہے سنی ہے۔ وہابی ہے۔ اور کیوں اور کس دلیل سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی اور نیا طریقہ شروع ہو جائے اس کو کرنا کیسا ہوگا اور نہ کرنے والے کیسے ہوں گے مثلاً" ۱۲ ربیع الاول کو جلوس نکالنا تمہارے نزدیک نہ صرف باعث ثواب بلکہ حب رسول ﷺ کی نشانی ہے۔ تو اگر کل کو کوئی آدمی اس جلوس سے پہلے دو رکعت نماز عید میلاد النبی کے نام سے شروع کر دے اس کا کیا حکم ہوگا؟ جائز ہوگا یا ناجائز مکروہ یا حرام یا فرض یا واجب کیا کہو گے اور کس دلیل سے؟ نیز اس بدعت کے ایجاد ہونے تک جتنے مسلمان ہوئے وہ کیسے رہے کیا وہ محب رسول ﷺ ہیں یا نہیں پھر جب وہ بدعت ایجاد ہوگی اس وقت اس کو نہ کرنے والوں پر کیا حکم لگاؤ گے؟

اگر اس موضوع پر ان کے کسی مولوی سے گفتگو کرنی ہو تو اس سے کہیں نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے انما الاعمال بالنیات (بخاری مع حاشیہ سندی ج ۱ ص ۶۔ مسلم ج ۲ ص ۱۴۱) اب آپ بتائیں ختم' تیجہ' چالیسواں وغیرہ اعمال میں تمہاری یعنی مولویوں کی کیا نیت ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ صرف پیٹ کا دھندا ہے اس لیے کہ اگر ختم دلوا کر مولوی صاحب کو بغیر خدمت کے فقط زبانی شکریہ کے ساتھ واپس بھیج دیا جائے تو کبھی راضی نہ ہو گا۔ اس لیے ان سے مطالبہ کریں کہ مولانا صاحب پہلے اپنی نیت درست کرو پھر اس موضوع پر گفتگو کرو نیت کی درستگی کی صورت یہ ہے کہ ان کے مولوی بغیر ہدایا کے ختم دیا کریں رہا یہ کہ ہمارے مدرسین یا ائمہ کا تنخواہ لینا وہ ہرگز ایصال ثواب کے نام پر نہیں ہے لہٰذا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

پانچواں حصہ: عبارات اکابر پر گفتگو کرنے کا طریقہ

یہ حصہ نہایت اہم ہے اور کئی فائدہ پر مشتمل ہے۔

فائدہ اولی

جب وہ کسی بزرگ کی عبارت پر اعتراض کرنا چاہیں تو ان سے کہہ دیں کہ محترم یہ تو بتائیے

کیا آپ نے وہ عبارت خود پڑھی ہے؟

کیا آپ اس عبارت کی ابتداء اور انتہاء سے واقف ہیں؟

آپ نے کبھی اس کتاب کو دیکھا بھی ہے؟

نیز یہ بھی بتلائیں کہ کیا ان علماء کی زندگی میں ان پر یہ اعتراض کیا گیا' اور کیا انہوں نے اس کا کوئی جواب دیا؟

کیا آپ کو اس کا علم ہے؟

کیا آپ ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہیں؟ اعتراض کرنا ہو تو اس جواب پر کریں۔

اصل بات یہ ہے کہ عموماً" بریلوی اپنی طرف سے عبارت لکھ کر ہمارے علماء کے ذمہ لگا دیتے ہیں اور عوام کو بھڑکاتے ہیں اور یا نامکمل عبارت پیش کرتے ہیں۔ [1]

مفتی احمد یار خان نے نہایت بے حیائی کے ساتھ سراسر جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے۔

"مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام نے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر لکھا مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اگر اور بھی نبی آ جائیں تب بھی خاتمیت سے کچھ فرق نہ آئے گا۔ خاتم کے معنی میں اصل نبی دیگر نبی عارضی ہیں۔ یہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں بروزی نبی ہوں غرضیکہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ میں ان کا شاگرد رشید ہوا" (جاء الحق ص ۷)

[1] نامکمل عبارت لے کر تو قرآن پاک پر لوگ اعتراض کر سکتے ہیں مثلاً" شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة میں کوئی یہ کہہ دے کہ ملائکۃ کا عطف لفظ ھو پر ہے اور اس طرح وہ ملائکہ کی الوہیت ثابت کرنے لگے جبکہ اس کا معطوف علیہ لفظ اللہ ہے۔ یا ایها الرسل كلوا من الطيبات سے ختم نبوت کے انکار پر بھی بعض جاہل دلیل پکڑ سکتے ہیں لئن اشركت ليحبطن عملك سے اگر صرف جزاء لے لی جائے تو معنی کیسا نکل آئے گا۔ اصلاتک تامرک ان نترک ما يعبد آباؤنا او ان نفعل في اموالنا ما نشاء کے اندر اگر ان نفعل کو ان نترک پر معطوف نہ دے تو معنی کس قدر بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح ان اکابر کی عبارتوں کا حال ہے۔ ان کو یا تو نامکمل پیش کیا جاتا ہے اور یا ان سے معنی وہ لیا جاتا ہے جس کی مصنف کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

ہمارا چیلنج ہے کہ یہ الفاظ ہرگز کوئی بریلوی مذکورہ کتاب سے دکھا سکتا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند عبارتوں کا حل بتا دیا جائے جن پر بریلوی بہت شور کرتے ہیں۔

فائدہ ثانیہ: حضرت گنگوہی پر الزام کا جواب

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر مولوی احمد رضا خان نے کھلم کھلا یہ الزام گھڑا کہ انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کر لے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اسے کفر بالائے طاق گمراہی در کنار فاسق بھی نہ کہو (حسام الحرمین ص ۱۰۳) خان صاحب نے اس مقام پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت غلیظ گالیاں بھی دی ہیں اس کا جواب تو یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ پڑھیں اور فاضل بریلوی کی بددیانتی کا اندازہ لگائیں حضرت لکھتے ہیں

"ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بہ صفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا' جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعا کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہو گیا۔ قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا قال اللہ تعالیٰ ولو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملان جھنم من الجنۃ والناس اجمعین اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا اس کے خلاف نہ کرے گا۔ اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں ہے وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے اور یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۶' ۱۷۔ نیز دیکھئے ص ۱۰ طبع دہلی)

فتاویٰ رشیدیہ کوئی نایاب کتاب نہیں ہے لیکن اس نام نہاد مجدد نے فتویٰ کفر لگانے کے لیے خود ہی فتویٰ تراشا اور خود ہی حکم لگا دیا حالانکہ فاضل بریلوی خود لکھتے ہیں

"ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے" (تمہید ایمان ص ۴۳)

فن افتاء میں سب سے زیادہ احتیاط فتویٰ کفر میں کی جاتی ہے جس مفتی صاحب کے فتویٰ کفر میں بے احتیاطی کا یہ حال ہے اس کے دوسرے فتاویٰ پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ان کھلم کھلا عبارتوں کے خلاف فتویٰ بنا کر کافر کہنے والے کے ذکر کردہ حوالہ جات کیسے قابل اعتماد ہوں گے (اللہ المستعان) پھر کمال یہ کہ وہ فرضی فتویٰ بھی آج تک سوائے احمد رضا کے اور کسی کو نظر نہ آیا اس کے باوجود حسام الحرمین میں فتویٰ کفر چھپتا ہے اور اس کی ساری ذریت اس پر اعتماد کرتی ہے جب کوئی بریلوی اس فتویٰ پر بحث کرے اس سے کہو کہ اصل تحریری فتویٰ پیش کرو فتویٰ کی نقل پر ہمیں اعتماد نہیں ہے اصل فتویٰ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا کہاں سے لائے گا۔ آپ کے دستخط کون پہچانے گا۔

فاضل بریلوی کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اس فتویٰ کے بارہ میں براہ راست حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرتا مگر اس کے دل میں اخلاص ہوتا تو تب تھا۔ اخلاص نہ اس میں ہے نہ اس کی ذریت میں پھر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے آخری زمانہ حیات میں اس جعلی فتویٰ سے مکمل بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اور لکھا کہ یہ سراسر افترا اور محض بہتان ہے میں بھلا ایسا کیسے لکھ سکتا ہوں (فیصلہ کن مناظرہ مولانا منظور نعمانی ص ۷۰)

فتاوی رشیدیہ میں بھی حضرت نے اس الزام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں "فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا اور یہی مسئلہ مبحوث اس وقت میں ہے۔ بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں اس کو اعداء نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا" (ج ۱ ص ۱۰)

فائدہ ثانیہ: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام کا جواب

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کا یہ الزام ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس میں نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے جب کوئی بریلوی یہ الزام دہرائے تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات کریں

(۱) واقعی مولانا نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا؟

(۲) کیا آپ نے تحذیر الناس کو دیکھا اور پڑھا ہے؟
(۳) کیا آپ نے اس کو مکمل سمجھا بھی ہے؟
(۴) کیا جو عبارتیں آپ پیش کر رہے ہیں وہ کلام تام ہے یا قطع وبرید کر کے عبارت بنائی گئی ہے؟
(۵) کیا ان عبارتوں کا یہی مطلب ہے کہ نبی علیہ السلام آخری نبی نہیں ہیں۔
(۶) کیا مصنف تحذیر الناس کی زندگی میں لوگوں نے یہ اعتراض نہیں کیا؟
(۶) اگر کیا ہے تو مصنف نے کیا جواب دیا ہے؟
(۷) آپ کو وہ جواب پسند آیا یا نہیں؟

جب تک ایک ایک شق کا جواب نہ ملے آگے نہ چلیں۔ رہا بریلوی مولویوں کا نقل کرنا سو حضرت گنگوہی پر صریح الزام کے بعد ان کی نقل قابل اعتماد نہ رہی۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہم کو خان صاحب کی نقل عبارت کا اصلا" اعتبار نہیں" (سبیل السداد ص ۳۶)

دوسری جگہ فرماتے ہیں "عبارت کسی کتاب کی جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نقل فرماتے ہیں، اس کا مجھ کو اعتبار نہیں ہے کیونکہ ان کی بے احتیاطی بلکہ بالقصد تحریف وتبدیل حسام الحرمین وغیرہ میں ذکر کر چکا ہوں" (سبیل السداد ۴۶)

ہم نے متواترات کی بحث میں تحذیر الناس ص ۳ کی مکمل عبارت پیش کی ہے جب تک پوری عبارت حل نہ ہوتی۔ بات پوری سمجھ نہیں آتی نامکمل عبارت پر اعتراض تو قرآن پاک پر بھی تم کر سکو گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے الکم الذکر ولہ الانثی اگر کوئی کافر یہ اعتراض کرے کہ اس سے سمجھ آتا ہے کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ لڑکے کو چاہتا ہے لڑکی کو نہیں تو کیا جواب دو گے ہم تو اس کا جواب گزشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں۔

دوسری عبارت مکمل یوں ہے۔

"اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گزشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور، اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی

اور زمین یا آسمان میں کوئی اور نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہو گا۔ اور اس کا سلسلہ نبوت بہرطور آپ پر مختتم ہو گا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحذیر الناس ص ۱۴)

آپ بریلوی کے سامنے پوری عبارت پیش کریں اور کہیں کہ مجھے اس کا مطلب سمجھاؤ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام آپ کے زمانہ میں بھی اور اب بھی آسمان پر زندہ موجودہ ہیں مگر آپ خاتم النبیین ہیں۔ ہمارے نزدیک اس عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سارے انبیاء سے افضل ہیں۔ اتنے افضل کہ اگر بالفرض آپ کی زندگی میں یا آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہوتا تو آپ کے درجے کو حاصل نہیں کر سکتا۔ بریلویوں کو اگر یہ تسلیم نہیں تو اس کی نقیض کو اپنا عقیدہ کہیں۔

تیسری عبارت جو بریلوی پیش کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل عبارت کا حصہ ہے۔

"ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچ مدان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہو گی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے" (تحذیر الناس ص ۲۸)

یلویوں نے صرف خط کشیدہ عبارت کو پکڑ لیا ہے مکمل عبارت ان کے سامنے کرنے کے بعد ان سے پوچھیں کہ بتایئے۔

۱۔ مولانا نے خاتمیت کا جو معنی ذکر کیا ہے وہ کیا ہے؟

۲۔ کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے یا اختلاف اور کیوں؟

۳۔ انبیاء علیہم السلام کے افراد خارجی اور افراد مقدرہ سے کیا مراد ہے؟

۴۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ معنی سے افراد مقدرہ پر افضلیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۸۔ اگر مولانا کا ذکر کردہ معنی بھی درست ہے اور وہ اس سے افراد مقدرہ پر فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے تو اعتراض کس بات پر؟

ہمارے نزدیک اس عبارت کا مطلب بھی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔ آپ کا ہم مرتبہ نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ جتنے انسان پیدا ہوئے ہیں اور جتنے پیدا ہوں گے ان میں سے کسی کو نبی علیہ السلام کے برابر نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو وہ بھی آپ کے درجہ کو نہیں پا سکتا تھا۔ اور اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں آتے تب بھی افضل الانبیاء ہوتے۔ خاتمیت ذاتیہ کا معنی افضل الانبیاء ہونا ہی ہے لہٰذا مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء بھی مانتے ہیں اور افضل الانبیاء بھی۔ بلکہ حضرت تو یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مثل آفتاب اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت مثل چاند کے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء کے لیے واسطہ بنایا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ نبی علیہ السلام نے ان کو خود نبوت بخشی اور نہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وہ نبی بن گئے جیسا کہ قادری صاحب سمیت دیگر بریلوی مولویوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ جس طرح بلب کو روشن کرنے والی بجلی بڑے پاور ہاؤس سے آتی ہے' اگر پاور ہاؤس میں بجلی نہ رہے یہاں بجلی نہ رہے گی۔ بلب میں کتنی ہی بجلی ہو' بہرحال پاور ہاؤس سے آئے گی نہ پاور ہاؤس کو اس کا علم ہے نہ اختیار۔ اسی طرح وصف نبوت سے انبیاء سابقین کو موصوف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ بنا دیا۔ پھر جس طرح سورج نکلنے کے بعد ستاروں کی روشنی کی ضرورت نہیں' نبی علیہ السلام کے آنے کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ پاور ہاؤس سے روشن ہونے والے ہزارہا بلب کی بجلی مل کر پاور ہاؤس کی بجلی سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح دوسرے تمام انبیاء نبی علیہ السلام کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بریلویوں کو اگر نبی علیہ السلام کی شان میں نکلے ہوئے یہ کلمات پسند نہیں تو ان کی نقیض ثابت کریں۔

اگر بریلویوں کو تحذیر الناس کا یہ مضمون قابل قبول نہیں تو اس کی نقیض پیش کریں اور اس کو ثابت کریں۔ اور اگر یہ مضمون قابل قبول ہے تو جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی اور ان کی ذریت کو ملامت کریں۔

حضرت نے افراد مقصود بالخلق کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اللہ پاک نے جتنے انسانوں کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے ان میں نبی ﷺ کے ہم مرتبہ کوئی نہیں ہے مگر اللہ پاک کی قدرت میں تو ہے۔ ارشاد باری ہے افعیینا بالخلق الاول اس مسئلہ کی بقدر ضرورت بحث ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں بھی آئے گی۔

حضرت نانوتوی کی متنازع فیہ عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں اور ان کا مفہوم بھی سمجھ لیا ہے۔ خان صاحب بریلوی نے پہلے صفحہ ۱۴ پھر صفحہ ۲۸ پھر صفحہ ۳ سے نامکمل عبارتوں کو لے کر اپنی طرف سے کلام تیار کر کے فتویٰ کفر لگا دیا۔ حسام الحرمین ص ۱۰۱ مین لکھتا ہے :

"اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتمؐ ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ (تحذیر الناس میں "زمانی" ہے) میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد ﷺ کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں" (حسام الحرمین ص ۱۰۱)

اگر یہ عبارت کفریہ ہے تو احمد رضا خان خود کافر ہوں گے کیونکہ یہ عبارت اس کی اپنی ہے۔ مولانا نانوتوی کا پورا کلام اس نے ذکر نہیں کیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ فاضل بریلوی نے پوری عبارتیں ذکر نہ کیں؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ بریلویوں کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی لئن اشرکت کو ترک کر کے صرف لحیبطن عملک کو پڑھتا جائے اس لیے کہ مولانا کی عبارت میں ایک مقدم ہے جو شرط ہے اور ایک تالی ہے مقدم یہ ہے "اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت" لیجئے اور اسی کے بعد ساری عبارت تالی کی ہے اور قضیہ شرطیہ سے صرف مقدم یا تالی تو قضیہ ہی نہیں رہتا اور نحوی اس کو جملہ نہیں مانتے۔ قطبی میں ہے

فان ادوات الشرط والعناد اخرجت اطرافها عن ان تکون قضایا الا تری انا اذا قلنا الشمس طالعة کانت قضیة محتملة للصدق والکذب ثم اذا اوردنا اداة الشرط علیه وقلنا ان کانت الشمس طالعة خرج عن ان یکون قضیة تحتمل

الصدق والكذب (قطبی ص ٦٨) "پس بے شک شرط اور عناد کے کلمات نے قضیہ شرطیہ کے اطراف (مقدم تالی) کو قضایا ہونے سے نکال دیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب ہم نے کہا الشمس طالعة تو یہ قضیہ ہے جو صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے۔ پھر جب ہم اس پر شرط کا کلمہ لائے اور کہا ان کانت الشمس طالعة تو یہ ایسا قضیہ ہونے سے نکل گیا جو صدق وکذب کا احتمال رکھے۔

علامہ ابن ہشام اور علامہ خالد للازہری لکھتے ہیں (وان قام زید بالعكس) ای كلم لوجود الثلاثة لا كلام لعدم الفائدة (التصریح علی التوضیح ص ٢٦ وانظر ایضا" شرح ابن عقیل ج ١ ص ١٦) "(اور ان قام زید بر عکس ہے) یعنی یہ کلمات ہیں تین کے پائے جانے کی وجہ سے کلام نہیں فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے"

خان صاحب اور ان کی ذریت کی جہالت ملاحظہ کریں کہ صرف تالی کا ایک حصہ لے کر یہ فتویٰ دے جاتے ہیں کہ اس کا قائل کافر ہے اور اس کو نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔ [۱]

---

[۱] مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ کی ایک اسی قسم کی عبارت پر بریلوی اپنا کرتب دکھاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مولانا نے لکھا ہے کہ احمد رضا خان بریلوی اگر علماء دیوبند کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔

اس جگہ بھی قضیہ شرطیہ کا مقدم حذف کرتے ہیں۔ ذرا توجہ سے اس کا جواب ملاحظہ کریں

مولانا نے مرزائیوں کا ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ احمد رضا خان بریلوی علماء دیوبند کو کافر کہتے ہیں اور علماء دیوبند مرزائیوں کو۔ اگر علماء دیوبند کافر نہیں تو مرزائی بھی نہیں۔

مولانا نے اس کا جواب دیا ہے۔ مولانا کی عبارت کا خلاصہ قوسین کے اضافہ سے نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں

"بعض علماء دیوبند کو خان صاحب بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں جانتے۔ چوپائے مجانین کے علم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ شیطان کے علم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم سے زائد کہتے ہیں (اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے) لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم (جو کبریٰ محذوفہ میں ذکر کیا ہے) بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے (کے کبریٰ) پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں مگر خان صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علماء دیوبند ایسا اعتقاد ←

اگر صرف جزاء ہی کا اعتبار کر لیا جائے بغیر شرط کے تو مندرجہ ذیل آیات کا کیا معنی کرو گے۔ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک "اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے، سب سلب کر لیں"

ولئن شئنا لأتینا کل نفس ھداھا "اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہر شخص کو اس کا رستہ عطا فرماتے"

لو لا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما افضتم فیہ عذاب "اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب"

لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا "اور اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف پاتے"

خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین عربی میں ان ناقص عبارات کا ترجمہ بھی بالکل غلط لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خان صاحب خود ہی کفریہ عبارت بنانے اور پھر دوسرے پر فتویٰ کفر لگانے کے بڑے حریص تھے۔ ذیل میں حسام الحرمین صفحہ ۱۰۱ سے اردو اور صفحہ ۱۰۰ سے عربی ترجمے کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

= رکھتے ہیں یا کہتے ہیں یہ غلط ہے افتراء ہے بہتان ہے --- الی ان قال --- اب یہ سوال کہ پھر خان صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تیرھویں صدی کے فرضی مجدد ہی ہونے کے مدعی تھے مشاہرہ دار مجددوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کیا خان صاحب نے اپنے تمام مخالفوں کو کافر کہا --- اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی' ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے --- الی ان قال --- اب تو معلوم ہو گیا کہ علماء دیوبند کی تکفیر میں اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے علماء دیوبند جن امور کی بنا پر کافر بتائے جاتے ہیں وہ ان سے بری ہیں ان کو کفر خالص اعتقاد رکھتے ہیں اور مرزا صاحب اور مرزائی عقائد کفریہ کو تسلیم کرتے ہیں ان کا اقرار کرتے ہیں ان کو عین ایمان سمجھتے ہیں" (اشد العذاب ص ۱۲ تا ۱۵)

بریلوی صرف خط کشیدہ عبارت جو قضیہ شرطیہ کا کبریٰ ہے ذکر کرتے ہیں اور اس قضیہ کا مقدم اور بقیہ ساری عبارت ذکر نہ کر کے اپنے مجدد کی پیروی کرتے ہیں۔

مگر اہل فہم پر روشن (تحذیر الناس میں ہے "روشن ہوگا") کہ تقدم یا تاخر زمانہ (تحذیر الناس میں "زمانی" ہے) میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔	مع ان لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم

مولانا نانوتوی یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا آخر میں آنا اس لیے باعث فضیلت ہے کہ آپ افضل بھی تھے۔ اگر افضلیت کا اعتقاد نہ ہو تو صرف پہلے یا بعد میں آنا باعث فضیلت نہیں۔ اور یہ بات واضح ہے اس طرح کہ اگر صرف بعد میں آنا باعث فضل ہو تو احمد رضا کے بعد والے بریلوی مولوی اس سے افضل ہوں گے۔ نبی علیہ السلام کا آخری نبی ہونا اس لیے باعث فضیلت ہے کہ آپ آخر بھی ہیں اور افضل بھی ہیں۔ مگر خان صاحب ترجمہ میں یہ کہہ گئے کہ نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں قطعاً" کوئی شرف نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

فائدہ: مولانا نانوتویؒ کی زندگی میں بھی لوگوں نے ان سے ان عبارات کی بابت استفسار کیا مولانا نے واضح الفاظ میں یہ کہا کہ ختم نبوت زمانی ہمارا دین و ایمان ہے ناحق تہمت کا کیا علاج ہے متواترات کی بحث میں ہم نے مولانا کی بعض عبارتیں پیش کی ہیں مزید تفصیل کے لیے مناظرہ عجیبہ' آب حیات' میلہ خدا شناسی' مباحثہ شاہجہانپور' انتصار الاسلام اور قبلہ نما کا مطالعہ بھی کریں۔ ان سب تصریحات کے باوجود مفتی احمد یار خان نے جو لکھا ہے' آپ کے سامنے ہے۔

مولانا نے تو ہندوؤں اور عیسائیوں کے مقابلہ کے وقت بھی نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کو عقلی انداز میں پیش فرمایا ہے بریلویوں میں جرات ہے تو ثابت کریں کہ ان کے فاضل بریلوی نے کبھی اسلام یا عقیدہ ختم نبوت کو غیر مسلموں کے آگے بھی پیش کیا ہے یہ سعادت حضرت نانوتوی اور ان کے پیروکاروں کو نصیب ہوئی واللہ الحمد علی ذلک

فائدہ ثالثہ: حضرت تھانویؒ پر الزام کا جواب

یہ فائدہ دو نکتوں پر مشتمل ہے

پہلا نکتہ: حفظ الایمان کی عبارت کے بیان میں

مفتی احمد یار خان کی عبارت پھر ملاحظہ کریں۔

"... ی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں سے علم کی طرح بتایا" (جاء الحق ص ۷) لعنۃ اللہ علی الکاذبین

جب بریلوی یہ الزام دہرائیں تو ان کے سامنے درج ذیل مطالبات رکھیں۔

۱۔ کیا حفظ الایمان میں واقعی یہ الفاظ موجود ہیں؟

۲۔ کیا حفظ الایمان ی عبارت کا لازماً" یہی مفہوم نکلتا ہے؟

۳۔ یا یہ کلام ... ب یا آگے پیچھے سے مرتبط ہے اور اس کا پس منظر کیا ہے؟

۴۔ یا حضرت تھانوی کی زندگی میں اعتراض ہوا اگر ہوا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

۵۔ اگر حضرت تھانوی نے اس کا جواب دیا تو پھر احمد رضا خان یا اس کی ذریت نے کیا رد عمل ظاہر کیا؟

پہلے بریلوی حضرات ان سب سوالات کے باحوالہ جواب عطا فرمائیں پھر آگے بات چلے۔ یہ طریقہ نہایت خطرناک ہے کہ وہ اعتراض کرتے جائیں اور ہم جواب دیتے رہیں۔ ان کے سامنے یہ سوالات رکھیں تا کہ ان کو بھی اعتراض کرنے کا مزہ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جاء الحق میں ذکر کردہ الفاظ ہرگز حفظ الایمان میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی حفظ الایمان کی عبارت کا ایسا مفہوم کسی طرح بنتا ہے پھر کلام بھی آگے پیچھے سے مرتبط ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی زندگی میں اس کی وضاحت کی ہے بلکہ اپنی عبارت میں عوام کے بچانے کے لیے قدرے تعدیل بھی کر دی یعنی الفاظ بدل دیئے مگر بریلوی حضرات کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے ہم حضرت تھانویؒ کی عبارت کا اپنے انداز میں مطلب بتائیں گے آخر میں حضرت تھانویؒ کا بیان لکھیں گے۔

حضرت تھانویؒ سے کسی نے تین سوال پوچھے ایک سوال یہ تھا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات اس معنیٰ سے عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بالواسطہ اس معنیٰ سے رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے۔ یہ عقیدہ اور استدلال کیسا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا کہ علم غیب شریعت کی اصطلاح میں ذاتی ہی ہوتا ہے' عطائی کو شریعت میں علم غیب نہیں کہا گیا یا یوں کہئے کہ کسی نبی علیہ السلام یا کسی اور مخلوق کے لیے

عالم الغیب کا اطلاق منصوص نہیں ہے۔ اب اگر وجہ جواز اگر ہو گی تو قیاسی ہوگی اور قیاس کے لیے علت تلاش کرنا ہوگی سو دیکھنا یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو عالم الغیب کہنے کی علت کیا ہے اگر یہ علت ہے کہ آپ کو ہر ہر چھپی ہوئی چیز کا علم تفصیلی محیط عطا کر دیا گیا تھا تو یہ بات ناقابل تسلیم ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے (بلکہ خود بریلوی حضرات بھی علم کلی مطلق کے قائل نہیں ہیں۔ خالص الاعتقاد ص ۲۵) اور اگر اس قائل کے نزدیک نبی علیہ السلام کو عالم الغیب کہنے کی یہ علت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بعض علم غیب تھا تو قیاس منطقی یوں ہوگا کہ

نبی کریم ﷺ کو بعض علم غیب عطائی حاصل تھا اور ہر وہ شخص جس کو بعض علم غیب عطائی حاصل ہو وہ عالم الغیب ہے۔

اور نتیجہ یہ نکالے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ حد اوسط چونکہ علت ہوتی ہے نتیجہ کی اور جہاں جہاں پائی جائے اکبر اس کے لیے ثابت ہوتا جائے گا مگر یہاں حد اوسط نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ حد اوسط اس وقت علوم نبوت یا علوم عالیہ نہیں بلکہ بعض چھپی ہوئی باتوں کا جاننا ہے اور یہ حد اوسط ہر انسان میں پائی جاتی ہے ہر انسان کو کچھ ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو دوسرے سے مخفی ہیں تو اس علت کی بنا پر لازم یہ ہے کہ وہ ان سب کو عالم الغیب کہے کیونکہ حد اوسط حذف کرنے کے بعد نتیجہ اس طرح بنتا ہے

ہر انسان کو بعض چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے اور جس کو بعض چھپی باتوں کا علم ہو وہ عالم الغیب ہے لہٰذا ہر انسان عالم الغیب ہے ہر بچے کو بعض چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے اور جس کو بعض چھپی باتوں کا علم ہو وہ عالم الغیب ہے لہٰذا ہر بچہ عالم الغیب ہے۔ بقول خان صاحب بریلوی کے ایک گدھے کو بعض علم غیب تھا اور جس کو بعض علم غیب ہو وہ عالم الغیب ہے۔ لہٰذا وہ گدھا عالم الغیب تھا۔

اب اگر بریلوی حضرات ان سب کو عالم الغیب ہی کہہ دیں تو جس امر میں انسان بلکہ گدھا بھی شریک ہو وہ من جملہ کمالات نبویہ کیسے شمار کیا جائے؟[1] اور نبی کا معنی غیب

---

[1] ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک صاحب اولیائے کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے۔ =

جاننے والا کیوں کرتے ہیں؟ پھر کیا ان کے نزدیک یہ سب نبی ہو گئے۔

اور اگر یہ کہہ دیں کہ؎ اگرچہ بعض علم غیب تو ان سب کو ہے مگر عالم الغیب صرف نبی علیہ السلام ہی کو کہیں گے تو پھر حد اوسط بعض علم غیب نہ رہا حالانکہ اس کو علت بنایا ہے اگر کوئی اور ہے تو بتائیں۔

شاگرد: استاد جی اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو علوم وافرہ عظیمہ عطا فرمائے جو دوسروں کو حاصل نہیں' وہ عالم الغیب ہونے کی علت ہیں تو پھر کیا حکم ہے؟

استاد: حضرت تھانوی کی متنازعہ فیہ عبارت میں تو مطلق بعض غیب کا علم ہی مراد ہے اس میں نبی علیہ السلام کے علوم مخصوصہ مراد نہیں لیکن اگر ان کو عالم الغیب کہنے کی علت قرار دیا جائے تو اس کا جواب بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے فرماتے ہیں مثلاً" اس کو

= حضور نے ایک سیب کٹایا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اور اچھا خوش رنگ سیب ہے' اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ہم ولی ہی نہیں اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال دکھایا؟ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔ پس یہ سمجھ گئے کہ وہ صفت (حاشیہ میں ہے یعنی کشف) جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں (ملفوظات احمد رضا خان بریلوی حصہ چہارم ص ۳۴۲ طبع حامد اینڈ کمپنی لاہور)

زلزلہ کے مصنف اگر ملفوظات کا یہ واقعہ اور اس کے بعد والے چند صفحے مطالعہ کر لیتے تو انہیں زلزلہ لکھنے کی نوبت نہ آتی' انہیں میں الجھ جاتے۔

؎ واضح رہے کہ جب نبی علیہ السلام کو وصف نبوت کی وجہ سے عالم الغیب مانا جائے تو اس سے قضیہ مشروطہ عامہ بنے گا نہ کہ ممکنہ یا مطلقہ عامہ۔ اور مشروطہ عامہ کی صورت میں یہ معنی ہو گا کہ جب سے نبی ہیں عالم الغیب ہیں۔

اصطلاح قرار دیا جائے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جاوے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جاوے تو شرعاً" اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہیے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کا اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔ (بسط البنان ملحق بہ حفظ الایمان ص ۱۰۵ طبع لاہور)

حضرت تھانوی نے خود وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہو کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلا دے گا۔ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں۔ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ (بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۰۳) یہ بھی یاد رہے کہ بریلوی حضرات بھی غیر خدا پر عالم الغیب کا اطلاق حرام کہتے ہیں۔ (زلزلہ ص ۱۹۶)

فائدہ: مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے حضرت تھانوی سے پوچھا کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی نے آپ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ آپ نے حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچے کو اور ہر پاگل کو بلکہ جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے الخ

حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا لکھنا تو درکنار میرے قلب میں کبھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا میری عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتہ "یا اشارۃ" یہ بات کہے میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں" صرف یہی نہیں کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی عبارت کی خود وضاحت کی بلکہ مصلحتاً الفاظ بھی تبدیل کر دیے جس کی تفصیل رسالہ بسط البنان اور تغییر العنوان میں مذکور ہے۔

مگر بریلوی حضرات اس طرح ضد پر قائم ہیں۔ اور حضرت تھانوی کا نام تو برائے نام لیتے ہیں دراصل ان کو اس خبیث مضمون کے دہرانے میں مزہ آتا ہے اگر ان کے دل میں نبی علیہ السلام کی محبت اور عقیدت واقعتاً موجود ہوتی تو حضرت تھانوی کی وضاحت اور بالخصوص عبارت کو بدل دینے کے بعد کبھی اس کا ذکر تک نہ کرتے۔

اگر کوئی شخص نبی علیہ السلام کی تنقیص کرے پھر اپنے جملے کو کتاب سے نکال دے تو کیا تم اس مضمون کو دھراتے رہو گے مگرہاں جس کی نیت میں فتور ہو وہ تو ایسا کرتا رہے گا۔

فائدہ : مفتی احمد یار خان نے حضرت تھانوی پر تو یہ لازم لگا دیا مگر ان کو اپنا علم نہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"سینکڑوں خلاف عادت کام کفار' شیاطین اور خاص کر دجال کے ہاتھ پر صادر ہوں گے۔ اور بڑے بڑے اولیاء اللہ سے صادر نہ ہوئے بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہوا میں اڑنا ولایت ہے تو گدھ اور چیل بڑی ولی ہے۔ اگر پانی میں تیرنا ولایت ہے تو مچھلی اور تنکا سب سے بڑا ولی ہے اگر دل کی بات جاننا ولایت ہے تو شیطان بڑا ولی ہے کہ وسوسہ اور خطرات تک کی خبر رکھتا ہے۔" مواعظ نعیمیہ ص ۲۳۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "ہوا میں اڑنا پانی پر چلنا ولایت نہیں یہ کام مکھی اور مچھلی بھی خوب کرتی ہے" (مواعظ نعیمیہ ص ۹۵)

دیکھیے مفتی صاحب نے شیاطین' مچھلی' مکھی اور تنکا بلکہ دجال کو ان چیزوں میں اولیاء سے بڑا دیا۔ عبارات واضح ہیں۔ قادری صاحب کو چاہئے کہ ایک کتاب مفتی احمد یار خان صاحب کے خلاف بھی لکھیں جنھوں نے ان چند جملوں میں پورے زلزلے کا دیوبندیوں کی طرف سے جواب دے دیا۔ جواب ہی نہیں دیا بریلویت کو ہلا کر رکھ دیا۔ اتنے صریح تعارض کے باوجود قادری صاحب بریلوی مکتب فکر کو کل کا کل برحق ہی مانتے ہیں۔ (دیکھئے زلزلہ ص ۲۰۰ مضمون جواب تبصرہ)

ایک اور انداز سے

کسی شخص کا نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب کہنا یا علم غیب کلی مجہلا کی وجہ سے ہوگا یا بعض مغیبات کے جاننے کی وجہ سے پہلی شق ناقابل قبول ہے اس لیے کہ بریلویوں کے نزدیک بھی آنحضرت ﷺ کو علم غیب کلی حاصل نہ تھا۔ اور اگر بعض مغیبات کے جاننے کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے تو وہ بعض علم غیب لابشرط شے کے درجے میں ہوگا۔ یا بشرط شے کے درجہ میں اگر پہلی وجہ ہے پھر تو ہر انسان پر یہ لفظ بولنا درست ہو اور اگر بشرط شے کا درجہ ہے یعنی اس وجہ سے نبی علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا ہے کہ آپ کو علوم نبوت حاصل تھے۔ اور دوسروں کو نبوت نہ حاصل ہوئی اس وجہ سے اوروں کو عالم الغیب نہ کہا

جائے تو اب یہ اطلاق لغوی نہ رہا شرعی بن گیا اس لیے شریعت سے اس فرق کو پیش کرنا ہو گا۔

حاصل یہ کہ حضرت تھانویؒ نے جس بعض علوم غیبیہ کو مشترک بتایا ہے وہ لا بشرط شے کے درجہ میں ہے اور بریلویوں نے یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر انبیاء کو بعض امور غیبیہ بشرط نبوت میں مشترک بتایا جو سراسر افتراء ہے۔

اسی تقریر سے بشریت انبیاء کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے۔

کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ السلام کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم الخ (براہین ص ۴)

اہل بدعت نے یہ نہ دیکھا کہ حضرت نے قرآن سے استدلال کیا ہے اس کو تسلیم کر لیں بلکہ الٹا اعتراض کر دیا کہ ہامان اور فرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے برابر ہو گئے یہ بات کفر کی ہے۔

خدا جانے ان کو فرعون ہامان کیوں یاد آ گئے کیا اور کوئی انسان نہ رہا اصل بات یہ ہے کہ بشر میں کئی درجات ہیں۔ ۱۔ بشر لا بشرط شے' ۲۔ بشر بشرط نبوت' ۳۔ بشر بشرط عدم نبوت' ۴۔ بشر بشرط کفر وغیرہ وغیرہ ان کو ہم یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

[بشر لا بشرط شے] = [بشریت سے موصوف] اس کے افراد سارے بنی آدم ہیں

[بشر بشرط نبوت = [بشریت + نبوت سے موصوف] اس کے افراد صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور یہ بشر کے اعلیٰ افراد ہیں۔

[بشر بشرط عدم نبوت] = [بشریت سے موصوف نبوت سے نہیں] اس کے افراد انبیاء کے علاوہ دیگر انسان ہیں۔

[بشر بشرط کفر = بشریت + کفر سے موصوف] اس کی افراد تمام کفار ہیں۔ اور یہ بشر کا حقیر ترین درجہ ہے۔

حضرت سہارنپوری نے نفس بشریّت سے بشرلا بشرط شے کا درجہ مراد لیا ہے وہ درجہ نبوت سے بھی خالی ہے اور کفر سے بھی۔ اہل بدعت نے بشر بشرط کفر میں مساوات کا طعنہ دے ڈالا افسوس ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ کافر کی بشریت نفس بشریت نہیں بلکہ بشر + کفر ہے اس کے اندر تو کسی مومن کی مساوات بھی نہیں کیونکہ مومن کی بشریت بشریت + ایمان ہے نفس بشریت کفر و ایمان کی شرط کے بغیر ہے واللہ اعلم۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک ہی کپڑے کے دو ٹکڑے کر کے ایک کو سفید اور دوسرے کو سیاہ کر لیں۔ وہ دونوں کپڑے ایک نوع ہونے کے باوجود رنگ میں الگ الگ ہوں گے۔

شاگرد: استاد جی نفس بشریت میں نہ تو کفر رہا نہ ایمان یہ تو ارتفاع نقیضین یا ارتفاع ضدین ہوا؟

استاد: لا بشرط شے کے درجہ میں ارتفاع نقیضین ہوتا ہے علامہ محب اللہ بہاری لا بشرط شے کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ ففی هذه المرتبة ارتفع النقيضان اس مرتبہ میں ارتفاعِ نقیضین ہو جاتا ہے۔ (سلم العلوم ص ۸۹)

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دوسرے مصرعہ میں بشر کے مرتبہ لا بشرط شے کی وضاحت ہے اور اس مرتبہ میں نہ نوری ہے نا ناری ہے پہلے مصرعہ میں بشر کے دو درجوں (بشر بشرط ایمان اور بشر کفر) کی وضاحت ہے۔ اب نقشہ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

بشر [مرتبہ لا بشرط شئ]

مومن = [بشر + ایمان]

کافر [بشر + کفر]

انبیاء
[بشر + ایمان + نبوت]
اسی مرتبہ کو نور ہدایت سے تعبیر کرتے ہیں

غیر انبیاء
[بشر + ایمان لیکن نبوت کے بغیر]

کسی منکر بشریت سے واسطہ پڑے تو اس سے استفسار کریں کہ آپ کس بشریت کے

منکر ہیں نفس بشریت یعنی مرتبہ لابشرط شے کے یا بشر + رسالت کے منکر ہیں یا بشر + کفر کے منکر ہیں تیسری قسم کو انبیاء کے لیے ماننا ہمارے نزدیک کفر عظیم ہے اور دوسری قسم کا منکر بھی مومن نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ "کہہ دیجئے کہ پاکی ہے میرے رب کی، نہیں ہوں میں مگر بشر بھیجا ہوا"

اور جب بشریت + رسالت کا اقرار کر لیا تو نفس بشریت کا اقرار بھی اس کے ضمن میں آجاتا ہے اور ہماری مراد حاصل ہو جاتی ہے واللہ الموفق والمعین ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بشر کا اطلاق سب سے پہلے حضرت آدمؑ پر ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے فرشتوں کے لیے انی خالق بشرا من طین فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین "میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں تو جب میں اس کو ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا"

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انما انا بشر مثلکم یا ان نحن الا بشر مثلکم کے اندر مخاطب اگرچہ کفار ہیں مگر وصف عنوانی (یعنی کفر) کے بغیر مماثلت ہی مراد ہے۔

اگر پھر بھی یہ اعتراض رکھیں کہ بشر کا لفظ توہین والا لفظ ہے تو ان سے کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام بشر تھے یا نہ تھے خود احمد رضا خان بشر تھا یا نہ تھا۔ کیا یہ سب بشر فرعون وہامان کی مثل تھے یا کوئی فرق تھا اگر کوئی فرق تھا اور اس کے باوجود یہ سب بشر تھے اسی طرح حضرات انبیاء کرام باوجود اپنے کمالات کے بشر تھے واللہ اعلم اگر لفظ بشر کے اطلاق میں توہین ہے تو کیا حضرات صحابہ کرام کی توہین قابل برداشت ہے۔ جب ایک مومن یہ بات کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر تھے تو اس نے بشریت + رسالت کا اقرار کیا ہے بلکہ رسالت پہلے تسلیم کی ہے البتہ اگر کوئی کم بخت یہ لفظ کہے کہ محمد ایک بشر ہی تو تھا۔ تو یہ کلمہ یقیناً کفریہ ہے کیونکہ اس سے رسالت کی نفی ہوتی ہے اعاذنا اللہ من الکفر

دوسرا نکتہ

بعض بریلوی کھلم کھلا یہ الزام لگاتے ہوئے بھی نہیں شرماتے کہ دیوبندیوں کے کلمہ میں معاذ اللہ اشرف علی کو رسول اللہ کہا گیا ہے۔

جب کوئی بریلوی یہ اعتراض کرے تو اس پر درج ذیل سوالات ڈالیے

۱۔ کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حکم دیا تھا؟
۲۔ کیا اس شخص کے علاوہ کسی اور نے ایسا کہا؟
۳۔ کیا تم نے کبھی ہماری زبان سے ایسا سنا جبکہ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے یا اختیار سے ایسا کہے یا اس پر راضی ہو وہ ایمان سے محروم ہے۔ تم اور کیا چاہتے ہو؟
۴۔ کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب کو ظاہر پر محمول کیا یا صحیح تعبیر دی؟
۵۔ اگر واقعتاً کسی سے ایسا واقعہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بمع دلیل قطعی ذکر کریں۔ ہمارے دلائل حضرت امام اہل سنت دامت برکاتہم نے عبارات اکابر میں لکھ دیے ہیں۔
۶۔ وہ شخص اس غلطی پر نادم ہوا یا نہیں؟ اگر نادم ہوا تو حضرت تھانوی کو مزید کیا ضرورت تھی؟
۷۔ کیا خواب میں یا خطا سے ایسا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل قطعی سے اور اگر ہو جائے تو شرعی حکم کیا ہے؟ ذکر کرو

قصہ مختصر یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کے ایک مرید نے خواب دیکھا بجائے محمد رسول اللہ کے اشرف علی رسول اللہ پڑھ دیا۔ خواب میں غلطی کا احساس رہا۔ بیدار ہوا تو نہایت پریشان ہوا پھر غلطی کے تدارک کے لیے درود شریف پڑھنے لگا تو بے اختیار زبان سے درود شریف کے الفاظ غلط نکلنے لگے۔

صاحب واقعہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سارا واقعہ لکھ بھیجا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خاصے مصروف آدمی تھے۔ انہوں نے اس واقعہ میں تین مرکزی چیزیں ملاحظہ کیں ۱۔ خواب' ۲۔ تعبیر' ۳۔ خطا۔ خواب میں انسان مکلف نہیں۔ خطا کا معنی یہ ہے کہ ارادے کے خلاف کام ہو جائے اس وقت بھی انسان مکلف نہیں علاوہ ازیں صاحب واقعہ خود پریشان اور نادم ہے توبہ کر رہا ہے اس کو مزید توبہ کا حکم دینے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ایسے پریشان حال کو حوصلہ دینا چاہئے۔ ارشاد نبوی ہے

من نفس عن مومن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵)

"جس شخص نے کسی مومن سے دنیا کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور فرمائے گا"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے مدینہ کے کنارے میں ایک عورت کو گلے لگایا اور میں اس سے پہنچا سوائے صحبت کرنے کے۔ میں حاضر ہوں میرے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ آدمی چلا گیا پھر کیا ہوا؟

فاتبعه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رجلا فدعاه وتلا علیه هذه الایة واقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذهبن السیئات ذلک ذکری للذاکرین فقال رجل من القوم یا نبی اللّٰه هذا له خاصة فقال بل للناس کافة (مشکاۃ ص ۵۸ مسلم ج ۲ ص ۳۵۸ مظاہر حق ج ۱ ص ۲۰۴)

"نبی علیہ السلام نے اس کے پیچھے ایک آدمی کو بھیج کر بلایا اور اس پر یہ آیت پڑھی (ترجمہ اور قائم کر نماز کو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کی چند ساعات میں تحقیق نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے واسطے نصیحت ماننے والوں کے) قوم سے ایک شخص نے کہا کیا یہ اس کے لیے ہے خاص طور پر؟ فرمایا بلکہ سب لوگوں کے لیے ہے"

بتاؤ نبی علیہ السلام نے سائل کو توبہ کا کیوں نہ فرمایا؟ چونکہ سائل گناہ پر نادم تھا توبہ کر چکا تھا بلکہ حد لگوانے کے لیے بھی آمادہ تھا۔ اس لیے آپ نے اس کو قبولیت توبہ کی خوشخبری دی کسی اور کو اس گناہ کے کرنے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سائل توبہ بھی کر چکا ہے اور بے اختیار بھی ہے۔ تعبیر کی ضرورت تھی وہ آپ نے دے دی کہ سائل کا مرشد متبع سنت ہے اور عین ممکن ہے کہ سائل بھی یہی تعبیر سمجھا ہو پھر جس طرح خواب شیطانی ہو سکتا ہے تعبیر میں بھی اجتہادی غلطی ممکن ہے ہم معصوم تو نہیں مانتے۔

فائدہ رابعہ: حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری پر الزام کا جواب

مفتی احمد یار خان کا الزام پھر ملاحظہ فرمائیں جاء الحق میں لکھتے ہیں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا (جاء الحق ص ۷) لعنۃ اللہ علی الکاذبین

جب کسی بریلوی سے اس موضوع پر بات ہو تو اس کے سامنے مندرجہ ذیل سوال رکھیں۔

۱۔ کیا واقعی براہین قاطعہ میں یہ الفاظ موجود ہیں؟

۲۔ براہین قاطعہ میں متنازع فیہ عبارت کا پس منظر کیا ہے؟

۳۔ کیا وہ کلام تام ہے یا آگے پیچھے سے مرتبط ہے؟

۴۔ کیا اس عبارت کا یہی مطلب نکلتا ہو جو تمہارے مفتی صاحب نے لکھا؟

۵۔ کیا تم نے خود یہ کتاب پڑھی ہے یا سنا سنایا الزام ہے؟

۶۔ کیا یہ اعتراض تمہیں آج نظر آیا یا اس سے پہلے بھی کسی نے کیا ہے؟ اور کیا مصنف کی زندگی میں لوگوں نے یہ اعتراض کیا؟ اگر مصنف کی زندگی میں یہ اعتراض ہوا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

۷۔ اگر حضرت مصنف نے اس الزام کا جواب دیا تو احمد رضا خان اور ان کی جماعت کا کیا رد عمل ہوا؟

۸۔ یہی جرم اگر تمہارے کسی مولوی میں ثابت ہو جائے تو تم اس کو کیا کہو گے؟

۹۔ اگر تمہارے مولوی اپنے کسی آدمی کے اس جرم پر کوئی فتویٰ نہ دیں تو تمہارا ان کے بارے میں کیا رد عمل ہوگا؟

اس تمہیدی گفتگو کے بعد براہین قاطعہ کی عبارت کو سمجھنے کے لیے بطور مقدمہ مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن نشین فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر ہر چیز کا علم محیط ثابت ہے اور یہ علم ذاتی ہے کسی کا عطا کردہ نہیں ہے۔ اور قدیم ہے حادث نہیں ہے جبکہ مخلوق کا علم خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اللہ تعالیٰ کے عطاء کیے بغیر کسی مخلوق کو کسی ذرے تک کا کچھ علم نہیں ہے فرشتوں نے کہا تھا لا علم

لنا الا ما علمتنا

مخلوق کے کسی فرد کے لیے کسی چیز کے علم کا ثبوت اگر نصوص قطعیہ سے ہو جائے اس کو ماننا ضروری ہے اور اگر نصوص قطعیہ سے کسی مخلوق سے کسی علم کی نفی ہو اس کی نفی ضروری ہے اور اگر نصوص اس کے بارے میں ساکت ہیں تو ہم بھی سکوت اختیار کریں گے صرف عقلی احتمالات اور امکان کو سامنے رکھ کر عقیدہ نہ بنائیں گے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

لا ن العلم علمان علم فی الخلق موجود وعلم فی الخلق مفقود فانکار العلم الموجود کفر وادعاء العلم الفقود کفر (عقیدہ طحاوی ص ۱۳' ۱۴ طبع سعودیہ) ---

علم کی آخرت کے فائدہ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں علم نافع' علم غیر نافع آنحضرت ﷺ نے علم غیر نافع سے پناہ مانگی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے زیادہ علم نافع عطا فرمایا ہے۔ شریعت کے اندر جس علم کی مدح وارد ہوتی ہے وہ یہی علم شرعی ر علم نافع ہی ہے دنیا داروں کو اپنے فنون یا پیشوں کے مناسب علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا حاصل ہونا شرعاً" کوئی کمال نہیں ہے مثلاً" کسی کو چینی زبان کے قواعد میں اعلیٰ درجہ کی مہارت ہو۔ چینی زبان کے قدردان اس کو کمال جانیں لیکن شرعاً" اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔

شیطان کا علم' علم نافع ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ سراسر شیطانی اور ضرر رساں ہے۔ نبی ﷺ کے لیے ان کو ثابت کرنا نہایت کمینی حرکت ہے البتہ شیطان کے مکائد سے بچنے کے لیے ان کو بالا جمال جاننا ضروری ہے مگر اس کو علم شیطانی نہ کہیں گے۔ مثلاً" زنا حرام ہے۔ اس کے لیے صرف زنا کی حقیقت کا سمجھنا ضروری ہے۔ ہر اس انسان کو جاننا جس کو شیطان وسوسہ ڈال کر اس حرام کام میں ڈال دے یہ ضروری نہیں ہے اور نہ اس فعل کے وقت کو یا ہر زانی کے زنا کی کیفیت خاصہ کو جاننا ضروری ہے۔ بلکہ اس کی تتبع کرنا بجائے خود نہایت گری ہوئی بات ہے۔

علم کی ایک اور اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ تکوینی' تشریعی

علم تشریعی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مکمل طور پر عطا فرمایا ہے البتہ تکوینی علوم نہ تو باعث فضیلت ہیں اور نہ ہی نبوت کے لیے ان کا ہونا ضروری ہے مثلاً" آج کون کون آدمی مرے گا اس کا تعلق تشریع سے نہیں تکوین سے ہے البتہ اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے طریقے

کا تعلق تشریع سے ہے۔ اللہ تعالیٰ موت کے فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ فلاں کی روح فلاں جگہ فلاں وقت نکال لی جائے موت کے فرشتوں پر قیاس کر کے ان کو انبیاء کے لیے ثابت کرنا ناجائز ہے حکم شرع کو نبی ﷺ کی طرف نسبت کرنا درست ہے شاہ اسماعیل شہید فرماتے ہیں۔

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیے کہ اللہ و رسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول ﷺ کو کیا خبر اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے یا فلانی بات میں اللہ و رسول کا یوں حکم ہے کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول ﷺ کی فرماں برداری کا حکم کر دیا (تقویۃ الایمان ص ۴۰ مطبع علیمی لاہور)

مزید سمجھیں سائنس دان روز بروز نئی نئی ایجادات کر رہے ہیں کیا ان پر قیاس کر کے نبی علیہ السلام کے لیے ان کو ثابت کر دیں گے۔ اور کیا آپ کو ہوائی جہاز یا وائرلیس کا موجد قرار دیں گے معاذ اللہ تعالیٰ۔

سوال: علماء نے بہت سے مسائل شریعت سے نکالے ہیں کیا ان سب کا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی طرف انتساب ہو گا۔

جواب: علماء اسلام کے بہت سے مسائل اجتہادی ہیں جن میں خطا کا احتمال بھی ہے۔ ہم نبی علیہ السلام کی طرف حکم شرعی قطعی کی نسبت کریں گے۔ کسی امام کے مسائل کے جاننے کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف نہیں کی جا سکتی مثلاً" فقہ حنفی کے تمام مسائل یا بخاری شریف کے تراجم ابواب یا غیر مقلدین کی کوئی کتاب اس طرح علماء اسلام نے حدیث کو پرکھنے کے لیے جو اصول و ضوابط لکھے ہیں یا استنباط احکام کے لیے جو فقہاء نے جو قواعد پیش کیے ہیں ان کے جاننے کی نسبت بھی نبی علیہ السلام کی طرف نہیں کر سکتے اس لیے کہ یہ سب مبادیات ہیں۔ جن سے حدیث کی نسبت کو معلوم کیا جاتا ہے کہ آیا واقع نبی کریم ﷺ کی طرف اس کی نسبت درست ہے یا اس حدیث سے استنباط کیسے کیا جائے گا۔ اور نبی علیہ السلام کو ان واسطوں کی کیا ضرورت ہے آپ کا ہر قول فعل حدیث ہے ائمہ جرح و

تعدیل فقہاء و مجتہدین سب آپ کی حدیث کے محتاج ہیں آپ ان کے محتاج نہیں ہیں (کتب اسماء الرجال، کتب اصول حدیث وغیرہ آپ کی احادیث تک پہنچنے کے واسطے ہیں نبی علیہ السلام کو ان کی کیا حاجت ہے اس طرح کتب صرف و نحو اور کتب لغت وغیرہ سے آپ یقیناً مستغنی ہیں الغرض امت کے کسی فرد کا علم شرعی بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ سے حاصل کردہ ہو گا لیکن آپ علم کے حاصل کرنے میں کسی انسان کے محتاج نہیں ہیں۔ لہٰذا امتی کی کتابوں کو دیکھ کر یہ تو نہیں کہا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ضرور ہوگا اور نہ خاص اس واقعہ کا علم ضروری ہے جس کے لیے شرعی مسئلہ پوچھا جائے) اس لیے آپ کی طرف مسائل شرعیہ قطعیہ کی نسبت ہوگی۔ اور فقہاء اسلام کے بیان کردہ مسائل کچھ قطعی ہوتے ہیں کچھ ظنی ان باتوں سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے علم کو شیطان ملک الموت یا کسی سائنس دان کے علم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کے علم کو نبی علیہ السلام کے لیے بغیر کسی دلیل کے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے یہ قیاس مع الجامع نہیں ہے۔

ان تمہیدی امور کے ذہن نشین کرنے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ براہین قاطعہ کیوں تصنیف کی گئی ہے۔ اہل بدعت کے ایک بہت بڑے عالم مولوی عبدالسمیع رامپوری نے فتویٰ میلاد کے رد میں ایک کتاب لکھی جس کے اندر مروجہ بدعات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کتاب کے ہر باب کا نام انہوں نے نور رکھا اور ہر باب کی فصل کا نام لمعۃ رکھا ہے فتاویٰ میلاد کے اندر مولوی عبدالجبار صاحبؒ کا فتویٰ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو ہر جگہ حاضر ناظر جاننا شرک ہے۔ مولف انوار ساطعہ نے نور دوم کا لمعہ رابعہ اس فتویٰ کے رد میں لکھا ہے اور انوار ساطعہ ص ۶، ص ۷ میں لکھا ہے۔

لمعہ رابعہ میں ہے رد عبارت مولوی عبدالجبار اور اثبات ہر جگہ موجود ہونے ملک الموت اور ابلیس اور چاند سورج کا اور نہ مشرک ہونا آدمی کا اس اعتقاد سے کہ حضرت ﷺ کی روح مبارک مولد شریف میں آتی ہے۔ انتھی بلفظہ

صاحب انوار ساطعہ نے ص ۴۹ میں مولوی عبدالجبار کی عبارت نقل کر کے اور اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔ ہم ان سب جوابات کو بالاختصار لکھتے ہیں تا کہ بات کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

جواب ۱۔ پہلا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کرسی، سات آسمان زمینوں پر ہر جگہ حاضر ناظر ہے نبی کریم ﷺ کو مجلس میلاد میں حاضر ماننے والے ہرگز برابری نبی علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں کرتے اس لیے کہ زمین بہ نسبت عرش کرسی وغیرہ نے نہایت چھوٹی ہے پھر اس کے اندر مجالس میلاد کے مقامات نہایت کم ہیں تو ان قلیل مقامات میں حاضر ناظر ماننے سے خدا تعالیٰ کے ساتھ برابری نہیں ہوتی لہٰذا شرک نہ ہوا موصوف لکھتے ہیں

"اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا تو اس درجہ میں ہے کہ عرش کرسی لوح و قلم ساتوں زمین اور جمیع جبال و بحار ویران و عمرانات وغیرہ اور ہر زمان اور ہر آن میں وہ حاضر ہے اور رسول اللہ ﷺ کو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ موقع مولود خوانی میں تشریف لے آتے ہیں تو یہ مواقع بہ نسبت ان تمام ازمنہ اور مقامات مذکورہ بالا کے کس شمار اور کس حصہ میں داخل ہیں کہ ان مواقع میں تشریف لانے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہو گیا؟" (انوار ساطعہ ص ۵۰، ۵۱)

جواب ۲۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ کو دوسرے کے لیے ثابت کرنا اور روئے زمین پر ہر جگہ موجود ہونا خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے پھر لکھتے ہیں کہ

"ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت تو ایک مقرب فرشتہ ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے تو ہر جگہ موجود ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ نہ ہوئی لہٰذا اس کے ثابت کرنے سے شرک کیسے لازم آیا؟"

جواب ۳۔ مشرق سے مغرب تک ہر جگہ ایک سورج اور ایک چاند موجود ہے اس طرح آپ ﷺ کی روح مبارک کے علیین میں ہوتے ہوئے آپ کی نظر مبارک کل زمین پر یا زمین پر چند مقامات پر پڑ جائے تو کیا بعید ہے موصوف نے بعض اولیاء کے واقعات کی طرف بھی اشارہ کیا (دیکھیے ص ۵۲، ۵۳)

حضرت سہارنپوری پہلے جواب کے رد میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی صفت میں "کما" و "کیفا" مساوات شرک ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے ایک ذرہ زیادہ ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ یہ علم ذاتی ہو گا فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی گواہی کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو کافر ہوتا ہے۔ (اس کے حوالہ جات ازالہ الریب ص ۴۴۳ تا ص ۴۴۶ ملاحظہ کریں) صرف ایک مجلس میں بلا دلیل قطعی حاضر ماننے سے کافر لکھا ہے۔

دوسرے اور تیسرے جواب کے رد میں فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ قیاس پر نہیں بلکہ نص قطعی پر مبنی ہے انبیاء اور اولیاء کے لیے علم غیب یا حاضر ناظر کا اعتقاد رکھنا نصوص قطعیہ کے خلاف ہے ملک الموت اور ابلیس پر قیاس بالکل ناجائز ہے جس کی چند وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ قیاس نص قطعی کے خلاف ہے اور قیاس کے جائز ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ نص کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ نبی علیہ السلام کو ان مذکور چیزوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ان کے درمیان میں کوئی علت جامعہ نہیں ہے اس لیے کہ ابلیس کا علم غیر نافع بلکہ علم ضار ہے اور نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علوم نبوت عطا فرمائے ہیں۔ اگر شیطان روئے زمین پر سینما گھروں میں کلبوں میں اور زنا کی محفلوں میں حاضر ہو تو کیا خدا کے نیک بندوں کو ایسی جگہوں میں حاضر مانیں گے؟ کیا نظر کی حفاظت اور غیبت سے بچنے کا حکم گناہ گاروں کے لیے ہے؟ کیا نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں؟

شاگرد: استاد جی اگر کوئی یہ کہے کہ نیک بندے ان جگہوں میں برائی کو روکنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں تو؟

استاد: پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کے یہ نیک بندے شیطان کے مقابلہ سے عاجز آگئے ہیں۔ کیونکہ بندوں کو سمجھانے کے لیے حاضر ہونا وہاں ضروری نہیں اکثر لوگوں کو ان کے گناہ ہونے کا علم پہلے سے ہوتا ہے اور اگر بتانا ہی مقصد ہو تو سامنے آ کر روکیں۔ محض دیکھنے یا موجود ہونے سے تبلیغ نہیں ہوتی لا محالہ ان کا حاضر ہونا قوت سے روکنے کے لیے ہوگا جس میں ان کو ناکام ماننا لازم آئے گا۔

اس طرح ملک الموت پر بھی نبی علیہ السلام کے علم کو قیاس نہیں کر سکتے اس لیے کہ اس کا علم تکوینی ہے اور نبی ﷺ کا علم تشریعی ہے علت جامعہ کوئی نہیں پائی جاتی۔ دیکھیے ملک الموت روح قبض کرتا ہے کیا اس پر قیاس کر کے نبی علیہ السلام کے [illegible] اس کو ثابت

کیا جائے گا؟ شیطان حضرت آدم سے پہلے پیدا کیا گیا اور قیامت کے دن تک زندہ رہے گا کیا اس پر قیاس کر کے نبی علیہ السلام کی وفات کا انکار کرو گے؟

حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب ' ماہتاب کو جس ہیئت پر بنایا کہ انسان کو دور دور تک دکھائی دیتے ہیں اس کا مشاہدہ سے علم ہوا اور ملک الموت کے علم تکوینی ابلیس کے علم شیطانی کا ثبوت نص سے ہوا ان پر قیاس کر کے کسی اور کے لیے ان کو ثابت کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ عقائد قیاسی نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے نصوص قطعیہ سے ثبوت کی ضرورت ہے۔

اور اگر افضلیت کو قیاس کی علت قرار دیا جائے تو ہر مومن شیطان سے افضل ہے مصنف انوار ساطعہ اگر ہمیں ایمان والا نہیں جانتا تو خود تو اپنے آپ کو بڑا کامل ایمان والا مانتا ہے کیا وہ اپنے لیے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کو مانتا ہے اس کے بعد حضرت کی عبارت بقدر ضرورت توضیح کے ساتھ نقل کی جاتی ہے فرماتے ہیں۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت (کے علم غیر نافع یا علم تکوینی) کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم ﷺ کو خلاف نصوص قطعیہ کے (جن پر ایمان واجب ہے) بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا (جس کی وجہ سے نصوص قطعیہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور بغیر عطاء خداوندی کے علم ذاتی غیر اللہ کے لیے ماننا لازم آتا ہے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ (اور مومن کا کام تو نصوص قطعیہ پر ایمان لانا ہے نہ کہ نص کے مقابل عقائد وضع کرنا) شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (علم شیطانی کی یا علم تکوینی کی) نص سے ثابت ہے فخر عالم ﷺ کی (علوم نبوت و رسالت نیز علوم نافعہ میں وسعت تو نص سے ثابت ہے اور ہمارا دین و ایمان ہے لیکن اس شیطانی علم کے جاننے میں یا تکوینی غیر نافع علوم کے اندر) وسعت علمی کی کون سے نص قطعی ہے (جس پر ہم عقیدہ رکھیں اور دیگر نصوص قطعیہ کے خلاف نبی علیہ السلام کے لیے ان چیزوں کو مان لیں) (براہین قاطعہ ص ۵۲)

شاگرد: استاد جی جب ایک چیز مخلوق کے کسی فرد کے لیے ثابت ہے اس کا دوسرے فرد کے لیے ماننا شرک کیسے ہو گیا؟

استاد: نصوص قطعیہ کے خلاف مخلوق کے کسی فرد کے لیے کسی چیز کے علم کو ماننا علم

ذاتی کے ماننے کو مستلزم ہے اور علم ذاتی مخلوق کے کسی بھی فرد کے لیے ماننا فریقین کے ہاں بالاتفاق شرک ہے۔ اور یہ حکم مخلوق کے ہر ہر فرد کے بارے میں ہے مولانا فرماتے ہیں

"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک ہے" (براہین ص ۵۰)

آج علم کے بہت سے وسائل ایسے ایجاد ہو گئے جو کچھ زمانہ پہلے کسی نے نہ دیکھے تھے مثلاً" ٹیلیفون' وائرلیس' کمپیوٹر ویڈیو وغیرہ وغیرہ کیا ان سب کی صلاحیت نیک بندوں میں مانو گے؟ ایک ریڈیو ساری دنیا کے اسٹیشنوں کی آوازیں سنا دیتا ہے کیا بریلوی مسلک کے اولیاء اور علماء ایسا کر سکتے ہیں؟

حدیث شریف میں آتا ہے:۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنه قال یعظم اهل النار فی النار حتی ان بین شمحة اذن احدهم الی عاتقه مسیرة سبعمائة عام وان غلظ جلده سبعون ذراعا وان ضرسه مثل احد (مشکاۃ شریف ج ۳ ص ۱۵۸۴ بحوالہ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶)

"دوزخیوں کے بدن دوزخ میں بڑے ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کی مسافت سات سو برس کی راہ ہوگی اور اس کی جلد کا موٹاپا ستر گز کا ہوگا اور تحقیق اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی"

کیا تم اپنے شیطانی قیاس کے ساتھ احمد رضا خان اور مفتی احمد یار خان کے لیے بھی اتنی جگہ میں حاضر ناظر ہونا مانو گے؟ کیا عشق مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا یہی ہے کہ جس قیاس کو اپنے لیے پسند نہ کرو اس کو نبی ﷺ کے لیے پیش کرو؟

مزید سنئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ونادی اصحاب النار اصحاب الجنة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمهما علی الکافرین (اعراف آیت ۵۰)

"اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو یا اور کچھ ہی دے دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لے بندش کر رکھی ہے۔"

دوزخ اور جنت کی وسعت ہمارے اندازے میں نہیں آسکتی اس آیت میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے ان کے اولین مصداق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بالمقابل کفار مکہ ہیں ان دونوں گروہوں کے مقامات کا فاصلہ خدا ہی جانے کتنا ہوگا کیونکہ صحابہ کرامؓ جنت کے نہایت اونچے درجات میں ہوں گے جبکہ مشرکین مکہ جہنم کے اندر نہایت پستی میں ہوں گے۔ا

لیکن اس کے باوجود کافر مومن کی آواز سن لے گا اور مومن کافر کی کیا اہل نار کی قوت سماعت پر تم اپنے زندہ پیروں مولویوں اور مناظران اسلام کی قوت سماعت کو بھی قیاس کرو گے؟

ایک اور طریق سے

نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقتدا اور پیشوا بنایا ہے آپ کے ارشادات کو جاننا بڑا ثواب ہے۔ قرآن وحدیث میں اس پر بڑی رغبت دلائی گئی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ﷜ نے صرف ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لیے حضرت عبد اللہ بن انیس ﷜ کی طرف ایک مہینہ کی مسافت کا سفر طے کیا۔ (بخاری مع سندی ج ا ص ۲۵) اگر آپ کو ہر ہر بات کا علم ہے تو پھر ہر ہر چیز کا علم علم نبوی ہوگا اور تمہارے نظریے کے مطابق یہ لازم آئے گا کہ تمام فحش پروگرام دیکھنا اور ان کی مکمل کہانی کو جاننا فلمی گانے حفظ کرنا معاذ اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کا اتباع ہے۔ آخر جس بات کو تمہارے بقول نبی علیہ السلام نے بحیثیت نبی جانا ہمیں اس کے جاننے میں کیا قباحت ہے۔ نبی علیہ السلام کو ہم ان خرافات سے پاک مانتے ہیں۔ آپ کے نزدیک احمد رضا خان تو بڑا ولی تھا۔ بتایئے وہ روزانہ کتنی فلمیں دیکھتا ہے؟ حیرت ہے کہ اس طرح نیک بندے تو کوئی فلم

ا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے النار درکات کما ان الجنة درجات (ج ا ص ۸۶۷) دوزخ کے مقامات نیچے سے نیچے ہیں اور جنت کے مقامات اوپر سے اوپر ہیں۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں والدرک کالدرج الا انه یقال باعتبار الھبوط والدرج باعتبار الصعود (روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۷) درک، درج کی طرح ہے مگر یہ لفظ نیچے اترنے کے اعتبار سے کہا جاتا ہے اور درج اوپر چڑھنے کے اعتبار سے"

چھوڑیں نہ اور ہمیں دیکھنے نہ دیں۔ ہمیں نیک بننے سے کیوں روکتے ہیں؟
نیز اس صورت میں کسی سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے کہ کسی کے ستر کا علم شیطانی علم ہے اور تم اس کو نبی علیہ السلام کے لیے مانتے ہو اور اپنے لیے برا جانتے ہو وجہ فرق بیان کرو۔ اس طرح چغلی بھی جائز ہوتی ہے کیونکہ اس کے اندر جو کچھ سنے گا آپ کے بقول نبی علیہ السلام کو اس کا علم ہے لہٰذا وہ علم نبوت سے ہو گا معاذ اللہ تعالیٰ بلکہ دوسرے مسلمانوں کی جاسوسی بھی ناجائز نہیں رہتی۔

شاگرد: استاد جی پھر نبی علیہ السلام کے علم کے بارہ میں کیا نظریہ رکھیں؟

استاد: جس چیز کے علم کا ثبوت نصوص قطعیہ میں ہے اس کو مانا جائے گا اور جس کی نفی ہے اس کی نفی کرنی پڑے گی اور جس کے بارہ میں کوئی نص نہیں ہے اس کے بارہ میں سکوت کرنا ہو گا

غیر مسلم کے سامنے ہم اپنے پیارے رسول ﷺ کا خلق عظیم بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ آپ انتہائی باحیاء تھے کسی کی عیب جوئی کو اچھا نہ جانتے تھے بلکہ اس سے روکتے تھے اور ہمیں بھی ان کی اتباع کا حکم ہے۔ لیکن جن لوگوں کے نزدیک ہر ہر چیز کا علم آپ ﷺ کو حاصل ہے کیا وہ لوگ غیر مسلم کے سامنے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہم جس نبی علیہ السلام کی اتباع کی دعوت دیتے ہیں وہ ہمارے اور آپ کے تمام حالات سے واقف ہے ہمارے ظاہر باطن کے تفصیلی حالات کو نہ صرف جانتے بلکہ دیکھتے ہیں غیر مسلم عورتوں کے سامنے نبی علیہ السلام کے اخلاق کو آپ کی شخصیت کو اس طرح متعارف کرنا کس طرح کے نتائج برآمد کرے گا۔ باری تعالیٰ ہر چیز سے بخوبی آگاہ ہے اس سے ہرگز اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے احکام کی اتباع کا حکم ہے نہ کہ اس جیسا بننے کا جب کہ نبی علیہ السلام ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ آپ کی اقتداء ضروری ہے۔ نیز باری تعالیٰ کا علم محیط ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے اس کو مانے بغیر مومن کیسے ہو گا اس کے انکار سے تو ہم خود ایمان سے محروم رہ جائیں گے۔ لہٰذا قیاس مع الجامع نہیں بلکہ مع الفارق ہے کیا آپ غیر مسلم سائنس دان سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ سائنس کی تمام جدید ترین اور ہونے والی ایجادات کا علم نبی ﷺ کو حاصل تھا اور کیا تم اس کو اسلام کے قریب کر سکو گے بلکہ اس کے اعتراضات میں پھنس جائیں گے کیونکہ اس طرح نبی علیہ السلام کو ایک سائنس دان ماننا لازم آئے گا نہ کہ نبی کما لا یخفی

نکتہ : مولف انوار ساطعہ خود اس کے قائل نہیں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں اور نہ ہی شیطانی علوم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانتے ہیں بلکہ واضح طور پر شیطان اور ملک الموت کو نبی علیہ السلام سے زیادہ جگہ حاظر ناظر مانتے ہیں اور اس کو محفل میلاد والوں کا عقیدہ بتاتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے

"اور تماشہ یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے"

پھر چند سطروں بعد لکھتے ہیں

"اہل حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہر محفل میں روح مبارک آتی ہے ہاں یہ دعویٰ ہے کہ اگر کسی کا اعتقاد ہو وہ مشرک نہیں۔" (انوار ساطعہ ص ۵۳' ۵۴ نیز ملاحظہ فرمائیں ص ۲۰۷' ۲۰۸)

ان عبارات کے ہوتے ہوئے بھی الزام صرف علماء دیوبند پر ہے حالانکہ خود شیطان کی وسعت علمی کو بار بار تسلیم کر لیا ہے ان واضح عبارات کے ہوتے ہوئے بھی مفتی احمد یار خان کی کتنی جرات اور خیانت ہے کہ جاء الحق میں لکھا ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بنایا (جاء الحق ص ۷)

شاگرد : استاد جی مولوی حشمت علی نے کہا ہے کہ انوار ساطعہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ صرف محافل میلاد میں آتے ہیں (علم غیب ص ۷۸)

استاد : صاحب انوار ساطعہ تو اس کے قائل ہی نہیں ہیں اور جو قائل ہیں ان سے روح کے حاضر ہونے کو نقل کرتے ہیں اور یہ بات انہوں نے انوار ساطعہ کے ص ۵ میں ذکر کی ہے لہٰذا یہ توجیہ بالکل مردود ہے البتہ مجیب نے نبی کریم ﷺ کے پاک جسم کو نجس جگہوں میں موجود ماننے کو آپ کی توہین قرار دیا ہے (ص ۷۸) ہم اس کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح آپ کی روح مبارک کے لیے شیطانی یا غیر نافع علوم کو ماننا آپ کی توہین ہے۔

فائدہ خامسہ: شاہ اسماعیل شہید پر اعتراضات کے جوابات

جب کوئی شخص شاہ صاحب پر تنقید کرے تو اس پر مندرجہ ذیل سوالات ڈال دیں۔

۱۔ کیا تم نے اس کتاب کو دیکھا ہے؟

۲۔ کیا عبارت اتنی ہی ہے جتنی تم بیان کر رہے ہو یا آگے پیچھے سے مرتبط ہے؟

۳۔ کیا اس عبارت میں صراحتہً نبی علیہ السلام کا ذکر ہے یا تم خود ہی اس کو نبی علیہ السلام کے لیے متعین کر رہے ہو؟ یعنی متنازع فیہ قضیہ میں موضوع آنحضرت ﷺ کو بنایا گیا ہے یا تم خود بناتے ہو؟

۴۔ کیا اس متنازعہ فیہ عبارت کی نفی سے قرآن کی کسی بات کا انکار تو نہیں ہو رہا؟

تقویۃ الایمان پر ایک نظر

حضرت شاہ اسماعیل شہید کی یہ کتاب عام مل جاتی ہے اس کے اندر شرک اور بدعت کا رد ہے بریلوی حضرات خدا تعالیٰ کی صفات مختصہ کو اس طرح ذکر ہی نہیں کرتے کہ یہ صفات اس کے ساتھ خاص ہیں اور ہم اس کو بحث تصورات میں بیان کر چکے ہیں توحید کا بیان کرنا ان کے نزدیک انبیاء اور اولیاء کی گستاخی کے مترادف ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں خدا تعالیٰ کے مقابل مخلوق کی کمزوری کو ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں انہوں نے جس عبارت میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا ذکر تک بھی نہیں کیا اس عبارت کو بھی یہ لوگ نبی علیہ السلام کے حق میں گستاخی تصور کرتے ہیں۔

ہر صحیح العقیدہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا بھی قائل ہے اور نبی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا بھی۔ جس طرح عیسیٰؑ کی شان میں غلو کر کے عیسائی شرک کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر کہا ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی شخص غلو کرلے تو کیا اس کی تردید کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایسا غالی کافر ہوگا یا نہیں؟ قرآن پاک کے اندر اللہ جل شانہ نے عیسائیوں کی تردید کے لیے ارشاد فرمایا۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وللہ ملک السموات والارض وما بینھما یخلق ما یشاء واللہ علی کل شیء قدیر

بے شک کافر ہوئے وہ جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (سورہ مائدہ ۴۔ ترجمہ احمد رضا خان)

آیت کریمہ کے اند فمن یملک جملہ استفہامیہ ہے کہ اللہ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس کے حاشیہ میں مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا پھر حضرت مسیح کو اللہ بتانا کتنا صریح باطل ہے (۱۶۱)

دوسری جگہ فرمایا:

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقة کانا یاکلان الطعام (مائدہ ۷۵)

مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے (ترجمہ احمد رضا خان)

علامہ جلال الدینؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کانا یاکلان الطعام کغیرھما من الحیوانات ومن کان کذلک لا یکون الھا لترکیبہ وضعفہ وما ینشا منہ من البول والغائط

دونوں کھانا کھاتے تھے دوسرے جانداروں کی طرح اور جو اس طرح ہو وہ الہٰ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مرکب ہے اور ضعیف ہے نیز اس سے جو پیشاب پاخانہ پیدا ہوتا ہے اس لیے بھی وہ الہٰ نہیں ہو سکتا۔

اس کے حاشیہ جمل میں لکھا ہے فما رتبتھما الا کرتبة بشرین احدھما نبی والآخر صحابی فمن این لکم ان تصفوھما بما لا یوصف بہ سائر الانبیاء و خواصھم (تفسیر جمل ج ا ص ۵۱۵ ابو السعود ج ۳ ص ۶۷، ۶۸)

ان دونوں (حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم) کا رتبہ تو دو بشروں کی طرح ہی ہے ایک نبی ہیں اور دوسرے صحابی ہیں لہٰذا تمہارے لیے یہ ہرگز لائق نہیں ہے کہ ان کو کسی ایسی صفت سے موصوف کرو جس کے ساتھ دیگر انبیاء اور ان کے خاص، صحابہ موصوف نہیں ہیں۔

ان عبارتوں سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو بیان کرنا ہو گا تو دوسروں کو نیاز مندی کو ذکر کرنا پڑے گا۔ اور اس میں ان کی کوئی توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہرگز ایسا نہ کرتا۔ تفسیر صاوی نے اور زیادہ واضح کر کے لکھا ہے فرماتے ہیں۔

(قوله صديقة) اى ملازمة للصدق وهذان الوصفان لعيسى و امه مختصان بهما شرفهما الله بهما ثم وصفهما بعد ذلك بوصف البشر الذى لا يميزهم عن الحيوانات الغير العاقلة فضلا عن العاقلة (تفسیر صاوی ج ۱ ص ۲۹۸)

(قولہ صدیقہ) یعنی صدق کو لازم کرنے والی اور یہ دونوں وصف ان کے ساتھ خاص ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ان دونوں کو شرف عطا فرمایا ہے اس (وصف نبوت اور وصف صدیقیت) کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بشر کی اس صفت کے ساتھ موصوف فرمایا جو ذوالعقول سے تو کیا حیوانات غیر عاقلہ سے بھی ممتاز نہیں کرتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الذين تدعون من دون الله لن يخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب

"وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو سوائے خدا کے وہ ایک مکھی کو پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور ہے عابد اور معبود"

معلوم ہوا کہ خدا کی الوہیت کو بیان کرتے ہوئے باقی کائنات کو خدا تعالیٰ کے مقابل عاجز ہی بتانا ہو گا۔ اور جب خدا ہی مختار کل ہوا سوائے اس کے کوئی بھی حاجت روا مشکل کشا فریاد رس نہ رہا۔ بریلویوں نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ خدا کی توحید کو بیان ہی نہ کریں اور اگر کوئی توحید بیان کر کے خدا کے مقابل ساری کائنات حتی کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عاجز بتائے اس کو گستاخ کہہ دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی مصنف نبی علیہ السلام کا اسم گرامی نہ بھی ذکر کرے تب بھی اس کو عبارت کی آپ کی جانب پھیر کر عوام کو بھڑکاتے ہیں ان لوگوں کے نزدیک انبیاء کو خدائی اختیارات میں شریک ماننا ان کی تعظیم ہے مفتی احمد یار خان علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان صاحبوں کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین (جاء الحق ج ۱ ص ۷)

اقول لعنۃ اللہ علی الکاذبین بات صرف اتنی ہے کہ بریلوی توحید برداشت کر ہی نہیں سکتے یہی وجہ ہے کہ جاء الحق میں توحید کا کوئی باب نہیں باندھا گیا جبکہ غیر اللہ کے لیے علم غیب حاضر ناظر وغیرہ کے تمام ابواب موجود ہیں۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جب دیکھا کہ ان کے زمانہ میں بعض لوگوں نے انبیاء اور اولیاء کی شان میں غلو کر کے شرک کرنا شروع کر دیا اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ شرک تو یہ ہے بتوں کے لیے خدائی اختیارات مان لیے جائیں نہ انبیاء یا اولیاء کے لیے۔ ان لوگوں کی اصلاح کے لیے شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان کو لکھا اور اس کے اندر توحید کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام کی عظمت اور اولیاء کی فضیلت بھی ذکر کی ہے اور کہیں کہیں مشرکین کے گستاخانہ کلمات بھی نقل کیے ہیں ہم ان تینوں قسم کی چند عبارتیں یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ "پھر کیا کہیے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے میں اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی نے بیت کہی ہے

بیت دل از مہر محمد ریش دارم
رقابت باخدائے خویش دارم

اور کسی نے یوں کہا

باخدا دیوانہ باش وبا محمد ہوشیار

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے" (تقویۃ الایمان ص ۳۹)

۲۔ "بعض عوام الناس کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء یا امام و شہیدوں کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں اور اس کے ادب سے دم نہیں مارتے اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ کر دیں۔ لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں سو یہ بات غلط ہے" (تقویۃ الایمان ص ۲۰)

تقویۃ الایمان تحریر کرنے کا سبب اسی قسم کے غلط عقائد ہیں ہم پوچھتے ہیں کیا عوام کے یہ نظریات درست ہیں یا غلط ہیں اگر غلط ہیں تو بریلوی حضرات نے ان کا رد کیوں نہ لکھا بلکہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خود لکھتے ہیں۔

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد
محمد جو پکڑیں نہیں چھوٹ سکتا

اور یہ بھی لکھتے ہیں

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

(رسائل نعیمیہ ص ۱۶۴)

مفتی صاحب تم نے یہ تو کہہ دیا کہ خدا کے ساتھ دیوانے ہو جاؤ اگر تمہارے سامنے کوئی دیوانہ بن کر سامنے آئے اور تمہیں گالیاں نکالنی شروع کر دے برداشت کرو گے۔ اگر سچ مچ دیوانہ ہو تب بھی برداشت نہ کرو گے۔ لیکن خدا کے لیے برداشت کرتے ہو بلکہ ترغیب دے رہے ہو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

۳۔ ”کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا پھر لوگوں ہی سے سن کر یقین کرتا ہے اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے ...... تو جب عوام الناس کے کہنے سے آدمی کو بہت باتوں کا یقین آجاتا ہے تو پھر پیغمبروں کی بڑی شان ہے ان کے خبر دینے سے کیونکر یقین نہ آوے“ (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

۴۔ ”لیکن پیغمبروں کی وحی کبھی غلط نہیں پڑتی سو وہ ان کے قابو میں نہیں اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے سو دیتا ہے ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی“ (تقویۃ الایمان ص ۱۵)

۵۔ ”سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزات دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی“ (تقویۃ الایمان ص ۱۶، ۱۷)

۶۔ ”مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو سو اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں“ (ص ۱۷) اشرف المخلوقات محمد ﷺ (ص ۳۹)

۷۔ "اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کی کبھی دعا قبول بھی کر لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی اکثر" (ص ۲۴)

"یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو (یعنی نبی کریم ﷺ کو) دیے ہیں سو بیان کرو وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں" (ص ۴۳)

۸۔ "ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ بڑے لوگ اول حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اس طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں ان معنوں کر ان کو ہمارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضرور یوں ہی جاننا چاہیے" (تقویۃ الایمان ص ۴۷)

"یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر چلایا" (ص ۳)

یہ سب عبارات تقویۃ الایمان میں بلفظہ موجود ہیں۔ کیا ان کے اندر نبی علیہ السلام کی عظمت کا ذکر نہیں ہے؟ بتلایئے ان کے اندر کون سا توہین کا لفظ موجود ہے؟ ہاں یہ درست ہے کہ ان عبارات کے آگے یا پیچھے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا سننا ان لوگوں کو برداشت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک تو الٰہ وہ ہے جو حاجت روا ہو عالم الغیب ہو فریاد رس ہو مختار کل ہو اس مضمون کو ہم نے حصہ تصورات میں مفصل ذکر کر دیا ہے مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔

"وہابیوں نے الٰہ کا مدار دو چیزوں پر سمجھا ہے علم غیب اور مافوق الاسباب حاجات میں تصرف"

پھر اس پر ناقدانہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اللہ برحق کی بڑی پہچان صرف یہ ہے کہ جس کو نبی کی زبان اللہ کہے، وہ اللہ برحق ہے اور جس کی الوہیت کا پیغمبر انکار کریں وہ اللہ باطل ہے تمام کافروں نے سورج چاند ستاروں پتھروں کو اللہ کہا نبی ﷺ نے اس کا انکار کیا...... اللہ کی پہچان اس سے اعلیٰ ناممکن ہے" (علم القرآن ص ۶۲)

مفتی صاحب کی عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اللہ کوئی خاص صفات ہی نہیں رکھتا صرف نبی کا اللہ کہہ دینا دلیل ہے مفتی صاحب کی اس عبارت پر ان شاء اللہ قیاس سفسطی میں قدرے تبصرہ کریں گے یہاں صرف ایک اشکال پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ تمام انبیاء و رسل نے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اللہ کیوں کہہ دیا کیا اللہ تعالیٰ میں کوئی خاص وصف ہے یا یہ انبیاء کا اتفاقی اتحاد ہے بغیر کسی حقیقی سبب کے۔

الغرض جن لوگوں کے نزدیک اللہ کی پہچان یہی ہے جو ذکر ہوئی تو وہ لوگ کس طرح اللہ کی تعریف برداشت کریں گے۔

اب ہم صاحب کی چند متنازع فیہا عبارات کا حل پیش کرتے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

تقویۃ الایمان میں ہے

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" (تقویۃ ص ۱۰)

جب کوئی اس عبارت پر اعتراض کرے اس سے یہ سوالات پوچھو۔ اگر جواب دے تب عبارت کی وضاحت کرو۔

۱۔ کیا یہ عبارت تام ہے؟

۲۔ کیا پہلے علماء نے اس کا صحیح معنی بھی کوئی بیان کیا ہے؟

۳۔ کیا وہ معنی تم کو پسند نہیں ہے؟

۴۔ خدا کی شان کے آگے کا کیا مطلب ہے؟

۵۔ کیا اس عبارت میں نبی علیہ السلام کے نام کی تصریح ہے؟

۶۔ کیا یہ عبارت کفریہ ہے؟ اور اگر کفریہ ہے تو احمد رضا خان صاحب نے شاہ شہید

رحمہ اللہ تعالیٰ پر فتویٰ کفر کیوں نہ لگایا؟

عبارت کی وضاحت

بریلوی نامکمل عبارت پیش کرتے ہیں پوری عبارت یوں ہے۔
"ف: یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقل مندی دی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا تو جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہو گی۔ اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے" (تقویۃ الایمان ص ۱۰)
اس عبارت کے [illegible] خداوند قدوس کے مقابلہ میں ہر مخلوق کے عاجزی کو واضح کرنے کے کوشش کی ہے۔ ہندوستان کے ہندوؤں کے نزدیک بادشاہ کا درجہ نہایت عالیشان تصور کیا جاتا تھا اس کے بالمقابل ہلکی قوموں مثلاً" شودر چمار وغیرہ کا درجہ نہایت گھٹیا جانا جاتا۔ بادشاہ تو بادشاہ کوئی برہمن شودر کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ویسے بھی عام لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ ملک میں سب سے زیادہ بااختیار بادشاہ ہوتا ہے اور سرکاری ملازمین میں سے سب سے کم درجہ چماروں کا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کام چمار کے کرنے کا ہے بادشاہ سے اس کا مطالبہ بے انصافی ہے اس طرح جو درخواست وزیر اعظم یا صدر کے آگے پیش کرنے کے قابل ہو اس کو ایک چمار کے آگے پیش کرنا کہ وہ اس پر اپنے دستخط کر دے اور اس کے دستخط کافی سمجھنا یہ بھی انصاف کی بات نہیں ہے تو بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھنا جس طرح برا کام ہے خدا کے ساتھ غیروں کو شریک کرنا اس سے بھی بڑا بے انصافی کا کام ہے۔

حاصل یہ کہ یہ تشبیہ مرکب ہے مفرد نہیں ہے اس کا دوسرا نام تشبیہ تمثیل ہے اس میں خدا تعالیٰ کو بادشاہ سے اور نبی ﷺ کو معاذ اللہ تعالیٰ چمار سے تشبیہ دینا ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ یہ مقصد ہے کہ جو نسبت چمار کو بادشاہ کے ساتھ ہے مخلوق کے کسی فرد کو خدا تعالیٰ

کے ساتھ ویسی نسبت بھی نہیں ہے (بریلوی اگر اس کو تسلیم نہیں کرتے تو اس کی نقیض کو دلیل سے ثابت کریں) کیونکہ چمار اور بادشاہ دونوں جسم نامی جاندار انسان ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض وجوہ سے چمار بادشاہ سے بڑھ جائے مثلاً" علم، حسن و جمال اور عقل میں ممکن ہے بادشاہ سے زیادہ ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ بادشاہ کافر ہو اور جہنم میں جائے اور چمار کو ایمان کی توفیق نصیب ہو جائے اور جنت کا وارث بنے بتائیے کیا خدا اور مخلوق کے درمیان ایسی نسبت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ اس بات کو سمجھانے کے لیے یہ مثال ذکر کی ہے۔ مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔

"چونکہ مثالوں کا بیان مقتضائے حکمت اور مضمون کو دلنشین کرنے والا ہوتا ہے اور فصحائے عرب کا دستور ہے اس لیے اس پر اعتراض بیجا ہے اور بیان امثلہ حق ہے" (کنز الایمان ص ۹ حاشیہ)

واضح رہے کہ حضرت نے تقویۃ الایمان میں ہرگز نبی علیہ السلام کا ذکر اس مثال میں نہیں کیا بلکہ ہر مخلوق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا کہا ہے مگر بریلوی حضرات کو اس مثال میں نبی علیہ السلام کا اسم گرامی ذکر کیے بغیر خدا جانے چین کیوں نہیں آتا۔

بعض جاہل یہ گمان کرتے ہیں کہ خدا کے نیک بندے خدا تعالیٰ سے زبردستی اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں خواہ خدا تعالیٰ راضی ہو یا نہ ہو۔ اور ایسے غالی کی تردید کے لیے یاد رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا "تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریمؑ اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو"

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تا کہ ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھادیں والا نبی اس لائق کا ہے کو ہے" (موضح القرآن ص ۱۰۲)

تشبیہ مرکب کی مزید وضاحت: ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تشبیہ مرکب میں جزء کی جزء سے تشبیہ مقصود نہیں ہوتی بلکہ صورت کی صورت کے ساتھ ہوتی ہے اس کے دلائل تو کتب علم بیان میں موجود ہیں (انظر عقود الجمان ج ۲ ص ۲۷۔ مختصر المعانی ص ۳۲۲) سردست نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ملاحظہ کریں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا (بخاری ج ۱ ص ۲۲، ۳ مع حاشیہ سندی۔ ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۰۳۸، مسلم ج ۱ ص ۱۳۱، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۹۹، المقاصد الحسنہ ص ۲۳۵، مشکاۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۶، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۴ میں اس مضمون کی روایت حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے منقول ہے اس کا مفہوم مولوی عبدالسمیع رامپوری نے یوں بیان کیا ہے۔

"حدیث میں آیا ہے کہ دین مکہ مدینہ میں سمٹ آوے گا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنی بل میں" (انوار ساطعہ ص ۱۹)

ہمارے نزدیک اس حدیث پاک میں ایمان کی تشبیہ معاذ اللہ سانپ کے ساتھ اور مکہ مدینہ کی تشبیہ اس کی بل کے ساتھ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ تشبیہ تمثیلی ہے مگر تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم یہ اعتراض کرے کہ تمہارے دین کو انوار ساطعہ میں سانپ کی طرح اور اس کے بنیادی مرکزی علاقوں کو سانپ کے بل کی طرح بتایا ہے تو کیا جواب دو گے۔ سانپ سے زیادہ خوفناک زہریلا جانور اور کوئی نہیں ہے جبکہ اسلام سے زیادہ بابرکت پرامن اور عادل کوئی دین نہیں ہے تو تشبیہ کیسی۔ نیز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو ایسی خوفناک جگہ جیسا کیوں بتایا؟ وضاحت تو کریں تمہیں تو چاہیے کہ اس صحیح حدیث کے تمام راویوں پر فتویٰ لگاؤ یا یہ بتلاؤ کہ یہ حدیث' اس کے سارے راوی تمہارے فتویٰ سے کس طرح بچ گئے؟ الغرض تقویۃ الایمان کی عبارت بالکل بے غبار ہے۔

اور اگر بریلوی پھر بھی نہ مانے اس کو بتلائیں کہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی انبیاء علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لاشے کے ہے" (الکلمۃ العلیا ص ۱۳۰)

نیز لکھتے ہیں "ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں' کہاں خالق اور کہاں مخلوق" (الکلمۃ العلیا ص ۳)

مولوی حشمت علی صاحب لکھتے ہیں۔

"علم حضور اکرم ﷺ کو اللہ عزوجل کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک قطرہ کے

کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں کے ساتھ ہے۔" (علم غیب ص ۵۹)

ایک اور بات بھی خیال میں رہے کہ اگر بالفرض اس کو تشبیہ مفرد مان لیا جائے تو بتائیں کیا خدا تعالیٰ کو دنیا کے کسی ذی تاج بادشاہ سے تشبیہ دینا درست ہے جبکہ ان بادشاہوں کی عاقبت عموماً" خراب ہوتی ہے اور ان کی عارضی سے حکومت بالکل ہی ناپائیدار ہے۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ایک معنوی چیز کو حسی چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر مسئلہ سمجھانے کی کوشش کی ہے مشبہ ہے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھنا ہے اور مشبہ خدا تعالیٰ کا حق عبادت کسی غیر کو دے دینا ہے اور ان دونوں کو شاہ صاحب نے ظلم کہا ہے اور شرک کو قرآن پاک نے ظلم عظیم بتایا۔ بریلوی حضرات کے نزدیک صرف آخری حصہ قابل اعتراض ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک شرک اتنا بھی برا نہیں ہے جتنا کہ بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھنا۔

علاوہ ازیں شاہ صاحب نے یہ تو ہرگز نہیں کہا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہر مخلوق چمار سے زیادہ ذلیل ہے بلکہ انہوں نے اللہ کی شان کے آگے کا لفظ استعمال کیا ہے اس کا جو مطلب تم نے لیا ہے وہ تمہارے گندے عقائد کا اثر ہے اس عبارت کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر مخلوق کا کوئی فرد خدا کی شان کا مقابلہ کرنا چاہے یا کوئی شخص اپنے آپ کو خدا یا خدا کا شریک بنے لگے تو اللہ تعالیٰ اس کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون

" اگر (بالفرض یہ حضرات انبیاء) شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے سب اکارت ہو جاتے۔"

نیز فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملک "اگر (بالفرض) آپ بھی شرک کریں تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے"

نیز فرمایا ومن یقل منهم انی اله من دونه فذلک نجزیه جهنم "اور ان میں سے جو شخص (فرضاً") یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو جزائے جہنم دیں گے"

شاگرد: اگر وہ یہ کہیں کہ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ ہر مخلوق خواہ انبیاء ہوں فی نفسہ چمار سے زیادہ معاذ اللہ ذلیل ہیں تو؟

استاد: پھر تو یہ لازم آئے گا کہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی کے نزدیک انبیاء علیہم السلام

کا علم مثل لاشے کے ہے اور اس طرح کا مطلب ان کے شیر بیشہ کی عبارت کا ہو گا ان کی عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں۔ اور اگر وہ اپنی عبارتوں کا یہ مطلب مان بھی لیں تب بھی تقویۃ الایمان کی عبارتوں کا ایسا معنی ہم ہرگز نہیں مانتے۔

تقویۃ الایمان پر دوسرا اعتراض

شاہ صاحب نے کہا ہے کہ رسول ﷺ میرے بھائی ہیں (انوار ساطعہ ص ۴) جب بریلوی اس اعتراض کو دہرائیں تو ان سے کہیں

۱۔ شاہ اسمٰعیل شہید کے باپ کا نام شاہ عبدالغنی تھا' کیا شاہ صاحب نے آپ کو معاذ اللہ تعالیٰ اپنے باپ کا بیٹا کہہ دیا ہے؟

۲۔ کیا نبی ﷺ کو بھائی کہنا آپ کی نبوت و رسالت کا انکار ہے؟

۳۔ کیا نصوص قطعیہ میں کسی نبی کو امت کا بھائی نہیں کہا گیا؟

۴۔ کیا کسی نبی کا کوئی بھائی غیر نبی بھی ہوا ہے؟ اور کیا نبوت ملنے کے بعد دوسرا بھائی بھائی رہا نہ رشتہ بدل گیا۔

الجواب

بھائی کے بہت سے معنی ہیں مثلاً حقیقی نسبی بھائی' علاتی بھائی' اخیافی بھائی' دینی بھائی' قومی بھائی' ملکی بھائی' فنی بھائی' پیر بھائی' استاد بھائی' پھر ایک باپ کی اولاد ہونے کے باوجود ان کا فرق ہو سکتا ہے ایک مسلم ہو دوسرا غیر مسلم ایک نمازی ہو دوسرا بے نماز ایک جاں نثار و محب خدا و رسول ﷺ شریک بدر دوسرا دشمن خدا و رسول کفار کی طرف سے شریک بدر مگر دونوں بھائی کہلائیں گے مثلاً" عتبہ مشہور کافر ہے بدر میں مارا گیا غزوہ بدر میں اس کے دو لڑکے شریک ہوئے ولید بن عتبہ اور ابو حذیفہ بن عتبہ ولید کافروں کے لشکر میں حضرت علیؓ کی تلوار کے ساتھ قتل ہوا اور کفر کی نہایت بری موت مرا دوسرا لڑکا ابو حذیفہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوا اور بدری صحابی ہے۔ دیکھیے (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۵' ج ۲ ص ۲۹۴) لیکن دونوں بھائی ہی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بنی آدم (آدم کے بیٹے) فرمایا ہے اس لحاظ سے انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں لیکن حقیقی بھائی تو نہ ہوں گے مولوی عبدالسمیع صاحب فرماتے
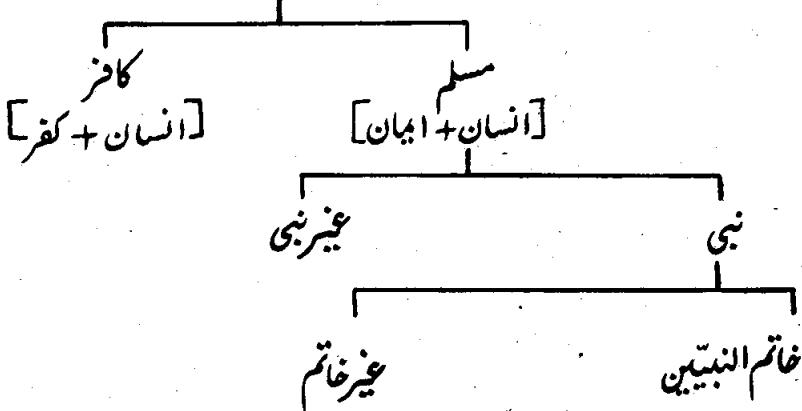
ہیں۔

"واضح ہو کہ بھائی جس قدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں" (انوار ساطعہ ص ۴)

بتایئے مولوی صاحب کیا سارے انسان حضرت آدم کے ترکہ میں برابر کے حصہ دار ہیں؟ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک نبی تھے اور نبی کا ترکہ وراثت نہیں ہوتا۔

الغرض ایک نوع ہونے کی حیثیت سے تمام انسان بھائی ہیں جن کی تقسیم یوں ہے۔

اس تقسیم سے معلوم ہوا کہ

۱۔ [مطلق انسان] = [انسان لابشرط شے] یہ مرتبہ تمام انسانوں میں مشترک ہے۔

۲۔ [مسلم] = [انسان بشرط ایمان] اس مرتبہ میں تمام اہل اسلام بھائی بھائی ہیں قال تعالیٰ انما المومنون اخوۃ

۳۔ [نبی] = [انسان + ایمان + نبوۃ] یعنی انسان بشرط الایمان والنبوۃ اس مرتبہ میں ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

۴۔ [خاتم الانبیاء] = [انسان + ایمان + نبوۃ + ختم نبوۃ]

اس مرتبہ میں آپ تنہا ہیں۔ آپ کا کوئی ثانی نہیں اور نہ ہی اس مرتبہ میں آپ کا

کوئی بھائی ہے لیکن اس مرتبہ کے ملنے کے باوجود آپ انسان کی نوع سے نہیں نکل گئے تھے اور نہ ہی دوسرے انبیاء نبوت کے بعد انسانیت سے نکلے۔ اسی وجہ سے انبیاء کو اللہ تعالیٰ ان کی قوم کا بھائی بتایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے والی ثمودا اخاھم صالحا

والی عاد اخاھم ھودا

چونکہ نبوت کی عظمت ان کی عطا کو گئی اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایک بڑائی حاصل ہو گئی تو شاہ صاحب نے آنحضرت ﷺ کے لیے بڑے بھائی کا جو لفظ بولا ہے اس کا معنی ہے عظیم ترین انسان۔ مگر معترضین کو فقط اپنے نسبی بھائی ہی یاد آتے ہیں۔ شاہ صاحب کی عبارت کا مفہوم یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عظیم ترین انسان سمجھ کر ان کی کامل فرماں برداری کریں[1] ان کو خدا کا شریک نہ سمجھ لیں مگر معترضین کو تو شاید یہ مصرعہ بھی دکھتا ہو۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نیز شاہ صاحب نے یہ عبارت ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھی ہے حدیث کے الفاظ ہیں فقال اصحابہ یا رسول اللّٰہ یسجد لک البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم (بحوالہ مشکوٰۃ۔ تقویۃ الایمان ص ۴۲)
صحابہ نے کہا اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

بریلوی حضرات یہ بتائیں کہ تمہارے فتویٰ کی علت تو حدیث میں بھی موجود ہے تو کیا تمہارا فتویٰ یہاں بھی چلے گا کیونکہ تمہاری دلیل یوں بنتی ہے "اسماعیل دہلوی نے نبی علیہ السلام کو امتی کا بھائی کہہ دیا اور اور ہر وہ شخص جو نبی علیہ السلام کو کسی امتی کا بھائی کہے وہ گستاخ ہے" بتائیے کیا اسماعیل دہلوی کے لفظ کی جگہ اس حدیث کے راوی یا نبی علیہ السلام

---

[1] تذکیر الاخوان میں اس کامل فرماں برداری کی تفسیر موجود ہے۔ لکھتے ہیں
"جو لوگ مومن ہیں وہ اپنی جان سے زیادہ نبی کو دوست رکھتے ہیں اس واسطے کہ نبی اللہ کا نائب ہے۔ اپنی جان اور مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا تصرف چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی درست نہیں (کیونکہ خودکشی ہے) اور نبی حکم کرے تو فرض ہے" (تذکیر الاخوان ص ۱۱۷)

کا ذکر کر سکتے ہیں یا نہیں اور نتیجہ کیا ہوگا؟

ایک اور اعتراض

مفتی احمد یار خان نے شاہ اسماعیل شہید کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کر لے کسی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی" (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی بحوالہ جاء الحق ص ۴۱۸)

جب کوئی بریلوی اس موضوع پر بات کرے تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات کرو۔

۱۔ کیا تم نے تقویۃ الایمان پڑھی ہے؟

۲۔ کیا اس میں یہ خط کشیدہ جملہ اسی طرح موجود ہے؟

۳۔ اگر یہ الفاظ اسی ترتیب سے موجود نہیں تو تم نے یا تمہارے بڑوں نے یہ رد وبدل کیوں کیا ہے؟

۴۔ تقویۃ الایمان کے الفاظ اگر اس معنی میں نص نہ ہوئے اور وہاں دوسرا احتمال بھی ہو تو کیا تم غلط معنی پر ہی اصرار کرو گے یا اپنے اکابر کی غلطی یا مغالطہ کو تسلیم کرو گے؟

۵۔ اگر صحیح معنی سامنے آجانے کے بعد بھی شاہ صاحب پر تنقید ہو تو اس کا معنی کیا یہ نہ ہوگا کہ شاہ صاحب کا نام لے کر تم لوگ خدا تعالیٰ کی توہین کرنا چاہتے ہو تاکہ تمہاری جان بھی بچی رہے اور توہین بھی ہوتی رہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ؟

۶۔ کیا شاہ صاحب کی عبارت اتنی ہی ہے یا آگے پیچھے سے مرتبط ہے؟

اس عبارت کی حقیقت

اس کو صحیح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مولانا شہید رحمہ اللہ کی مکمل عبارت پیش کریں۔ مولانا فرماتے ہیں:

"قال اللہ تعالیٰ: وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ترجمہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انعام میں کہ اسی پاس کنجیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی

ف: یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو کان سننے کو ناک سونگھنے کو زبان چکھنے کو ہاتھ

ٹٹولنے کو عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے جب کچھ دیکھنے کو جی چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا سو گویا ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اس کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے اس طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کر لینا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے (بندوں کے اختیار میں ہرگز نہیں ہے بلکہ) یہ (غیب کا دریافت کرا دینا) اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات دریافت کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ (اللہ تعالیٰ کے) اپنے ارادہ کے موافق نہ ان (بندوں) کی خواہش پر چنانچہ حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا اس کا اتفاق ہوا ہے کہ بعضی بات کے دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتا دی چنانچہ حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا پھر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی اور بہت فکر و غم میں رہے پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو بتا دیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہؓ پاک ہیں سو یقین رکھنا چاہیے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات دریافت کر لوں اور آئندہ باتوں کا معلوم کرنا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے اور جو کوئی کسی نبی ولی کو یا جن و فرشتہ کو امام زادے کو پیر و شہید کو یا نجومی و رمال یا جفار کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن شگونی کو یا بھوت و پری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو مشرک ہو جاتا ہے اور اس آیت سے منکر اور یہ جو وسواس آتا ہے کہ بعضے وقت کوئی نجومی و رمال یا برہمن یا شگونی کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اسی طرح ہو

جاتا ہے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے اختیار میں نہیں ان کی اٹکل کبھی درست ہوتی ہے کبھی غلط اور یہی حال ہے استخارہ اور کشف کا اور قرآن مجید کی فال کا لیکن پیغمبروں کی وحی کبھی غلط نہیں پڑتی سو وہ ان کے قابو میں نہیں اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے سو دیتا ہے ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی قال اللہ تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون

ترجمہ کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ نمل میں کہ کہو نہیں جانتے جو لوگ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اٹھائے جاویں گے۔

ف : یعنی اللہ صاحب نے پیغمبر ﷺ کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ اور ہم سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آوے گی اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آوے گی۔ سو ہر چیز کا معلوم کر لینا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے" (تقویۃ الایمان ص ۱۴' ۱۵) (اور یہ سب اس آیت سے معلوم ہوا ہے)

قارئین کرام صرف خط کشیدہ عبارات سے بات مکمل نہیں ہوتی آپ نے دیکھا ہے کہ کلام آگے پیچھے سے مرتبط ہیں اور بشرط انصاف عبارت کا وہی مفہوم ہے جو ہم نے بین القوسین کلمات توضیحیہ کو بڑھا کر کیا ہے البتہ اس مقام پر دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

ا۔ عبارت کا حذف کرنا۔ جب اس پر دلیل موجود ہو قرینہ سے حذف شدہ کا علم ہو سکے یہ بالکل جائز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے الا للہ الدین الخالص والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (سورہ زمر آیت ۳) اس کے اندر ما نعبد سے قبل قالوا محذوف ہے (دیکھیے تفسیر الجلالین) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنا لیے کہتے ہیں کہ ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔

خط کشیدہ عبارت "قالوا" محذوف کا ترجمہ ہے۔ اور اگر اس کو محذوف نہ مانا جائے تو

عبادت کی نسبت معاذ اللہ تعالیٰ' اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے گی اور ھم ضمیر کا مرجع الذین اسم موصول ہوگا اور اس معنی کی خرابی کسی ذی فہم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

لہٰذا معنی کی تصحیح کے لیے ہم نے وہ لفظ محذوف مانا ہے جس پر سیاق و سباق شاہد ہے کما لا یخفی

۲۔ شاہ صاحب کے کلمات "یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے" میں لفظ یہ اسم اشارہ اس کا مشار الیہ بظاہر "غیب کا دریافت کرنا" ہے اور یہ درست نہیں بلکہ اس کا مشار الیہ غیب کا دریافت کرانا اور اس کی اطلاع دے دینا ہے کیونکہ شاہ صاحب چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں "اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں "مگر اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا"

ان واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہنا کہ شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کے علم کو اختیاری یا حادث مانتے ہیں سراسر الزام ہے اور جب کسی کے کلام میں اچھا پہلو نکل سکتا ہو برے پہلو کو لے کر فتویٰ لگانا کوئی دین کی خدمت تو نہیں ہے۔

البتہ یہ اشکال کہ خلاف ظاہر مشار الیہ یا مرجع متعین کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مرجع کبھی مذکور ہوتا ہے دلالت مطابقی سے سمجھ آتا ہے جیسے ونادی نوح ابنہ اور کبھی دلالت تضمنی سے سمجھ آتا ہے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (اس کے اندر ھو کا مرجع عدل ہے جس پر اعدلوا دلالت تضمنی سے دلالت کرتا ہے۔

کیونکہ [اعدلوا] = [عدل + امر + انتم]

اور کبھی دلالت التزامی سے معلوم ہوتا ہے جیسے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے اندر ضمیر انزلناہ کا مرجع القرآن ہے جو انزال سے التزاماً مفہوم ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں الاتقان ج ۱ ص ۲۴۴' مباحث فی علوم القرآن لمناع قطان ص ۱۹۸' البرہان للزرکشی ج ۴ ص ۲۶)

چونکہ بندے کا علم عطائی ہے اس لیے جب اس کی طرف غیب کے دریافت کرنے کی نفیاً یا اثباتاً ہو گی تو انسان کا ذہن دریافت کرانے والے کی طرف منتقل ہو گا جس کا علم ذاتی ہے جیسے خلق الانسان سے خالق کی طرف ذہن متوجہ ہوتا ہے۔ ان مذکورہ باتوں کو

سمجھنے کے بعد بشرط انصاف شاہ صاحب کی عبارت کا مفہوم وہی ماننا پڑے گا جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ معنی بالکل حق ہے اس کی کچھ تائید فرق مخالف بھی کرتا ہے مفتی نعیم الدین اسی آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تو جسے وہ چاہے وہی غیب پر مطلع ہو سکتا ہے بغیر اس کے بتائے کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ (ص ۱۹۵) یہ واضح رہے کہ بندے کی طرف غیب جاننے کی نسبت نہ ہو گی بلکہ غیب کی خبر جاننے کی ہو گی۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے اس ساری عبارت کی جگہ خود یہ جملہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کر لے (جاء الحق ص ۴۱۸) جب عبارت ہی بدل گئی تو اصل مفہوم کون سمجھے گا۔ اس میں شاہ صاحب کا کیا قصور ہے۔ کفریہ جملہ بنائیں تو احمد یار خان گجراتی اور اس کی وجہ سے کافر کوئی اور ہو جائے نہیں بلکہ اگر کافر ہو گا تو عبارت وضع کرنے والا ہو گا۔

ایک اور اعتراض

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں: نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے (صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی۔ جاء الحق ص ۴۲۰)

اکثر جاہل تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک نماز کے اندر نبی علیہ السلام کا خیال آجانا گدھے کے خیال آجانے سے بہتر ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ سبحانک ھذا بھتان عظیم ○

جب اس مسئلہ پر گفتگو ہو تو مندرجہ ذیل سوالات کریں۔

۱۔ کیا آپ نے صراط مستقیم کو پڑھا ہے؟

۲۔ کیا وہ ساری کتاب آپ کو سمجھ آتی ہے؟

۳۔ کیا یہ کتاب شاہ اسماعیل شہید کی تصنیف ہے؟

۴۔ کیا اس کے اندر یہ مضمون صراحتہً موجود ہے؟

۵۔ صرف ہمت اور خیال آنے میں کیا فرق ہے؟
۶۔ نبی علیہ السلام یا فرشتوں کا خود بخود خیال آنا صراط مستقیم کی رو سے کیسا ہے؟
۷۔ نماز کا اصل مقصد کیا ہے؟
۸۔ جو چیزیں نماز میں خلل انداز ہیں ان کا کیا حکم ہے؟
۹۔ نبی علیہ السلام کی نماز کے بارے میں بنیادی تعلیم کیا تھی؟
۱۰۔ اگر ایسی کوئی عبارت نماز کے بارہ میں تمہاری مل جائے تو کیا حکم ہوگا؟
۱۱۔ اپنے پیر جی کو اپنے سامنے کر کے نماز میں بٹھانا اس طرح کہ اس کا چہرہ تمہاری طرف ہو یہ زیادہ بہتر ہے یا کسی جانور کو بطور سترہ بیٹھا دینا؟
۱۲۔ صراط مستقیم کی یہ عبارت کفریہ ہے یا نہیں اگر ہے تو پھر شاہ شہید کو جو کافر نہ کہے وہ کیسا ہے اور اگر یہ عبارت کفریہ نہیں تو جھگڑا کس چیز میں ہے؟
۱۳۔ شاہ شہید کی عبارتوں کو کفریہ کہہ کر پھر فتویٰ کفر نہ دینے والا یا فتویٰ کفر سے رجوع کرنے والا کیسا ہے؟

اس تمہید کے بعد اگلی بات سنئے۔

بسا اوقات انسان بظاہر برا کام کرتا ہے مگر عبادت اس سے فاسد نہیں ہوتی اس کے برعکس کبھی اچھا کام خلل واقع کر ڈالتا ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

دس درہم کی مقدار چوری ثابت ہونے پر قطع ید کی سزا ہے جبکہ لاکھوں روپے سود کھانے پر کوئی حد مقرر نہیں۔ کسی نے کہاء الہ مع اللہ اس کے جواب میں نمازی نے نماز کے اندر ہی لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (نور الایضاح ص ۸۱) اس کے برعکس کسی نا محرم کے گانے کی کان آواز میں پڑ گئی اور آدمی نے اس کو سمجھ بھی لیا یا اس کی طرف توجہ کرلی تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

دیوار میں کوئی اشعار لکھے ان پر نظر پڑ گئی تو نماز فاسد نہیں۔ ہاتھ میں قرآن پاک پکڑ کر کھول کر پڑھنے لگا تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ ایک آدمی نے روزہ کی حالت میں تمور مدینہ اور آب زمزم تناول کیا دوسرے نے روزہ کی حالت میں رشوت وصول کی یا شراب خرید لی اور اس کو بار بار سونگھنے لگا۔ پہلے کا روزہ فاسد ہوگا تو دوسرے کا نہیں۔

ایک آدمی نے روزہ کی حالت میں غیر محرم سے سوائے دخول وانزال مباشرت کی

دوسری نے اپنی بیوی سے روزہ کی حالت میں ہم بستری کر لی۔ پہلے کا روزہ فاسد نہیں دوسرے کا فاسد ہو گا۔

نماز کے اندر سترہ بے جان چیز کو بتایا جاتا ہے یا کسی جانور کو بٹھایا جاتا ہی نہ کہ کسی پیر صاحب کا اپنی طرف منہ کر کے کرسی پر بٹھائیں کیا اس جگہ بے جان چیز پیر صاحب سے افضل قرار پائی؟ اگر مسجد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام میں نماز پڑھنے کے لیے اس کو ایسی جگہ مل گئی جو روضہ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے شمال میں ہے تو اگر کسی انسان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کو سجدہ کر لے تو کیا وہ آدمی اس جگہ نماز ادا کرے یا وہاں سے ہٹ کر کسی دیوار یا ستون کی اوٹ میں نماز ادا کرے ہمارے نزدیک تو بہتر یہی ہے کہ ایسے وسوسے کے وقت وہاں سے ہٹ کر کسی دیوار یا ستون کے پاس یا عام لوگوں کے پیچھے نماز ادا کرے کیونکہ روضہ مقدسہ کے شمال میں اس کے دل میں جو سجدہ کا وسوسہ پیدا ہوا ہے وہ خطرناک ہے دوسری جگہ یہ وسوسہ پیدا نہ ہو گا اور اگر پیدا ہو بھی جائے تو چونکہ اس کی تعظیم انسان کے دل میں نہیں ہے اس لیے وہ فورا" رفع ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر نمازی کے سامنے دیوار پر پودے یا پھول بوٹے بنے ہوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے سامنے کسی انسان کی تصویر ہو اور اگر کسی پیر کی یا دینی استاد کی تصویر ہو تو اور برا ہے کیونکہ تعظیم کے وقت عبادت کا وسوسہ آ سکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ صراط مستقیم کے اندر خیال آنے کی بحث نہیں ہے بلکہ عمدا" پختہ خیال لانے اور جمانے کی بحث ہے اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اگر کوئی شخص نماز کے اندر عمدا" بیل یا گدھے کا خیال جماتا ہے تو اس کا نفس ہی اس کو ملامت کرنے لگے گا اور نماز کے اندر یہ خیال جمنے نہ دے گا۔ اس کے برخلاف کسی نیک ہستی کا خیال نماز میں جمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان بوجھ کر توجہ ہٹائے تو ہو سکتا ہے کہ نماز کے اصل مقصد یعنی ان تعبد اللہ کانک تراہ سے اس کی توجہ ہٹ جائے اس باریک نکتے کی وجہ سے ایسی صرف ہمت کو زیادہ برا کہا ہے۔ ہاں جس کو مرغ پلاؤ اور گیارہویں کے حلوے کے خیال میں مزا آنے لگے اور توجہ ادھر سے نہ ہٹے' وہ ہمارے مخاطب نہیں ہیں۔ ہم تو ان لوگوں سے مخاطب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے بہت محبت ہے ان کو یہ سمجھانا مقصد

ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہونی چاہیے جس کا مظہر نماز ہے نماز کی اصل روح اخلاص و احسان ہے اس کے اندر کمی نہیں ہونی چاہیے۔

اگر اس پر بھی یہ نہ مانیں تو ان سے کہیں کہ تم لوگ نماز کے اندر اپنی سامنے بے جان چیز محراب یا سترہ یا دیوار کیوں کرتے ہو اپنے پیر کو کرسی پر بٹھالیا کرو۔ اس کی تصویر قبلہ میں کیوں نہیں لگا لیتے احمد رضا خان کا فتویٰ بھی اس کو دکھائیں اور اس کی وضاحت طلب کریں۔

نماز میں اگر عورت کی شرم گاہ پر نظر پڑھ جائے جب بھی نماز اور وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جبکہ فرج داخل میں نظر شہوت پڑتی ہو مگر وضوء نماز جب بھی باطل نہیں (العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ا ص ۷۴' ۷۵)

ایک شبہ کا ازالہ

بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ چونکہ نبی علیہ السلام نے ہمیں دین پہنچایا ہے آپ ہمارے اور خدا کے درمیان واسطہ ہیں اس لیے آپ کا تصور کرنا۔ آپ کو پکارنا یا اللہ یا رسول کہنا اللہ نبی وارث کہنا جو اللہ رسول چاہے کہنا بالکل جائز ہے ویسے بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے ورفعنا لک ذکرک اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند فرمایا ہے مگر فرق مراتب کے ساتھ لا الہ الا اللہ میں صرف اللہ کا ذکر کرنا ہو گا اس کے ساتھ ومحمد نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ محمد رسول اللہ کہا جائے گا۔ یہ نہیں کہ اللہ کو خالق کہا تو نبی علیہ السلام کو بھی خالق کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو الہ مانا تو نبی علیہ السلام کو بھی الہ کہہ دیا جائے ہرگز نہیں۔ تو جب اللہ فرمائیں وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا" تو ہم یا اللہ مدد کے ساتھ کسی کو کیوں پکارنا جائز مان لیں کیا یہ تحریف فی الدین نہیں ہے ؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ' ونحن الوارثون غیر کے لیے کس دلیل سے ان کو ثابت کریں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ درس اور مدرس نیز تعلیم اور معلم کا فرق نہیں کر رہے۔ حساب کے استاد کی خوشی اس چیز میں ہے کہ سوال کا جواب درست دیا جائے ۲ + ۲ کے جواب میں ۴ کہا جائے تو استاد خوش ہو گا۔ ۲ - ۳ کے جواب میں "ایک کہا جائے تو استاد

خوش ہو گا اور جب استاد کا نام پوچھا جائے تو نام بتانا ہو گا۔ اگر ۲ + ۲ کے جواب میں استاد کا نام ہی بتایا جائے اس طرح ۲ ۔ ۳ کے جواب میں استاد ہی کو یاد کیا جائے تو استاد ہرگز راضی نہ ہو گا اور نہ ہی اس کی تعلیم کا یہ منشاء ہے۔

تاریخ کا استاد تب خوش ہو گا جب پاکستان کا بانی محمد علی جناح کو بتایا جائے اور اگر جواب میں استاد ہی کا نام ذکر کریں تو نہ نمبر ملیں گے اور نہ ہی استاد راضی ہو گا اس طرح نبی کریم ﷺ نے ہمیں جس طرح مقام الوہیت اور مقام رسالت سمجھایا ہے اس طرح سمجھنے میں آپ کی خوشی ہے۔

قرآن نے نماز کو صرف اللہ ہی کے لیے بتایا ہے ارشاد ہے قل ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین "کہہ دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا"

نیز فرمایا واعبد وا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا "اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو"

نیز فرمایا فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا" ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا" ○ "تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو اچھے عمل کرتا رہے اور اپنی رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"

اس موضوع پر آیات واحادیث بہت زیادہ ہیں بتلایئے کیا یہ درس نبوی نہیں ہے؟ کیا قرآن پاک کی ہمیں نبی علیہ السلام نے تعلیم نہیں دی؟ کیا اس تعلیم کے اندر نماز کو خدا کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا؟ نماز میں قصدا" تعظیم کرتے ہوئے نبی علیہ السلام ہی کا تصور قائم کرنا کیا یہ روح نماز کے خلاف نہیں ہے اور کیا اس کی مثال ایسے نہیں ہے جیسے ۴ + ۵ کا جواب احمد رضا ہو۔ تمہارے اس کام سے نبی علیہ السلام کی خوشنودی کیسے حاصل ہو سکتی ہے جبکہ یہ چیز آپ کے درس کے خلاف ہے۔

لطیفہ : ایک آدمی جلد سازی کرتا تھا مگر تصحیح کرنے کا شوقین تھا ایک شخص نے اسے ایک عدد قرآن پاک کا نسخہ دیا اور کہا یہ کلام خداوندی ہے اس کے اندر کوئی تبدیلی نہ کرنا۔ یہ بالکل حق ہے اس نے وعدہ کر لیا جب جلد لینے آیا تو پوچھا تو نے ردو بدل تو نہیں کیا اس نے جواب دیا بالکل نہیں صرف اتنی بات ہے کہ میں نے دیکھا اس کے اندر کسی جگہ شیطان

کا لفظ ہے کہیں فرعون کا کہیں ہامان کا بھلا کلام خداوندی کے یہ کہاں لائق ہیں میں نے ان لفظوں کو کاٹ کر کسی جگہ اپنا نام لکھ دیا کسی جگہ اپنے باپ کا کسی جگہ تیرا نام کسی جگہ تیرے باپ کا۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے بغیر دلیل کے اثبات کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ثابت ایسی چیزیں کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

انبیاء و اولیاء کے لیے حاجت روا مشکل کشا حاضر ناظر اور عالم الغیب کا عقیدہ رکھنا گویا ان کو نبی ولی نہ ماننے کے مترادف ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔ آپ امت کے لیے صبر شکر اور حیاء میں کامل نمونہ تھے۔ حاجت روا مشکل کشا اور فریاد رس بھلا صابر و شاکر ہو تو کیوں کر۔ اللہ تعالیٰ کا صبور و شکور ہونا اور معنی میں ہے پھر اگر نبی کے لیے ہر ہر چیز کا دیکھنا اور جاننا مانا جائے اور اولیاء کے لیے بھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اولیاء سارے جہاں کی فلمیں اور ڈانس معاذ اللہ دیکھتے ہیں ہم بستری کے وقت معاذ اللہ حاضر ہیں تو یہ غض بصر کا حکم مسلمان کی جاسوسی نہ کرنے کا حکم کیا ہم گنہ گاروں کے لیے ہی ہے کیا اس چیز میں انبیاء کے اندر کوئی اسوہ حسنہ نہیں ہے۔ کیوں نہیں' حضرت عائشہ تو یہ فرماتی ہیں مارایت منه ولا رای منی (بحوالہ المرقاۃ ج ۶ ص ۲۰۳) نبی کریم ﷺ تو کنواری لڑکی سے زیادہ باحیا تھے (بخاری ج ۲ ص ۵۱۸ تحقیق فواد عبد الباقی۔ مسلم ج ۲ ص ۲۵۵) مگر مولوی عمر اچھروی تو لکھتے ہیں ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں (مقیاس حنفیت ص ۲۸۲)

احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں "سیدی احمد بجلماسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز دباغؒ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیے عرض کیا حضور اس وقت وہ سوتی تھی فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال دی تھی عرض کیا کہ حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا (اس کے بعد احمد رضا صاحب فرماتے ہیں) تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے" (ملفوظات ص ۱۶۹)

یہ نظریات ہیں ان لوگوں کے اہل اللہ کے بارے میں جس چیز کی حرمت ضروریات دین میں سے ہے یعنی کسی عاقل بالغ انسان کے سامنے جماع کرنا قطعاً حرام ہے مگر ان لوگوں

کے ہاں یہ نبوت و ولایت ہے اگر یہی نبوت ہے تو پردہ کیسا؟ نبی علیہ السلام تو اسوہ حسنہ ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت عائشہ کا قول ما رایت منه ولا رای منی صادق ہو گا یا ان کے یہ ملفوظات عقیدہ کس بات پر رکھا جائے۔ حضرت عائشہ تو یہ فرمائیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے میرا ستر نہیں دیکھا اور میں نے آپ کا نہیں دیکھا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں کا کچھ پوشیدہ ہی نہیں۔ حضرت عائشہ ولیہ تھیں۔ تمہارا ولیہ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ وہ ایسے مقام پر حاضر ناظر ہوتی ہے یا یہ منصب صرف ولی کا ہے؟

یہ بھی بتایا جائے کہ جس طرح اولیاء مریدوں کو اس حالت میں دیکھ سکتے ہیں کیا ان اولیاء کے پیر بھی ان کو اس حال میں دیکھتے ہیں۔ پھر تو یہ اولیاء نہ رہیں گے بلکہ بے حیاؤں کا گروہ ہوگا۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا ۝

حدیث اور فقہ کی کتابوں میں واضح طور پر تستر عندالجماع کے موکد احکامات موجود ہیں مگر خدا جانے اولیاء کو کسی وقت اس حکم سے نجات مل جاتی ہے۔

شاگرد: شاید ان کے نزدیک اولیاء مکلف نہ ہوں۔

استاد: اول تو ہم شریعہ اسلامیہ کے پابند ہیں احمد رضا کے دین و مذہب کے نہیں دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو احمد رضا خان صاحب نے بالقطع والیقین کافر مطلق لکھا ہے ان میں ایک وہ جھوٹا صوفی ذکر کیا ہے جو یہ کہے کہ جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں (اعلام الاعلام ص ۱۷)

جس طرح انہوں نے اولیاء کو اس نازک موقعہ پر حاظر ناظر مانا ہے تو ان کے نزدیک اولیاء میں اور شیاطین میں صرف ایک فرق باقی رہ گیا ہے اور عین ممکن ہے وہ بھی کسی کے نزدیک نہ ہو۔ اس فرق کی طرف اشارہ نیل الاوطار کی مندرجہ ذیل روایت میں موجود ہے مزید وضاحت ہم نہیں کر سکتے۔ روایت یہ ہے۔ عن مجاهد ان الذی یجامع ولا یسمی یلتف الشیطان علی احلیله فیجامع معه (نیل الاوطار باب التسمیة والتستر عند الجماع (ج ٦ ص ١٩٥)

یہ بھی واضح رہے کہ صراط مستقیم شاہ شہید کی تصنیف نہیں جیسا کہ مفتی احمد یار خان نے کہہ دیا بلکہ وہ سید احمد بریلویؒ کے ملفوظات ہیں جن کو شاہ صاحب اور مولانا عبدالحی نے

جمع کیا ہے اور جس حصہ پر یہ اعتراض ہے وہ مولانا عبدالحی کا جمع کردہ ہے مگر بریلوی حضرات سید احمد شہید پر فتویٰ نہیں لگاتے جبکہ حضرت تھانوی یا کسی اور بزرگ کے ملفوظات مل جائیں تو اس بزرگ کو برا کہتے ہیں جامع کو نہیں سید احمد بریلوی کو برا نہ کہنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان کے نزدیک پکے مسلمان تھے بلکہ یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان کے ساتھ بریلوی لگا ہوا ہے چونکہ مفتی صاحب یعنی احمد رضا صاحب کے ساتھ بریلوی لگا ہوا ہے اس لیے سید احمد بریلوی اس کے فتویٰ کفر سے محفوظ رہ گئے یہ ہے ان کا تقویٰ اور احتیاط۔ اور ممکن ہے کہ سید صاحب کو مومن ہی جانتے ہوں کیونکہ انوار ساطعہ ص ۱۴۰ میں ان کو مرشد برحق لکھا ہے۔

نکتہ مہمہ

جو الزامات خان صاحب نے اکابر علماء دیوبند پر لگائے ہیں خدا کی قدرت دیکھیے اس سے زیادہ بڑے گناہ میں خود مبتلا ہیں۔

حضرت نانوتویؒ پر الزام ہے کہ انہوں نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہے جبکہ خود مرتے وقت یوں وصیت کر گئے۔ "حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" (وصایا شریف ص ۱۰)

بتلایئے شریعت کے مقابل اپنے دین و مذہب کی پابند رہنے کی تاکید کیا یہ دعویٰ نبوت سے کم ہے۔ اگر خان صاحب شریعت کے مقابل اپنا دین و مذہب ذکر نہ کرتے تو شاید کوئی یہ تاویل کر لیتا کہ ان کی کتابوں میں شرعی احکام مذکور ہیں مگر اب یہ تاویل ہرگز نہیں چل سکتی۔

حضرت خلیل احمد سہارنپوری پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے شیطان کے علم کو نبی علیہ السلام کے علم سے زیادہ کہا معاذ اللہ تعالیٰ جبکہ انوار ساطعہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ بریلوی حضرات شیطان کو ہر پاک ناپاک جگہ مانتے ہیں اور نبی علیہ السلام کو صرف مجلس میلاد میں۔

خان صاحب نے حضرت شاہ اسماعیل شہید کی خلاف جو چیزیں منسوب کی ہیں ان میں

سے چند یہ ہیں ۔ "یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہو جانے میں تو حرج نہیں" (الکوکبۃ الشہابیہ ص ۱۴) دوسری جگہ ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لیے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جن میں کھانا' پینا' سونا' پاخانہ پھرنا پیشاب کرنا' جلنا ڈوبنا مرنا سب کچھ داخل (ص ۱۵)

اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لیے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لیے سونا اونگھنا' بھکنا بھولنا' جورو' بیٹا' بندوں سے ڈرنا' کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کر لینا ذلت و خواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بتانا وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا کہ ان سب باتوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے (ص ۱۶' ۱۷)

مسلمانو تم نے دیکھا کیسی خبیث و ناپاک وجہ کے حیلے سے اس شخص نے تمہارے پیارے نبی ﷺ کو گالی دی (ص ۳۹)

پھر اپنے خیال سے ستر کفریات شمار کر کے لکھتے ہیں۔

"تو اب ان کفریات کو خواہ ستر کہیے ستر ہزار کفریات ٹھہرائیے اور کیوں نہ ہو وہاں عمر بھر یہی کمایا تھا پڑھا لکھا سب اسی میں گنوایا تھا مشقیں چڑھیں تھیں مہارتیں بڑھی تھیں۔ ایک ایک قول میں ہزار ہزار کفریے بول جانا وہاں کیا بات تھی" (الکوکبہ الشہابیہ ص ۶۰)

حضرت شاہ شہید کے بارے میں احمد رضا خان کے کچھ خیالات سن لیے۔ اب یہ دیکھیں کہ اتنے بڑے کافر کے بارے میں خان صاحب فتویٰ کفر کیا دیتے بیچارے اپنے فتووں کی زد میں آ گئے۔ اپنے رسالہ اعلام الاعلام (جو ۱۳۰۶ھ میں لکھا گیا) میں حضرت شاہ شہید پر فتویٰ کفر لگا دیا۔ اس کے کئی سال بعد ۱۳۱۲ھ کو الکوکبۃ الشہابیہ لکھی۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں

"بالجملہ ماہ نیم ماہ و مہر نیمروز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً" قطعاً یقیناً اجماعاً" بوجوہ کثیرۃ کفر لازم اور بلا شبہہ جماہیر فقہاء کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا

فرض وواجب" (ص ۶۲)

اس کے فوراً" بعد دیکھو خدا کی قدرت کیسی ظاہر ہوئی کہ خود ہی خان صاحب نے لکھا "اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب" (ص ۶۲)

اگر واقعی شاہ صاحب نے یہ باتیں کہی ہوتیں تو خان صاحب یقیناً فتوے پر قائم رہتے اور اگر ان مضامین کے ہوتے ہوئے فتویٰ نہیں دیا تو خود ہی اپنے فتوے سے کافر ہیں۔

بعض بریلوی اس تعارض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ شاہ اسماعیل شہید نے اپنے مذہب سے مرنے سے قبل رجوع کر لیا تھا۔ یہ بالکل افتراء ہے۔ کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی احمد رضا خان صاحب نے اس توبہ کا کہیں ذکر کیا۔ دلیل ہو تو پیش کریں۔

مسئلہ امکان نظیر و عموم قدرت

بریلوی حضرات جن مسائل میں الجھتے ہیں ان میں ایک مسئلہ ہے جس کو ہم لوگ عموم قدرت سے اور بعض امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے کیے ہوئے وعدوں کو ضرور پورا کرے گا اور اپنے اختیار سے پورا کرے گا۔ مطیع کو جنت میں اور عاصی کو دوزخ میں حسب وعدہ ضرور لے جائے گا مگر اس کی قدرت میں یہ ہے کہ مطیع کو دوزخ میں اور عاصی میں جنت میں لی جائے مگر وہ ایسا کرے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا آپ سب سے اعلیٰ اور سب سے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے کہ آپ جیسا نبی پیدا کر دے مگر بریلوی حضرات اس کا انکار کرتے ہیں۔ مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں۔

دیوبندی عقائد

حضور علیہ السلام کا مثل و نظیر ممکن ہے (یکروزی مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی ص ۱۴۴)

اسلامی عقائد

رب تعالیٰ بے مثل خالق ہیں اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمتہ للعالمین

شفیع المذنبین ہیں ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے (دیکھو رسالہ امتناع النظیر مصنفہ مولانا فضل حق خیر آبادی) (جاء الحق ص ۴۱۹)

مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ اسلامی عقیدہ کے اثبات کے لیے کوئی قطعی دلیل پیش کرتے مولانا فضل حق خیر آبادی کسی قطعی دلیل کا نام نہیں ہے نیز وہ ہمارے نزدیک حجت نہیں ہیں بلکہ وہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے بعد ہوئے ہیں۔ اگر مفتی صاحب کے پاس کوئی قطعی دلیل ہوتی تو پیش کرتے قارئین اس مسئلہ پر دلائل تنقید متین میں ملاحظہ کریں ہم بالاختصار چند اشارے دیتے ہیں۔

بریلوی حضرات کے نزدیک نبی علیہ السلام کی نظیر اور مثل خدا تعالیٰ کی قدرت ہی میں نہیں ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر کے اندر نبی علیہ السلام کی مثل داخل نہیں مانتے۔ بریلوی حضرات یہ بتلائیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو پیدا نہیں فرمایا تھا کیا اس وقت اللہ تعالیٰ آپ جیسے زیادہ افراد پیدا کرنے پر قادر تھا یا نہ تھا؟ کیا خاتم الانبیاء بنانے کے بعد قدرت ختم ہو گئی یا پہلے ہی نہ تھی؟ ارشاد باری ہے افعیینا بالخلق الاول بل هم فی لبس من خلق جدید

پھر یہ بتائیں کیا نبی علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کی نظیر ممکن ہے یا نہیں؟ کیا اس زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کی نظیر تحت القدرہ ہے یا نہیں؟ اگر تحت القدرت ہے تو کیا جس طرح موسیٰؑ کے بعد نبی علیہ السلام پیدا ہوئے تو کیا موسیٰؑ کی نظیر کو فرض کرنے کی صورت میں اس نظیر کے بعد آخری نبی کی نظیر کو فرض کرنا پڑے گا یا نہیں؟

کیا اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کی نظیر تحت القدرت ہے یا نہیں اس کو ممکن ماننے کی صورت میں اس کی اولاد میں آنحضرت ﷺ کی نظیر کو فرض کرنا تو لازم نہیں آ جاتا؟

کیا حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی نظیر تحت القدرۃ ہے یا نہیں اور کیا ان کو تحت القدرۃ تسلیم کرنے سے ان کے والد یا سسر یا نانا کو نبی علیہ السلام کی مثل فرض تو نہیں کرنا ہو گا۔

احمد رضا خان صاحب کی ولادت ۱۲۷۲ھ کو ہوئی اس وقت ۱۴۱۶ھ ہے یہ بتلایا جائے کیا احمد رضا خان صاحب کی نظیر ممکن ہے یا نہیں اگر آج اس کی نظیر تحت القدرت ہے تو

کیا جس طرح احمد رضا خان صاحب سے ۱۲۷۲ سال قبل نبی علیہ السلام کی ہجرت مانی جاتی ہے تو کیا احمد رضا خان صاحب کی نظیر کے لیے بھی آج سے ۱۲۷۲ سال قبل یعنی ۱۴۲۴ھ میں نبی علیہ السلام کے نظیر کی ہجرت تو مانی لازم نہیں آ جاتی؟

اگر ان چیزوں کو ممکن مانا جاتا ہے تو وارد شدہ سوالات کا جواب دیا جائے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان سب کی نظیر تحت القدرۃ نہیں تو قدرت کس چیز پر ہوئی۔ واللہ المستعان۔

اور اگر ان سب کی نظائر پر قدرت کو مانتے ہوئے بھی عقیدہ ختم نبوت میں کوئی خلل نہیں اور یقیناً نہیں تو صرف نبی علیہ السلام کے لیے امکان نظیر کا عقیدہ کیوں خلاف شرع بن جاتا ہے؟

فائدہ مہمہ

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے تقویۃ الایمان میں شفاعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا عالم عرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے۔" الخ (تقویۃ الایمان ص ۲۱)

اس زمانہ کے اہل بدعت کو تقویۃ الایمان نے پریشان کر کے رکھ دیا۔ اس کے ٹھوس دلائل کا جواب ان کے بس کی بات نہ تھی۔ عوام کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے یا تو نامکمل عبارتوں کا سہارا لیا اسی طرح زلزلہ کے مصنف نے کیا ہے اور یا صحیح عبارت کو غلط انداز میں پیش کیا چنانچہ انہوں نے کہا کہ مندرجہ بالا عبارت میں شاہ صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ شاہ صاحب نے ان لوگوں کے اعتراضات کے جواب میں رسالہ یکروزی تصنیف فرمایا جیسا کہ شاہ صاحب نے یکروزی کے شروع میں ذکر کیا۔

احمد رضا خان نے اپنے فتاوی میں رسالہ یکروزی کا حوالہ دے کر حضرت شاہ صاحب کی طرف ایسے ایسے عقائد منسوب کیے ہیں جن کا شاہ صاحب تو کیا عام مسلمان کو بھی وسوسہ تک نہیں آتا۔ نہایت پریشانی کے ساتھ چند سطریں پیش کر رہا ہوں۔

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان' زمان' جہت' ماہیت' ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔ اس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں نہ اس کی کتاب قابل استناد نہ اس کا دین لائق اعتماد۔ ایسے کو جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت (بڑائی) بنی (بنی ہوئی) رکھنے کو قصداً" عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے ایسے کو جس کا علم حاصل کیے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جس کا بہکنا' بھولنا' سونا' اونگھنا' غافل رہنا' ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا پیشاب کرنا پاخانہ پھرنا ناچنا تھرکنا نٹ کی طرح کلا کھیلنا عورتوں سے جماع کرنا لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں (آلہ تناسل' شرم گاہ) بالفعل رکھتا ہے صمد نہیں جوف دار کھکل (کھوکھلا) ہے سبوح قدوس نہیں خنثی مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے۔ بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے برما کی طرح چوکھا ہے ایسے کو جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں وہ مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں۔ بندوں سے چرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے۔ ایسے کو جس کی خبر کچھ ہے اور علم کچھ۔ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا۔ علم سچا ہے تو خبر جھوٹی۔ ایسے کو جو سزا دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے۔" (العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ا ص ۷۹۱ طبع سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد)

حضرت امام اہل سنت دامت برکاتہم اس عبارت کی بابت لکھتے ہیں

"ہر شریف اور باحیا انسان اس گندی عبارت کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا ہے کہ کیا دنیا کی کوئی گندی گالی ایسی رہ جاتی ہے جو خان صاحب نے پروردگار عز شانہ کو نہ دی ہو؟ (معاذ اللہ تعالی ثم معاذ اللہ تعالی)

اور ملاحظہ کیجئے کہ شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر کس دریدہ دہنی کا ثبوت خان صاحب نے دیا ہے اور گندی اور ناپاک عبارت کے حاشیہ پر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب یکروزی وغیرہ کے جھوٹے حوالے دیے ہیں۔ اور بعض دیگر حضرات کی بعض کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں مگر ان ناپاک وخبیث باتوں میں کوئی ایک بات بھی ان بزرگوں کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ یہ سب کچھ خان صاحب کی طبیعت اور پیٹ کی پیداوار ہے" (عبارات اکابر ص ۲۵)

شاگرد: استاد جی آخر ان باتوں کا پس منظر کیا ہے؟

استاد: پس منظر اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نبی علیہ السلام کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے مگر ایسا کرے گا نہیں۔ یہ عقیدہ تو عین توحید ہے۔ جناب خان صاحب نے اس عقیدہ کو بنیاد بنا کر یہ ساری گالیاں دے ڈالیں۔ اگر بالفرض یہ عقیدہ غلط بھی ہوتا تب بھی خان صاحب اس عبارت کے بنانے کے مجرم ہی قرار پاتے۔ اور ان کی مثال اس بے وقوف کی طرح ہوتی ہے جس کی ماں کو کوئی آدمی گندی گالی دے مثلاً یوں کہے کہ تیری ماں ایسی ویسی ہے۔ وہ بے وقوف اپنی ماں یا بھائیوں کے پاس جا کر اس گالی کو مکمل طور پر کھول کر بیان کرنے لگے اور یوں کہے کہ اس شاتم نے ہماری ماں کو زانیہ کہا' اس نے کہا کہ وہ بے غیرت ہے' اس نے یہ کہا کہ اس نے ہماری ماں سے بے حیائی کی ہے' اس نے کہا کہ ہماری ام کا بوسہ لیا' معانقہ کیا اس نے کہا کہ ہماری ام نے ایک ایک کر کے لباس اتارا پھر یہ کیا وہ کیا۔ اور ایک گھنٹہ زنا' ناچ گانا اور دوسرے امور کی تفصیلات بیان کر کے نسبت اس شاتم کی طرف کرتا رہے۔ آپ انصاف سے بتائیں کہ لوگ اس شاتم کو برا کہیں گے یا اس ناقل کو۔ بلکہ عقلمند یہ کہے گا کہ گالی تو دے رہا ہے۔ بس یہی حال جناب خان صاحب کا ہے بلکہ درحقیقت خان صاحب کا حال تو اس بیٹے کی طرح ہے جو دوسروں پر الزام لگا کر اپنی ماں کو ہر طرح کی گالیاں نشر کر کے سناتا رہتا ہے۔

خان صاحب کی عبارت پر غور کریں

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے" الخ گویا خان صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ وہابی جس کو خدا کہتا ہے وہ ان اوصاف سے موصوف ہے اور وہابی تو اللہ تعالی ہی کو خدا کہتا ہے۔ اب ان دونوں قضیوں سے قیاس منطقی یوں بنے گا

وہابی اللہ تعالیٰ کو خدا کہتا ہے اور خدا تعالیٰ معاذ اللہ ان صفات سے موصوف ہے۔
بتائیں گالی دینے والا کون ہوا؟ شاہ صاحب یا احمد رضا خان؟

تدریب

س : بریلوی مولوی اعتراضات سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور اس کا کیا حل ہے؟
س : بریلویوں سے اصولی گفتگو کا طریقہ ذکر کریں۔
س : غیر مسلم کے سامنے اسلام کو پیش کرنے کا کیا طریقہ ہے؟
س : حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اغیار کے سامنے نبی علیہ السلام کی فہم وفراست اور آپ کے اخلاق عالیہ کو کس طرح ثابت کیا؟ باحوالہ پیش کریں۔
س : اللہ تعالیٰ ہی مستحق عبادت ہے' حضرت نانوتوی کے الفاظ میں اس کو ثابت کریں۔
س : انتصار الاسلام سے ختم نبوت کی عقلی دلیل نقل کریں۔
س : جو لوگ علماء دیوبند کو نبی علیہ السلام گستاخ بتائیں' ان سے کیسے گفتگو کی جائے؟
س : یہ بات ثابت کریں کہ بریلویوں کے عقائد سے نبی علیہ السلام کی گستاخی لازم آتی ہے۔
س : بریلویوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے یا نہیں اور کس طرح؟
س : غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنے پر گفتگو کا طریقہ تحریر کریں۔
س : علم غیب کی تعریف کریں اور اس موضوع پر جانبین کا مسلک ذکر کر کے گفتگو کا طریقہ ذکر فرمائیں۔
س : فریق مخالف سے یہ ثابت کریں کہ علم غیب ذاتی اور بلا واسطہ ہی ہوتا ہے۔
: بدعات پر گفتگو کا طریقہ تحریر کریں۔
مفتی احمد یار خان نے ہمارے اکابر پر جاء الحق میں کیا الزام لگائے؟
سئلہ بریلوی نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا الزام لگایا' اس کی کیا حقیقت

س : حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس ص ۱۴ اور ص ۲۸ میں کیا فرمایا اور فاضل بریلوی نے کیا دھاندلی کی؟

س : تحذیر الناس کی عبارات پر گفتگو کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ نیز متنازعہ عبارات کو مکمل ذکر کرنے کے بعد ان کا پورا مفہوم ذکر کریں۔

س : خاتمیت ذاتیہ کو آسان مثالوں سے واضح کریں۔

س : فاضل بریلوی نے تحذیر الناس کے ص ۱۴ اور ص ۲۸ کی جتنی عبارات پر اعتراض کیا ہے' وہ نہ کلام ہیں نہ قضیہ۔ اس کو مدلل ثابت کریں۔

س : فاضل بریلوی نے تحذیر الناس کی عبارت کا ترجمہ کرنے میں کیا خیانت کی؟

س : بریلوی مولانا چاند پوری کی "اشد العذاب" پر کیا اعتراض کرتے ہیں؟ مع جواب لکھیں۔

س : حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ الایمان کیوں لکھی؟ اس پر بریلویوں کو کیا اعتراض ہے اور ان سے گفتگو کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

س : حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مفہوم اپنے لفظوں میں بیان کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا بیان تحریر کریں۔

س : حضرت تھانوی نے عبارت کو بدل دیا مگر بریلوی پیچھا نہیں چھوڑتے' کیوں؟

س : اس کو واضح کریں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علم غیب لا بشرط شے کو موضوع بنایا مگر اہل بدعت نے بشرط نبوت ذکر کیا۔

س : بشر کے مختلف درجات ذکر کر کے مسئلہ بشریت کو حل کریں۔ علامہ اقبال کے شعر سے مزین کریں اور نقشہ بھی پیش کریں۔

س : مسئلہ بشریت پر گفتگو کرنے کا طریقہ بتائیں؟

س : بریلویوں کے الزام اشرف علی رسول اللہ کی حقیقت اور اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا طریقہ مدلل تحریر کریں۔

س : مفتی احمد یار خان نے حضرت سہارنپوری پر کیا الزام لگایا اور اس پر گفتگو کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

س: براہین کی عبارت کو حل کرنے کے لیے تمہیدی امور ذکر کریں۔

س: انوار ساطعہ کیوں لکھی گئی؟ اس کی اجمالی ترتیب کیا ہے نیز لمعہ رابعہ کس موضوع میں ہے؟

س: مولوی عبد الجبار صاحب کا فتوی کیا تھا' مولوی عبد السمیع رامپوری نے اس کے کیا جوابات دیے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان جوابات کو کیسے رد کیا؟

س: براہین کی متنازع فیہا عبارت مع شرح ذکر کریں۔

س: جو چیز مخلوق کے ایک فرد کے لیے ثابت ہے' اس کا ثبوت کسی دوسرے فرد کے لیے شرک کیسے ہو سکتا ہے؟

س: انبیاء واولیاء کے علوم کو شیطان یا ملک الموت پر قیاس کرنے کی خرابیاں ذکر کریں۔

س: نبی علیہ السلام کے لیے ہر ہر چیز کا علم ماننے سے بہت سے اشکالات وارد ہوتے ہیں' چند اشکال واضح کریں۔

س: بریلویوں کے مقتدا نے شیطان کے علم کو نبی علیہ السلام سے زیادہ مانا۔ اس کو ثابت کریں اور بریلویوں کا جواب ذکر کر کے اس کو رد کریں۔

س: تقویۃ الایمان کس کی تصنیف ہے' اس کے لکھنے کا مقصد ذکر کریں۔

س: کیا جن لوگوں کے رد میں تقویۃ الایمان لکھی گئی' ان جیسے لوگ اب بھی ہیں یا نہیں؟ مع دلیل سپرد قلم کریں۔

س: تقویۃ الایمان اور تحذیر الاخوان سے نبی علیہ السلام کی مدح میں چند عبارتیں زیب قرطاس کریں اور یہ بتائیں کہ اہل بدعت ان عبارتوں کو کیوں نہیں دیکھتے؟

س: مفتی احمد یار خان نے الوہیت کا مدار کس چیز کو قرار دیا؟ مع تبصرہ لکھیں۔

س: کیا تقویۃ الایمان میں اللہ تعالی کے نیک بندوں کو معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل کہا ہے؟ نیز یہ کہ اس موضوع پر گفتگو کیسے کی جائے؟

س: تقویۃ الایمان کی مکمل عبارت لکھ کر اپنے الفاظ میں اس کی شرح کریں۔

س: تقویۃ الایمان میں کون سی تشبیہ ہے؟ مفصل ذکر کریں۔ نیز تشبیہ مرکب پر مشتمل بریلویوں کی عبارات ذکر کریں۔

س: شاہ صاحب کی عبارت "خدا کی شان کے آگے" کا کیا مطلب ہے؟

س: کیا شاہ صاحب نے آنحضرت ﷺ کو اپنا بھائی لکھا ہے؟ اس موضوع پر گفتگو کیسے کی جائے؟ مع نقشہ جات مفصل ذکر فرمائیں۔

س: شاہ صاحب نے آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری کے وجوب کو کن الفاظ میں ذکر فرمایا؟

س: کیا شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان میں اللہ تعالیٰ کے علم کو اختیاری بتایا؟ اس موضوع کی متنازع فیہا عبارت کو مع تفصیل تحریر کریں۔

س: تقویۃ الایمان سے وعندہ مفاتح الغیب کی تفسیر کا خلاصہ ذکر کریں۔

س: صراط مستقیم کس کی کتاب ہے اور اس پر کیا اعتراض ہے؟ نیز اس پر گفتگو کرنے کا طریقہ ذکر کریں۔

س: اس اشکال کا جواب ذکر کریں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں دین پہنچایا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کو بھی پکارنا چاہیے۔

س: اس بات کو ثابت کریں کہ نبی علیہ السلام کی خوشی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرانے میں ہے نہ کہ اپنی عبادت کرانے میں۔

س: انبیاء واولیاء کے لیے حاجت روا' مشکل کشا' علم غیب' حاظر ناظر کے عقائد کے لیے رکھنے میں ان کی توہین ہے یا عزت اور کیسے؟

س: مندرجہ ذیل عبارت پر تبصرہ کریں اور بتائیں کہ اس کا قائل کون ہے؟ "کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں' ہر آن ساتھ ہے"

س: جو الزامات بریلوی علماء دیوبند پر لگاتے ہیں' خود ان سے بڑے جرائم میں ملوث ہیں' وہ کس طرح؟

س: شاہ صاحب کے بارے میں فاضل بریلوی کے فتویٰ ذکر کریں۔

س: مسئلہ امکان نظیر کیا ہے؟ اس میں ہمارا اہل بدعت سے کیا اختلاف ہے؟ نیز اس موضوع پر گفتگو کرنے کا طریقہ ذکر کریں۔

س: رسالہ یکروزی کیوں لکھا گیا' اس کا موضوع کیا ہے؟

س: فاضل بریلوی نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حضرت شاہ صاحب کی طرف بعض خبیث گالیوں کی نسبت کی ہے۔ اس مسئلہ پر منصفانہ کلام کریں۔

مبحث حادی عشر: غیر مقلدین سے گفتگو کرنے کا طریقہ

یہ لوگ عام طور پر مندرجہ ذیل مباحث میں الجھاتے ہیں۔

۱۔ فاتحہ خلف الامام' ۲۔ رفع یدین' ۳۔ بلند آواز سے آمین کہنا' ۴۔ ان کا خود کو اہل حدیث اور حنفیہ کو اندھا مقلد کہنا' ۵۔ تقلید کو پٹے سے تعبیر کرنا' ۶۔ فقہ کو بالعموم برا کہنا' ۷۔ کتب فقہ حنفیہ کی بعض جزئیات پر اعتراض کرنا' ۷۔ امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہنا یا حنفیہ کو اہل الرای کہنا' ۸۔ حنفیہ کو بے نماز بتانا' ۹۔ یہ کہنا کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں' ۱۰۔ اجماع اور قیاس کو برا کہنا بلکہ قیاس کو شیطانی کام کہنا' ۱۱۔ تین طلاق کو ایک کہنا' ۱۲۔ تراویح کو ۲۰ نہ ماننا' ۱۳۔ مسئلہ پوچھتے وقت یہ کہہ دینا کہ یہی صرف قرآن پاک یا حدیث شریف سے اس کا جواب دیا جائے' ۱۴۔ تقلید کو بالعموم برا کہنا مگر تنقید کا نشانہ صرف حنفیہ کو بنانا' ۱۵۔ تقلید کے فائدے پوچھنا' ۱۶۔ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ ۱۷۔ صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیوں؟

اب ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان سے گفتگو کرنے کے اصول اور جزئی طریقے ذکر کرتے ہیں اس بحث کے اندر ممکن ہے بعض چیزیں مکرر ہوں مگر فائدے سے ان شاء اللہ خالی نہ ہوں گی۔

پہلا نکتہ : اجمالی گفتگو

غیر مقلدین چونکہ فقہی جزئیات کی وجہ سے ہمیں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے اندر بحث بے سود ہے کیونکہ ایک مسئلہ کو ثابت کرنے سے ایک ہی ثابت ہو گا۔ ردالمختار کے لاکھوں مسائل میں سے جس کو آپ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں زیادہ سے زیادہ وہی تسلیم کیا جائے گا۔ اگر غیر مقلد ان میں الجھنا چاہئے تو اس سے پوچھو کہ محترم آپ کی نیت کیا ہے۔ اگر آپ ایک آدھ اعتراض کا جواب لے کر حنفی ہو جاتے ہیں تو مرحبا ورنہ وقت ضائع نہ کریں ہمارے ساتھ اصولی بات کریں دنیا کے اندر مسلمان بہت کمزور جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے اسلام ہی کو برا بنایا جا رہا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ اسلام کی ترقی کے نکتہ پر اکٹھے ہوتے ہیں تو مرحبا ورنہ میرا وقت ضائع نہ کریں شاید اس پر غیر مقلد یہ کہے

کہ اسلام تو قرآن و سنت ہی کا نام ہے حنفی بنانے کا نام تو اسلام نہیں ہے۔ آپ اس سے یوں کہیں کہ محترم بتایئے آپ کسی کو اسلام کی دعوت دینا پسند کریں گے یا نہیں؟ اگر وہ انکار کرے تو کہہ دیں کہ آپ تو پھر صرف شیطان کی طرح نمازیوں میں وسوسہ ہی ڈالنا چاہتے ہیں غیر مسلم کو اسلام میں داخل کرنے سے کیوں بھاگتے ہو؟ اور اگر وہ اس کو مان لیتا ہے تو اس سے کہیں کہ آپ کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دیں ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی بات پر توجہ دے اور آپ سے اسلام کے اصول و نظریات پوچھ لے تو کیا آپ یہی کہیں گے کہ اہل حدیث کے دو اصول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول جب وہ اس کو تسلیم کرلے تو اس سے کہیں کہ اگر وہ غیر مسلم آپ سے یہ کہے کہ محترم اہل حدیث صاحب آپ کون ہیں؟ کیا آپ خدا ہیں؟ کیا آپ خدا کے رسول ہیں؟ بتلاؤ کیا کہو گے؟ اگر ہاں میں جواب دو گے تو بجائے اس کو مسلمان کرنے کے خود کافر ہو جاؤ گے اور اگر تم یہ جواب دو کہ میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا رسول ہوں بلکہ ایک ادنیٰ سا امتی ہوں تو وہ کافر اگر یہ کہہ دے کہ نہ تم خدا ہو نہ رسول میں تمہاری بات نہیں مانتا کیونکہ تم نے خود ہی کہا ہے کہ خدا اور رسول کے سوا کسی کی بات نہ مانو تو بتلاؤ کیا گزرے گی بتلاؤ کیا تمہاری ترک تقلید اسلام کے راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہوئی یا نہیں؟ یہ بھی یاد رکھو کہ اگر وہ غیر مسلم بغیر کسی دلیل کے محض تمہارے ترغیب دینے سے اسلام لے آئے تو تقلید ہو گئی جس کو تم شرک کہتے ہو۔ الغرض غیر مسلم کو تم اپنے اصول کے مطابق دعوت اسلام دے نہیں سکتے اور وہ اسلام قبول کر بھی لے تو تمہارے مذہب کے خلاف ہی کیا۔

شاگرد: استاد جی اگر وہ یہ کہیں کہ اچھا حنفیو! تم غیر مسلم کو کیسے دعوت دو گے؟

استاد: ایک غیر مقلد کے سامنے میں نے یہ دلیل رکھی تو اس نے یہی سوال کر دیا میں نے کہا ہم تو جو کہیں گے سو کہیں گے پہلے تم یہ تسلیم کرلو کہ ترک تقلید اسلام کے اسلام کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ اس پر وہ پریشان ہو گیا اور کہنے لگا ہم غیر مسلم کے سامنے یہ اصول (اہل حدیث کے دو اصول اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) نہ رکھیں گے بلکہ پہلے توحید و رسالت کا اثبات کریں گے۔ میں نے کہا محترم کیا یہاں اور دین ہے اور وہاں اور دین ہے؟ کیا ان کے سامنے دین بدل جاتا ہے؟ بہرحال وہ لاجواب ہو گیا۔

اور یہ لوگ اگر یوں کہیں کہ ہم غیر مسلموں سے کہیں گے کہ ہم اپنی بات نہیں کہتے

بلکہ اللہ اور رسول کی بات ہی کہتے ہیں اس کو مان لو تو ان سے کہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والا ہو تو کافر نہ ہو گا غیر مسلم کو اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان ہی نہیں ہے وہ تو اس کو تمہاری بات ہی سمجھے گا۔ نیز یہ بات کہ تمہاری دعوت اللہ اور اس کی رسول ﷺ کی طرف ہے اس کی دلیل ان کے سامنے کیا رکھو گے حنفیہ سے تو کہہ دیتے ہو یہ بخاری ہے کیونکہ وہ بخاری کو مانتا ہے تم حنفیہ کے مسلمات سے ان کو منواتے ہو مگر جو قرآن و حدیث ہی کو نہیں مانتا ان کو قرآن و حدیث کیسے منواؤ گے؟

رہا یہ کہ ہم ان سے کیا کہیں گے سو ہم تو کہہ دیں گے کہ ہماری تقلید کر لو کلمہ پڑھو ایمان لاؤ ورنہ ہمیشہ کے لیے برباد ہو جاؤ گے۔ ہماری تقلید سے کفر و شرک سے تو نکل جائے گا۔ اور یہ دعوت ہماری کوئی بدعت نہیں ہے مومن آل فرعون نے برملا فرمایا تھا یا قوم اتبعونی اهدکم سبیل الرشاد (مومن ۳۸) "اے میری قوم تم میری پیروی کرو پہنچا دوں تم کو نیکی کی راہ پر" حالانکہ اس وقت حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام موجود تھے اور انہوں نے انہیں لوگوں کو توحید کی دعوت بھی دی تھی۔ غیر مقلد ذرا یہ بتائیں کہ دو نبیوں کی موجودگی میں یہ آل فرعون کا مومن اپنی اتباع کی دعوت دے کر مشرک تو نہیں ہو گیا تھا۔ جبکہ اس کی مدح خدا کا قرآن کرتا ہے۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ان کو توحید و رسالت ہی کی دعوت دیں جیسے صاحب یٰسین کا قصہ سورہ یٰسین میں ہے۔ جس نے کہا تھا

یا قوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسالکم اجرا وھم مھتدون "اے میری قوم رسولوں کی راہ پر چلو۔ ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر بھی ہیں"

لیکن پھر ہمیں نبی علیہ السلام کی رسالت کو اور توحید کو ثابت کرنا ہو گا۔ توحید کا اثبات دلیل لمی وانی کے ضمن میں گزر چکا ہے رسالت کے اثبات کے لیے نبی علیہ السلام کا وجود آپ کا دعویٰ نبوت آپ کا اعلیٰ اخلاق و کردار اور آپ کے معجزات کا اثبات ہم تواتر سے کریں گے۔ جس کا ذکر متواترات میں گزر چکا ہے۔ اور تواتر کو ماننے سے ہم سے لے کر نبی ﷺ تک ایک مسلسل جماعت کو برحق ماننا ہو گا۔ مگر یہ چیز تو تقلید کو ثابت کرے گی۔ اور غیر مقلد جو ہر چیز کو صرف خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ہی سے اخذ کرنے کا مدعی ہے وہ بیچارہ

اس چیز کو بھی ثابت نہ کر پائے گا۔

یہ ہوا ترک تقلید کا نتیجہ نہ قرآن ثابت نہ حدیث نہ رسول اللہ ﷺ کے وجود کا اثبات نہ دعویٰ رسالت کا اور نہ کسی معجزے کا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس کے ساتھ ساتھ ان کی جرأت ملاحظہ ہو کہ تقلید کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں۔ مقلدین کو گالیاں بکتے ہیں جب غیر مقلد تقلید کے موضوع پر گفتگو کرے تو اسے یوں بھی قائل کیا جا سکتا ہے کہ جناب آپ اپنی بات منوانا چاہتے ہیں یا نہیں اگر وہ ہاں میں جواب دیتا ہے تو خود اپنی تقلید کرانا چاہتا ہے اور اگر منوانا نہیں چاہتا تو خود جھوٹا ہے یا شک میں مبتلا ہے۔ کسی نے مناظرہ کے دوران پوچھ لیا کہ اہل حدیث صاحب! دو چار گھنٹوں میں کیا تحقیق ہو سکے گی۔ آپ خوب تیاری کر کے آئے ہوں گے۔ آپ کو اپنی تحقیق پر کامل اعتماد ہو گا۔ اگر ہم آپ کی تحقیق پر اعتماد کر کے آپ کی بات مان لیں آپ ناراض تو نہ ہوں گے۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ بالکل راضی ہوں گے۔ سائل نے کہا یہی تو تقلید ہے۔

شاگرد: استاد جی یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم غیر مسلم کو اسلام میں داخل کرو گے تو حنفی بناؤ گے یا شافعی یا مالکی؟

استاد: ہم تو غیر مسلم سے کہیں گے کہ ہماری طرح ہو جاؤ مسائل قطعیہ میں کوئی تقلید نہیں اور غیر منصوص یا متعارض کے اندر تقلید ہو گی۔ اور اگر اس کو حنفی ہی بنا لیں تو مسلمان ہی ہو گا مگر یہ بتائیں کہ یہ لوگ غیر مسلم کو اسلام کی دعوت کیسے دیں گے اور اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو غیر مقلد بنائیں گے تو ہم کہتے ہیں کہ غیر مسلم تو پہلے ہی غیر مقلد ہے کیونکہ کسی امام کی تقلید نہیں کرتا۔ بلکہ وہ بڑا غیر مقلد ہے کہ قرآن پاک اور صحاح ستہ کو بھی نہیں مانتا۔ اور اگر تم اس کو اپنے جیسے بناتے ہو تو بتاؤ روپڑی بناؤ گے یا غزنوی یا غرباء اہل حدیث یا جماعت المسلمین؟ کیا بناؤ گے اور کیوں؟

شاگرد: استاد جی اگر یہ کہیں کہ ہم تواتر سے نبی علیہ السلام کی نبوت ثابت کر کے غیر مسلم کو قرآن و حدیث کی اتباع کی دعوت دیں گے۔

استاد: مگر اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول میں تواتر تو مذکور نہیں ہے ان کو اپنا نعرہ پھر یوں بنا لینا چاہئے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول والتواتر پہلے اپنے دو اصول کی جگہ تین اصول مقرر کر لیں پھر آگے بات کر لیں گے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اگر یہ ان تینوں کو تسلیم کر

لیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اسے تسلیم کرنے تک ان کا مذہب نامکمل ہے۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بعض غیر مقلد یہ کہتے ہیں کہ جب تواتر سے قرآن و حدیث مل گیا اب درمیانی واسطوں کی ضرورت نہ رہی اس کا حل یہ ہے کہ درمیانی واسطوں کی ضرورت اس وقت ختم ہو گی جب انسان منزل تک چلا جائے مثلاً" آپ سیڑھی سے چھت پر چلے گئے اب سیڑھی کی ضرورت نہیں لیکن قرآن و حدیث کے تواتر کے بعد ہم صحابی تو نہ بن گئے۔ چودہ سو سال کا درمیانی فاصلہ ختم تو نہیں ہو گیا چھت سے پنکھے کو پائپ کے ذریعہ لٹکاتے ہیں کیا اب پائپ کی ضرورت نہ رہی غیر مقلدین کے نزدیک یہ پائپ بیکار ہے کاٹ دینا چاہیئے اس طرح ریلوے انجن کے پیچھے ڈبے ہوتے ہیں انجن سے متصل ڈبے کو بلا واسطہ انجن سے ربط ہے جبکہ باقی تمام ڈبوں کو ایک دوسرے کی واسطہ سے اگر ڈبوں کی تعداد پچاس ہو تو آخری ڈبے کو انجن سے ملنے کے لیے انچاس واسطوں کی احتیاج اور ضرورت ہے اگر ان انچاس میں سے کسی ایک ڈبہ کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے تو آخری بھی آگے نہیں بڑھ سکتا کیا غیر مقلدین کے نزدیک آخری ڈبہ براہ راست انجن کے ساتھ ہے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ بزرگوں پر یعنی ان حضرات پر جن کے واسطہ سے یہ دین ملا ہے ہمیں اعتماد کرنا ہو گا اگر کوئی شخص سارے سلسلہ پر بے اعتمادی کر لیتا ہے تو یقیناً گمراہ ہو جاتا ہے۔

شاگرد: کیا تمام غیر مقلد یقیناً گمراہ ہیں؟

استاد: ایک ہے ترک تقلید کا دعویٰ اور ایک ہی اس کا عملی پہناوا۔ اگر کوئی شخص واقعی مکمل طور پر تقلید کا تارک ہو گا تو نہ صحابہ قابل اعتماد رہیں گے نہ یہ قرآن نہ حدیث تو اس کی گمراہی میں کیا شبہ رہ گیا؟ اور اگر کوئی شخص زبان سے تو ترک تقلید کی رٹ لگاتا ہے مگر دلی طور پر ائمہ دین سے منسلک ہے جیسے مقناطیس لوہے کی طرف جاتا ہے اس طرح اس کا دل کسی عالم دین پر اعتماد کرتا ہے اگرچہ زبان سے تقلید کا انکار ہو۔ امام بخاری، امام مسلم وغیرہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے کتب اسماء الرجال سے استفادہ کا قائل ہے تو وہ شخص مکمل غیر مقلد نہیں ہے بلکہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ امام بخاری امام مسلم یا ابن حجر وغیرہ حضرات اگرچہ بڑے حضرات ہیں مگر انبیاء تو نہیں۔ ان کی اتباع تو تقلید ہی ہے۔

چونکہ اکثر غیر مقلد پکے غیر مقلد نہیں ہوتے اس لیے بڑی گمراہی سے بچ جاتے ہیں مگر

جھوٹ بولنا تو خود بڑا گناہ ہے اس میں تو پڑ ہی جاتے ہیں۔[۱]

ہاں ان میں جو اپنے دعویٰ کو سچا کرنا چاہتے ہیں وہ امام بخاری امام مسلم پر بھی بے اعتمادی کر لیتے ہیں۔ اور بجائے منکر فقہ کے منکر حدیث ہو جاتے ہیں بلکہ مرزائی تک بن جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ اور ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ انکار فقہ کی عداوت کے ضمن میں قرآن پاک کی آیات اور احادیث کے بھی منکر بن چکے ہوتے ہیں جن سے فقہاء نے استدلال کر کے مسائل کو مرتب کیا ہوتا ہے۔

فقہ کے موضوع پر بات کرنے کا طریقہ

غیر مقلدین حضرات ہمیں یہ طعنہ دیتے ہیں کہ تم لوگ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے ہو ہم اہل حدیث اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم حدیث مانتے ہیں تم فقہ مانتے ہو۔ وہ لوگ اتنے بگڑے ہوئے ہیں کہ فقہ کو گالی سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض تو فقہ کو "گندگی کے ڈھیر" سے تعبیر کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک مولانا اسماعیل صاحب ان کے بڑے سلجھے ہوئے عالم سمجھے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"یونانی نظریات کا نام فقہ رکھا گیا" (مقدمہ حسن البیان ص ۲۴)

اکثر غیر مقلد جب مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن اور حدیث سے اس کا جواب دیں اور کسی سے نہیں۔ قرآن کو یہ لوگ کہاں تک عمل میں

---

[۱] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ارشاد ہے

ایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا (مشکوۃ ج ۳ ص ۱۳۵۷ متفق علیہ) "بچو تم جھوٹ سے کیونکہ جھوٹ نافرمانی ہے اور نافرمانی آگ تک لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ ہی کی کوشش کرتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے"

اس حدیث پاک میں جھوٹ کی عادت پر بڑی سخت وعید ہے جس کو خدا کے ہاں کذاب لکھ دیا گیا اس کے لعنتی ہونے میں کیا شک ہے؟ بلکہ یہاں تک خطرہ ہے کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے مگر اللہ کی طرف سے ویسے کہہ دیا جائے جیسے منافقین سے فرمایا واللہ یشھد انھم لکذبون یا یوں کہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جائے اس سے ایمان کے چھن جانے کا خطرہ ہے۔

لاتے ہیں اس کا ادب کتنا کرتے ہیں اس کا تعلق لفظ اہل حدیث سے ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

پہلے ہم اس چالاکی کا پردہ چاک کریں گے پھر فقہ کی حقیقت ذکر کریں گے۔ جب غیر مقلد صرف قرآن یا حدیث سے جواب مانگے تو اس سائل سے کہیں کہ آپ وہی سوال کریں جس کا جواب صراحتہ" قرآن و حدیث میں ہے آپ ہرگز ایسا سوال نہ کریں جس کا جواب قرآن میں یا صریح حدیث میں نہ ہو۔ دوسرا حل اس کا یہ ہے کہ اس کے سامنے قرآن پاک غیر مترجم اور موطا امام مالک وغیرہ حدیث کی کتابیں کافی تعداد میں رکھ دیں اور کہیں محترم آپ خود ہی اپنے سوال کا جواب ان کے اندر تلاش فرمالیں مجھے اتنی فرصت نہیں ہے اور اگر وہ کہے کہ مجھے ترجمہ نہیں آتا تو اس کے سامنے قرآن پاک مترجم رکھ دیں اور خود نہ الجھیں۔ بلکہ دو چار مسائل جدیدہ اس کے سامنے پیش کر دیں اور اس سے کہہ دیں کہ آپ کی بڑی مہربانی میرے بھی چند مسائل قابل حل ہیں آپ قرآن و حدیث ہی سے ان کے جوابات بھی مرحمت فرما دیں۔ عین نوازش ہو گی۔ پھر اگر وہ آپ کی طرف جھکاؤ کر لیتا ہو اور اپنی غلطی کا احساس کر لے تو کہہ دیں کہ ہم شریعت کا مسئلہ بتائیں گے خواہ قرآن سے ہو یا دیگر مصادر سے اگر آتا ہو نہ آئے تو لا ادری کہہ دیں اور کسی ذی علم کے پاس بھیج دیں اور اگر ڈٹا ہوا ہے تو اس کو بھگا دیں۔ اور کہہ دیں کہ تو میرے پاس سوال کرنے کیوں آگیا میں نبی تو نہیں ہوں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ اس سے حدیث کی تعریف پوچھیں قرآن و حدیث سے اور یہ بھی پوچھیں کہ کتاب کس کی تصنیف ہو امتی کی یا کسی نبی علیہ السلام کی۔ یہی سوال اس کے طابع و ناشر کے بارے میں کریں۔

دوسرا نکتہ : فقہ کی حقیقت

حضرت معاویہؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (بخاری ج ۱ ص ۲۴ مع سندی) بشرط انصاف اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ فقہ صرف روایات کو یاد کرنے یا نقل کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ انسان کے اندر ایک ملکہ ہے جس کے ساتھ ہر موقعہ کے مناسب شریعت کا حکم معلوم کرتا ہے۔ نص ذہن میں ہو یا نہ ہو مگر حکم شرع معلوم کر لے یہ فقہ ہے جس کی وجہ سے علماء امت نے موجودہ فقہ کو مدون کیا ہے اس فقہ مدون کی حقیقت ذیل کے نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

فقہ اسلامی = [قرآنِ کریم کے غیر متعارض یعنی قطعی احکام + احادیثِ نبویہ کے غیر متعارض یعنی قطعی احکام + امتِ مسلمہ کا اجماع و تعامل + نصوصِ متعارضہ میں تطبیق یا ترجیح + مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد + ترتیب]

یعنی فقہ کے اندر پہلے نمبر پر قرآن پاک کے ان قطعی احکامات کو لیا جاتا ہے جو کسی آیت یا حدیث سے بظاہر بھی متعارض نہیں۔ دوسرے نمبر پر احادیث نبویہ کے ان احکامات کو لیا جائے گا جو کسی آیت یا حدیث سے متعارض نہیں ہیں۔ تیسرا نمبر اجماع امت ہے کہ ساری امت مسلمہ ایک کام کو کر رہی ہے تو اس تعامل کو دیکھ کر فقیہ عمل کی نوعیت سمجھ جاتا ہے۔ جیسے ہم لوگ اپنے بڑوں کو دیکھ کر نماز پڑھتے ہیں صرف کتاب ہی کی مدد سے نماز کا طریقہ سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

چوتھے نمبر پر فقیہ کا کام یہ ہے کہ آیات یا احادیث متعارضہ میں تطبیق کی کوشش کرتا ہے اور اگر تطبیق نہ ہو سکے تو ایک کو دلیل سے ناسخ دوسرے کو منسوخ کہہ کر ناسخ پر عمل کرتا ہے یا کسی اور دلیل سے کسی ایک جانب پر عمل کر لیتا ہے جیسے رکوع سے قبل و بعد رفع یدین کی احادیث متعارض ہین حنفیہ اور مالکیہ نے رکوع سے قبل و بعد رفع یدین کو مرجوح سمجھا اور امام شافعی احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے رفع یدین کو لیا ہے۔ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں متعارض نصوص ہیں۔ حنفیہ ترک کو راجح مانتے ہیں۔

پانچویں نمبر پر جن مسائل میں کوئی نص قرآن یا حدیث سے نہیں ہے فقیہ و مجتہد ان کے بارے میں اجتہاد کر کے حکم شرع کو واضح کرتا ہے۔

چھٹے نمبر پر فقہ میں ترتیب ہوتی ہے تاکہ مسائل کو سمجھنا اور پڑھانا آسان ہو جائے۔

اب ہم مولانا اسماعیل صاحب اور ان کی جماعت کے دوسرے افراد سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کیا یہ فقہ کی حقیقت نہیں ہے بتاؤ ان میں سے کون سی چیز گندی ہے؟ کیا یہ سب یونانی

نظریات ہیں؟ حقیقت الفقہ کے مصنف مولوی محمد یوسف جے پوری ہی فرمائیں فقہ کی حقیقت وہ ہے جو ہم نے ذکر کی یا فقہ وہ ہے جو انہوں نے سمجھی۔

چونکہ فقہ کا موضوع فعل مکلف ہے اس لیے فقہاء امت کے تعامل سے ایک عمل کو لے کر قرآن حدیث اجماع وغیرہ سے دلائل جمع کرتے ہیں مثلاً" انہوں نے بچپن میں اپنے بڑوں کو اور اساتذہ کو ایک طریقہ سے وضو کرتے پایا جیسے آج کل اکثر مسلمان وضو کرتے ہیں۔ اب اس عمل کے دلائل جمع کر کے وضوء کے ایک ایک جزء کی حیثیت واضح کرتے ہیں۔ کہ وہ فرض ہے یا سنت ہے اور جو مسائل قرآن و حدیث سے نہ ملیں اس میں تمام امت کا اجماع لیتے ہیں اور بقیہ مسائل جو ان سے عوام پوچھتی ہے یا پوچھ سکتی ہے اور وہ قرآن و حدیث سے نہ ملیں اس کے اندر اجتہاد کرتے ہیں۔

آپ فقہ کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب اٹھائیں اس کے اندر یہ سب اجزاء مل جائیں گے جو ہم نے اس نقشہ میں ذکر کیے ہیں یہ الگ بات ہے کہ مصنف کتاب یہ نہ بتائے کہ یہ مسئلہ کس آیت یا کسی حدیث میں ہے یا کسی سے ماخوذ ہے۔

اب ہم غیر مقلدین سے اس ادب و احترام کے ساتھ جو ان کے شایان شان ہے' پوچھتے ہیں کہ جناب اہل حدیث صاحب آپ تو خیر سے نرے اہل حدیث ہوئے مگر ہماری فقہ کا کون سا جزء آپ کو برا لگتا ہے۔

مزید وضاحت

فقہ کا پہلا جزء قرآن پاک کے غیر متعارض احکام ہیں مثلا قرآن پاک میں نبی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی توحید اور قیامت کا ذکر ہے اور اس کے معارض کوئی آیت یا کوئی حدیث نہیں ہے بتائیے کیا یہ آیات تمہیں اچھی نہیں لگتیں؟ کیا قرآن میں قیام' رکوع' سجدہ' نیت' قرات کا ذکر نہیں ہے؟

دوسرا جزء احادیث غیر متعارضہ کے احکام ہیں مثلاً" پانچ نمازوں کی فرضیت والی احادیث بتائیے اہل حدیث تمہیں یہ جزء قبول ہے یا نہیں۔ فقہاء نے قیام رکوع سجدہ قرآن ہی سے لے کر ذکر کیے ہیں۔ پانچ نمازوں کی فرضیت بھی انہوں نے ذکر کی ہے بتلاؤ کیا تم ان احکام کو غلاظت کہتے ہو ؟

تیسرا جزء فقہ کا امت مسلمہ کا اجماع یا تعامل ہے وہ مسائل جو حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی اور علماء سابقین کے نزدیک متفق علیہ ہیں بتلاؤ غیر مقلدو تمہیں یہ جزء اچھا لگتا ہے یا نہیں۔ اگر ساری امت کا اجماع ہی معاذ اللہ گندگی ہو تو طہارت تو پھر کسی کافر و مشرک کے پاس ہوگی۔

آپ کی کتابوں میں اجماع امت کی حجیت کا انکار ہے بتلایئے قرآن کا خدا کی کتاب ہونا محمد بن عبداللہ علیہ السلام کا نبی ہونا' آپ کا خاتم الانبیاء ہونا قرآن و حدیث کا حجت ہونا اجماع امت سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر تم انکار کرو تو بتاؤ کہ کیا تم نے خود قرآن کا نزول دیکھا یا حدیث آپ ﷺ سے براہ راست سنی ہے۔

اجماع کے منکرو ذرا ان چاروں کو بغیر اجماع کے ثابت تو کر دو دیدہ باید وضوء' نماز' روزہ' حج' زکاۃ وغیرہ اعمال ہم اور آپ لوگ تعامل ہی کے ذریعہ سمجھتے ہیں' قرآن پاک کی تلاوت صرف تعامل ہی سے مل سکتی ہے کسی کو انسان ان اعمال کا کرنے والا نہ پائے تو صرف کتابوں سے طریقہ حاصل نہ کر سکتے گا۔ اگر کسی کو قرآن پڑھتے ہوئے نہ دیکھو گے تو کیا خود ہی کتابیں پڑھ کر صحیح ادائیگی کر لو گے۔ ذرا سوچو تو سہی اجماع کے انکار سے معاملہ کہاں چلا جائے گا۔ شاید تعامل سے پیچھے رہنے کی وجہ ہی ہے کہ اکثر غیر مقلد قرآن پاک درست نہیں پڑھتے۔ یوں تو کہتے ہیں فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ پڑھنے کا ڈھنگ نہیں عربی والی نہیں بلکہ پنجابی والی فاتحہ پڑھتے ہیں۔ بتلاؤ جس فاتحہ کے بغیر تم کہتے ہو نماز نہیں ہوتی وہ پنجابی والی ہے یا عربی والی۔ صاحب ہدایہ فجر' مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند اور دوسری دو رکعتوں میں نیز ظہر و عصر کی تمام رکعات میں آہستہ قراءت کی دلیل یوں دیتے ہیں هذا هو المتوارث (ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۵) "اور یہی تعامل ہے"

تعامل کے بغیر ہمیں رکوع سجدہ کا مفہوم ہی سمجھ نہ آئے گا۔ چائنہ کے قلم پر چائنہ کی زبان میں کچھ لکھا ہوتا ہے مگر ہمیں اس لیے سمجھ نہیں آتا کہ ہمیں سمجھانے والے نہ ملے۔

فقہ کا چوتھا جزء تطبیق یا ترجیح ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض مسائل میں نصوص دو طرح کی مل جاتی ہے ان کے اندر فقہاء یا دونوں کو جائز بتاتے ہیں یا کسی ایک کو راجح قرار دے کر دوسرے کو مرجوح بتاتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ارشاد باری ہے واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا نیز فرمایا فاقرأوا ما

تیسر منہ ارشاد نبوی ہے لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب۔ لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً" نیز فرمایا انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا غیر مقلدین صرف لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب کو لیتے ہیں اور باقیوں کو یا ضعیف یا موول مانتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نزدیک سب پر عمل ہوتا ہے جس کی تفصیلی بحث تناقض میں ہو چکی ہے۔

۲۔ رفع یدین کے بارہ میں متعارض نصوص ہیں۔

۳۔ آمین بالجہر اور آمین بالسر کے بارہ میں نصوص متعارض ہیں۔

اس کی اور بے شمار مثالیں ہمارا اور غیر مقلدین کا اختلاف عموماً" اس جزء میں ہوتا ہے ہمارا نظریہ اس کے اندر یہ ہے کہ دونوں گروہ بشرط اخلاص ماجور ہیں جو عند اللہ مصیب ہے اس کو دو اجر ہیں اور جو مخطی رہے اس کو ایک اجر ہے مگر غیر مقلدین کے نزدیک انہیں کا قول قطعی ہے دوسرا قطعاً" مردود ہے چونکہ ہمارے پاس بھی نص ہے اس لیے ان کا ہمارے مسئلہ کو مردود کہنا درحقیقت قرآن و حدیث ہی کو برا کہنا ہے جو کہہ سکتے ہیں کہہ لیں اپنا نامہ اعمال ہی خراب کریں گے ہمارا کیا بگڑے گا جتنی بڑی جائداد جہنم میں بنانا چاہیں بنا لیں مگر ہم ان مسائل کے اندر کسی جانب کو قطعاً" باطل نہ کہیں گے اس کو اختلافی مسئلہ ہی قرار دیں گے۔ ان کی شدت اور ان کے تکبر کا خدا تعالیٰ ان سے حساب لے گا۔ اگر فقہ کو اس وجہ سے برا کہیں یا غلاظت سے تعبیر کریں کہ اس میں امام کے پیچھے قراءۃ سے روکا گیا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ گالیاں ان آیات واحادیث کو جائیں گی جن سے فقہاء نے یہ مسئلہ لیا ہے۔ نہ امام ابو حنیفہ کو جائیں گی نہ فقہ کے مصنفین کو اور نہ کسی حنفی مقلد کو۔ اور اگر قرآن وحدیث کو گالی ہو گئی تو اپنا انجام خود سوچ لو۔ دنیا میں نکاح ختم اور آخرت تو بالکل گئی۔

شاگرد: وہ یہ کہتے ہیں کہ حنفیہ ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

استاد: حنفیہ قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ صرف حدیث سے ان کی کتاب صلاۃ الرسول میں کسی مختلف فیہا مسئلہ پر کوئی ایک دلیل بھی قرآن کریم سے ذکر نہیں کی گئی۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ لفظ اہل حدیث میں کریں گے۔ یہاں یہ سمجھ لیں کہ حدیث کو ضعیف کہنا اجتہادی امر ہے اور حدیث کو ضعیف کہنا بھی تو ترجیح ہے اپنی حدیث کی اور ہم بھی فقہ کا ایک جزء ترجیح دلیل کو مانتے ہیں۔ تو حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا بھی فقہ کا

ایک حصہ ہوا ۔

شاگرد: غیر مقلدین کا مذہب جب باطل نہیں تو رفع یدین آمین وغیرہ کر لینا چاہیے۔

استاد: پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں بغیر دلیل کے نہیں کرتے اور ان اعمال کو ترک کرنے کی کوئی دلیل نہیں ورنہ یہ متعارض نہ ہوں گے فاتحہ کے بارے میں ہمارے دلائل گزر چکے ہیں تو اب اس مسلک کو ترک کر کے دوسرے میں جانے کا کیا فائدہ ہوگا؟ سوائے اس کے کہ تمہیں اپنے اس مسلک سے بدگمانی ہو اور کیا ہو گا۔ اور یہ بدگمانی بسا اوقات دین سے نکال ڈالتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا غیر مقلدین سے اصل اختلاف یہ ہے کہ یہ لوگ نبی علیہ السلام اور ہمارے درمیان کے تمام واسطوں کو برا جانتے ہیں یا ان کو قابل اعتماد نہیں مانتے۔ غیر مقلدین جیسے کام کرنے سے وہ لوگ اپنا سمجھ کر خوب احترام کریں گے اور خطرہ ہے کہ انسان کو سلف صالحین سے بدگمانی پیدا ہو جائے۔ جس کا نتیجہ خطرناک ہو گا۔

اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ حنفی کو حنفی رہ کر سلف سے عقیدت و احترام ہے غیر مقلد ہونے سے یہ نعمت چھن جائے گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ رفع یدین وغیرہ سے غیر مقلدین یہ سمجھیں گے کہ یہ آدمی ہی ان کا ہو گیا خواہ کرنے والا ان کو برا ہی جانے مگر وہ لوگ اس کو اچھال کر دوسروں کو پریشان کریں گے کیونکہ ان لوگوں کا شعار یہی چند اختلافی مسائل ہیں۔

جبکہ ہمارے بنیادی اصول یہ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت قرآن اور حدیث پر عمل، دیکھیے شاہ اسماعیل شہید نے رفع یدین شروع کر دیا تھا یا امام بخاری امام بیہقی سے رفع یدین اور فاتحہ وغیرہ کا ثبوت ہے ان ائمہ کا نام نہاد اہل حدیثوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اگر غیر مقلدین کے نظریات و اعمال ان کو معلوم ہو جائیں تو وہ حضرات ان کو سے بیزاری کا اعلان کر دیں مگر یہ حضرات ان کو اپنا کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض بدعات کو بریلویوں نے اپنے شعار بنا لیا ہے مثلاً ختم وغیرہ اگر دیوبندی ان کو کرے اور علم غیب وغیرہ عقائد کو کفر ہی کہہ دے تب بھی یہ لوگ اس کو اپنا کہہ دیں گے اس لیے ایسے کاموں سے جن کو دوسروں نے اپنا شعار بنا رکھا ہے گریز کرنا بہت ضروری ہے۔

فقہ کا پانچواں جزء ہے مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد۔

ہر انسان جانتا ہے کہ روز بروز نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں بعض کا ذکر نصوص قطعیہ میں صراحتہ" نہیں ملتا اس وقت مجتہد ادلہ شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے اور سب سے بڑھ کر تقویٰ کا لحاظ کرتے ہوئے شرعی حکم بتاتا ہے اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔ اسی طرح شریعت میں منصوص مسائل کی وضاحت مثلاً" وضوء کرتے وقت کہاں کہاں پانی پہنچانا ضروری ہے اور کہاں نہیں۔ ناخن پالش یا سرخی پاؤڈر وغیرہ کی صورت میں وضوء ہو گا یا نہیں ہوگا۔ فقہ کے اندر ان مسائل کی خوب وضاحت کی جاتی ہے۔

اب ہم ان سے پوچھنے کی جرات کرتے ہیں اور کہتے ہیں جناب محترم اہل حدیثو ! یہ تو بتلاؤ کہ فقہ کا یہ جزء کیسا ہے کیا اس قسم کے مسائل کا کوئی حل ہے جن کا قرآن و حدیث میں ذکر ہی نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ اب ہم کیا کریں اور تم اس میں کیا کرتے ہو اگر تم بھی اجتہاد ہی کرتے ہو تو امام ابو حنیفہ کا کیا گناہ ہے اور اگر تمہارے پاس کچھ نہیں تو یہ بتاؤ کہ ہم اس کو تمہارے کہنے سے چھوڑ دیں تو تم نے ہمیں کیا دیا ذرا سوچ سمجھ کر ارشاد فرمائیں۔

اگر غیر مقلد یہ کہیں کہ امام ابوحنیفہ ہی کا اجتہاد ضروری نہیں کسی اور کا بھی ہو سکتا ہے فتاویٰ اہل حدیث لے لیا جائے۔ اس کا حل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی اتباع اگر فرض نہیں تو یہ بتائیں کہ جب ان کی اتباع اور تقلید شروع کر دی تو اب اس کو چھوڑنا کس دلیل سے فرض ہے ذرا وہ دلیل ہمارے سامنے کر دیں لیکن معاف رکھنا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے استدلال کرتے وقت یہ سوچ لینا کہ ان مسائل کی بات ہو رہی ہیں جو قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ہیں۔

شاگرد : استاد جی اگر وہ یہ کہہ دیں کہ ہمارے علماء کی بات مان لو یا یہ کہ فتاویٰ نذیریہ وغیرہ ہے اس کو لے لو۔

استاد : اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ خدا ورسول کا نام لے کر فراڈ کرتے ہیں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا نعرہ صرف اپنی تقلید کے لیے لگواتے ہیں۔ اور ہم ان کے لیے امام ابوحنیفہ کو کیوں ترک کر دیں۔ امام ابو حنیفہ کا تقویٰ ضرب المثل ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ حکم شرع کا خیال نہ رکھتے ہوئے ارادۃ" تین طلاق دیتے ہیں پھر ترک تقلید کے علاوہ اور کوئی ذریعہ اس حرام کو حلال کرنے کا نظر نہیں آتا تو غیر مقلد بن جاتے ہیں۔

اب گالیاں امام ابو حنیفہ کو اور حنفیوں کو دیتے ہیں۔ محترم تم نے خود ارادۃ" تین طلاق دی ہیں اور اس نیت سے دی ہیں کہ وہ مکمل جدا ہو جائے اور ان کو نافذ سمجھ کر تین طلاق دی ہیں۔ پھر بیوی کو حرام بھی جاننے لگے۔ اب بتاؤ اس کے بعد تم کو اپنے کیے پر شرمندگی ہوئی اور غیر مقلد ہو گئے تو بتاؤ اس ساری کاروائی میں امام ابو حنیفہ کا کیا جرم ہے انہوں نے تو کچھ بھی نہ کہا۔ تین طلاق کے نفاذ پر تو ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ ایک ہی کو نشانہ کیوں بنا دیا۔ اس حرام کو حلال بنانے اور امام ابو حنیفہ کو گالیاں نکالنے کا حساب تو دینا ہی ہو گا۔

بتاؤ کیا ہم ایسے علماء کی پیروی کرنے لگیں؟ کیا ان میں تین طلاقوں کے مارے ہوئے شکار پائے نہیں جاتے؟

فقہ کا چھٹا جزء ترتیب ہے جس کی وجہ سے مسئلہ کا تکرار نہیں ہوتا اور انسان کو مسائل سمجھانا آسان ہوتا ہے اور یہ ترتیب نہایت ضروری ہے اس لیے کہ ہر انسان دلائل کا طلب گار نہیں ہوتا۔ چھوٹے بچے کو جب نماز سکھائی جاتی ہے تو اس کو دلائل نہیں بتائے جاتے۔ کسی نو مسلم کو نماز سکھاتے وقت دلائل نہیں بتلائیں گے۔ اس وقت نہ صلاۃ الرسول نامی کتاب کام دے گی اور نہ بخاری شریف کی کتاب الصلاۃ' اس وقت تو نماز مسنون یا نماز حنفی وغیرہ کام دیں گی۔ اگر اس پر یقین نہیں آتا تو غیر مقلدین اپنے بچوں کو بخاری کتاب الصلاۃ ہی پڑھائیں اور بچہ خود ہی نماز پڑھنے لگے دیدہ باید۔ [۱]

محترم جس طرح بچے کو نماز سکھاتے ہو وہ فقہ ہی تو ہے فقہ کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے کتب فقہ کی جامعیت اور عالی شانّ ترتیب غیر مقلدین کے لیے مستقل سر دردی ہے (کیونکہ فقہ میں مسائل کا درجہ بھی بالترتیب پیش کیا جاتا ہے کہ یہ فرض ہے یہ واجب ہے وغیرہ) ان کے پاس اس کا متبادل کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے فقہ کی کچھ کتابیں لکھی ہیں مثلاً" عرف الجادی' ہدیہ المہدی' الروضہ الندیہ' دلیل الطالب' نزل الابرار وغیرہ مگر ان کو خود غیر مقلدین بھی قبول نہیں کرتے۔

---

[۱] شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ بعد والے محدثین نے دیکھا کہ ان سے پہلے علماء احادیث کو اکٹھا کرنے اور فقہ کو مرتب کرنے کا کام کر چکے ہیں تو وہ دوسرے فنون کی طرف متوجہ ہوئے مثلاً صحیح حدیث کو الگ کرنا (الانصاف عربی ص ۳۸) اس سے معلوم ہوا کہ اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امام بخاری وغیرہ محدثین رحمھم اللہ فقہ کا فکر کرتے۔

مولانا اسماعیل صاحب لکھتے ہیں۔

"بعض اہل حدیث علماء نے بھی مروجہ فقہ کی روش پر بعض کتب تصنیف فرمائیں جیسے نواب وحید الزمان نواب صدیق حسن خان ان میں بھی اس قسم کا غیر محتاط [1] مواد آگیا جو یقیناً قابل قبول نہیں" (مقدمہ حسن البیان ص ۱۸)

چونکہ ان بیچاروں کو فقہ سے محرومی ہے اس لیے اس کی فضلیت ہی سے انکار کر دیا مولانا اسماعیل صاحب ہی لکھتے ہیں۔

"جس فنی فقہ پر اس قدر ناز کیا جارہا ہے اس کا جاننا کوئی خاص خوبی ہے نہ اس سے محرومی کوئی بڑا عیب ہے" (مقدمہ حسن البیان ص ۱۸)

ہماری گزارش یہ ہے کہ جس فقہ کی ہم نے تعریف کی ہے جس کے بغیر ساری دنیا میں کوئی نمازی نظر نہیں آتا' آیا اس کے جاننے میں کوئی خوبی ہے یا نہیں؟ آیا اس سے محروم رہ جانے میں کوئی عیب ہے یا نہیں؟ اور آیا اس فقہ کا غیر مقلدین کے پاس کوئی متبادل بھی ہے؟ اگر ہے تو پیش فرمائیں۔

بلکہ ہم بلا خوف تردید یہ کہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات دنیا میں کوئی ایک نمازی بھی ایسا نہیں دکھا سکتے جس نے بغیر فقہ کے نماز سیکھی ہو۔ جب سے صحاح ستہ لکھی گئی ہیں اس زمانے سے لے کر آج تک جتنے لوگ بھی نمازی بنے ہیں' سب فقہ سے نمازی بنے ہیں نہ کہ صحاح ستہ سے۔ نماز سکھانے کا یہی طریقہ ہے کہ بغیر دلائل کے نماز سکھائی جائی۔ مقلد ہو یا غیر مقلد' حنفی ہو یا شافعی' فقیہ ہو یا محدث' بچے کو نماز سکھاتے وقت بخاری شریف کی احادیث نہیں سناتا بلکہ بغیر کسی دلیل کے سمجھاتا ہے اور بغیر دلیل کے مسئلہ سمجھانا ہی فقہ ہے۔ یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جن مسائل میں غیر مقلد کے پاس حدیث ہے ان میں ہمارے پاس بھی الحمد للہ قرآن وحدیث کی نصوص موجود ہیں اور جن مسائل میں حنفیہ اجتہاد یا تقلید سے کام لیتے ہیں ان کے پاس بھی اس میں کوئی آیت یا حدیث صحیح نہیں ہے۔ والحمد

---

[1] مولانا کی ذمہ داری بنتی تھی کہ ان کی کتابوں کا غلط یا غیر محتاط مواد عوام کے سامنے پیش کرتے جس طرح دوسروں پر مخالفت حدیث کا طعن ہے ذرا اپنوں کے بارے میں بھی اس کو اچھالتے جب جرم دنوں کا ایک ہے تو سزا صرف فقہ حنفی کو کیوں دی جاتی ہے شاید ان کی نوابی سے ان کو ڈر لگتا ہے۔ یہ حال ہے ان لوگوں کے اخلاص کا۔

للہ علی ذالک

شاگرد: استاد جی تقلید کے فائدے کیا ہیں۔

استاد: اس زمانے میں تقلید کے بہت فائدے ہیں مثلاً" فتنوں سے حفاظت ہے اور پورے دین پر عمل ہوتا ہے تواضع پیدا ہوتی ہے اور تکبر سے بچ جاتا ہے۔ آیت فاسألوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل ہو جاتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آج کل فتنوں کا زور ہے ہر فتنے باز قرآن سے غلط استدلال کرتا ہے اس کا آسان حل یہ ہے کہ اہل حق کے علماء پر اعتماد کر لیا جائے اور ان فتنہ بازوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا جائے۔

اس زمانہ کے اندر ہم مقلد کو اس نادان بچے کی طرح سمجھتے ہیں جو کافی رش میں اپنے باپ کی انگلی پکڑے ہوئے جا رہا ہے۔ اگر باپ کی انگلی چھوڑ دے تو رش میں گم ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح حنفی تقلید کی وجہ سے انکار حدیث' قادیانیت' عیسائیت' اور بے شمار فتنوں سے بچ جاتا ہے کیونکہ تقلید کے اندر ہی اس کو دین کے سارے مسائل مل جاتے ہیں اور غیر مقلد ہر وقت فتنوں کے خطرے میں ہے اس لیے ان کے اندر فرقے بھی زیادہ ہیں اور قادیانیت' انکار حدیث کا خطرہ بھی۔

تقلید کی وجہ سے انسان اپنے آپ پر مکمل اعتماد نہیں کرتا بلکہ متواضع رہتا ہے اور اگر کسی بات کا علم نہیں ہوتا تو پوچھ لیتا ہے نیز مسائل منصوصہ پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور غیر منصوصہ پر بھی جبکہ غیر منصوصہ کا غیر مقلد کے پاس کوئی حل نہیں ہے اور اگر کسی سے پوچھ کر عمل کر بھی لے تو ثواب کا مستحق نہیں کیونکہ یہ اس کے عقیدہ کے خلاف ہے علاوہ ازیں منصوص مسائل کا بھی اس کو پورا علم نہیں ہے اس لیے کہ تمام نصوص پر ہر شخص کی نظر نہیں ہوتی اور غیر مقلدین تو بالخصوص اپنی زندگی چند اختلافی مسائل کے اندر ہی گزار دیتے ہیں وسعت نظر کہاں نصیب ہو گی۔

شاگرد: استاد جی یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اذا صح الحدیث فهو مذهبی لہٰذا حدیث کے ملنے کے بعد فقہ کا مسئلہ قابل قبول نہیں۔

استاد: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے مگر اس کو سمجھنے کے لیے دو امر قابل غور ہیں۔ پہلا تو یہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کیا یہ لوگ یا ان کے مولوی یہی جملہ اپنے بارے میں لکھ کر دے سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ بہت سی صحیح احادیث کے یہ لوگ

تارک ہیں۔ یقین نہ ہو تو کتاب "حدیث اور اہل حدیث" ہی دیکھ لو۔ اگر ان سے کہا جائے کہ کیا آپ ہر حدیث کو مانتے ہیں کیا آپ یہ لکھ کر دے سکتے ہیں کہ ہم غیر مقلد مکمل بخاری مانتے ہیں فوراً" بھاگ جائیں گے۔ امام صاحب کا قول پیش کر کے ان کو حیا نہ آئی۔

دوسرا امر یہ کہ امام صاحب کا یہ ارشاد اس مسئلہ کے بارے میں ہے جو امام صاحب نے آیت یا حدیث سے نہیں بلکہ قیاس سے بتایا ہو اگر امام صاحب کا فتویٰ آیت کے مطابق ہے تو حدیث سے آیت کو رد نہیں کیا جائے گا اور اگر امام صاحب نے بھی حدیث لی اور تم بھی حدیث ہی پیش کرتے ہو تو یہ قول آپ کو مفید نہ ہو گا مثلاً" آپ لا صلاۃ والی حدیث سے قراءۃ خلف الامام کے ترک کو مردود نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ امام کے پیچھے قرات نہ کرنا خود قرآن و حدیث کا حکم ہے۔

تیسری بات یہ کہ صرف سند صحیح ہونا کافی نہیں بلکہ وہ حدیث قابل عمل بھی ہو منسوخ یا مووّل نہ ہو ورنہ امام صاحب کا فتویٰ رد نہ ہو گا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے فتویٰ کو رد کرنے والا اس کا اہل ہو ڈاکٹر اگر یہ بات کہہ دے کہ میرے نسخے سے بہتر اور کوئی نسخہ ہو تو اس کو استعمال کرو ظاہر ہے کہ دوسرا نسخہ کسی ڈاکٹر ہی سے لیا ہوا معتبر ہو گا ہر آدمی تو اس معاملہ میں لب کشائی نہیں کر سکتا مگر یہاں تو مسئلہ ایسا ہے کہ جن لوگوں کو نورانی قاعدہ صحیح پڑھنا نہیں آتا وہ امام اعظم بلکہ حضرت ابن مسعودؓ کی غلطیاں شمار کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

شاگرد: یہ لوگ کہتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کریں گے؟

استاد: درمختار کے حواشی شامی اور طحاوی کے اندر خود حنفیہ نے اس قول کی تردید کر دی ہے۔ البتہ غیر مقلد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مذہب پر ہی مانتے ہیں اس لیے کہ وہ اختلافی مسائل میں اپنے مسلک (فاتحہ خلف الامام، رفع یدین قبل ارکوع و بعدہ، آمین بالجہر وغیرہ) ہی کو حق جانتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ ایسا نہ کریں گے بتاؤ حضرت عیسیٰؑ کو انہوں نے اپنے مذہب پر مانا یا نہ مانا

اب جو کلمات حنفیہ کے حق میں کہے جاتے ہیں وہ خود ہی اپنے حق میں کہہ لیجئے۔

تیسرا نکتہ: لفظ اہل حدیث پر فخر اور اس کا جواب

تصورات میں اس لفظ پر کچھ بحث ہو چکی ہے۔ واضح رہے کہ ہم اہل الحدیث بمعنی محدثین کے ہرگز مخالف نہیں بلکہ ان کا احترام نہایت ضروری جانتے ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ اور دیگر محدثین کا ہم پر واقعی بڑا احسان ہے مگر اس نام کو بطور علم اختیار کر کے اس پر فخر کرنا' دوسروں کو ملامت کرنا یہ بہت برا کام ہے میری ایک غیر مقلد سے ملاقات ہوئی اس نے اپنے آپ کو اہل حدیث کہا میں نے کہا ہم تو اہل القرآن و الحدیث ہیں اور یہ عین حقیقت ہے کیونکہ قرآن و حدیث ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ حدیث کا لفظ تو قرآن پر بولا گیا ہے ارشاد باری ہے اللہ نزل احسن الحدیث ارشاد ہے ومن اصدق من اللہ حدیثا اس کا ایک جواب بحث تصورات میں گزرا ہے میں نے اس کو وہ جواب دیا اور کہا کہ محترم قرآن کا ایک نام الکتاب بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ذلک الکتاب لا ریب فیہ تم اپنے آپ کو اہل کتاب بھی کہہ دو اور اپنی مساجد پر لکھو

جامع مسجد اہل کتاب

وہ کہنے لگا مگر حدیث شریف کا نام کتاب نہیں ہے میں نے کہا کیا بخاری کتاب نہیں ہے؟

حدیث کا لفظ عرف میں حدیث نبوی پر بولا جاتا ہے اور اہل حدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے قرآن نہیں سمجھ آتا دیکھیے ہر مسلم مومن ہوتا ہے لیکن امام مسلم کو امام مومن یا صحیح مسلم شریف کو صحیح مومن شریف تو نہیں کہا جاتا۔ اس طرح لفظ حدیث جو اہل حدیث میں ہے وہ قرآن کو شامل نہیں ہے۔

اور اگر اس پر اصرار ہو تو ان سے کہو کہ تمہارے نزدیک یوں ہے

[اہل حدیث] = [اہل قرآن و حدیث]

اب یہ بتاؤ کہ اہل قرآن و حدیث کے اندر جو لفظ حدیث ہے اگر یہ اہل حدیث میں مذکور لفظ حدیث ہے تو قرآن کا مفہوم کس سے لیا؟ اور اگر حدیث کا معنی قرآن ہے تو اہل حدیث اہل قرآن کے مرادف ہوا اس پر حدیث کی زیادتی کس طرح ہوئی؟

ایک طریقہ یہ ہے کہ اس سے حدیث کی تعریف پوچھیں۔ وہ کہے گا کہ حدیث آنحضرت ﷺ کے قول فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ اب آپ اس سے کہیں کہ اللہ کے بندے بتلاؤ قرآن پر یہ تعریف صادق آتی ہے؟ بتلاؤ قرآن میں تمہارے نظریہ کی رو سے

کتنی حدیثیں صحیح ہیں، کتنی ضعیف ہیں؟

اور اگر بالفرض اہل حدیث کا معنی اہل قرآن و حدیث ہو بھی جائے تو یہ حقیقت اور واقعہ کے خلاف ہے واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اہل حدیث بن کر خوش ہیں الحمدللہ ہم اہل القرآن و الحدیث ہیں۔ مگر یہ لوگ ہمیں اس پر رہنے نہیں دینا چاہتے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے عوام اور خواص ہر مسئلہ میں حدیث ہی طلب کرتے ہیں فقہ کے مسئلہ کی مخالفت صرف حدیث ہی سے بتانے کی کوشش میں رہتے ہیں ان کی کتابوں کے دلائل بھی ایسے ہی ہیں مثلاً" صلوٰۃ الرسول جو ان کی مرکزی کتاب ہے اس کے اندر صرف احادیث ہی سے استدلال کیا گیا ہے قرآن پاک کی کسی آیت سے نماز کا کوئی مسئلہ نہیں نکالا گیا۔ چنانچہ اس پر اخبار انقلاب نے تقریظ لکھتے ہوئے کہا۔

"احادیث کے سوا کسی اور ذریعے سے مدد نہیں لی گئی" (بحوالہ صلاۃ الرسول ص ٦)

جبکہ ہماری کتاب مختصر القدوری نہایت مختصر اور قدیم کتاب ہے اس کی ابتدا ہی قال اللہ تعالٰی سے ہوتی ہے ہدایہ کے اندر نواقض سے پہلے پہلے صرف سات صفحات کے اندر کئی جگہوں پر قرآن سے استدلال کیا ہے بالخصوص وضوء کے فرائض تو قرآن ہی سے ثابت کیے ہیں اور ان صفحات میں ۱۳ احادیث کو ذکر کیا ہے بتلائیے ہم اہل القرآن و الحدیث ہوئے یا نہ ہوئے۔ تقلید ائمہ تو صرف متعارض یا غیر منصوص میں ہوتی ہے۔

شاگرد: جب ہم اہل القرآن و الحدیث ہیں تو پھر ہمیں حنفی کیوں کہا جاتا ہے۔

استاد: چونکہ ہم غیر منصوص مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے اصولوں کی اتباع کرتے ہیں اس ایک جزء کی وجہ سے ہمیں حنفی کہہ دیتے ہیں۔

اس طرح فقہ حنفی کو صرف ایک جزء کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہی اس لیے کہ

[فقہ حنفی] = [مسائل قرآن + مسائل حدیث + تعامل و اجماع + ترجیح بین المتعارضین + اجتہاد ابی حنیفہؒ]

اس آخری جزء کی وجہ سے اس فقہ کا نام فقہ حنفی ہے اور یہی فقہ حنفی کی حقیقت ہے فقہ حنفی امام ابو حنیفہؒ کی ذاتی رائے یا ان کے فتاویٰ ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کے حقیقت صرف یہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ بخاری شریف کے اندر سند ساری کی ساری امام بخاری سے اوپر اوپر ہے اور متن کے اندر مرفوع یا موقوف یا مقطوع احادیث ہیں اور معلقات بغیر سند کے ذکر کیے ہیں۔ البتہ تراجم الابواب' ترتیب اور صحیح کو جدا کرنے کی محنت یہ امام بخاری کا کام ہے۔ اس وجہ سے پوری کتاب کا نام بخاری شریف پڑ گیا اگر یہ نسبت جائز ہے تو امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کر کے حنفی کہہ دینا بھی جائز ہے حنفی جائز نہیں تو بخاری بھی جائز نہیں۔

اور امام مسلم کی صحیح میں تو صرف سند اور متن ہے وہاں تو تراجم الابواب بھی نہیں پھر بھی نسبت امام مسلم کی طرف ہے۔ پھر جس طرح صحیح بخاری میں موجود حدیث مرفوع کو بخاری کی حدیث یا بخاری کی روایت کہنا جائز ہے اسی طرح پر فقہ حنفی کے مسئلہ کو امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اگر انما الاعمال بالنیات کو حدیث بخاری کہہ دینے سے اس کے حدیث مرفوع ہونے کا انکار نہیں ہو جاتا اسی طرح کسی مسئلہ کی نسبت امام کی طرف کرنے سے وہ مسئلہ اس کی ذاتی رائے نہیں بن جاتا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ امام نے شریعت کے قواعد سے اس کو استنباط کیا ہے اگر امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ان کی ذاتی رائے ہو سکتا ہے تو بخاری کی حدیث کو بھی کوئی امام بخاری کا ذاتی قول کہہ دے گا اور منکر حدیث ایسا کرتے ہیں۔ بتلاؤ تم اس کا کیا جواب دو گے؟

شاگرد: اس کا مطلب یہ ہوا کہ فقہاء کے اجتہادی مسائل بدعت نہ ہوئے؟

استاد: واقعی یہ بات درست ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے رسالہ تذکیر الاخوان میں ہے "اور جو کام یا عقیدہ یا بات حضرت نے خود کیا یا کسی کو کرتے دیکھا اور پسند کیا یا اکثر معتبر اصحابوں نے کیا' وہ سنت ہے یا تابعین اور تبع تابعین میں رائج اور جاری ہوا اور کسی معتبر نے انکار نہ کیا یا مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا' وہ بھی سنت میں داخل ہوا" (تذکیر الاخوان ص ۲) مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔ (ص ۱۷۵' ۱۸۵)

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنفی طریقہ نماز ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی' سب مسنون ہیں کیونکہ وہ ان صورتوں سے خارج نہیں البتہ غیر مقلدین کی نماز محل نظر ہے۔

شاگرد: استاد جی! وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم فقہ محمدی مانتے ہیں تم فقہ حنفی؟

استاد: آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ فقہ کا ایک حصہ غیر منصوص میں اجتہاد نیز نصوص متعارضہ میں تطبیق و ترجیح ہے اور آپ جانتے ہیں کہ مجتہد سے ان امور میں غلطی کا امکان ہے۔ اب اگر فقہ حنفی میں کوئی غلطی ہو تو اس کی نسبت حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین کی طرف ہوگی' اللہ تعالیٰ یا اس کے پیارے رسول ﷺ کی طرف نہ ہوگی۔ اور اگر اس کا نام فقہ محمدی' فقہ القرآن' فقہ الحدیث' فقہ السنۃ وغیرہ ہو تو فقہ میں مندرج تمام مسائل کی نسبت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوگی۔ غیر مقلدین اور منکرین حدیث اسی قسم کے نام رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انسان ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا اور من کذب علی متعمدا علی فلیتبوا مقعدہ فی النار کی وعید کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ ایسے نام رکھ کر نہ صرف خوش ہیں بلکہ دوسروں کو نبی علیہ السلام کا باغی بتا کر کافر کہتے ہیں۔

شاگرد: استاد جی یہ لوگ کہتے ہیں کہ فقہاء نے بہت سی احادیث کو ترک کر دیا ہے۔

استاد: ہرگز نہیں بلکہ فقہاء حنفیہ کی بالخصوص یہ کوشش رہی ہے کہ احادیث اور آیات کے درمیان اگر تعارض نظر آئے تو تطبیق ہی دی جائے اور مسائل کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ آیات واحادیث عمل میں آجائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بسا اوقات فقہ کی کتابوں میں آیت یا حدیث کا حوالہ نہیں ہوتا اس کی مثال یوں ہے کہ علم صرف اور علم نحو کے اندر عربی زبان کے قواعد ہوتے ہیں۔ اور وہ قواعد قرآن کریم کی آیات اور اہل عرب کے مستند شعراء کے اشعار سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ نحو کی بڑی کتابیں مثلاً" مغنی اللبیب' کتاب سیبویہ وغیرہ کے اندر شواہد بکثرت موجود ہیں لیکن نحو کی ابتدائی کتابیں مثلاً" علم النحو' نحو میر وغیرہ میں نہایت قلیل مقدار میں شاہد کے طور پر کوئی آیت یا شعر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف بعض کتابیں صرف شواہد ہی سے بحث کرتی ہیں مثلاً" شرح شواہد ابن عقیل' شرح شواہد المغنی وغیرہ۔

فقہ کے اندر آیات و احادیث ایسے ہیں جیسے نحو کے اندر شواہد ابتدائی درجے میں صرف مسائل اور آسان مثالیں دی جاتی ہیں اسی طرح ابتدائی درجہ کے اندر صرف آسان انداز میں مسائل سمجھائے جاتے ہیں تا کہ انسان عمل کرنے والا بنے دلائل بعد میں آئیں گے مگر غیر مقلد چاہتے ہیں کہ اول دن ہی سے دلائل سمجھائے جائیں ان کو چاہیے کہ نحو کی

کوئی ابتدائی کتاب نہ پڑھائیں صرف شواہد ہی پڑھا دیا کریں۔ مگر یاد رکھیں اس طرح کوئی شخص نہ صرف سمجھے گا نہ نحو۔ اسی طرح صرف احادیث پڑھا دینے سے انسان فقیہ نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین بھی اپنے مدارس میں فقہ پڑھاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے بغیر دینی بصیرت پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ بسا اوقات حنفی استاد سے ہدایہ کی تعلیم کروائی جاتی ہے۔ پھر بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ہم ہدایہ کی غلطیاں نکالنے کے لیے ایسا کرتے ہیں مگر حقیقت وہی ہے جو ہم نے بتا دی ہے۔ محترم اگر نحو میں مسائل کی ترتیب کے بغیر نہیں چل سکتے تو فقہ کو بھی لینا ہی ہو گا ہاں اگر دین کو عمل میں لانے کی نیت ہی نہ ہو تو ہم کیا کریں؟ حاصل یہ کہ نحو کی ابتدائی کتابوں کے مسائل شواہد ہی سے مستنبط ہوتے ہیں اس طرح فقہ کے مسائل قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں مگر آیت یا حدیث مذکور نہیں ہوتی مگر عمل میں آ جاتی ہے۔ فقہاء عمل میں لانے کے لیے ثبوت اور دلالت کی قطعیت اور غیر قطعیت کا بھی لحاظ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کام کو فرض، کسی کو واجب، کسی کو مکروہ، کسی کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ غیر مقلدین اس بصیرت سے محروم ہیں اس لیے اس کو برا کہنے لگ جاتے ہیں حالانکہ جس طرح ایک محدث صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ بیسیوں قسم کی اصطلاحات استعمال کر کے حدیث کے الفاظ کی تحقیق کرتے ہیں، فقہاء کرام اپنی اصطلاحات سے نصوص کے معنی اور مراد کی تہہ تک جاتے ہیں۔

اگر آپ احادیث اور آیات اور آثار کو جمع کر کے فقہ کی ترتیب پر لائیں تو پتہ چل جائے گا کہ یہ کام کتنا دشوار ہے مگر آپ ناشکرے لوگ ہیں۔ فقہاء تو فقہ کے اندر بغیر حوالہ دیے ایسی آیات اور احادیث پر عمل کرواتے ہیں جن کی طرف عام انسان کا ذہن منتقل نہیں ہوتا مگر ان کو یہ لوگ تارک حدیث کہتے ہیں۔

اور اگر حنفیہ کو اس لیے تارک حدیث کہتے ہیں کہ جن احادیث سے غیر مقلد استدلال کرتے ہیں حنفی ان کو منسوخ یا مؤول کہتے ہیں یا فقہ حنفی کی کتابوں میں فاتحہ، رفع یدین وغیرہ کی احادیث ان کے مطابق نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیہ نے ان کے مقابل دوسری آیات یا احادیث لی ہیں جن کو تم ترک کرتے ہو لہٰذا تم بھی تارک حدیث بن گئے۔

اور اگر تمہارا قانون دیکھا جائے تو سارے محدثین تارک حدیث قرار پائیں گے کیونکہ ہر محدث اپنی کتاب میں کچھ حدیثیں ذکر کرتا ہے اور کچھ ذکر نہیں کرتا۔ امام ترمذی تقریباً

ہر باب میں دوسری احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے جان بوجھ کر بہت سی صحیح احادیث کو اپنی کتابوں میں نہ لکھا (انظر مقدمہ فتح الباری ص ۷، مقدمہ شرح مسلم للنووی ص ۱۶ سطر ۷، مزید حوالہ جات احسان الباری حصہ اول ص ۳۶ مصنفہ امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز صاحب میں ملاحظہ فرمائیں) غیر مقلدو! کیا ان حضرات پر ترک حدیث کا فتویٰ لگادو گے۔ یا یہ طعنہ صرف حنفیہ کے لیے ہی خاص ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حنفیہ کے بہت سے مستدلات درجہ صحت کو پہنچتے ہیں مگر صحیحین میں نہیں ہیں عین ممکن ہے کہ وہ امام بخاری و مسلم کے نزدیک صحیح ہی ہوں مگر انہوں نے اپنی کتابوں میں نہ لکھا اس لیے صرف ان دو کتابوں میں نہ ہونا موجب طعن نہیں ہے۔

شاگرد: استاد جی یہ لوگ قرآن کریم سے اعراض کیوں کرتے ہیں۔

استاد: ارشاد باری تعالیٰ ہے ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق "میں پھیردوں گا اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق"

اور یہ لوگ تکبر کرتے ہیں اس لیے قرآن سمجھنے سے محروم ہو گئے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ غیر مقلد اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پڑھتے ہیں مگر اس کے بعد واولی الامر منکم کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے ائمہ کی اتباع کی طرف اشارہ ملتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ پہلے حصہ کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ قرآن کریم سے استدلال نہیں کرتے لہٰذا اطیعوا اللہ پر عمل نہ ہوا۔

غیر مقلدین میں تکبر کئی طرح پایا جاتا ہے۔ ایک تو باوجود نااہل ہونے کے اپنے آپ کو مجتہد یقین کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ائمہ دین جن کے واسطہ سے یہ دین ہمیں ملا ہے اور جن کا شکر بموجب حدیث من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (رواہ احمد والترمذی۔ مشکاۃ ج ۲ ص ۹۱۱ قال الالبانی فی الحاشیہ واسنادہ صحیح) واجب ہے ان کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں اور تیسرے اپنی نمازوں کو صحیح اور دوسروں کی نمازوں کو باطل سمجھتے ہیں چوتھے اپنے آپ کو بخشا ہوا جنتی فرقہ سمجھتے ہیں۔ مقلدین کو اندھا مقلد اور ان کی تقلید کو حیوان کے پٹے سے تعبیر کرتے ہیں یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے۔

شاگرد: استاد جی اگر یہ لوگ قرآن نہیں مانتے تو کافر ہیں؟

استاد: قرآن پر ان کا ایمان تو ہے مگر عملی کوتاہی ہے انہوں نے اپنا نام خود رکھ لیا ہے

ہم تو ان کو اور تمام اہل ایمان کو اہل القرآن والحدیث مانتے ہیں۔ مگر ان بیچاروں کی حالت دیکھیے کہ اپنا نام اہل حدیث رکھا اور قرآن کا لفظ چھوڑ دیا۔ دوسروں کو اہل الرائے کا طعنہ دیا مگر خود بیچارے قرآن کو چھوڑے ہوئے نکلے۔

ایک اور طریقہ

اگر کسی غیر مقلد سے لوگوں کی موجودگی میں مناظرہ یا مباحثہ ہو جائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ آپ کون ہیں وہ اہل حدیث کہے گا تو آپ کہہ دیں کہ ہم تو اہل قرآن و حدیث ہیں پھر اگر وہ یہ کہہ دے کہ ہم بھی اہل قرآن و حدیث ہیں تو یہ کہیں کہ یہ سامعین کون ہیں۔ اگر وہ سامعین کو اہل قرآن و حدیث نہ مانے تو سامعین کو مخاطب کر کے پوچھو کہ کیا تم قرآن و حدیث نہیں مانتے ان پر تمہارا ایمان نہیں ہے۔ یہ تم کو بے ایمان کہتا ہے ظاہر ہے کہ مسلمان آپ کی تائید کریں گے۔ اور اگر غیر مقلد مناظر سب کو اہل قرآن و حدیث کہہ دیتا ہے تو اس سے کہیں کہ آپ اب اپنی کوئی الگ خوبی ذکر کریں ظاہر ہے کہ ان کا فخر تو لفظ اہل حدیث پر ہے تمہاری اس حکمت عملی سے اس کا فخر ٹوٹ جائے گا اور کوئی خوبی نہ بتلا سکے گا۔ اور اگر آپ سے خوبی پوچھتا ہے تو آپ دو خوبیاں ذکر کریں۔

ایک تو یہ کہ قرآن و حدیث کو عملی زندگی میں لانے کے لیے مرتب فقہ کو پیش کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہماری نماز قرآن و حدیث والی نماز ہے اور غیر مقلدین کی نماز ان کے زعم میں صرف حدیث والی نماز ہے تو ہم عملی طور پر اہل قرآن و حدیث ہیں اور وہ عملی طور پر صرف اہل حدیث ہیں۔

شاگرد: یہ لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں بعض غلط مسئلے اور بعض گندے مسئلے بھی ہیں۔

استاد: جن مسائل کو خود حنفی علماء قابل عمل نہیں مانتے ان سے اعتراض کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ مذہب راستے اور شاہراہ کو کہتے ہیں لہٰذا جو مسئلہ ہمارے ہاں مفتی بہا اور معمول بہا نہ ہو' قابل اعتراض نہیں ہے مثلاً" ڈھائی سال مدت رضاعت یا خون سے آیت لکھنا وغیرہ کیونکہ یہ متروک ہیں۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ کتب فقہ میں بعض مسائل غلط ہیں اور ہر وہ کتاب جس میں بعض مسائل غلط ہوں واجب الترک ہے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں بعض حدیثیں غلط اور موضوع ہیں اور ہر وہ کتاب جس میں بعض حدیثیں غلط اور موضوع ہوں واجب الترک ہے۔

بلکہ غیر مقلدین تو بخاری مسلم کی بعض احادیث کو عمل کے قابل نہیں جانتے دوسری کتابوں سے استدلال کرتے ہیں بتلایئے ان کے بارہ میں کیا فتویٰ ہو گا۔

اور ضعیف احادیث سے تو صحیحین اور موطا امام مالک کے علاوہ شاید ہی کوئی کتاب خالی ہو بلکہ صحیحین کی بعض احادیث منتقد فیہ ہیں تو کیا ان سب کتابوں پر یہ حکم شاہی نافذ کرو گے۔ اور سنئے قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ ہیں تو کیا قرآن کے خلاف تو کچھ نہیں کہو گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ جس مسئلہ کو غیر مقلد غلط کہے ضروری نہیں وہ غلط ہی ہو اکثر مسائل صحیحہ پر بھی غیر مقلد اعتراض کر ڈالتے ہیں۔

اور اندرونی مسائل کو گندے مسائل کہنا ان کی ذہنی گندگی کا نتیجہ ہے فقہاء نے تو صرف حکم شرع ہی بیان کیا ہے اور اگر یہ بات قابل اعتراض ہے تو پھر چاروں فقہ کی کتابیں بلکہ عرف الجادی وغیرہ کتب غیر مقلدین اس سے بھری ہوتی ہیں کتب حدیث اور شروح حدیث کے اندر کتاب الغسل، کتاب النکاح، کتاب الصوم وغیرہ کے اندر ایسے مسائل ملتے ہیں تو کیا یہ سب قابل ترک ہیں۔ واضح رہے کہ منکرین حدیث ان مسائل کی وجہ سے حدیث کا انکار کر دیتے ہیں۔

مگر ہم پوچھتے ہیں بتلاؤ قرآن کو مانتے ہو یا نہیں ایسے مسائل تو قرآن میں بھی موجود ہیں مثلاً حیض و جنابت کے مسائل، محرمات کے بیان میں ان کنتم دخلتم بھن اور ان لم تکونوا دخلتم بھن کے جملے موجود ہیں۔ انسانی پیدائش کے مراحل کا مفصل ذکر ہے۔ من منی یمنی، من ماء مھین کے الفاظ آتے ہیں کیا یہ سب قابل ترک ہیں تمہارے کہنے کے مطابق قیاس یوں بنتا ہے۔

کتب فقہ میں اندرونی مسائل کا ذکر ہے اور جس کتاب میں اندرونی مسائل کا ذکر ہو وہ قابل ترک ہے آپ کی ذکر کردہ حد اوسط تو قرآن و حدیث سے بھی دور کر دے گی۔

اچھا اگر کوئی غیر مسلم یہی اعتراض قرآن پر کر دے تو تمہارے پاس کیا جواب ہو گا۔
ہم تو یہ کہیں گے کہ جس اللہ نے ان اعضاء کو پیدا کیا ہے ان کے بارے میں احکام بھی عطا فرمائے ہیں۔ ایسا نہیں کہ اعضاء تو خدا نے دیے مگر احکام کسی غیر مقلد کی اپنی مرضی کے ہوں۔

کبھی آپ کو ڈاکٹری کی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو گا اس کے اندر بھی ایسے مسائل مل

جاتے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ڈاکٹر اور حکیم نہیں بنتا۔ ان ڈاکٹروں اور حکیموں کے خلاف بھی ایک پر زور تحریک چلاؤ تمہارا سارا جوش حنفیہ کے خلاف کیوں رہ جاتا ہے؟ تمہیں ان سے الرجی کیوں ہے بتلاؤ تو سہی راز کیا ہے؟

دو بیماریاں : حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ان میں دو بیماریاں ہیں ایک بد زبانی دوسرے بد گمانی۔ بد زبانی پر آتے ہیں تو بڑے بڑے ائمہ کو معاف نہیں کرتے اپنے اکابر کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے اور بد گمانی کا حال یہ ہے کہ دوسروں کی دلیل اگر صحاح ستہ میں ان کو نہ ملے تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس سرے سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

شاگرد: استاد جی یہ کہتے ہیں کہ فقہاء کا آپس میں اختلاف ہے کس کی بات مانیں۔

استاد: اختلافی مسائل میں اہل السنت کے مفتیوں پر اعتماد کرو۔ سب پر بے اعتمادی کر کے اپنی رائے کی پیروی کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ اختلافات تو کتب حدیث میں زیادہ ہیں اسماء الرجال کی کتابوں میں ایک ایک راوی کے بارہ میں کتنے کتنے نظریات ہیں۔ خود حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف میں کتنا اختلاف ہوتا ہے اس کے باوجود جرح وتعدیل اور تصحیح و تضعیف کو مذموم نہیں جانا جاتا سارا نزلہ فقہاء پر ہی گرتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

شاگرد: استاد جی ان علوم کی تدوین کیسے ہو گئی۔ اور ائمہ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟

استاد: جب انسان پڑھائی شروع کرتا ہے تو اس کو ہر بات میں استاد کی مکمل تقلید کرنی پڑتی ہے پھر علم کو پڑھتے پڑھتے ایک دن اہل فن کی بات اور ان کے اختلافات کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے پھر اگر وہ اور ترقی کرتا ہے تو ایک دن اس کی بات فن میں سند ہو جاتی ہے۔ سیبویہ، زمخشری وغیرہ اول یوم ہی سے نحو کے امام نہ تھے۔ امام بخاری امام مسلم کا امام فن حدیث ہونا پیدائشی نہیں ہے بلکہ ابتداء میں وہ بھی اپنے اساتذہ کے مقلد محض تھے۔ پھر ان کی محنت سے ایک زمانہ ایسا آ گیا کہ ان کا قول ہی فن کا مسئلہ بن گیا۔ کتاب سیبویہ کے اندر بعض نحویوں نے بعض اخطاء پکڑی ہیں مگر کیا اس سے کتاب سیبویہ کا رتبہ کم ہو گیا۔ کیا وہ امام النحو نہ رہا؟ سوچ کر بتانا ہو گا۔

محدثین اپنی تعلیم کے ابتدائی دنوں میں مقلد محض ہوتے ہیں آہستہ آہستہ ان کی بات سند ہو جاتی ہے اسی طرح حضرات فقہاء کرام شروع میں مقلد ہی تھے آہستہ آہستہ ان کی

بات سند بن گئی ہے محدث کی تصحیح فقیہ کے فتویٰ کی طرح ہے۔

پھر جس طرح دوسری تیسری صدی کے فقہاء جیسے فقہاء نہ رہے اس طرح اس درجہ کے محدثین بھی تو نہیں رہے۔ اگر فقہاء مقلد ہوئے تو محدثین پہلے مقلد ہیں[1] غیر مقلدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر ہر حدیث کی سند خود حاصل کر کے اس پر ان کا ہر آدمی خود بحث کر کے اس کا درجہ متعین کر لے تصحیح و تضعیف کے معاملہ میں امام بخاری اور ابن حجر وغیرہ پر اعتماد تقلید نہیں تو اور کیا ہے کیا تقلید کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

علامہ ذہبی حاکم ابو احمد محمد بن نیسابوری (المتوفی ۳۷۸ھ العبرج ۲ ص ۱۵۳) مصنف الکنی کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ومن هذا الوقت تناقص الحفظ و قل الاعتناء بالآثار و ركن العلماء الى التقليد (ذكر من يعتمد قوله فى الجرح والتعديل للذہبی ص ۲۰۹ ملحق باربع رسائل فی علوم الحدیث) "اس وقت سے حافظہ کمزور پڑ گیا اور آثار یعنی روایات کا اہتمام کم ہو گیا اور علماء (محدثین) تقلید کی طرف مائل ہو گئے"

---

[1] علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن محمد بن ابی عثمان الطیالسی الحافظ (المتوفی ۲۸۲ العبرج ا ص ۴۰۵) اور الحارث بن ابی اسامہ تمیمی صاحب المسند (المتوفی ۲۸۲ العبرج ا ص ۴۰۵) اور ان کے طبقے کے محدثین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

وخلق كثير لا يحضرنى ذكرهم ربما كان يجتمع فى الرحلة منهم المائتان والثلاث مائة بالبلد الواحد فاقلهم معرفة كاحفظ من فى عصرنا (ذكر من يعتمد قوله فى الجرح والتعديل ص ۱۹۷ شامل فی اربع رسائل فی علوم الحدیث)

ترجمہ "اور ان کے علاوہ بڑی خلقت جن کا ذکر مجھے مستحضر نہیں ہے، کبھی ان سے دو تین سو جماعت سفر میں ایک شہر میں اکٹھے ہو جاتے تھے۔ ان میں سے کم سے کم جاننے والا ہمارے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث کی طرح ہے۔

علامہ ذہبی اور اس کے قریب زمانوں میں ایسے ایسے محدث پیدا ہوئے جن پر متاخرین کے علوم کا مدار ہے مثلاً علامہ نووی، علامہ ابن دقیق العید، حافظ مزی، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر، علامہ عراقی وغیرہم مگر علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ تیسری صدی کا چھوٹا سا محدث ان حضرات سے بڑھ کر تھا۔ اتنا علم رکھنے کے باوجود اب علامہ ذہبی کا امام وکیع بن الجراح کے حالات میں یہ قول غور سے پڑھیں۔

شاگرد: استاد جی یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب سے حدیث ہے اس وقت سے اہل حدیث ہیں اور فقہاء بعد کی پیداوار ہیں۔

ویفتی بقول ابی حنیفة وکان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفة ایضا (تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۷) وکیع بن الجراح امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور یحییٰ القطان بھی امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

آج کے بعض لوگ امام صاحب یا کسی اور فقیہ کے ساتھ اہل الرائے کا لفظ دیکھ کر یہ یقین کر لیتے ہیں کہ آج کے یہ لوگ امام صاحب سے زیادہ احادیث جانتے ہیں حالانکہ یہ معترض صلاۃ الرسول نامی کتاب سے زیادہ مطالعہ نہیں رکھتا بلکہ ہو سکتا ہے اس کو بھی نہ پڑھا ہو یاد رکھیں اس زمانے کا ادنیٰ مسلم آج کے پیر طریقت سے زیادہ پرہیز گار تھا۔ علامہ ذہبی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے۔

وکم من رجل مشهور بالفقه والرای فی الزمن القدیم افضل فی الحدیث من المتاخرین وکم من رجل من متکلمی القدماء اعرف بالاثر من مشیخة زماننا (بحوالہ حاشیہ ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل ص ۱۹۷، ۱۹۸)

ترجمہ "اور کتنے لوگ ہیں جو فقہ اور رائے کے ساتھ زمانہ قدیم میں مشہور ہیں حدیث میں متاخرین محدثین سے افضل ہیں اور کتنے لوگ قدماء متکلمین میں سے ہیں جو روایات کو ہمارے زمانے کے شیوخ (نووی، مزی، ذہبی، ابن تیمیہ، ابن کثیر، ابن حجر) سے زیادہ جانتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ ؒ اور ان کے تلامذہ اگرچہ اہل الرائے ہی کہلائیں مگر ابن تیمیہ، علامہ نووی وغیرہ حضرات سے بڑے علم حدیث کے امام تھے۔

غیر مقلد اہل الرائے کے لفظ کو گالی سمجھتے ہیں اور خود بیچارے نہ اہل الحدیث ہیں نہ اہل الرائے۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اصحاب الرائے میں ابن ابی لیلیٰ، اوزاعی، سفیان ثوری، مالک بن انس اور ان کے استاذ محترم ربیعہ الرائے کو بھی ذکر فرمایا ہے (انظر المعارف ص ۲۱۶ تا ۲۱۸)

اصطلاح علماء میں اہل الرائے کا معنی ہے بصیرت والے، اہل الفقہ، مجتہدین۔ علامہ ذہبی ربیعہ ؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں وکان اماما حافظا فقیها مجتهدا بصیرا بالرای ولذالک یقال له ربیعة الرای پھر ایک محدث کا قول نقل کرتے ہیں ما رایت احدا اعلم من ربیعة الرای قلت ولا الحسن وابن سیرین قال ولا الحسن وابن سیرین الی ان قال وبه تفقه مالک (تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۵۸) علامہ ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں اذا قال مالک علی

استاد: اس کا جواب گذشتہ صفحات میں گزر بھی چکا ہے کہ بطور علم یہ نام انگریز سے قبل استعمال نہ ہوا تھا لیکن ایک نکتہ اور یہاں بتانا ضروری ہے وہ یہ کہ ہم تو اہل قرآن و

ےهذا ادركت اهلى العلم ببلدنا او الامر المجمع عليه عندنا فانه يريد ربيعة وابن هرمز (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۴۷)

علامہ ابن عبد البرہی فرماتے ہیں قال ربيعة ولبعض من يفتي ههنا احق بالسجن من السراق (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۴۶) "بعض مفتی یہاں چوروں سے زیادہ جیل کے حق دار ہیں" وجہ یہ ہے کہ وہ فتویٰ دینے کے اہل نہیں ہیں۔

یہ ربیعہ اتنے اونچے مرتبہ تک کیسے پہنچے؟ ابن ندیم فرماتے ہیں عن ابی حنیفة اخذ ولكنه تقدم في الوفاة (الفہرست لابن الندیم ص ۲۸۵)

اندازہ کریں امام ابو حنیفہؒ کی علمی خدمات کا کہ امام مالک کے استاد ان کے شاگرد' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد (مناقب الشافعی للبیہقی ج ا ص ۱۵۹)' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے استاد وکیع بن الجراح ان کے شاگرد (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۰۷)' امام بخاری کے استاد مکی بن ابراہیم ان کے شاگرد (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۶۵)

اسی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الناس في الفقه عيال على ابي حنيفة (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۶۸) "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں"

ابن مبارک نے فرمایا ابو حنيفة افقه الناس (ایضا")

ابن ندیم نے یہاں تک فرمایا والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوينه رضى الله عنه (الفہرست ص ۲۸۵) "علم خشکی اور تری میں' مشرق مغرب میں' دور اور نزدیک امام صاحب کا مرتب کردہ علم ہے۔"

عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے امام صاحب کی مدح میں یہ اشعار ملتے ہیں

لقد زان البلاد ومن عليها ... امام المسلمين ابو حنيفة
بآثار وفقه في حديث ... كآيات الزبور على الصحيفة
فما في المشرقين له نظير ... ولا بالمغربين ولا بكوفة
رايت العايبين له سفاها ... خلاف الحق مع حجج ضعيفة

(فہرست ابن ندیم ص ۲۸۴)

حدیث ہیں اور ہر مسلمان اہل قرآن و حدیث ہی ہے ان کو چونکہ اپنے نام پر بڑا ہی فخر ہے اور یہ دعویٰ ہے جس کا ذکر ہوا حالانکہ یہ نام ان کا اپنا اختیار کردہ ہے نص سے ثابت نہیں ہے اس لیے ہمیں اس پر تبصرہ کا حق ہے جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا نام منصوص بھی ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان تسلیم شدہ بھی ہے۔ بہرحال ہم ان سے یہ پوچھیں گے کہ محترم یہ بتائیے پہلے قرآن ہے یا حدیث۔ حدیث پہلے ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا قول فعل تقریر حدیث ہے تو نبوت سے پہلے آپ کی بات جس نے مان لی' اسے ہم اہل قرآن و حدیث تو نہیں کہہ سکتے البتہ اہل حدیث ہو سکتا ہے۔ دیکھئے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کفار کا حجر اسود کے مسئلہ پر جھگڑا ہوا آپ کے فیصلہ کو سب نے تسلیم کر لیا۔ دیکھئے (الرحیق المختوم ص ۲۰)

میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے فیصلہ کو اس وقت کے مشرکین نے تسلیم کر لیا اور نہ صرف تسلیم کیا بلکہ سب خوش ہو گئے۔ چونکہ قرآن پر تو وہ لوگ ایمان نہ لائے تھے اس لیے ان کو اہل قرآن یا اہل قرآن و حدیث نہ کہہ سکیں گے۔ ہاں البتہ اہل حدیث کہہ سکتے ہیں دیکھا آپ نے خود ساختہ نام رکھنے سے اور اس پر فخر کرنے سے ان لوگوں نے اپنی تاریخ کی ابتداء کہاں سے کر لی۔

ایک اور طریقہ

جو غیر مقلد یہ دعویٰ کرے اس سے کہو کہ بندۂ خدا! تیری عمر کتنی ہے؟ تیری عمر مثلاً" تیس سال ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تھے۔ اس کے بر خلاف ہم یہ نہیں کہتے کہ صحابہ دیوبندی تھے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ دیوبندی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیروکار ہیں۔

تنبیہہ: ہم حصہ تصورات میں یہ ذکر کر چکے ہیں کہ محدثین کا یہ نام اہل حدیث وصفی ہے اور اس فرقے کا علم ہے اس لیے ہماری تنقید صرف ان لوگوں پر ہے محدثین حقیقت میں اہل القرآن و الحدیث ہی ہیں ان کو اہل الحدیث کہنا صرف حدیث سے اشتغال کی وجہ سے ہے۔[۱]

---

[۱] شاگرد: استاد جی! جماعت المسلمین والے کہتے ہیں کہ اپنا نام دیوبندی ثابت کرو۔

شاگرد : استاد جی اگر یہ لوگ اپنا نام اہل القرآن و الحدیث رکھ لیں تو ؟
استاد : یہ بہت مشکل ہے اس لیے کہ ان کو پھر حنفیہ کے دلائل بھی تسلیم کرنا پڑیں گے مثلاً" واذا قری القر آن وغیرہ کیونکہ اس وقت یہ صرف حدیث ہی پیش کرتے ہیں۔
فائدہ : اہل حدیث نام بطور علم اس لیے بھی اچھا نہیں ہے کہ یہ قرآن سے اعراض کا باعث ہے گویا درپردہ قرآن کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش ہے یہ الگ بات ہے کہ ان لوگوں کی نیت یہ نہ ہو۔
شاگرد : استاد جی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجمل ہے اس سے مسائل کی وضاحت نہیں ہوتی۔
استاد : اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اسے بالکل ہی ترک کر دیا جائے علماء نے ہزارہا مسائل قرآن سے اخذ کیے ہیں ان کو قرآن فہمی نصیب نہیں سب کو یوں سمجھتے ہیں پھر یہ بتائیں کہ آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ...... اس طرح ما آتاکم الرسول فخذوہ وغیرہ آیات کیوں پیش کرتے ہیں کیا اب اجمال نہ رہا۔ اور میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ پڑھنے کے باوجود اطیعوا اللہ پر عمل نہیں کرتے عمل بھی کیسے ہو۔ قرآن کو مجمل کہہ کر قابل استدلال ہی نہ جاننا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر حدیث قرآن سے مفصل ہے تو حدیث سے فقہ مفصل ہے' اس کو کیوں نہ لیں تا کہ "واولی الامر" پر بھی عمل ہو جائے۔
شاگرد : استاد جی غیر مقلد کہتے ہیں کہ فقہاء میں اختلاف ہے اس لیے اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

استاد : ایسے آدمی سے آپ اس کا اس کے والد کا اس کے ملک کا نام پوچھیں پھر کہیں قرآن وحدیث سے اس کو ثابت کرو۔ پاکستانی' پنجابی' سندھی سب ناموں کو ثابت کرو۔ اگر دیوبندی بدعت ہے تو یہ سب نام بدعت بن جاتے ہیں۔ دیوبند ایک علاقہ ہے دوسرے علاقوں کی طرح۔ وہاں اہل اسلام نے مدرسہ قائم کیا۔ کراچی میں ایک آبادی کا نام ہے بھینس کالونی۔ ایک کا نام ہے گیدڑ کالونی تو کیا ان آبادیوں میں مساجد مدارس کی تعمیر حرام ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا ان آبادیوں میں کسی مدرسہ کی شہرت ہو جائے تو کیا اس کالونی کے نام کی وجہ سے اس مدرسہ کے علماء کو بد نام کرنا جائز ہوگا؟ ہرگز نہیں۔جبکہ دیوبند کے لفظ میں ایسی خرابی بھی نہیں ہے ۔

استاد : لیکن جس طریقے سے ہم کہیں وہ یہ کہ جس امام کا فتویٰ زیادہ سخت ہو وہ لیا جائے اور نرم کو ترک کر دیں مثلاً" مس مراۃ سے بھی وضوء کریں اور قے سے بھی۔ اور اگر انسان یہ کہے کہ جو اس کے جی میں آئے وہ مانے یہ خطرناک بات ہے کیونکہ پھر تو انسان صرف وہی مسئلہ لے گا جس میں نرمی ہو گی۔ شریعت کی اتباع تو تب ہے جب نرم اور سخت ہر حکم پر عمل ہو اگر صرف نرم کی تلاش ہو تو اپنی خواہش کی پیروی ہوئی' اس پر کوئی ثواب نہ ہو گا۔ [ا]

شاگرد: استاد جی اگر انسان سب کے مسائل پر غور کرے اور جو صحیح ہو لے لے۔

استاد : مگر تمہیں صحیح کا کیونکر پتہ چلے گا۔ تم اتنے بڑے مفتی بن گئے کہ امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام احمد امام بخاری جیسے علماء اور محدثین تمہارے سامنے اپنے مسائل پیش کریں اور تم فیصل بن جاؤ کہ یہ درست ہے اور یہ غلط ہے آج کل کے نام نہاد مجتہدین تو بیچارے مختصر القدوری کی کتاب الیسوع وغیرہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں بلکہ ان کی استعداد کا تو یہ حال ہے کہ راقم کی کتاب مفتاح الصرف جو طالب علمی کے زمانہ میں لکھی تھی اس کے اندر کتنے مسائل ہیں جن کو صحیح طور پر سمجھ لینا یا اس کی شرح کر دینا ان کے لیے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ جو صحیح ہے اس کو لیں گے۔ بتلاؤ تو سہی صحیح کا معیار کیا ہے اور کس نے قائم کیا ہے۔

آج ائمہ ربعہ کے فتاویٰ کی جانچ پڑتال کرو گے کل کو صحاح ستہ کی باری آجائے گی ولا حول ولا قوة الا باللہ

شاگرد: استاد جی ! پھر آپ کوئی ایسا معیار بتائیں جس سے صحیح فرقہ کو پہچاننا آسان ہو۔

استاد : ارشاد باری ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا جو لوگ اس آیت پر عامل ہیں' وہ فرقہ واریت سے دور ہیں۔

شاگرد: اس آیت پر عمل کون کرتا ہے؟

استاد : جو مسائل دین آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ سے اب تک تواتر سے منقول

[ا] لیث بن سعد فرماتے ہیں: اذا جاء الاختلاف اخذنا بالاحوط (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۰۰) سلیمان تیمی فرماتے ہیں ان اخذت برخصة کل عالم اجتمع فیک الشر کلہ قال ابو عمر ھذا اجماع لا اعلم فیہ خلافا (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۲)

ہیں جو ان کا اہتمام کریں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے نہ وہ لوگ جو سلف صالحین بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کار سے ہٹ جائیں اور ان کی دو علامتیں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔[1]

یقولون ما لا یفعلون کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔ اپنے طریقے کی طرف بڑے جاذب انداز میں بلاتے ہیں کیونکہ متفق علیہ امور کی دعوت دیتے ہیں مگر اس پر عامل نہیں ہوتے۔ بریلوی ہمیشہ عشق رسول ﷺ کا دعوی ذکر کرتے ہیں مگر آپ کی اتباع نہیں کرتے یہی حال غیر مقلدین کا ہے۔

یفعلون ما لا یومرون کرتے وہ ہیں جس کا ہرگز حکم نہیں دیا گیا۔ بریلوی ہمارے ساتھ جن مسائل میں اختلاف کرتے ہیں مثلاً گیارھویں' چہلم وغیرہ ان میں سے کسی کا بھی مومن کو حکم نہیں دیا گیا۔ غیر مقلد جن مسائل کی وجہ سے الجھتے ہیں ہرگز مومن کو ان کا حکم نہیں دیا گیا۔ رفع یدین' فاتحہ خلف الامام' آمین بالجہر' آٹھ تراویح' تین طلاق کا ایک ہونا' نائلون کی جراب پر مسح کرنا' غیر منصوص مسائل میں تقلید سے روکنا۔ ان میں سے کوئی کام بھی ایسا نہیں جس کا حکم نبی علیہ السلام کی کسی حدیث صحیح صریح غیر متعارض میں آیا ہو۔

ان سب کے بر خلاف علماء دیوبند ہمیشہ ضروریات دین کو اہمیت دیتے ہیں۔ توحید' رسالت' ختم نبوت' دفاع صحابہ' نماز' روزہ' حج' زکوۃ وغیرہ امور کا اہتمام کرتے ہیں۔ بدعات سے گریز کرتے ہیں۔ اگر غیر مقلدین حنفیہ کی نماز کو باطل نہ کہتے تو علماء دیوبند ہرگز ان کے خلاف کتابیں نہ لکھتے جبکہ غیر مقلدین ان مسائل کا ایسے اہتمام کرتے ہیں جیسے کوئی غیر مسلم مسلم بن کر دوسروں کو اسلام کی دعوت دے اور گویا یہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ۲۳ سالہ

---

[1] یہ دو علامتیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہیں۔ مسلم شریف میں پوری حدیث یوں ہے عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من نبی بعثہ اللہ تعالی فی امۃ قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یومرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل (مسلم ج ۱ ص ۵۲۔ مشکاۃ ج ۱ ص ۵۵)

زندگی میں مسلمانوں اور کافروں کے سامنے صرف فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کا مسئلہ بیان کیا ہے اور گویا انہی مسائل کو منوانے کے لیے آپ نے غزوات فرمائے' سرایا بھیجے۔

شاگرد: استاد جی چار فقہ کیوں ہیں کم و بیش کیوں نہیں؟

استاد: یہ خدا تعالیٰ کا تکوینی فیصلہ ہے جس طرح حدیث کی سینکڑوں کتابیں مل جاتی ہیں مگر صحاح ستہ تو صرف چھ خاص کتابیں ہیں فقہاء تو بہت ہوئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان چار کی مرتب کردہ فقہ کو دوام بخشا ان کے اصولوں کے مطابق ان کے شاگردوں نے کام کیا ان کے مسائل کی وضاحت ہوتی گئی اور نہایت خوبصورت انداز میں یہ مرتب شدہ اسلامی مسائل ہمارے سامنے آئے۔

شاگرد: استاد جی امام صاحب کے شاگردوں نے امام صاحب سے اختلاف کیا پھر وہ حنفی کیسے ہیں؟

استاد: انہوں نے امام صاحب کے اصولوں کے مطابق ہی فقہ کو مرتب کیا ہے اس لیے حنفی ہیں جبکہ دوسرے ائمہ کا اصولوں میں معمولی سا اختلاف ہے پہلے ایک مثال ذکر کرتا ہوں پھر ائمہ کے اصول ذکر کروں گا۔ وہ مثال یہ ہے کہ صرف کی تدریس کے مشہور دو طریقے ہیں ایک طریقہ ارشاد الصرف کا دوسرا علم الصرف کا ایک تیسرا طریقہ راقم الحروف کا جس کو راقم الحروف کے پاس دورہ صرف کا موقعہ ملا ہو وہ اس دعویٰ کی تائید کرے گا اب اگر ہمارے طلبہ کے اندر کوئی باصلاحیت طالب اس طریقہ تدریس کو اپنائے لیکن قواعد اعلال میں سے کسی قاعدے میں اختلاف کر لے یا طریقہ تدریس میں مزید ترمیم یا اصلاح کر لے تو اس وجہ سے اس کا طریقہ ایک نیا طریقہ نہ کہلائے گا۔ ارشاد الصرف یا قانونچہ کا طریقہ تدریس ایک جیسا ہے کوئی شخص کسی قاعدے میں اختلاف یا شروط میں کمی بیشی کر لے تو طریقہ تو

۱۔ تقریب النواوی' تدریب الراوی وغیرہ کتب اصول حدیث اور کتب اسماء الرجال میں ایسے ائمہ متبوعین کا ذکر ملتا ہے جن کی تقلید ہوتی رہی ہے۔ مگر اب ان کے مقلدین نہیں ملتے۔ اور بعض فقہاء ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو باصلاحیت شاگرد نہ دستیاب ہوئے اس لیے ان کی فقہ رواج نہ پا سکی نہ ان کے مقلدین ہوئے۔ چنانچہ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللیث افقہ من مالک الا انہ ضیعہ اصحابہ (علوم الحدیث دکتور صبحی صالح ص ۳۹۳ وتذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۴) "لیث مالک سے بڑے فقیہ تھے مگر ان کے شاگردوں نے ان کو ضائع کر دیا"۔

ارشاد الصرف والا ہی سمجھا جائے گا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بنیادی طور پر نصوص متعارضہ کی ترجیح یا غیر منصوص میں اجتہاد کے لیے جو اصول استعمال کیے ہیں ان کے مایہ ناز تلامذہ نے بھی ان کو لیا ہے۔ چونکہ باصلاحیت اور مجتہد تھے اس لیے اختلاف کا حق بھی تھا ایک ڈاکٹر کو دوسرے ڈاکٹر سے اختلاف بلکہ تنقید کا حق حاصل ہے مگر عام آدمی کے لیے یہ بات خطرے سے خالی نہیں ہے۔

عام آدمی کا قرآن و حدیث سے اجتہاد کرنا اس طرح ہے جیسے ایک لاعلم آدمی آلات سرجری لے کر آپریشن کرنے لگے۔

اصول ائمہ: امام شافعیؒ تعارض کے وقت قوی روایت کو لیتے ہیں۔

امام مالکؒ اہل مدینہ کے تعامل کو ترجیح دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ روایات کو تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں (اجتہاد اور تقلید مصنفہ قاری محمد طیب صاحب ص ۹۱، ۹۲)

مثلاً" نماز میں قرات کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ نے آیات اور احادیث میں تطبیق دی ہے جس کی وضاحت بحث تناقض میں گزر چکی ہے۔

چوتھا نکتہ: عام حنفی کو مطمئن کرنے کا طریقہ

جب کوئی غیر مقلد کسی حنفی کو نماز کے بارہ میں پریشان کرے تو اگر غیر مقلد سے گفتگو کرنی ہو تو اس کے سامنے اگلی بحث میں ذکر کردہ دس سوالات رکھیے اور اگر کوئی حنفی پریشان ہو کر اپنے مسلک کی تشفی چاہتا ہو تو اس کو نہایت پیار محبت اور احترام کے ساتھ پاس بٹھائیں اور اس کی ساری بات نہایت شرح صدر سے سنیں۔ لیکن وہ اگر مسلک چھوڑ چکا ہے اس کا واپس آنا بہت مشکل ہوتا ہے جس کی وجہ بحث تصورات میں گزر گئی ہے اور اگر وہ شک وشبہ میں ہے یا محض تشفی چاہتا ہے تو اس سے چند سوالات کریں۔

۱۔ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں؟

۲۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے؟

۳۔ آپ قرآن اور حدیث پر بھی ایمان رکھتے ہیں؟

۴۔ آپ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ مشکل قسم کے اعمال کس کے لیے کرتے ہیں؟ کیا آپ کی

نیت یہ ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ راضی ہو جائیں؟ یا آپ کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے؟

۵۔ کیا آپ یہ اعمال اس وجہ سے کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے ان کا حکم دیا یا ان کو خدا تعالیٰ کا حکم سمجھ کر کرتے ہیں؟

۶۔ فرض کیجئے ایک مجلس میں نبی علیہ السلام اور امام ابوحنیفہ دونوں موجود ہوں آپ کس کی بات مانیں گے؟

۷۔ جو مسائل صراحتہً قرآن و حدیث میں نہ ملیں ان کے بارہ میں آپ علماء اسلام پر اعتماد کرنا بہتر سمجھیں گے یا اپنی مرضی سے بغیر علم کے عمل کرتے پھریں گے؟

ان سب سوالات کے جوابات ملنے پر آپ اس سے کہیں محترم حوصلہ رکھیں آپ اور ہم الحمد للہ قرآن بھی مانتے ہیں اور حدیث بھی اس لیے ہم اہل القرآن و الحدیث ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں جس نے آپ کو ورغلایا ہے وہ جھوٹا آدمی ہے آپ کو کہتا ہے کہ آپ قرآن و حدیث نہیں مانتے بتلاؤ سوالوں کے جوابات کے بعد تم اس کو جھوٹا کہو گے یا نہ کہو گے۔ ہم اپنی نماز کا ایک ایک حصہ انشاء اللہ حل کر دیتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں جن لوگوں نے آپ کو ورغلایا ہے وہ خالص اہل حدیث ہیں قرآن سے آپ کو دور کر دینا چاہتے ہیں۔ ان سے بچیں ورنہ کل کو کوئی اور آدمی آپ کو وسوسہ ڈالنے لگے گا۔ نیا مذہب لینے سے یہ بہتر ہے کہ اپنی سابقہ زندگی کی نمازوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھ لیں۔ رہا یہ کہ وہ لوگ قرآن و حدیث ہی کا نام لیتے ہیں تو فرق یہ ہے کہ ہماری نماز قرآن و حدیث والی نماز ہے۔ وہ صرف احادیث پیش کرتے ہیں اور احادیث یا ضعیف ہیں یا متعارض ہیں یا ان کا مفہوم وہ نہیں جو یہ لوگ لے رہے ہیں تکبر کی وجہ سے ان سے قرآن و حدیث کا فہم جاتا رہا ہے۔ پھر اگر آپ غیر مقلد ہو ہی جاتے ہیں تو آپ کی سابقہ نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیا وہ معاف ہو جائیں گی یا قبول اور درست ہوں گی۔ جو دعویٰ ہو اس کی صریح دلیل بھی لے آنا۔

ہمارا ایک دوست حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ ایک مرتبہ اس کو غیر مقلدین کی مسجد میں نماز پڑھنی پڑی۔ امام صاحب نے اس کو ورغلانا چاہا اور رفع یدین وغیرہ کی ترغیب دی۔ اس نے توجہ نہ دی۔ وہ امام صاحب حدیث کی کتابیں اٹھا لایا اور اس کو رفع یدین کی

احادیث دکھانے لگا۔ اس نے کہا مولانا یہ دلائل دیکھنا تو علماء کا کام ہے مجھے کیا پتہ چلے گا۔ امام صاحب نے اس سے کہا کہ چل تو کسی حنفی سے رفع یدین کی حدیث لے آ۔ وہ اللہ کا بندہ ایک عالم دین کے پاس آیا اور رفع یدین کی حدیث لکھوا کر لے آیا۔ غیر مقلد نے دیکھ کر کہا یہ ضعیف ہے۔ حنفی نے جواب دیا کہ یہ صحیح یا ضعیف کی پہچان علماء کا کام ہے' تو نے حدیث کا مطالبہ کیا تھا' میں نے پورا کر دیا۔ غیر مقلد نے پھر پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر اس اللہ کے بندے نے کہا مولوی صاحب غور سے سنو' جب میں دوسری جماعت میں تھا اس وقت سے پابندی سے نماز پڑھتا ہوں۔ کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ اب تو میرے پیچھے پڑ گیا کہ تیری نماز نہیں ہوتی' یوں کر لو ووں کر لو۔ اب اگر تیرے کہنے سے میں بد ظن ہو کر نماز چھوڑ دوں تو کل قیامت کے دن خدا کے دربار میں' میں تیرا ہی گریبان پکڑوں گا۔ اس پر وہ غیر مقلد مجبوراً" خاموش ہو گیا۔ میرے خیال میں عام مسلمان کے لیے غیر مقلد کو خاموش کرنے کا یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔

اہل القرآن والحدیث کے چند مسائل قرآن و حدیث سے

اس جگہ ہم پھر یہ بات دہراتے ہیں کہ غیر مقلد صرف حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور حنفیہ قرآن اور حدیث سے دونوں سے استدلال کرتے ہیں اس کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو کتاب صلاۃ الرسول مصنفہ حکیم صادق صاحب غیر مقلد اور کتاب نماز مدلل مصنفہ مولانا فیض احمد صاحب ککروی مدظلہ العالی کا تقابل کریں۔ نماز مدلل کے اندر آپ کو بیسیوں آیات ملیں گی جب کہ صلاۃ الرسول کے اندر نماز کے کسی مسئلہ پر آیت کو پیش نہیں کیا گیا۔ پھر جن مسائل کے اندر حدیث سے استدلال نہیں کر سکے یا تو اس کو ذکر ہی نہ کیا اور یا بغیر دلیل کے مسئلہ لکھ کر دیا ہے پھر آخر کتاب میں عنوان باندھتے ہیں خاتمہ اور دعا اس کے آخر میں لکھتے ہیں "اگر نمونہ کے مطابق آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کوئی نکتہ چینی کرے یا اقوال رسول ﷺ کے مطابق (شاید یہ لفظ مقابل ہو کتابت کی غلطی سے مطابق لکھا گیا۔ قاسم) اقوال رجال پیش کرے تو آپ اس کی نادانی کے تخاطب سے اجتناب کرتے ہوئے عمل بالحدیث پر کاربند رہیں (صلاۃ الرسول ص ۴۴۵) ملاحظہ فرمایا آخر میں بھی حکیم صاحب عمل بالحدیث ہی کی دعا کرتے ہیں جبکہ ہم الحمد للہ عامل بالقرآن والحدیث ہیں۔ اور ان کو شاید یہ بات برداشت نہیں ہے۔ دراصل یہ لوگ ہمیں قرآن سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ

تعالیٰ سے عمل بالقرآن و الحدیث کی توفیق مانگتے ہیں آمین۔

شاگرد: استاد جی صلاۃ الرسول کے اندر مندرجہ ذیل آیات موجود ہیں۔ وما آتاکم الرسول فخذوہ (ص ۳۳، ص ۱۸۰) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (ص ۳۳) الیوم اکملت لکم دینکم (ص ۴۶) وامر اھلک بالصلاۃ و اصطبر علیھا (ص ۱۴۲)

استاد: لیکن ان آیات سے ان مسائل پر استدلال نہیں کر سکتے جن کی وجہ سے حنفیہ کو ملامت کرتے ہیں پہلی اور دوسری آیت کے اندر حجیت حدیث کا ذکر ہے بھلا اس سے حنفیہ پر دلیل کیسے قائم ہو گی یہ دلیل تو کسی منکر حدیث کے خلاف پیش کریں۔ تیسری آیت میں تکمیل دین کا ذکر ہے بھلا فقہ اس کے معارض کب ہے اصولی طور پر دین پورا ہو چکا ہے اگر اس آیت کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ دین مکمل ہو چکا اس لیے فقہ کی تدوین بے کار ہے اگر یہی علت ہے تو صلاۃ الرسول لکھنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ کیا دین میں کوئی نقص رہ گیا جو اس کتاب نے پورا کیا ہے۔ صحاح ستہ اور اصول حدیث کے قواعد اسماء الرجال کی کتب اس استدلال سے فقہ کی طرح بے کار رہ جاتی ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ آیات قرآنیہ حنفیہ کے عمل کے خلاف پیش کرتے مگر ایسا نہیں کر سکتے اب ہم ذیل میں صلاۃ الرسول اور نماز مدلل کا مختصر تقابل ذکر کرتے ہیں۔

نمبر (۱) مسئلہ وضوء: وضوء کے باب میں نماز مدلل کے اندر سورت مائدہ کی آیت یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلاۃ (الآیہ) ذکر کی ہے اس کے بعد متعدد احادیث لاتے ہیں۔

جبکہ صلاۃ الرسول کے ص ۸۱ سے وضوء کا بیان شروع ہوتا ہے مگر کسی ایک آیت سے استدلال نہیں صرف احادیث ہیں۔

نمبر (۲): غسل کے بارے میں نماز مدلل کے اندر سورت مائدہ سے وان کنتم جنبا" فاطھروا کو نقل کیا ہے اور متعدد احادیث کو ذکر فرمایا ہے (دیکھئے نماز مدلل ص ۲۷، ۲۸) جبکہ صلاۃ الرسول ص ۶۲، ص ۱۱۶ سے غسل کے مسائل مذکور ہیں مگر حوالے صرف احادیث کے ہیں۔

۳۔ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کے بارے میں نماز مدلل کے اندر اولا اس آیت سے استدلال کیا ہے واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا پھر اس کا شان نزول

بتایا کہ راجح قول کے مطابق وہ نماز ہی ہے (دیکھئے نماز مدلل ص ۸۴) اس کے بعد اس مسئلہ پر متعدد احادیث مسلم شریف نسائی شریف اور دیگر کتب سے ذکر کی ہیں (ص ۸۳ تا ۹۴) [۱]

صلاۃ الرسول کے ص ۲۰۰ تا ص ۲۰۶ کے اندر فاتحہ خلف الامام ہی مذکور ہے مگر حیرت کی انتہا نہیں کہ مصنف یہاں بھی کوئی آیت نہ لائے صرف احادیث ہی کے ذکر پر اکتفا کر لیا۔ اتنا اہم مسئلہ اور قرآن سے استدلال نہیں کیوں آخر؟ [۲]

۴ ۔ آمین بالسر کے بارے میں نماز مدلل ص ۹۵ کے اندر احادیث کے ساتھ آیات بھی مذکور ہیں استدلال یوں بنتا ہے کہ بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ میں ہے کہ آمین دعا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة عاجزی کے ساتھ اور آہستہ اپنے رب سے دعا کرو۔ اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ دعا آہستگی سے ہوتی ہے دلیل منطقی انداز میں یوں مکمل ہوگی۔

آمین دعا ہے اور دعا آہستگی سے ہوتی ہے خط کشیدہ حد اوسط کو حذف کرنے سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ آمین آہستگی سے ہوتی ہے۔

صاحب صلاۃ الرسول ص ۱۹۵ تا ص ۱۹۹ میں آمین بالجہر کی بحث ہے مگر آیت ایک بھی پیش نہیں کی اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ آمین اونچی سے یہودیوں کو چڑ تھی اور وہ نفرت کرتے تھے۔ پھر ان کی ذکر کردہ بعض احادیث خود ان کے خلاف ہیں مثلاً" ص ۱۹۶ میں ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے آمین کہا تو حضرت علی نے سنی۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے کیا ان کے امام کی آمین سنائی دیتی ہے ان کے مقتدی تو اتنا شور کرتے ہیں اور شاید امام سے پہلے ہی آمین کہتے ہوں۔

شاگرد: احادیث کے اس تعارض کا کیا حل ہے ؟

استاد: نماز مدلل ص ۹۹ میں ہے کہ آمین کو کبھی کبھی جہر سے ادا کرنا تعلیم اور اطلاع کے لیے تھا چنانچہ نبی ﷺ سے ظہر اور عصر کی قرات بالجہر بھی تعلیم کے لیے ثابت ہے۔ اگر غیر مقلدین میں ہمت ہے تو آمین بالجہر کا دوام یا نبی ﷺ سے اس کا امر ثابت کر دیں۔ دیدہ باید۔ چند مسائل ہم نے بطور نمونہ ذکر کیے ہیں' وللتفصیل مقام آخر

---

[۱] اس مسئلہ پر احسن الکلام لاجواب کتاب ہے راقم نے تناقض کی بحث میں اس مسئلہ پر مختصر کلام کیا ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

پانچواں نکتہ : غیر مقلدین اور مسئلہ نماز

غیر مقلدین کا سب سے بڑا داؤ یہ ہوتا ہے کہ حنفی سے کہتے ہیں کہ تیری نماز نہیں ہوتی کیونکہ تو امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اور اپنی نماز کے صحیح ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم امام کی بات مانتے ہو ہم رسول اللہ ﷺ کی تم فقہ مانتے ہو ہم حدیث مانتے ہیں۔ یہ تین مکر ہیں۔ دو کا حل فقہ کی بحث میں گزر چکا ہے اس جگہ ہم مسئلہ نماز پر گفتگو کرنے کا اصولی طریقہ تحریر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غیر مقلد نماز کے کسی مسئلہ پر بات کئی طرح سے شروع کرتے ہیں۔

کبھی حدیث کی کتاب لا کر دکھاتے ہیں کہ یہ حدیث ہے جب غیر مقلد ایسا کرے تو آپ اس کو ایک کی بجائے دس کتابیں پیش کریں اور اسے کہیں یہ سب حدیثیں ہیں کیا تم سب پر عمل کرتے ہو۔ اور جس کتاب کو لایا ہو اس کو شروع سے کھولیں مثلاً" مشکوۃ شریف لایا ہو تو شروع سے حدیثیں سنو اور اس کا مفہوم دریافت کرو اور اس پر عمل دیکھو۔ مثلاً" دوسری حدیث میں ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ پوچھیں یا آپ کی نماز ایسی ہوتی ہے پاؤں پر پاؤں مارتے ہو ہم تو سمجھتے تھے کہ تم لوگ نماز کے باہر حنفیہ کو پریشان کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ تم نماز کے اندر ایک دوسرے کو معاف نہیں کرتے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اور اگر وہ اس حدیث پر کلام کرنے کا اصرار کرے تو اس سے کہہ دیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ مشکوۃ شریف کی ہزارہا احادیث میں صرف یہی حدیثیں قابل عمل ہیں باقی سے کیوں بھاگتے ہو۔

اور کبھی ایسا کرتے ہیں کہ نماز کے کسی خاص مسئلہ پر حدیث لاتے ہیں مثلاً" صرف رفع یدین کی بارے میں اس وقت آپ کہیں محترم کیا صرف یہی مسئلہ ہے یا کوئی اور بھی ہے جتنے اتفاقی مسائل ہیں سب کو یکجا لکھ دو اور جتنے اختلافی نہیں ہیں ان کو بھی لکھ دو۔ پھر جتنے اختلافی مسائل ہیں ان کے بارے میں بھی دلیل ذکر فرماؤ مثلاً" امام اونچی آواز سے اللہ اکبر کہے مقتدی آہستہ اس کی دلیل حدیث سے لائیں۔ اور اگر صرف اختلاف میں الجھے تو اسے کہو جناب جن مسائل کو تم تسلیم کرتے ہو وہ صحیح کیسے ہو گئے اگر حدیث ہے تو پیش کرو تمہارا مان لینا یا خاموش رہنا تو حدیث نہیں ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم بعض

مسائل پر تو دلیل کے عمل کرتے ہو بلکہ اندھی تقلید کرتے ہو۔ اور اگر یہ کہے ہم صرف چند مسائل کو طے کرنا چاہتے ہیں باقی تمہاری نماز بالکل درست ہے تو ان سے کہیں مہربانی کر کے اپنے اس دعوی کو دلیل سے ثابت کر دو۔ جن کو درست کہتے ہو ان کی دلیل پہلے دو تا کہ ہمیں ان کی تسلی تو ہو اور اگر ان کی دلیل لے آئے تو کہیں محترم ہمارے اکابر کا قرآن وسنت پر عمل تھا تبھی یہ مسائل درست نکلے۔

اور جب یہ کہیں کہ تمہاری نماز حدیث کے خلاف ہے تو اس سے گفتگو کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ ایک حدیث لاتے ہیں تو آپ دوسری پیش کر دیں ۔ یا وہ حدیث لاتا ہے آپ اس کے رجال پر جرح کر دیں اس سے اچھا اثر نہیں پڑتا اور یہ طریقہ ہے بھی مشکل بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین سے مندرجہ ذیل دعووں پر دستخط کروالیں۔ پھر بات آگے چلے تو بہتر ہے اور اگر بات آگے نہ چلے تب بھی آپ کو شکست نہ ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ ۔

غیر مقلدین کے دعوے

۱۔ ہم غیر مقلد خالص اہل حدیث ہیں۔

۲۔ ہم غیر مقلدین کی سب نمازیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بالیقین مقبول ہیں۔

۳۔ ہم غیر مقلدین کو نماز کا مکمل ثواب ملتا ہے۔

۴۔ حنفیہ کی کوئی نماز/ امام کے پیچھے کوئی نماز اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

۵۔ غیر مقلدین کی نماز کا ایک ایک جز نیت کی کیفیت اور تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک بالتفصیل حدیث شریف سے ثابت ہے۔

۶۔ قرآن و حدیث میں نماز کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ غیر مقلدین کی نماز ہی کے حق میں ہے۔

۷۔ قرآن و حدیث میں ذکر کردہ نماز کے تمام تر مسائل پر غیر مقلدین ہی کا عمل ہے۔

۸۔ حنفیہ کی نماز کا کوئی ایسا مسئلہ جس میں غیر مقلد اختلاف کرتے ہیں مثلاً" ترک فاتحہ خلف الامام' آمین بالسر' رفع یدین' سارا رمضان بیس تراویح' نماز جنازہ مکمل پور پر قرآن و حدیث کے مطابق نہیں۔ ان مسائل کے بارے میں حنفیہ کے پاس نہ تو قرآن پاک کی کوئی آیت ہے اور نہ ہی کتب حدیث (مثلاً صحیح بخاری' صحیح مسلم' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' خلق افعال العباد' شمائل ترمذی' موطا امام مالک' موطا امام محمد' شرح السنۃ' مشکوۃ شریف' طحاوی

شریف، مشکل الآثار، السنن الکبریٰ بیہقی، محلی ابن حزم، الحجہ علی اہل المدینہ، کنز العمال، مجمع الزوائد، جمع الفوائد، کتاب الام، نصب الرایہ، الجامع الصغیر، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، سنن سعید بن منصور، سبل السلام، کتاب الآثار، مغنی ابن قدامہ، المدونۃ الکبریٰ، مسند احمد، نیل الاوطار، اعلاء السنن، آثار السنن، تحفہ الاحوذی وغیرہ) سے کوئی حدیث صراحتہً یا اشارۃً حنفیہ کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ غیر مقلد نے ان کتابوں کو اور ان کے علاوہ تمام کتب حدیث کو بالاستیعاب بار بار پڑھا ہے۔ اگر غیر مقلد ان میں سے کسی کتاب سے انکار کرے تو اس سے کہیں کہ ان میں سے جو ناقابل قبول ہے اس کو الگ لکھ دو اور جو جو کتابیں جس جس قدر تمہارے ہاں قابل قبول ہیں ان کو الگ تحریر کرو اور دونوں کے لیے حدیث صحیح سے دلیل لے آؤ۔

۹۔ غیر مقلد ان دعووں کو صحیح حدیث سے ثابت کرے گا۔

۱۰۔ اگر غیر مقلد اپنے ان دعووں کو صحیح حدیث سے ثابت نہ کر سکے
یا اس کے عمل کے خلاف کوئی حدیث یا آیت ثابت ہو گئی
یا کوئی آیت یا حدیث ایسی مل گئی جس پر ان کا عمل نہ ہو
یا حنفی کسی اختلافی مسئلہ کے اندر کوئی آیت یا ان کتابوں سے کوئی حدیث پیش کر دیں
تو غیر مقلد کی نمازیں باطل ہو جائیں اور وہ لعنت اللہ علی الکاذبین کا مستحق ٹھہرے۔

تلک عشرۃ کاملہ

نام دستخط غیر مقلد — نام و دستخط گواہان — بیان وقت، تاریخ، جگہ

شاگرد: استاد جی اتنا سخت دعویٰ؟ اس پر وہ کیسے دستخط کریں گے؟

استاد: مشہور ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ہم نے کوئی سختی نہیں کی جو کچھ وہ لوگ زبان سے کہتے ہیں ہم نے اس کو تحریر میں لانے کا مطالبہ کر دیا ہے یہ کون سا گناہ ہے ان کی عادت ہی یہ ہے کہ زبان سے دعویٰ کر دیتے ہیں اور جب تحریر کا مطالبہ ہو تو کہہ دیتے ہیں

کہ کیا ہماری زبان پر اعتبار نہیں ہے حنفیہ کے خلاف ان کے زبان پر ہرگز اعتبار نہ کرنا جو دعویٰ کریں تحریری کریں ان کا ایک مکر یہ ہے کہ ہمارے عالم دین کے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بخاری کو مانتے ہو مسلم کو مانتے ہو جب وہ اقرار کرلیتا ہے تو بخاری کی حدیث پیش کر کے تنگ کرتے ہیں۔ یاد رکھو تمام باطل فرقے ہمارے مسلمات کی وجہ سے ہمیں تنگ کرتے ہیں اس لیے اپنی نظر کو وسعت دیں وہی طریق اختیار کریں جو ہم نے ذکر کیا ہے اور اگر غیر مقلد اس طرح مکر کرے اور پوچھے اس کتاب کو مانتے ہو یا نہیں تو اس سے پوچھو کہ پہلے تم بتاؤ اس کو تم بھی مانتے ہو یا نہیں اگر ہاں میں جواب ہے تب دلیل پوچھو اور اگر ناں میں ہے تب دلیل پوچھو اور جو دعویٰ کردے دلیل طلب کرو کہ کس صحیح حدیث میں آیا ہے۔ مثلاً" وہ کہتا ہے کہ بخاری صحیح حدیث کی کتاب ہے اس سے دلیل طلب کرو آخر تقلید پر آئے گا یا بھاگ جائے گا۔ اور اگر اس کا اصرار اس پر ہے کہ تم بخاری کو مانتے ہو یا نہیں تو اس سے کہو کہ تم اگر بخاری کے بارے میں اپنا عقیدہ واضح نہیں کرتے تو ہمیں خطرہ ہے کہ تم ہمارے خلاف بخاری کو اس طرح پیش کرو جس طرح ایک منکر حدیث پیش کرتا ہے اور اگر تم منکر بخاری نہیں تو بخاری سے دلیل دو۔

پھر جب غیر مقلد کوئی کتاب لا کر حدیث دکھائے تو آپ اس سے کہیں کہ مجھے شروع کتاب سے ساری حدیثیں سناؤ کیا ہر ہر حدیث پر آپ کا عمل ہے مثلاً" مشکوۃ شریف کے صفحہ ۱۰۱ سے حدیث پیش کرتا ہے تو کیا سو صفحہ کی احادیث ان کو معاف ہیں۔ علاوہ ازیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سو صفحہ کی احادیث تو مانتے ہیں البتہ صفحہ ۱۰۱ کی حدیث پر عمل نہیں ہے۔ جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کا گذشتہ سو صفحہ پر عمل تو درکنار نہ انہوں نے کبھی اس کو پڑھا ہے نہ سمجھا ہے۔

شاگرد: اگر وہ اس پر دستخط نہ کرے تو پھر؟

استاد: پھر اسے الجھنے نہ دو اسے کہو اگر تو سچا ہے تو دستخط کر ورنہ تیرا جھوٹ ثابت ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص ہمیں تنگ نہیں کرتا ہماری نمازوں کو باطل نہیں کہتا تقلید کو برا نہیں کہتا۔ عقیدہ میں ہماری طرح ہے ہمارے اکابر کا احترام کرتا ہے ائمہ فقہ اور ائمہ حدیث سب کی قدر کرتا ہے لیکن نماز میں رفع یدین وغیرہ کرتا ہے ہم ہرگز اس سے الجھنا اچھا نہیں سمجھتے وہ ہمارا بھائی ہے ہم اس کے بھائی ہیں۔

شاگرد: استاد جی اگر وہ دستخط کر دے تو پھر؟

استاد: اب اس سے ہر ہر دعویٰ پر صحیح حدیث طلب کر لیں اور اس کے اندر وہ مکمل ناکام رہیں گے پہلا دعویٰ یہ کہ وہ خالص اہل حدیث ہیں۔ اس کا ذکر کسی حدیث میں ہے علاوہ ازیں ہم تو اہل القرآن و الحدیث ہیں اس کا معنی یہ ہوا کہ ہم قرآن و حدیث دونوں پر عامل ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے اور ان کا دعویٰ یہ بن جاتا ہے کہ وہ صرف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہ دعویٰ ان کے لیے ان شاء اللہ مصیبت بن جائے گا۔ حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب اپنے غیر مقلد ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ عمل بالحدیث پر کاربند رہیں۔ (صلاۃ الرسول ص ۴۴۵) جبکہ ہم اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور قرآن و حدیث دونوں پر عمل کی نصیحت کرتے ہیں۔

دوسرا دعویٰ غیر مقلدین کا کہ ان کی نماز بالیقین ہو جاتی ہے اگر غیر مقلدین اس پر دستخط کر دے تو ایسی حدیث بھی لے آئے جس میں یہ ذکر ہو کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ غیر مقلد کی نماز ہو جاتی ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اور اگر غیر مقلد اس پر دستخط نہیں کرتا تو آپ اس سے کہیں کہ جب تجھے خود اپنی نماز کے ہونے کا پورا یقین نہیں تو ہمیں کس بات کی دعوت دے رہے ہو۔

رہا حدیث لا صلاۃ سے اس دعویٰ پر استدلال تو یہ قطعاً درست نہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ نیز ان کا یہ دعویٰ قرآن پاک کے خلاف ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے فلا تزکوا انفسکم "اپنی پرہیزگاری آپ بیان نہ کرو"

تیسرا دعویٰ یہ کہ غیر مقلدین کو نماز کا مکمل ثواب ملتا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر غیر مقلد اس پر دستخط نہ کرے تو اسے کہو کہ جب تمہیں اپنی نمازوں پر مکمل ثواب کا یقین نہیں تو ہمیں کس لیے اپنے مذہب کی دعوت دے رہے ہو۔

چوتھا دعویٰ ان کا یہ ہے کہ حنفیہ کی نماز نہیں ہوتی یا یہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ ارشاد نبوی ہے لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب او کما قال

اس کا حل یہ ہے کہ ایسی حدیث دکھائیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حنفیہ کی نماز نہیں ہوتی اس حدیث میں حنفیہ کا ذکر کہاں ہے رہا یہ کہ اس حدیث سے فاتحہ خلف الامام کا ثبوت

ہے جس پر حنفیہ عامل نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مقلد جب دعویٰ نمبر ۸ کو ثابت کرے گا تب ہمارے خلاف دلیل قائم ہو گی ورنہ نہیں اور دعویٰ نمبر ۸ کا حال عنقریب آتا ہے۔

غیر مقلد اسی حدیث سے اپنی نمازوں کا صحیح ہونا ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے قطعاً" اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دلیل میں دو قضیے ہوتے ہیں دعویٰ مثبت کے لیے دونوں کا مثبت ہونا اور حد اوسط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور اس مقام پر ان کی دلیل یوں بنتی ہے

صلاة غير المقلدين بفاتحة الكتاب ولا صلاة لمن لم يقرا بفاتحة الكتاب

اور اگر منطقی انداز میں ان کی دلیل پیش کریں تو یوں بنے گی۔

صلا تهم صلاة قرى فيها بفاتحة الكتاب خلف الامام وكل صلاة لم يقرا فيها بفاتحة الكتاب خلف الامام غير صحيحة

مگر اس دلیل کے اندر حد اوسط نہیں ہے کیونکہ پہلے میں قرئ اور دوسرے میں لم يقرأ ہے اور دوسرا طریقہ حسب ذیل ہے۔ صلا تهم صلاة قرئ فيها بفاتحة الكتاب خلف الامام ولا شيء من الصلاة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب خلف الامام صحيح

اس کے اندر کبریٰ سالبہ ہے اس لیے نتیجہ موجبہ نہیں نکل سکتا۔ علاوہ ازیں پہلے میں قری اور دوسرے میں لم يقرا ہے نیز کبریٰ میں خلف الامام کی قید صحیح حدیث پر زیادتی ہے الغرض غیر مقلد ہرگز اس حدیث سے اپنی نمازوں کا صحیح ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

پانچواں دعویٰ یہ کہ ان کی نماز کا ہر ہر جزء بالتفصیل حدیث شریف سے ثابت ہے یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ نماز میں نیت فرض مگر غیر مقلدین نیت کی کیفیت کہ نیت میں کیا ارادہ کیا جائے کسی حدیث سے ہرگز پیش نہیں کر سکتے وتروں کی تیسری رکعت میں جس طرح یہ لوگ ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے ہیں اس کا کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔

حکیم محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔

"جب آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو آمین آہستہ کہیں جب ظہر اور عصر امام کے

پیچھے پڑھیں تو پھر بھی آہستہ ہی کہنی چاہیے" (صلاۃ الرسول ص ۱۹۵)

مگر اس پر کوئی دلیل ذکر نہ کی اس کے بعد آمین بالجہر کو لکھا اور حدیثیں اپنے خیال کے مطابق آمین بالجہر ہی کو ثابت کرنے کے لیے لاتے ہیں۔ اگر ان کے پاس پہلے مسئلے کے لیے کوئی حدیث ہے تو ذکر کیوں نہ کی اور اگر نہیں ہے تو یہ مسئلہ کیوں لکھا جب کہ خود ہی حکیم صاحب لکھتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ و فتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن و حدیث کے ساتھ مدلل ہو (صلاۃ الرسول ص ۴۶)

ان کے علاوہ بھی ہزارہا مسائل ہم ان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں جن کے بارے میں ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے اور وہ ان پر عامل ہیں۔

چھٹا دعویٰ کہ قرآن و حدیث میں جو حکم بھی نماز کی بارہ میں وارد ہے غیر مقلدین ہی کے حق میں ہے بالکل باطل ہے عنقریب اس کا بطلان واضح ہوا چاہتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ساتواں یہ دعویٰ کہ قرآن و حدیث میں نماز کے بارے میں آنے والے سب احکام پر غیر مقلدین ہی کا عمل ہے سراسر باطل ہے آپ سردست کتاب "حدیث اور اہل حدیث" ہی ملاحظہ کر لیں قلعی کھل جائے گی۔

آٹھواں دعویٰ یہ کہ حنفیہ کی نماز کا کوئی معمولی جزء بھی قرآن و حدیث سے صراحتہً یا اشارۃً ثابت نہیں ہے اگر وہ اس دعویٰ پر دستخط نہ کرے تو اس سے کہہ دیں کہ چلو نماز کے جن مسائل میں تمہیں ہمارے ساتھ اختلاف ہے ان کی فہرست بنا کر لکھ دو کہ ان مسائل (ترک فاتحہ' خلف الامام' ترک رفع یدین قبل الرکوع و بعد الرکوع' آمین بالسر عورتوں کی نماز وغیرہ) کے اندر حنفیہ کے پاس قطعاً" قرآن پاک یا حدیث شریف سے صراحتہً" یا اشارۃً" کوئی دلیل نہیں ہے۔

غیر مقلد کے لیے یہ دعویٰ ہی بجائے خود ایک بجلی کا کڑکا ہے لیکن اس کے ساتھ حدیث شریف کی بعض کتابوں کے نام بھی دیے گئے ہیں وہ بھی ضرور دعویٰ کے اندر لکھوا لینا۔ اگر غیر مقلد اس دعویٰ پر دستخط نہ کریں تو اسے پوچھیں کہ دستخط نہ کرنے کی کیا وجہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں قرآن وحدیث پر کوئی عبور نہیں ہے۔ خدا ورسول پر افتراء کرتے ہو اور یا تمہیں قرآن و حدیث سے ہماری نماز صحیح معلوم ہوتی ہے اب تم ہم سے کس لیے الجھ رہے ہو؟ سچے ہو تو دستخط کرو۔ ورنہ توبہ کرو اور توبہ کا بہترین راستہ یہ ہے کہ جس

مذہب پر رہ کر تمہیں کذب و افتراء کی عادت ہوئی ہے اس مذہب کو چھوڑ دو اور جو لوگ نبی علیہ السلام پر بہتان نہیں باندھتے ان کے ساتھ مل جاؤ دوسرے لفظوں میں اہل حدیث نہ رہو اہل قرآن و حدیث بن کر ہمارے بھائی ہو جاؤ۔

اور اگر وہ دستخط کر ہی دیتا ہے تو کسی عالم دین کے پاس جا کر اس سے نماز کے مسئلہ پر کوئی مدلل کتاب مثلاً" نماز مسنون کلاں مصنفہ حضرت صوفی عبدالحمید صاحب سواتی' نماز مدلل مصنفہ مولانا فیض احمد یا حدیث اور اہل حدیث یا حضرت شیخ الحدیث صاحب کی کتاب احسن الکلام وغیرہ کتابوں میں سے کوئی کتاب اس کے پاس لے جائیں ان شاء اللہ بری طرح ناکام ہوگا اور اپنے دعوی کے مطابق لعنت کا مستحق ٹھہرے گا۔

تنبیہہ : نبی علیہ السلام کی طرف ایسی بات کی نسبت کر دینا جس کا آپ سے ثبوت نہ ہو یہ گناہ کبیرہ ہے اور ایسی بات کو موضوع حدیث کہا جاتا ہے اس طرح نبی علیہ السلام سے ثابت شدہ حدیث کا جان بوجھ کر انکار کر دینا بھی گناہ ہے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی من کذب والی وعید میں داخل ہو جائے۔

فائدہ : ہم نے آٹھویں دعوے میں کتب حدیث کے نام اس لیے لکھے ہیں تا کہ دلیل پیش کرنے کے بعد جھگڑا نہ ہو جس کتاب کا وہ منکر ہے پہلے اس کو بیان کر دے سنا ہے کہ جن کتابوں کے مصنف حنفی ہیں مثلاً" طحاوی شریف یا موطا امام محمد یہ لوگ اس کو نہیں مانتے اسی طرح بسا اوقات یہ قید لگاتے ہیں کہ دلیل صحاح ستہ سے دیں اور اگر ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں ہماری دلیل ہوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ صحیحین سے دکھاؤ اور اگر مسلم سے ہو تو کہتے ہیں کہ بخاری پر بات ہوگی اور کوئی کتاب نہ ہو۔ اور اگر قرآن سے استدلال ہو تو کہتے ہیں کہ یہ مجمل ہے اور جب اپنی باری ہو تو کتاب القراءۃ بیہقی سے ضعیف بلکہ موضوع حدیث کی صحت ثابت کرتے ہیں جو نہ صحاح ستہ میں ہے اور نہ صحیحین میں اور نہ ہی اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں بلکہ بعض مجہول ہیں اسی طرح رفع یدین کے بارہ میں حتی لقی اللہ والا جملہ اور ۴۰۰ احادیث والی بات جو غلط ہے نہ بخاری مسلم میں ہے نہ صحاح ستہ میں مگر حنفیہ کی مخالفت میں یہ سب جائز مانتے ہیں خدا جانے یہودیوں والا کردار کیوں ادا کرتے ہیں۔

چھٹا نکتہ : غیر مقلدین کا افتراء

غیر مقلد حنفیہ کو یہودیوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں حالانکہ خود یہودیوں کی بہت سی سنتیں زندہ کرتے ہیں۔ ہم پہلے ان کی عبارت ذکر کریں گے جس کے اندر انہوں نے حنفیہ کو یہودیوں کے ساتھ ملایا ہے اور پھر ان کے یہودیوں والے کردار پیش کریں گے۔ حکیم محمد صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں "یہودیوں کا آمین سے چڑنا عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیھود علی شیء ما حسدتکم علی آمین فاکثروا من قول آمین رواہ ابن ماجہ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس قدر یہود آمین (اونچی) سے چڑتے ہیں اتنا اور کسی چیز سے نہیں پس تم بہت آمین کہنا (ابن ماجہ)

ملاحظہ : اگر کوئی اونچی آمین کہے تو رسول کریم کی اس سنت پاک سے ہرگز نہ چڑنا اور نہ نفرت کرنا کیونکہ آمین اونچی کہنے سے یہودیوں کو چڑ تھی اور وہ نفرت کرتے تھے اور ہمیں یہود کی مخالفت کرنی چاہیے (صلاۃ الرسول ۱۹۸، ۱۹۹)

پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن ماجہ میں دو روایتیں ہیں پہلی حضرت عائشہ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ما حسدتکم الیھود علی شیء ما حسدتکم علی السلام والتامین اس روایت میں آمین کے ساتھ سلام کا بھی ذکر ہے یہ روایت صحیح ہے۔ تمام راوی صحیح مسلم کے ہیں مگر اس کو حکیم صاحب نے ذکر نہ کیا کیونکہ ان کے مقتدی سلام آہستہ آواز سے کہتے ہیں نیز اس حدیث سے حنفیہ پر تنقید نہیں ہوتی اور جس روایت کو انہوں نے ذکر کر کے اہل القرآن و الحدیث کو یہودیوں سے ملایا ہے وہ روایت خود ضعیف ہے علامہ شہاب الدین احمد بن ابی بکر الکنانی البوصیری المتوفی ۸۴۰ ھ فرماتے ہیں۔ ھذا اسناد ضعیف لاتفاقھم علی ضعف طلحۃ بن عمرو (مصباح الزجاجہ ج ۱ ص ۱۷۶۔ نیز ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ بتحقیق فواد عبدالباقی ج ۱ ص ۲۸۹)

دوسری دھاندلی یہ فرمائی کہ اپنی طرف سے ترجمے کے اندر اونچی کا لفظ بین القوسین بڑھا دیا کیا یہ تحریف نہیں ہے کام تو خود یہودیوں والا کیا اور اہل القرآن و الحدیث کو یہودیوں سے ملا دیا

غیر مقلدین کی یہودیوں سے مشابہتیں

پہلی مشابہت : یہودیوں نے نبی علیہ السلام کی نبوت اور نزول قرآن کا انکار کرتے ہوئے یہ کہہ دیا ما انزل اللہ علی بشر من شیء اس میں ایسا سلب کلی تھا جس سے حضرت موسیٰ کی نبوت کا بھی انکار ہو گیا جو ان کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ اسی طرح غیر مقلدین کی عورتیں ہرگز مردوں کی طرح مکمل نماز ادا نہیں کرتیں مگر ایک دو مسائل کے اختلاف کی وجہ سے دعویٰ کر دیتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں (صلاۃ الرسول ص ۱۹۰)

اگر کوئی اس مسئلہ پر الجھے تو اس سے کہو محترم پہلے یہ بتاؤ کہ مرد اور عورت کے درمیان تمہارے نزدیک کوئی فرق بھی ہے یا نہیں؟ ہم تو فرق مانتے ہیں، تم اس فرق کو مداخلت فی الدین کہتے ہو (صلاۃ الرسول ص ۱۹۱) قرآن پاک میں ہے ولیس الذکر کالانثی اب آپ یہ بتائیں کہ نماز میں یہ فرق کہاں چلا جاتا ہے پھر اگر مرد بات کرنے والا ہو تو اسے کہیں کہ اگر واقعی تمہارے نزدیک کوئی فرق نہیں تو ان کو مسجد میں باجماعت اپنے ساتھ ننگے سر نماز پڑھاؤ پھر یہ دعویٰ کرو۔ اور عورت عورت سے الجھے تو یہ جواب دے کہ تم مردوں کی طرح جا کر مسجد میں اپنے مردوں کو مردوں کی طرح ننگے سر نماز پڑھاؤ پھر یہ دعویٰ کرو قارئین ذرا غور کریں کیا یہ صفت یہودیوں والی نہ ہوئی۔

عورتوں کی نماز کا فرق ایک تو اس آیت سے معلوم ہوا دوسرے ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا یبدین زینتھن کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں اور مردوں کی طرح سجدہ کرنے اور کم لباس پہننے سے عورتوں کے اعضاء کی نمائش ہوتی ہے۔ غیر مقلدین بتلائیں کیا یہ حکم ان کی عورتوں کے لیے نہیں ہے کیا نماز میں زینت ظاہر کرنا درست ہے۔

دوسری مشابہت : ارشاد باری تعالیٰ ہے الذین قالوا ان اللہ عھد الینا ان لا نومن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات و بالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین ○ (آل عمران ۱۸۳)

ترجمہ "وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ تو کہہ تم میں آچکے

کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو۔"

یعنی حضرت رسول کریم ﷺ کی تکذیب کا یہودیوں نے ایک بہانہ بنایا اور قربانی کے لانے کی شرط لگا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر دیا حالانکہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا اور نہ ہی یہودی اس شرط کے پورا ہونے پر ضرور ایمان لے آتے۔ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰؑ سے اس معجزہ کا صدور ہوا مگر ایمان نہ لائے بلکہ شہید کر دیا۔ (جلالین)

اسی طرح غیر مقلدین قرآن کو مجمل کہہ کر ترک کرتے ہیں اور حدیث کے قبول کرنے میں اپنی طرف سے شرط بھی لگاتے ہیں کہ بخاری کی ہو۔ صحاح ستہ سے ہو حالانکہ قرآن پاک میں واطیعوا الرسول کے ساتھ ان شرطوں کا کوئی ذکر نہیں ہے حدیث کا صحیح یا حسن ہونا کافی ہے خواہ کسی کتاب میں ہو۔

پھر جس طرح یہودیوں نے قربانی کے لانے کے بعد بھی انبیاء کو شہید کر ڈالا اس طرح یہ لوگ اپنی شرائط پوری ہونے کے بعد بھی مانتے نہیں ہیں نبی علیہ السلام نے امام کو قاری فرمایا ہے بخاری شریف کتاب الدعوات کی حدیث تناقض کی بحث میں گزر چکی ہے مگر کیا یہ لوگ تسلیم کر لیں گے۔ بہت مشکل ہے طلاق ثلاثہ کی بارے میں ان کے ہاں حدیث بخاری متروک ہے۔

تیسری مشابہت : ارشاد باری تعالیٰ: ذلک بانهم قالوا ليس علينا فی الامیین سبيل ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون۔

یہی حال ان لوگوں نے حنفیہ سے کر رکھا ہے صرف حنفی ہونے کی وجہ سے انسان کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں امام طحاوی کی کتابیں اسی وجہ سے نہیں مانتے حالانکہ علامہ ذہبی جیسے محدث ان کی تعریف میں رب اللسان ہیں۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۱۰) جبکہ حنفیہ اتنے معتدل ہیں کہ متقدمین تو متقدمین اس دور کے غیر مقلد علماء مثلاً شمس الحق عظیم آبادی مولانا عبدالرحمن مبارکپوری وغیرہ حضرات کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں ہم نے اپنے استاذ محترم امام اہل سنت حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دلت برکاتہم سے دورہ حدیث کے دوران بہت مرتبہ نیل الاوطار' سبل السلام' تحفہ الاحوذی وغیرہ کتب غیر مقلدین سے حوالہ جات سنے ہیں۔ یہ ان کی انصاف پسندی ہے مگر غیر مقلدین ہماری اس عبارت کو بھی اپنے حق میں ہی سمجھ لیں حالانکہ ہمارا مقصد غیر مقلدین کی تنگ نظری کو بیان کرنا ہے۔

چوتھی مشابہت : ارشاد باری ہے

لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ولهم عذاب الیم (آل عمران ۱۸۸)

"تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں بن کیے پر سو مت سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک"

تفسیر عثمانی میں ہے

"یہود مسئلے غلط بتاتے' رشوتیں کھاتے اور پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی صفات وبشارات جان بوجھ کر چھپاتے تھے۔ پھر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ بڑے عالم اور دیندار حق پرست ہیں۔ دوسری طرف منافقین کا حال بھی ان کے مشابہ تھا۔ جب جہاد کا موقع آتا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے اور اپنی حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی؟ جب حضور ﷺ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کر کے چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں۔ ان سب کو بتلا دیا کہ یہ باتیں دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں فضیحت ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو وہاں کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔ (تفسیر عثمانی ص ۹۶' ۹۷)

یہی حال غیر مقلدین کا ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل نہیں کرتے اور امید یہ رکھتے ہیں کہ لوگ کہیں کہ یہی لوگ اہل حدیث ہیں۔ سب سے زیادہ اختلاف یہ پیدا کرتے ہیں اور امید یہ رکھتے ہیں کہ لوگ ان کو فرقہ واریت سے دور جانیں۔ علم حدیث سے ان کو مناسبت نہیں' امید یہ لگاتے ہیں کہ لوگ انہیں محقق اور محدث کہیں۔

آٹھواں نکتہ : غیر مقلدین کی چالاکیاں

ا۔ جب کسی غیر مقلد کے سامنے نواب صدیق حسن خان یا کسی اور غیر مقلد کا فتویٰ یا عبارت ان کے خلاف پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم نہیں مانتے ہم تو صرف اللہ اور اس کے رسول کی مانتے ہیں اس کا حل یہ ہے کہ اس سے کہا جائے کہ ان لوگوں نے بھی تیری طرح یہی رٹ لگائی تھی اگر تو ان کی بات نہیں مانتا تو ایسی بات کہہ جس کو کل کا اہل حدیث رد نہ کر سکے تمہارا کیا اعتبار ہے کل کو تمہاری اولاد یا تمہارے شاگردوں کے سامنے تمہارا یہ مسئلہ رکھا جائے تو وہ کہے کہ ہم نہیں مانتے بتلاؤ میرے اندر اور کل کے غیر مقلد میں کیا فرق رہ گیا۔ دونوں تیری تردید کرتے ہیں۔

در اصل یہ لوگ اپنی جان چھڑانے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا مذہب قرآن وحدیث ہے ہمیں ان علماء سے الزام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ جب تاریخ اہل حدیث لکھی جاتی ہے تو اس کے اندر سب غیر مقلد علماء کو بڑی مدح کے ساتھ ذکر کرتے ہیں سید نذیر حسین دہلوی کو شیخ الکل کہتے ہیں (گویا سب غیر مقلدین کا شیخ یہی ہے سب غیر مقلد اس کے شاگرد ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ترک تقلید اس سے شروع ہوئی ہے)

مولانا محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں "اہل حدیث کا مذہب قرآن کریم و احادیث صحاح ہیں ان کو نواب صاحب وغیرہ کی کتابوں سے الزام دینا ایسا ہے جیسا حنفیہ کو شافعیہ کی کتب سے یا اس کے برعکس بلکہ اس سے بھی بد اور بدتر" (عصائے محمدی ص ۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں : "یاد رکھو ہم اہل حدیث محمدیوں کا مذہب صرف قرآن و حدیث ہے جو الزام آیت قرآنی پر جو الزام صحیح حدیث نبوی پر ہو' وہ الزام اس فرقہ پر ہے' جو الزام ان کے سوا کسی اور کے قول پر ہو وہ الزام جماعت اہل حدیث پر نہیں" (عصائے محمدی ص ۷)

اندازہ لگائیے اس جماعت کی گندی ذہنیت کا۔ محض اپنی ذات کو اعتراض سے بچانے کے لیے کیسا خطرناک طریقہ اختیار کیا۔ کیا ان کے درمیان جب آپس میں اختلاف ہوا اور غزنوی' ثنائی وغیرہ کئی گروہ بن گئے تھے تو کیا وہ سب ایک دوسرے کو کافر کہنے کے باوجود معصوم قرار پائے۔ تم پر تنقید کا منشا یہ ہے کہ تم اپنے اصولوں سے انحراف کرتے ہو قرآن و حدیث پر کوئی مسلمان تنقید کی جرات نہیں کرتا مگر تم ترغیب دے رہے ہو۔ ولا حول ولا

قوۃ الا باللہ۔ تم پر عدالت میں مقدمہ ہو جائے تو مدعی تم پر اعتراض کرے یا قرآن وحدیث پر؟ تمہاری جماعت کا آپس میں کوئی تنازع ہو جائے یا تمہارے گھروں میں خاوند بیوی کے درمیان جھگڑا ہو تو کیا تم قرآن وحدیث کو ہی برا کہنے لگ جاتے ہو؟

بتایئے کیا آپ کا فرقہ قرآن یا حدیث ہے کیا آپ سے غلطی نہیں ہو سکتی کیا اس غلطی کو یوں چھپایا جائے گا کہ اگر اہل حدیث پر الزام لگانا ہے تو قرآن و حدیث پہ الزام لگاؤ۔ مانا کہ آپ زبانی طور پر قرآن و حدیث ہی کو اپنا اصول قرار دیتے ہیں مگر کیا آپ کے سب افراد قرآن و حدیث ہو گئے۔ نیز آپ تو اول حدیث ہیں اور ہم اہل قرآن و حدیث ہمیں برا کہنے کے لیے تم اپنے اس اصول کا خیال کرتے ہو۔ کیا اس طرح آپ معترض کو یہ دعوت نہیں دے رہے کہ قرآن و حدیث کو معاذ اللہ وہ برا کہیں؟ آپ کسی کا حق دبا لیں تو کیا عدالت میں آپ کو مدعی علیہ قرار دیا جائے گا یا قرآن و حدیث کو' سوچ کر جواب دو۔

محترم جماعت اہل حدیث کے جن افراد کے مسائل کو ہم آپ کے خلاف حجت کے طور پر لائے ہیں کیا ان کے افعال یا اقوال قرآن و حدیث کے مطابق ہیں یا نہیں اگر ہیں تو فرار کی کیا وجہ ہے اور اگر قرآن و حدیث کے مطابق نہیں تو پھر ان کو اپنی جماعت سے خارج کرو اور ان سے مکمل لا تعلقی ظاہر کرو لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ اس طرح تمہاری جماعت کا کوئی فرد اہل حدیث نہ رہے گا کیونکہ اس کا کوئی نہ کوئی قول یا عمل تو یقیناً کسی نہ کسی حدیث کے خلاف ہو ہی جائے گا۔

موصوف کی عبارت پھر دیکھیں: ان کو نواب صاحب وغیرہ کی کتابوں سے الزام دینا ایسا ہے جیسے حنفیہ کو شافعیہ کی کتب سے یا اس کے برعکس بلکہ اس سے بھی بد اور بد تر (عصائے محمدی ص ۴)

واضح رہے کہ حنفیہ اور شافعیہ کا عقائد میں ہرگز اختلاف نہیں ہے صرف فروعی مسائل میں ہے اس لیے عقائد میں سب مقلدین ایک دوسرے کے اقوال اور ان کی کتابوں سے استدلال کرتے ہیں ایک دوسرے کی روایات شرح حدیث و تفسیر وغیرہ قبول کرتے ہیں کتب اسماء الرجال پر اعتماد کرتے ہیں البتہ فروعی مسائل میں قدرے اختلاف ہے۔ مگر جونا گڑھی کے بقول غیر مقلدین کا آپس میں اس سے بھی بد ہی نہیں بلکہ بد تر اختلاف ہے قطعاً ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے۔ جیسے پنجابی میں کہتے ہیں "اٹ کتے دا ویر" جونا گڑھی

صاحب جب تمہارا اور تمہارے ان بزرگوں کا نعرہ ایک ہے اصول ایک ہیں تو بتائیے تو سہی پھر عقائد کیسے مختلف ہو گئے' جرح و تعدیل پر اعتماد کیوں نہیں تفسیر غیر معتبر کیوں ہوئی۔ یا تو نواب صاحب اہل حدیث ہیں یا تم اہل حدیث ہو اور یا دونوں اہل حدیث نہیں کم از کم ایک تو جھوٹا اور فراڈی ہوا۔ تعیین آپ کر دیں۔ پھر یاد رکھو آج تم نواب صاحب کو باوجود ان کی اتنی مدح و ثنا کے اہل حدیث سے خارج کر رہے ہو کل کا غیر مقلد تم کو خارج کرے گا۔ تیار رہو تمہارا تو تسلسل ہی قائم نہیں رہا قرآن و حدیث کا ثبوت کیسے کرو گے۔

پھر جب تم ایک دوسرے کو عامل بالحدیث نہیں جانتے تو اہل حدیث کی یہ جماعت کیسی ہوتی یہ تو چوں چوں کا مربہ ہوا۔ کوئی پوچھنے اور روکنے والا نہ ہوا خود تنقید نہ کی اور کسی اور نے کر دی تو اس کو ٹال دیا۔

نواں نکتہ: فتنہ آزادی فکر

ترک تقلید سے اوپر ایک اور فتنہ آزادی فکر کے نام سے شروع ہوا ہے اور وہ بھی ترک تقلید ہی کی پیداوار ہے غیر مقلدین آزادی فکر کو بھی بڑے خوبصورت الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں "اسلام نے سب سے بڑی نعمت جو اپنے متبعین کو عطا فرمائی وہ یہی حریت فکر تھی" (مقدمہ کالا پانی ص ٦)

مولانا نے اس حریت فکر کو تقلید ائمہ کے بالمقابل ذکر کر کے، دوسری طرف اس کا تقابل آباؤ اجداد کی رسوم اور پابندیوں سے کیا ہے مکمل عبارت درج ذیل ہے۔

البتہ اہل حدیث کے لفظ کو اپنے مسلک کے لحاظ سے ضرور پسند کیا گیا اس وقت میں نہیں کہہ سکتا کہ جماعت کی اس لفظ کے متعلق کیا پوزیشن ہے لیکن اصل وضع کے وقت یقیناً" کہا جا سکتا ہے کہ اس لقب کے ساتھ نظر و فکر کے ان اسکولوں سے اجتناب مقصود تھا جو جمود تقلیدی کے ترجمان تھے اور اس فرقہ پروری کے سبب اسلام پر کئی حد بندیاں لگا دی گئی تھیں جن کو عبور کرنا ترک اسلام کے مترادف یا کم از کم فسق و معصیت سمجھا جاتا تھا حالانکہ اسلام نے سب سے بڑی نعمت جو اپنے متبعین کو عطا فرمائی تھی وہ یہی حریت فکر تھی اور آباؤ اجداد کی رسوم اور رابندیوں سے نجات" (ص ٦)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی نزدیک مقلدین کی وہی حالت ہے جو نبی علیہ السلام

کے زمانہ میں مشرکین کی جو یہ کہتے تھے بل نتبع ما وجدنا علیہ آباء نا (لقمان ۲۱)

بڑی حیرت کی بات ہے کہ فقہ کے اندر آیات واحادیث کے ساتھ اجماع و تعامل کو لیا جاتا ہے آخری درجہ اجتہاد و تقلید کا ہے بتلاؤ ان میں سے باپ دادا کی رسم کون سی ہے۔ فقہ کے باب میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جتنے مسائل میں غیر مقلد حدیث کو لیتے ہیں اتنے مسائل میں بلکہ اس سے زیادہ مسائل میں مقلدین بھی قرآن و حدیث پر عامل ہیں اور جن مسائل میں مقلدین اجماع و تعامل کو لیتے ہیں غیر مقلدین اجماع کے انکار کی وجہ سے اس کے ثواب سے محروم ہیں۔ اور جن مسائل میں مقلدین اجتہاد مجتہد سے فائدہ حاصل کرتے ہیں غیر مقلدین کے پاس بھی ان مسائل میں کوئی نص قطعی موجود نہیں ہے یہ بھی اجتہاد یا قیاس ہی سے کام لیتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کو نا اہل ہونے کی وجہ سے یا قیاس کو حجت شرعیہ جاننے کی وجہ سے اس کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ اب بتلائیں اسلام پر پابند رہنا تقلید کی وجہ سے ہے یا ترک تقلید سے اہل حدیثو ! کیا بخاری و مسلم کی تصحیح آباؤ اجداد کی پابندیوں میں تو داخل نہیں ہے۔ اگر کوئی غیر مقلد ان محدثین کبار رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہ کر کے خود تصحیح و تضعیف کرنے کا دعویٰ کر دے یا یہ کہہ دے کہ امام بخاری نے بخاری شریف کے اندر کہیں بھی اپنی ساری احادیث کی صحیح نہیں کہا ہے امام مسلم نے ضعیف راویوں سے بھی حدیثیں لی ہیں تو کیا اس کاروائی کو آزادی فکر کا نام تو نہ دیا جائے گا۔ کیا سود کی حلت' ناچ گانے کا جواز آزادی فکر کی پیداوار تو نہیں ہے۔ مولانا نے یہ تو لکھ دیا کہ اسلام نے یہ نعمت عطا کر دی مگر یہ بھی تو فرمائیں کہ اسلام ہمیں کیسے مل گیا۔ حاصل یہ کہ حریت فکر کا یہ نعرہ بڑا خطرناک نعرہ ہے مگر یہ کہ اس سے مشرکانہ توہمات اور ہندوانہ و مغربیانہ رسومات سے آزادی مراد لی جائے۔ کیونکہ اس وقت حریت فکر کا معنی اسلامی نکتہ نظر ہو گا جو سلف پر بے اعتمادی نہ کرنے دے گا۔

فائدہ

غیر مقلدین کو صرف ان اعمال کا ثواب ملتا ہے جن کو یہ لوگ قرآن و حدیث میں صراحتہ" پا لیتے ہیں جبکہ مقلدین کو اجماع اور قیاس والے مسائل پر عمل کرنے کی وجہ سے بھی ثواب ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو آسان بنایا ہے مسئلہ

معلوم نہ ہونے کی صورت میں اہل علم کی اتباع کافی ہے ارشاد باری ہے یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم "اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور جو صاحب امر ہیں تم میں سے" (صاحب امر میں فقہاء داخل ہیں۔ والتفصیل فی الکلام المفید ص ۵۲)

نیز فرمایا فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون "تو پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے"

نیز فرمایا یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر "اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا"

لیکن انہوں نے اپنے اوپر خود سختی کی ہے اور جو خود سختی کرلے اللہ تعالیٰ اس پر سختی فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ ارشاد نقل کرتی ہیں فرمایا

علیکم بما تطیقون فو اللہ لا یمل اللہ حتی تملوا وکان احب الدین الیہ ما داوم صاحبہ علیہ (متفق علیہ۔ ریاض الصالحین ص ۹۸) "لازم پکڑو اس کو جس کی تم طاقت رکھو پس اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا۔ تم اکتاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ دین وہ ہے جس پر دین والا ہمیشگی کرے"

عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھلک المتنطعون قالھا ثلاثہ (رواہ مسلم ج ۲ ص ۳۳۹)

"المتنطعون : المتشددون فی غیر موضع التشدید (ریاض الصالحین ص ۹۸ باب ۱۴) "ہلاک ہو گئے بے جا سختی کرنے والے"

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : ان الدین یسر ولن یشاد الدین الا غلبہ (وفی روایۃ ولن یشاد الدین احد الا غلبہ) (رواہ البخاری۔ ریاض الصالحین ص ۹۸) "تحقیق دین آسان ہے اور نہیں مقابلہ کیا گیا دین کے ساتھ مگر دین غالب آیا اور دوسری روایت میں ہے اور نہیں مقابلہ کیا کسی نے دین کے ساتھ مگر دین غالب آیا"

وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم (ابو داؤد ج ۴ ص ۲۷۷) "نہ سختی کرو

اپنی جانوں پر کہ سختی کرے گا اللہ تعالیٰ تم پر"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صرف اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر انحصار کرنے والے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت کے تارک بنتے ہیں پھر اپنے دعویٰ پر پورے قائم بھی نہیں رہ سکتے اور مجبور ہو کر ائمہ کا نام لیتے ہیں کیا ان کو یہ احادیث نظر نہیں آتیں۔

شاگرد: استاد جی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے علماء کی پیروی کریں تو ثواب اور اور کر لیں تو ان کو ثواب نہ ہو؟

استاد: یہ ان کے غلط نظریے کی وجہ سے ہے کیونکہ ان کے نزدیک تقلید ناجائز ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص پانی کو شراب سمجھ کر پیئے اس کو شراب پینے کا گناہ ہو گا۔ مثلاً" ایک آدمی ہوٹل پر گیا ہوٹل والے سے خنزیر کا گوشت خالص انگوری شراب مانگی اس نے اس کو بتائے بغیر بکرے کا حلال گوشت اور سیب کا تازہ جوس رکھ دیا یہ آدمی اس کو خنزیر اور خالص انگوری شراب سمجھ کر کھا پی گیا اس کو خنزیر اور شراب ہی کا گناہ ہو گا۔ اس طرح یہ لوگ خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور سے مسئلہ لیں گے یا کسی حدیث یا راوی پر کسی امتی کے کہنے کے مطابق کلام کریں۔ تو اس کو ناجائز ہی سمجھ کر عمل کریں گے بتاؤ درست ہونے کے باوجود گناہ گار ہوئے یا نہ ہوئے۔

شاگرد: ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک یہ جائز ہو۔

استاد: اگر جائز ہے تو ان کا دعویٰ کذب بیانی پر مبنی ہے قرآن و حدیث کے نام پر یہ لوگ فراڈ کرتے ہیں ایک آدمی کو بسا اوقات حنفیت سے خارج کر کے بے نماز بنا کر بے ایمان تک بنا دیتے ہیں منکر حدیث اکثر غیر مقلد ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض تو مرزائی بھی بن جاتے ہیں۔ پھر ان کو کفر کی حالت میں دیکھ کر ان کو صدمہ نہیں ہوتا اور نہ اس کو دوبارہ مسلم بنانے کا فکر کرتے ہیں اور نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا حنفی ہونا بہ نسبت پرویزی ہونے کے اچھا تھا۔ بلکہ اس کو اس حال میں چھوڑ کر کسی اور حنفی کا پیچھا شروع کر دیتے ہیں۔

البتہ یہ مسئلہ کہ حلال کو حرام سمجھ کر کرنے سے حرام کا گناہ ملتا ہے اس کی دلیل ملاحظہ ہو علامہ ابن الحاج اپنی مشہور کتاب المدخل میں لکھتے ہیں۔ کہ آدمی کے ذمہ اس بری عادت

سے بچنا ضروری ہے کہ جب اپنی بیوی کے پاس جائے تو اپنی آنکھوں کے سامنے کسی اور عورت کا تصور قائم کرلے جس کو اس نے دیکھا ہوا ہے فرماتے ہیں۔

وهذا نوع من الزنا لما قاله علماؤنا رحمة الله عليهم فيمن اخذ كوزا يشرب من الماء فصور بين عينيه انه خمر يشربه ان ذلك الماء يصير عليه حراما" وهذا عمت به البلوى حتى لقد قال لي من اثق به انه استفتى في ذلك من ينسب الى العلم فافتى بان قال اذا جعل من راها بين عينيه عند جماع زوجته فانه يوجر على ذلك و علله بان قال اذا فعل ذلك صان دينه فانا لله وانا اليه راجعون على وجود الجهل والجهل بالجهل- وما ذكر لا يختص بالرجل وحده بل المراة داخلة فيه بل هي اشد لان الغالب عليها في هذا الزمان الخروج او النظر من الطاق فاذا رات من يعجبها تعلق بخاطرها فاذا كانت عند الاجتماع بزوجها جعلت تلك الصورة التي راتها بين عينيها فيكون كل واحد منها في معنى الزاني نسال الله السلامة بمنه ولا يقتصر على اجتناب ذلك بل ينبه عليه اهله وغيرهم ويخبرهم بان ذلك لا يجوز و قد ذكر الطرطوشي رحمه الله في ذلك حديثا عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: اذا شرب العبد الماء على شبه المسكر كان ذلك الماء عليه حراما" (المدخل لابن الحاج ج ۲ ص ۱۹۵ طبع دار الفکر)

"اور یہ زنا کی ایک قسم ہے کیونکہ جو شخص پانی پینے کے لیے ایک گلاس لیتا ہے اور اپنی آنکھوں کے سامنے یہ خیال کرتا ہے کہ وہ شراب ہے جس کو پی رہا ہے تو وہ پانی اس پر حرام ہو جائے گا اور یہ گناہ عام ہو چکا ہے حتیٰ کہ مجھے میرے ایک قابل اعتماد نے بتایا کہ اس نے اس بارے میں کسی ایسے آدمی سے فتویٰ پوچھا جو عالم کہلاتا ہے اس نے یہ فتویٰ دیا کہ جب اس نے غیر عورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے کرلیا اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت اس کو ثواب ملے گا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ جب وہ ایسا کرے گا تو اپنے دین کو بچائے گا پس انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہتے ہیں اس جہالت پر اور نہ جاننے کی جہالت پر (یعنی نہ تو مسئلہ معلوم ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ یہ مسئلے سے باخبر ہے اس کو جہل مرکب کہتے ہیں) اور یہ مذکورہ بیماری مردوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عورت بھی اس میں شامل ہے بلکہ ان

کی بیماری زیادہ ہے کیونکہ اس زمانے میں اکثر عورتیں گھروں سے باہر نکلتی ہیں اور سوراخوں سے جھانکتی ہیں جب کسی پسندیدہ کو دیکھتی ہیں وہ ان کے دل کو لگ جاتا ہے پھر جب خاوند سے ملتی ہیں تو جو صورت دیکھی تھی اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے کر لیتی ہیں تو خاوند بیوی میں سے ہر ایک گویا زنا کرتا ہے اللہ تعالی ہمیں اپنے فضل سے بچائے۔

اس گناہ سے صرف بچنا کافی نہیں بلکہ اپنے اہل خانہ کو اور دوسرے لوگوں کو اس کی خبر دے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان پانی کو نشہ دار چیز کے شبہ میں پی لیتا ہے تو وہ پانی اس پر حرام ہو جاتا ہے"

تدریب

س: غیر مقلدین سے گفتگو کرنے کا اجمالی طریقہ کیا ہے؟

س: ترک تقلید اسلام کی ترقی میں ایک رکاوٹ ہے' کس طرح؟

س: اگر غیر مقلد پوچھے کہ تم غیر مسلم کو دعوت اسلام کیسے دو گے تو کیا جواب ہے؟

س: غیر مقلدین کے اس شبہہ کا کیا جواب ہے کہ غیر مسلم کو مسلمان کرو گے تو حنفی بناؤ گے یا شافعی یا مالکی؟ نیز یہ ثابت کرو کہ بوقت مجبوری غیر مقلدین کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کا سہارا لینا پڑتا ہے۔[۱]

س: قرآن وحدیث ملنے کے بعد درمیانی واسطوں سے استغناء ہوگا یا نہیں؟

س: کیا تمام غیر مقلد یقیناً گمراہ ہیں؟

س: اگر کوئی شخص مسئلہ پوچھتے وقت کہے کہ مجھے صرف قرآن وحدیث سے جواب دینا' اس کو کیسے سنبھالیں گے؟

س: غیر مقلدین فقہ کو کیا کہتے ہیں' نیز فقہ کی حقیقت کیا ہے؟

س: فقہ مدون کی حقیقت اور اس کے اجزاء کو مساوات میں واضح کریں اور ہر ہر جزء کی مثال دے کر مختصر تبصرہ کریں۔

س: تعامل کی مثال دیں۔ نیز تعامل اور اجماع کو برا کہنے سے کیا خرابی لازم آتی ہے؟

---

[۱] مولانا ثناء اللہ امرتسری ایک عیسائی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں "باقی رہا سوال کہ عبادت کے وقت عربی الفاظ کے استعمال پر کیوں مجبور کیے جاتے ہیں' آپ ہماری طرف سے ایڈیٹر نگار کو اطلاع دے دیں کہ ان کو عربی میں نماز پڑھنی اگر مشکل معلوم ہوتی ہے تو وہ حسب فتویٰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنی مادری زبان میں نماز پڑھ لیا کریں۔ پس یہ وجہ بھی قبول اسلام سے مانع نہیں ہو سکتی۔ اگر ان کو پڑھنی ہی نہیں تو ناحق کی حجتیں نہ تراشا کریں" (اسلام اور مسیحیت ص ۵۴)

س: فقہ کو قراءت خلف الامام سے روکنے کی وجہ سے اگر کوئی برا کہے تو کیا برائی ہے؟

س: کیا حنفیہ ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں؟

س: اگر غیر مقلدین کے پاس بھی دلیل ہے تو کیا ہمیں رفع یدین کر لینا چاہئے؟

س: فقہ کے پانچویں جزء کے بارے میں چند باتیں ذکر کریں۔

س: کیا غیر منصوص مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کی تقلید ضروری ہے؟

س: فقہ کے چھٹے جزء پر کلام کریں۔

س: اس حقیقت کو مبرہن کریں کہ جب سے صحاح ستہ لکھی گئی ہیں' اس وقت سے اب تک دنیا میں کسی ایک شخص نے بھی بغیر فقہ کے نماز نہیں سیکھی۔

س: مندرجہ ذیل عبارت کو مکمل کریں

جن مسائل میں غیر مقلد کے پاس حدیث ہوتی ہے' ان میں ہمارے پاس بھی ---- اور جن مسائل میں ہم ---- ان میں غیر مقلد کے پاس بھی ----

س: تقلید کے چند فائدے ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ جب امام صاحب نے فرمایا اذا صح الحدیث فھو مذھبی تو ہم تقلید کیوں کریں؟

س: لفظ اہل حدیث پر گفتگو کرنے کے طریقے تحریر کریں۔

س: مختصر قدوری اور صلاۃ الرسول کا مختصر تقابل ذکر کریں۔

س: ہم اہل قرآن وحدیث ہیں تو ہمیں حنفی کیوں کہا جاتا ہے؟

س: نماز حنفی مسنون کیسے بن گئی؟

س: فقہ محمدی نام رکھنے میں کیا خطرہ ہے؟

س: کیا فقہاء نے احادیث کو ترک کر دیا؟ نیز کتب فقہ اور کتب حدیث کا فرق بتائیں؟

س: اگر فقہاء حنفیہ تارک حدیث ہیں تو تمام محدثین تارک حدیث ہیں' کس طرح؟

س: یہ لوگ قرآن سے دور کیوں ہیں؟

س: اس شبہ کا کیا حل ہے کہ فقہ کی کتابوں میں بعض مسائل مرجوح اور بعض

گندے ہیں؟

س: ان علوم کی تدوین کس طرح ہو گئی؟

س: علامہ ذہبی کا قدیم محدثین، فقہاء اور متکلمین کی نسبت ارشاد ذکر کریں۔

س: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں چند جملے لکھیں، نیز ابن المبارک کے اشعار پیش کریں۔

س: اس کا حل کریں "جب سے حدیث اس وقت سے اہل حدیث"

س: کیا یہ درست ہے کہ انسان سب مسائل پر غور کرے، جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو، لے لے۔

س: ایسا معیار ذکر کریں جس سے صحیح فرقوں اور باطل فرقوں کی پہچان ہوتی ہو با حوالہ

س: فقہ چار ہی کیوں ہیں، نیز امام صاحب کے شاگردوں نے اختلاف کیا، پھر حنفی کیسے ہوئے؟

س: عام حنفی کو مطمئن کرنے کا کیا طریقہ ہے نیز عام حنفی کسی غیر مقلد سے کیسے جان چھڑائے؟

س: صاحب صلاۃ الرسول کی وصیت نقل کریں اور بتائیں کہ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

س: صلاۃ الرسول اور نماز مدلل مصنفہ مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ کا مختصر تقابل پیش کریں۔

س: آمین بالجہر اور آمین بالسر کی احادیث میں تطبیق کس طرح دی جائے گی؟

س: غیر مقلد جب نماز کے کسی مسئلہ میں الجھے تو کس طرح دفاع کیا جائے؟

س: ان سے نماز کے موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے کن دس دعووں پر دستخط لیے جائیں؟ پھر یہ بتائیں کہ اگر وہ دستخط نہ کرے تو کیا کریں اور دستخط کر دے تو کیا کریں؟

س: صلاۃ الرسول سے بلا دلیل مسئلہ کی مثال ذکر کریں۔

س: غیر مقلد کی توبہ کا کیا طریقہ ہے؟

س : غیر مقلد کس وصف میں حنفیہ کو یہودیوں سے ملاتے ہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟

س : غیر مقلدین کی یہودیوں سے چند مشابہتیں ذکر کریں۔

س : غیر مقلدین اپنے علماء کے اقوال کو کس طرح رد کرتے ہیں اور اس کا کیا حل ہے؟

س : یہ قول کس کا ہے "جو الزام آیت قرآنی پر' جو الزام صحیح حدیث پر ہو وہ اس فرقہ پر ہے" اور اس قول پر تبصرہ کریں۔

س : فتنہ آزادی فکر کس طرح شروع ہوا اور اس کے نقصانات کیا ہیں؟

س : اس بات کو ثابت کریں کہ حنفی کو علماء کی پیروی سے ثواب ملتا ہے' غیر مقلد کو نہیں ملتا۔

س : حلال کو حرام سمجھ کر کرنے سے حرام کا گناہ ملتا ہے' اس کی چند جزئیات پیش کریں۔

چوتھا حصہ ملحدین کے رد میں

پہلا نکتہ: آزادی نسواں کا نعرہ

اس دور میں بے پردگی کو آزادی نسواں سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ بھی خطرناک نعرہ ہے کیونکہ اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ با پردہ عورت مقید ہے یا یہ کہ اسلام نے ناجائز عورت پر پابندیاں لگائی ہوئی ہیں بالفاظ دیگر اسلام عورت پر ظلم کرتا ہے اور یہ ترقی یافتہ لوگ عورت کو اس کے حقوق دلواتے ہیں جبکہ یہ سراسر جھوٹ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام عورت کو عزت دیتا ہے یہ لوگ اس کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اسلام نے مرد کو اس کی طبیعت اور نفسیات اور عورت کو اس کی طبیعت اور نفسیات کے مطابق مقام دیا ہے جس کی وجہ سے گھر کا اور خاندان کا صحیح نظام چلتا ہے اور عدل کا تقاضا تو یہی ہوتا ہے کہ ہر کسی کو اس کے صحیح مقام پر رکھا جائے۔ کسی بھی محکمے کے اندر نظام برقرار رکھنے کے لیے عہدوں کی تقسیم کی جاتی ہے اگر سب کو ایک ہی درجہ دیا جائے تو کبھی نظام نہیں چل سکتا۔ مردوں اور عورتوں میں مساوات کے دعوے دارو! پہلے تم صرف مردوں میں یہ مساوات قائم کرو۔ بلکہ صرف سرکاری دفتروں میں قائم کرو بلکہ ملک کی صرف پارلیمنٹ میں صرف ہائیکورٹ کے ججوں کے درمیان ہی مساوات قائم کر دو۔ پھر ادھر بھی توجہ کر لینا مردوں اور عورتوں کی نہ قوت ایک جیسی ہے نہ صلاحیت برابری کس طرح ہوگی؟ تمہارا خیال یہ ہے کہ ایک مہینہ مرد عورت کو خرچہ دے اور دوسرے مہینہ عورت مرد کو خرچہ دے۔ ایک بچہ عورت جنے اور ایک مرد جنے جس طرح سادہ کپڑے مرد پہنتا ہے عورت پہنے۔ عورت کی طرح مرد زیورات پہنے۔ کہاں تک اس کی شرح کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ بے حیائی کو عام کرنا چاہتے ہیں صرف بیوی پر گزارا کرنا ان کو مشکل ہے اپنے گناہ کو خوبصورت نام سے پیش کرتے ہیں۔ ورنہ یہ جانتے ہیں کہ مرد ہی گھر کا سربراہ ہو سکتا ہے کیونکہ سربراہ وہ ہوتا ہے جو قوی ہو سربراہ وہ ہوتا ہے جس کے پاس خزانہ ہو سربراہ کا رابطہ خارجی امور سے ہوتا ہے جیسا کہ ڈائرکٹر کا رابطہ حکومت کے اداروں سے ہوتا ہے اور یہ تینوں صلاحیتیں مرد میں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا

"مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں"

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ مرد کا رابطہ بیرونی لوگوں سے زیادہ ہے بالخصوص جب عورت کو ایام نفاس میں باہر نکلنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔

پھر مرد کی طبیعت یہ ہے کہ وہ عورت کو فرماں بردار دیکھنا چاہتا ہے جبکہ عورت کی خوبی خود عورتوں کی نظر میں بھی یہ ہوتی ہے کہ خاوند کی فرماں بردار ہو۔ الغرض اسلام کا حکم عقل کے بالکل مطابق ہے اور ان لوگوں کا نظریہ نہ اسلام کے مطابق ہے نہ عقل کے اور نہ یہ خود اس کو مکمل نافذ کر سکتے ہیں۔

دوسرا نکتہ: علماء کو بدنام کرنے کی سازش

ملحد قسم کے لوگ علماء اسلام سے استہزاء اور تمسخر کو ایک بڑے کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اگر کسی داڑھی والے سے غلطی ہو جائے تو اس کو بالخصوص بدنام کرتے ہیں اور جو ذرا آگے بڑھتے ہیں وہ مساجد اور مدارس کو برا کہنے لگتے ہیں۔ بعض بے حیا براہ راست اسلام کے احکام پر بھی زبان درازی کرنے سے گریز نہیں کرتے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دینی مدارس کا دفاع کیا جائے پھر ایسے لوگوں کو مطمئن کرنے کا طریقہ ذکر کریں گے تو یاد رکھیں کسی ادارے کی کارکردگی دیکھنے کے لیے اس کے بنانے کا مقصد اور اس میں ہونے والے کام کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

سو ان مدارس دینی کا مقصد خالص اسلامی تعلیم کو عام کرنا ہے ایسے علماء پیدا کرنا ہے جو اسلام کو اس کی اصل زبان عربی سے سمجھ کر دوسروں کو آسان الفاظ میں سمجھا سکیں لہٰذا ہر مسلمان کو ان کی قدر کرنی چاہیے۔ اگر بالفرض چند سال کے لیے ان مدارس کو معاذ اللہ بند کر دیا جائے تو نہ کوئی تراویح پڑھانے والا ملے گا اور نہ نماز اور جمعہ پڑھانے والا۔ اس لیے کہ مدارس ائمہ خطباء اور حفاظ کے مراکز ہیں ان کو جوڑ کر رکھتے ہیں مرکز ختم ہو جائے تو یہ لوگ بھی دوسرے کاموں میں لگ جائیں گے الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

اسلام کی چند خوبیوں کا بیان

لیجئے اب اسلام کی چند خوبیاں ملاحظہ فرمائیں جن کی تعلیم ان مدارس میں ہوتی ہے پھر

بتلائیں کیا معاشرے کو ان کی ضرورت ہے یا نہیں۔

۱۔ انسان کو اپنی حفاظت کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولا تقتلوا انفسکم انہ کان بکم رحیما ○ ”اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک وہ تمہارے ساتھ مہربان ہے“

آج کل جگہ جگہ خود کشی کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ بتائیے اسلام کے سوا اور کون سا نظام اس کے راستہ میں رکاوٹ ہے دنیا کی عدالتیں زیادہ سے زیادہ لاش کا پوسٹ مارٹم کر کے رپورٹ تیار کر لیتی ہیں تاکہ ورثہ پر کوئی قتل کا الزام نہ لگا دے گویا قانون تو زندہ کی حفاظت کے لیے رہا۔ خود کشی سے دنیا کا کوئی قانون نہیں روک سکتا۔ کیونکہ جب انسان یہ سوچ لیتا ہے کہ زندگی کی مشکلات کا آخری حل موت ہے تو کوئی ماہر نفسیات بھی اس کو مطمئن نہیں کر سکتا لیکن جب قرآن میں یوں پڑھتا ہے ولا تقنطو امن رحمۃ اللہ اس کو بڑی تسلی ہوتی ہے اور جب مومن کو خود کشی کی سزا معلوم ہوتی ہے تو کبھی اس کا خیال بھی دل میں نہیں جماتا نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

من قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یجابہ بطنہ یوم القیامۃ فی نار جھنم خالدا“ مخلدا“ فیھا ابدا“ ومن قتل نفسہ بسم فسمہ فی یدہ ینحساہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا وھذا الحدیث ثابت فی الصحیحین (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۳) وفی روایۃ لمسلم ومن تردی من جبل وقتل نفسہ فھو یتردی فی نار جھنم خالدا مخلدا فیہ ابدا (مسلم ج ۱ ص ۷۲)

”جس نے کسی لوہے کے ساتھ خود کشی کی اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس کو اپنے پیٹ میں چبھوتا رہے گا۔ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہے گا ہمیشہ اس میں رکھا جائے گا۔ اور جس نے زہر سے خود کشی کی تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جہنم کی آگ میں اس کو ابد الاباد تک گھونٹ گھونٹ کر کے لیتا رہے گا اور جس نے پہاڑ سے گر کر خود کشی کی، جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پہاڑ سے گرتا رہے گا۔“

ایک بزرگ کے لڑکے نے کھانا اتنا زیادہ کھا لیا کہ بیمار پڑ گیا انہوں نے فرمایا کہ تو نے خود اپنی موت کا سامان تیار کیا ہے اگر اس بیماری میں مر گیا تو میں تیری نماز جنازہ نہ پڑھوں گا کیونکہ یہ خود کشی بن جاتی ہے۔

۲۔ دوسروں کی حفاظت کا حکم

آج کل قتل و غارت عام ہو چکی ہے جو موجودہ قوانین کے ناکام ہونے کی واضح دلیل ہے اسلام نے ناحق قتل کو اتنا بڑا گناہ بتایا اور اس پر دنیا و آخرت میں اتنی بڑی سزا ذکر کی ہے کہ ایمان والا قتل کرنا تو کجا اس جرم عظیم میں دامے' درمے' سخنے' قدمے کسی طرح شرکت کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاوہ جھنم خالدا" فیھا و غضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ جھنم وساء ت مصیرا "اور جو قتل کرے کسی مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے' پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار کیا بڑا عذاب"

ارشاد نبوی ہے من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا توجد من اربعین عاما (بخاری ج ۲ ص ۲۰۲) "جس نے ذمی کو قتل کیا' جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال (کی مسافت) سے پائی جاتی ہے"

دنیا کے اندر بھی اس جرم کی سخت سزا یعنی قتل بتائی ہے ارشاد باری ہے ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون بتائیے دنیا کے اندر کسی اور قانون یا نظام نے انسانی جان کی اتنی قیمت بتائی ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان کی قیمت صحیح وہی بتا سکتا ہے جس نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔ اسلام نے دوسرے مسلمانوں کو ڈرانے اور اس پر ہاتھ اٹھانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے من حمل علینا السلاح فلیس منا (بخاری ج ۴' ص ۱۸۷) "جس نے ہمارے اوپر ہتھیار اٹھایا' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" نیز فرمایا لا یحل لمسلم ان یروع مسلما (مشکاۃ ص ۳۰۸ بحوالہ ابو داؤد) "مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے"

۳۔ بچوں کی حفاظت

آج کل انسانی حقوق کے بے ایمان دعوے دار اسلامی دفعات کے خلاف انسانی حقوق کے نعرہ کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ انسان کو اس کے حقوق دے کر ہر گز راضی نہیں ہیں ان کے نزدیک انسانی حقوق کا معنی یہ ہے کہ نکاح کی پابندی ختم ہو۔ زنا اور لواطت عام ہو نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کو جیسے کوئی چاہے جن الفاظ میں

چاہے یاد کرے ان ظالموں کے نزدیک تحفظ شان رسالتؐ کا قانون انسان کو اس کے حقوق سے محروم کرتا ہے' حقیقت میں یہ لوگ انسانی حقوق کے سب سے بڑے ڈاکو ہیں۔ سوائے کفر کے غلبہ کے اور ان کا ہدف نہیں ہے ان کا قانون ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس مظلوم کی مدد کرنا ان کے بس سے باہر ہے۔ اس وقت معاشرے کے اندر سب سے بڑھ کر وہ معصوم بچے مظلوم ہیں۔ جن کی مائیں اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے کے لیے ان کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر ڈال دیتی ہیں۔ جدید سہولتوں سے لیس یہ ترقی یافتہ ہسپتال ان کا تعاون کر دیتے ہیں۔ انسانی حقوق کی آواز لگانے والو! بتاؤ کیا یہ انسان نہیں ہے۔ کیا تمہارے اوپر بچپن کا یہ زمانہ نہیں گزرا۔ کیا ان واقعات کا حقیقی سبب وہ بے حیائی نہیں ہے جس کا تم پرچار کرتے ہو تم نے عورت کو بے حیائی کا حق دیا چند منٹ کی لذت کے بعد مسلسل کئی ماہ حمل اور پھر وضع حمل پھر نفاس کی تکلیفوں میں ڈال دیا اور کمسن معصوم بچوں کو ناحق قتل کروایا لعنت ہو ایسے انسانی حقوق پر یاد رکھو اسلام نے نکاح کا نظام رکھا ہے جس کے لیے گواہ بھی ضروری بتاتے ہیں تا کہ پیدا ہونے والی اولاد اس خاوند کی طرف منسوب ہو اور ماں کو شرمندگی نہ ہو اور اگر خاوند فوت ہو جائے تو دوسرے ورثہ اس کو سنبھالتے ہیں اور اگر زنا ہی کر بیٹھے تو بھی بچے کو قتل کرنا بہر حال ممنوع ہے اس کے بارہ میں سخت وعیدیں موجود ہیں ارشاد باری ہے۔

واذا الموءودة سئلت ( ) بای ذنب قتلت ''جب زندہ گاڑی ہوئی سے پوچھا جائے گا کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی؟''

نیز فرمایا ولا تقتلوا اولادکم من املاق ''اور نہ مارو اپنی اولاد کو مفلسی سے''

نبی علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ حرم علیکم عقوق الامهات و واد البنات ''بے شک اللہ نے حرام کیا تم پر ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص۴۱۹)

زنا سے روکنے کا اصل مقصد بچے ہی کی حفاظت ہے۔ بتایئے کیا بے حیائی انسانی حقوق میں شامل ہے یا اس میں رکاوٹ؟ البتہ یہ ضروری ہے کہ انسان کی شادی اس کی جائز تمنا کے مطابق ہو اس سلسلہ میں شریعت اسلامیہ نے بالغ لڑکے اور لڑکی دونوں کی رضامندی کو نکاح میں ضروری قرار دیا ہے کوئی زبردستی کرے تو اس کا اپنا قصور ہے اسلام کو اس کی وجہ سے بدنام کرنا بڑی بے انصافی کی بات ہے۔

ضمنی طور پر یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان صرف ہڈی خون اور گوشت ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے جذبات بھی ہیں اس کی روح بھی ہے۔ انسان کے جذبات کا خیال رکھنا بھی اس کے حقوق میں شامل ہے ان لوگوں نے دوسروں کو جانور سمجھ رکھا ہے حالانکہ انسان کلی متواطی ہے انسانی حقوق میں سب برابر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ذہن کے مطابق جو حقوق ہیں وہی حقوق ہیں اور بس کیا انسانی حقوق میں یہ شامل نہیں ہے کو خود انسان سے اس کے حقوق دریافت کر لیے جائیں۔ ہر انسان کسی کو محترم جانتا ہے اور اس کی توہین برداشت نہیں کرتا۔ بالخصوص اہل اسلام اپنے دل وجان سے زیادہ عزیز اپنی روح سے زیادہ پیارے خدا تعالیٰ کے پیارے آخری نبی ﷺ کی ادنیٰ توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنی' اپنے ماں باپ کی' اپنے آباؤ اجداد کی' اپنے اساتذہ و اکابر کی عزت ہرگز نبی علیہ السلام کی عزت کے برابر نہیں معلوم ہوتی۔ اگر ان میں سے کسی کو کوئی برا کہے تو ہمیں یقیناً بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن سرکار دو عالم علیہ السلام کی توہین ہرگز قابل برداشت نہیں ہے پھر ہمارے نبی علیہ السلام نے کسی کو کیا تکلیف دی ہے کہ آپ کو برا کہنے کا جواز پیدا کیا جائے کیا ہمارے یہ جذبات انسانی حقوق میں شامل نہیں ہیں؟ یہ لوگ اپنے نظریات ہم پر زبردستی مسلط کرنا چاہتے ہیں ہم اپنے حقوق کو خوب سمجھتے ہیں۔ دنیا کا نظام قائم رہے یا بگڑ جائے دنیا کی حکومتیں برقرار رہیں یا مٹ جائیں' امریکہ زندہ رہے یا مرے' لیکن ہم اپنے پیغمبر علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کریں گے۔ ہمارا خون ہماری جان ہماری زندگی سب آپ کی عزت پر قربان ہو جائے یہی ہماری آخری تمنا ہے جس کی قبولیت کی دعا کرتے ہیں اگر توہین رسالتؐ کے کسی مجرم کو تم انسان کہہ کر اس کا دفاع کرتے ہو تو یاد رکھو ہمارے نزدیک وہ گدھے اور خنزیر سے بدتر ہے اگر اس کو اپنے حقوق کی ضرورت ہے تو زبان سنبھال کر چلے۔ اسلام ہرگز اپنے متبعین کو یہ حکم نہیں دیتا کہ دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاؤ ارشاد باری ہے

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوا بغیر علم (الانعام ۱۰۸)

"اور نہ برا کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں سوائے خدا کے پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے"

یہ بھی یاد رکھیں کہ نبی علیہ السلام کے بعد نبوت کا دعویٰ ہمارے نزدیک توہین رسالت ہی کے مترادف ہے اس لیے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت سے ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا ہے

ہاں اگر یہ لوگ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کر لیں اپنے نام غیر مسلموں والے رکھیں اپنی عبادات اور اپنے معابد جداگانہ صورت کے بنائیں اسلامی کلمات مثلاً" ام المومنین وغیرہ کا استعمال قطعاً" ترک کر دیں اپنی صورت اور لباس مسلمانوں سے جدا رکھیں۔ قرآن اور دیگر اسلامی کتب کو پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیں تو ان سے اختلاف کی شدت کم ہو سکتی ہے۔

ظلم سے روکنا

ظلم کے بارہ میں قرآن و حدیث میں ہزارہا ممانعتیں موجود ہیں مگر ہم صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہیں حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا رسول ﷺ نے

انصر اخاک ظالما او مظلوما" فقال رجل یا رسول اللہ انصرہ اذا کان مظلوما" ارایت ان کان ظالما" کیف انصرہ قال: تحجزہ او تمنعہ من الظلم فان ذالک نصرہ (رواہ البخاری۔ ریاض الصالحین' باب تعظیم حرمات المسلمین) "اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس کی مدد کروں گا جب مظلوم ہو۔ بتائیے جب وہ ظالم ہو تو میں کیسے اس کی مدد کروں؟ فرمایا روکے تو اس کو یا فرمایا رکاوٹ بن جائے تو اس کے لیے ظلم سے' یہ اس کی مدد ہے۔"

حدیث کے الفاظ اور اس کے مفہوم پر بار بار غور کریں اور اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اہل عرب حق و باطل کی پرواہ کیے بغیر اپنے آدمی کی طرف داری کرتے تھے۔ ظلم کو روکنے کے لیے اس سے بہتر کوئی نظریہ ہے تو شوق سے لائیے' دیدہ باید۔

۴۔ دوسرے کے مال کی عزت

سوائے اسلام کے اور کسی قانون نے حلال و حرام کی تقسیم نہیں کی۔ دنیادار دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کا صرف بہانہ چاہتے ہیں اسلام نے اس بارے میں بڑی سختی سے کام لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ "نبی کی یہ شان نہیں کہ خیانت کرے اور جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز لائے گا"

نیز فرمایا۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس "اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ اور نہ پہنچاؤ

ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے اور تم کو معلوم ہے"

نیز فرمایا یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون نجارة عن تراض منکم "اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے"

ارشاد نبوی ہے۔ الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه "خبردار کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے"

۵۔ دوسرے کی عزت کی حفاظت:

اسلام نے چغلی، بہتان، غیب، زنا کو جو حرام کرکے دوسرے کی عزت کی حفاظت کی ہے دنیا کا کوئی قانون اور کوئی مذہب اس کی ادنیٰ مثال پیش کرنے سے قاصر ہے بھلا بتلاؤ اگر ان احکام پر کاربند ہو جائیں تو کیا کوئی جھگڑا ہو گا ہرگز نہیں لیکن جب عدالتوں اور تھانوں کے ذمہ دار حضرات ایسے لوگ بن جائیں جن کو ان جرائم سے بچنا تو درکنار اتنا بھی علم نہ ہو کہ یہ چیزیں حرام ہیں عذاب کا باعث ہیں وہ بھلا کیسے امن نافذ کر سکتے ہیں۔

ارشاد باری ہے۔

یا ایها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منهن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا" ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوالله ان الله تواب رحیم یا ایها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم ان الله علیم خبیر (حجرات ۱۱، ۱۳)

"اے ایمان والو! نہ ٹھٹھا کریں مرد مردوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے۔ برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ

کرے تو وہی ہیں بے انصاف۔ اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے بے شک بعض تہمتیں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ کیا خوش لگتا ہے تم میں سے کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتا ہے تم کو اس سے۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے ہاں تمہارے زیادہ باعزت زیادہ تقویٰ والے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔"

۶۔ دوسروں سے حسن سلوک لیکن سجدہ صرف خدا کے لیے

اسلام نے انسان کو عاجزی اور انکساری سکھائی ہے تکبر کو حرام کیا ہے لیکن انسان کو بے غیرت نہیں باغیرت بناتا ہے دوسرے انسانوں کو اپنے سے اچھا سمجھتے ہوئے ان کو خدا کا عاجز بندہ ہی جانے اور حسب توفیق حسن سلوک کرتا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا"

"اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا اترانے والے بڑائی کرنے والے کو"

اسلام کے کہاں تک فضائل ذکر کروں کسی عقلمند کو مطمئن کرنے کے لیے اتنے ہی کافی ہیں۔ اسلام ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو دوسروں کا محتاج نہیں رہنے دیتا انگریزی عدالتیں ہوں یا مارشل لاء کی حکومت ہو۔ جرائم پر قابو پانے کے لیے اسلام سے تعلیم لینی ہی پڑے گی مگر نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک صحابی کے ہاتھ میں تورات کا ورق دیکھ کر آپ انتہائی غصے ہوئے تھے۔ جب کوئی فوجی یا سپاہی کسی مقابلہ میں مارا جائے تو فوراً قرآن سے شہادت کی آیات پڑھتے ہیں۔ جب کوئی مرجائے تو کفن دفن کا انتظام علماء کرتے ہیں جنازہ وہ پڑھاتے ہیں بچے کے کان میں اذان وہ دیتے ہیں۔ اور آخرت کے مسائل تو

مکمل طور پر وہ ہی بتا سکتے ہیں۔

علماء اسلامی تعلیمات کے امین ہیں اگر ان کو بالعموم برا سمجھا جائے تو یہ اسلام کی برائی ہو جائے گی۔ حیرت کی بات ہے کہ پولیس کا کوئی فرد کوئی کارنامہ سر انجام دے تو ساری پولیس کی عزت بن جاتی ہے اور ساری پولیس کے مظالم چھپ جاتے ہیں اس کے برعکس کسی عالم کی غلطی سے سب کو بدنام کر دیا جاتا ہے۔

علماء کو بدنام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم عام نہ ہو جائے اس لیے کہ اسلام مجرم کی حمایت نہیں کرتا اس کو جرم سے روکتا ہے اور آج کل مجرموں کا غلبہ ہے چنانچہ یہ لوگ اسلام کو بدنام کرتے ہیں لیکن علماء کو بدنام کرنے کے واسطہ سے۔

علماء پر ایک الزام یہ دھرتے ہیں کہ یہ لوگ کام نہیں کرتے یہ سراسر بہتان ہے بھلا پانچ وقت نماز پابندی سے پڑھانا' جمعہ و تراویح وغیرہ کا قیام کیا یہ کوئی کام نہیں ہے گزشتہ صفحات میں جو تعلیمات ذکر کی ہیں ان کو علماء اپنے خطبات اور دروس میں عام کرتے ہیں جس کی وجہ سے جرائم کم ہوتے ہیں۔ اگر علماء لوگوں کی تربیت نہ کریں تو کسی عورت کی عزت محفوظ نہ رہے۔ بھائی بہن کو لوٹنے لگے بتلاؤ یہ کوئی کام نہیں ہے علماء کی تقریروں اور نصیحتوں کے اسی طرح نماز روزے کے اثرات لازماً پائے جاتے ہیں اگرچہ ہمیں محسوس نہ ہوں۔ سید احمد شہید فرماتے ہیں

"روزے سے ہر سال میں نفس پر ایک قوی لتاڑ ہوتی ہے جس کا اثر پورے سال تک رہتا ہے اور آدمی کی شہوت اور اس کے غضب اور حرص کی اصلاح ہو جاتی ہے گو ہر انسان کو اس کی اطلاع نہ ہو۔" (صراط مستقیم ص ۱۰۶)

پھر علماء کا اخلاص اتنا ہے کہ نہایت قلیل پر راضی ہو جاتے ہیں۔ سکولوں کے اساتذہ بھاری تنخواہیں لے کر ٹیوشن پڑھانے کے الگ پیسے وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ بہت سے مضامین بالکل بے فائدہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کو معاشرہ اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اگر دکھتے ہیں تو صرف علماء ربانی فوااسفا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء کو بدنام کرنے والوں کے سامنے ان کی مقتداؤں کا حال بھی پیش کیا جائے تاکہ اسلامی تعلیمات کی عمدگی مزید روشن ہو جائے اور ہمارے معاشرے میں مدارس اور علماء کا کردار واضح ہو۔ روزنامہ پاکستان لاہور یکم دسمبر ۱۹۹۵ء کے شمارہ ص ۷

میں تین کالم کی سرخی ہے۔ "باپ زیادتی کرتا ہے۔ ممی کو خبر نہیں۔ ڈیڈی سے نفرت کرتی ہوں"۔

روزنامہ پاکستان لاہور ( ) یکم دسمبر 1995ء

"باپ زیادتی کرتا ہے ممی کو خبر نہیں میں ڈیڈی سے نفرت کرتی ہوں"

برطانوی رفاہی ادارے "چائلڈ لائن" کے مطابق سالانہ 20 ہزار بچے ادارے کے پاس جسمانی یا جنسی تشدد کی شکایات درج کراتے ہیں

[illegible] کسی نہ کسی نوعیت کا خطرہ لاحق ہے، بچوں کے ساتھ معاشرہ حد درجہ برا سلوک کر رہا ہے

ادارے کو روزانہ 3 ہزار شکایات موصول ہوتی ہیں، 94 - 1993 کے دوران جنسی تشدد کے شکار 1899 لڑکوں اور 9048 لڑکیوں کو مشورے دیئے

32 فیصد واقعات میں لڑکیوں سے زیادتی کرنے والے ان کے باپ تھے، 30 فیصد واقعات میں باپوں نے لڑکوں سے بدفعلی کی، چائلڈ لائن رپورٹ

لندن (انٹرنیشنل ڈیسک) برطانوی رفاہی ادارے "چائلڈ لائن" کی حالیہ رپورٹ کے مطابق سالانہ 20 ہزار سے زائد برطانوی بچے ادارے کے پاس جسمانی یا جنسی تشدد کی شکایات درج کراتے ہیں۔ مزید 1300 بچے خوف و ہراس، والدین کی طرف سے بے توجہی اور مختلف نوعیت کی دھمکیوں کی شکایت کرتے ہیں۔ بیشتر شکایات خاندانی مسائل، لڑائی جھگڑے، منشیات، حمل اور گھر سے فرار جیسے مسائل کے بارے میں ہوتی ہیں۔ چائلڈ لائن کے مطابق ہر چار میں سے ایک برطانوی بچے کو کسی نہ کسی نوعیت کا خطرہ لاحق ہے۔ چائلڈ لائن کی پالیسی ڈائریکٹر اور رپورٹ کی مصنفہ میری میکلوڈ نے بتایا کہ بعض بچے اپنے ساتھ بدکلامی یا اس کے ساتھ مار پیٹ کی بھی شکایت کرتے ہیں۔ ان بچوں کے ساتھ معاشرے کی طرف سے حد درجہ برا سلوک کیا جاتا ہے۔ بچوں کے والدین اس نوعیت کے فقرے استعمال کرتے ہیں۔ "اچھا ہوا اگر تم مر جاؤ" یا "بہتر تھا اگر تم پیدا نہ ہوئے ہوتے"۔ بچوں کا کہنا ہے کہ انہیں یہ فقرات جسمانی ضربات سے زیادہ ناگوار محسوس ہوتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ایک والد نے اپنے بچے سے یہ الفاظ کہے "میں قبر کھود کر ابھی تمہیں دفن کرتا ہوں۔" ادارے کو روزانہ ٹیلیفون پر بچوں کی 3 ہزار شکایات موصول ہوتی ہیں۔ میری میکلوڈ اپنی رپورٹ میں لکھتی ہیں کہ بچوں سے بدسلوکی کرنے والے بالغ افراد انہیں ڈرا دھمکا کر خاموش کر دیتے ہیں۔ بعض والدین بچوں کو مارنے پیٹنے کے بعد انہیں سکول بھیجتے ہوئے بیماری کی بناء پر جسمانی ورزش سے معافی کی درخواست ساتھ کر دیتے ہیں تاکہ اساتذہ کو بچے کے زخموں کے بارے میں پتہ نہ چلنے پائے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 94 - 1993 کے دوران 10942 بچوں نے جنسی تشدد، 10028 بچوں نے جسمانی تشدد، 495 بچوں نے جذباتی صدمات اور 181 بچوں نے بے توجہی کی شکایات درج کرائیں جبکہ 634 بچوں نے بدسلوکی کا خدشہ ظاہر کیا۔ ایک 11 سالہ لڑکی نے شکایت درج کرائی کہ جب وہ سکول سے گھر آتی ہے تو اس کا باپ اس سے زیادتی کرتا ہے۔ اس نے کہا "ممی کو اس بات کا پتہ نہیں۔ میں ڈیڈی سے نفرت کرتی ہوں۔" چائلڈ لائن نے 94 - 1993 کے دوران جنسی تشدد کے شکار 1899 لڑکوں اور 9048 لڑکیوں کو مشورے دیئے۔ 94 فیصد واقعات میں جنسی تشدد جان پہچان والے لوگوں کی طرف سے کیا گیا۔ 56 فیصد واقعات میں جنسی تشدد خاندان کے ہی افراد کی طرف سے کیا گیا۔ 32 فیصد واقعات میں لڑکیوں سے زیادتی کرنے والے ان کے باپ تھے جبکہ 30 فیصد واقعات میں باپوں نے اپنے لڑکوں سے بدفعلی کی۔ ادارے کو 11 ایسی شکایات موصول ہوئیں جن میں بچوں نے جن میں زیادہ تعداد لڑکیوں کی تھی جسم فروشی سمیت منظم جنسی تشدد کی شکایت کی۔ پانچ شکایات ایسی موصول ہوئیں جن میں مذہبی رسومات کی ادائیگی کے دوران بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

"واضح رہے کہ ان اعداد و شمار کا تعلق محض مذکورہ ادارے کو موصول ہونے والی شکایات سے ہے جبکہ ہزاروں واقعات ایسے ہیں جو منظر عام پر نہیں آتے۔ تاہم ان اعداد و شمار سے مغربی معاشرے کے اخلاقی انحطاط کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔" (بشکریہ ڈیلی جنگ لندن)

مدارس اور اہل مدارس پر تنقید کرنے والے اسلام کو چھوڑ کر حقوق انسانی کی نعرہ لگانے والے یورپ کو ترقی یافتہ کہہ کر اس کی اتباع کی دعوت دینے والے ذرا اس کو بار بار پڑھیں پھر اسلام اور علماء اسلام اور مدارس عربیہ پر تنقید کریں اگر پاکستان کی عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ ان کے لیے باپ بھائی بیٹا خاوند اور اجنبی مرد ایک برابر ہو جائیں تو ان مدارس کو بند کروائیں اور اگر اپنی عزت چاہتی ہین تو ان کے بغیر ناممکن ہے۔

تیسرا نکتہ: اشتراکیت کے مبلغین سے گفتگو کرنے کا طریقہ

تصورات کی بحث میں نظام اسلام کے خاصے ذکر کئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام تمام طبقات میں محبت اور پیار قائم کرتا ہے ایک کو دوسرے کا ہمدرد بناتا ہے اشتراکیت والوں سے یہ پوچھیں کہ محترم اشتراکیت کیا ہے اس کا فلسفہ کیا ہے اس کا طریقہ کار کیا ہے اس کا انجام کیا ہے شاید وہ یہ بات کہے کہ اشتراکیت یہ ہے کہ تمام افراد انسانی کو وسائل معاش یکساں دیے جائیں یعنی سب کی تنخواہ یکساں ہو۔ رہائش اور طعام کی سہولتیں یکساں ہوں۔ اور فلسفہ یہ ہے کہ تمام انسان جس طرح انسان ہونے میں برابر ہیں اس طرح معاش کے اندر بھی برابر ہونے چاہئیں۔ اور طریق کار یہ ہے کہ تمام وسائل پر حکومت کا کنٹرول ہو اور ساری عوام کو یکساں روٹی پانی کپڑا دیا جائے اور جس کو جہاں حکومت مناسب جانے رہائش دے کوئی دکان کوئی مکان کوئی مل کسی سرمایہ دار کی ملکیت نہ رہے بلکہ سب چیزوں پر حکومت کا قبضہ ہو جس کو جس مکان میں چاہے جگہ دے جس سے چاہے نکال دے اور اس کا انجام یہ ہو گا کہ امیر لوگ غریبوں پر ظلم نہ کریں گے۔ بلکہ امیر غریب کی تمیز ختم ہو جائے گی اور سب افراد ایک جیسے ہو جائیں گے۔

جب اس کی بات سن لیں تو اس سے کہیں کہ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ سب افراد میں برابری کیوں اور کیسے ہو گی۔ کیونکہ سب انسان نہ آمدن میں برابر ہوتے ہیں نہ خرچ میں ایک آدمی اعلیٰ انجینئر ہے وہ ماہانہ لاکھوں کما سکتا ہے اور دوسرا روزانہ مزدوری کر کے بہ مشکل اپنا گزارہ کرتا ہے تمہاری عقل خراب ہے جو دونوں کو ایک جیسا کر دیا۔ پھر ایک آدمی ایک روٹی کھاتا ہے دوسرا پانچ کھا جاتا ہے تم کیسے برابری کرو گے۔ ایک آدمی تندرست ہے کام کرتا ہے دوسرا لمبے عرصے سے بیمار ہے یا اپاہج ہے تم مریض اور اپاہج پر تندرست کے برابر اخراجات کیسے کرو گے۔ ان کا علاج کیسے کرو گے پھر اگر ایک آدمی فساد کر کے عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے اور دوسرا حکومت کا خیر خواہ کسی بغاوت پر قابو پا گیا کیا دونوں کے اخراجات ایک جیسے ہوں گے۔ ایک عورت درد زہ میں ہے کیا اس پر دیگر عورتوں کے برابر ہی خرچ کرو گے۔ اگر یہاں کمی بیشی ہوگی تو آپ کا مساوات کا نعرہ کہاں گیا۔ تمہارے نظریہ کے مطابق تو ملک کے انتہائی گرم اور انتہائی سرد لوگوں کا لباس اور کھانا ایک جیسا ہونا چاہیے

ورنہ مساوات نہ رہے گی۔

رہا یہ کہ مالدار مزدوروں پر ظلم کرتے ہیں اس لیے ایسا کرنا ضروری ہے تو یہ نہایت نادانی کی بات ہے کیونکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جتنا جرم ہے اتنی سزا ہو مگر تم نے بندر بانٹ والی مثال قائم کر دی غریبوں کا نام لے کر نہ غریب کو دیا نہ مالدار کے پاس رہنے دیا۔ اسلام کی تعلیم ہم گزشتہ ابحاث میں ذکر کر چکے ہیں۔ اگر مریض دوائی نہ کھائے پرہیز نہ کرے تو دوائی یا ڈاکٹر کو گالی نہیں دی جاتی اسلامی تعلیمات سے دوری پر اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اسلام کا کیا قصور ہے۔

تمہارے نظام کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام میں خانہ جنگی ہوتی ہے جائدادوں پر قبضہ کرنے کے لیے لاکھوں کو مارنا پڑتا ہے ہمیشہ کے لیے دلوں میں نفرت کا بیج بو دیا جاتا ہے ہر انسان بے سکونی محسوس کرتا ہے۔ الغرض اس نظام کی نہ کوئی بنیاد بنتی ہے اور نہ اس کا کوئی واضح جاندار طریق کار ہے محض ظلم و ستم ہے انسان کے جذبات کو فنا کر کے اس کے ساتھ گاجر مولی کا سا سلوک کرتے ہیں۔ پھر جب انجینئر اور چپڑاسی کی ایک جیسی تنخواہ ہوگی' لوگ تعلیمی محنت چھوڑ دیں گے۔ جب مالی مفاد کوئی نہ ہو تو اپنی رات دن دماغی محنت کا کیا فائدہ؟ یہی وجہ ہے کہ روس کا نظام آخر کار خود ہی فیل ہو گیا۔

چوتھا نکتہ : بنیاد پرستی اور انتہا پسندی

اسلام کا کام بلکہ نام لینے والوں کو بنیاد پرستی کا طعنہ دیتے ہیں کافر جو چاہیں کریں ہمارا مقصد اپنے مسلمان بھائیوں کے ایمان کی فکر کرنا ہے واضح رہے کہ کوئی نظریہ یا نظام ہو بغیر بنیاد کے نہیں ہو سکتا جو لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں وہ بھی تو کسی بنیاد پر دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی بنیاد پرست ہیں فرق یہ ہے کہ مسلمان کے ایمان کی بنیاد آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیر وشرہ من اللہ والبعث بعد الموت ہے اور اس کے اسلام کی بنیاد بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ و اقام الصلاۃ و ایتاء الزکاۃ و صوم رمضان و الحج ہے اور کافر اپنی بنیاد کو واضح نہیں کر سکتا۔ مگر ہے وہ بھی بنیاد پرست۔

اگر ان کو بنیاد اچھی نہیں لگتیں تو یہ لوگ اپنی بلڈنگیں بغیر بنیادوں کے کھڑی کیا کریں۔ زمین پر دیوار پھر چھت قائم کر لیا کریں۔ مکان کی بنیادیں کیوں پیاری لگتی ہیں ان کو چاہیے کہ بچے کو سیدھا کالج میں بلکہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے کورس میں داخل کریں ابتدائی درجہ میں اس کی تعلیمی بنیاد کیوں بناتے ہیں۔ اور اگر ان کو مسلمانوں کی بنیاد پرستی ہی قابل تشویش ہے تو ہوتی رہے ہماری جان جاتی ہے جائے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ ان بنیادوں کو ترک نہ کریں گے۔

حتیٰ کہ اگر یہ لوگ اپنے مکان بغیر بنیاد کے بھی تعمیر کر لیں تب بھی ہم اپنی بنیادوں کو چھوڑنا گوارا نہیں کریں گے اور اسلام کے کسی دعوے دار یا نام لیوا کو یہ بنیادیں اچھی نہیں لگتیں وہ مسلمان نہیں زندیق ہے بے ایمان ہے۔

اسی طرح انتہا پسند کا نعرہ ہے یہ بھی بدنام کرنے کا حیلہ ہے بھلا بتلائیں اس کا مفہوم کیا ہے ہر انسان اپنے فن میں ترقی کو پسند کرتا ہے اور آگے سے آگے بڑھنا چاہتا ہے اس زمانہ کے اندر تو مقابلے بازی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بعض لوگ ناخن بڑھا کر فخر کرتے ہیں بعض کرکٹ میں ریکارڈ قائم کر رہے ہیں بعض بالوں کی ڈیزائننگ میں بعض سانپوں اور بچھوؤں سے کھیل کود کر کے حتی کہ بعض انسان بے حیائی میں آگے بڑھ کر نت نئے انداز اختیار کر کے ریکارڈ قائم کرتے ہیں۔ اور چیلنج کرتے ہیں کہ ہم سا ہو تو سامنے آئے۔ بتائیے

کیا یہ انتہا پسندی نہیں ہے؟ ایک طالب علم چاہتا ہے کہ اس کے نمبر ۱۰۰ یا اس سے زیادہ ہوں تو کیا یہ انتہا پسندی نہیں ہے جمہوریت یا سوشلزم کے گرویدہ اپنے نظام میں ترقی چاہیں کیا یہ انتہاء پسندی نہیں ہے انسان چاند سے آگے جانا چاہتا ہے کیا یہ انتہاء پسندی نہیں ہے؟ مسلمان اپنے اوپر اسلام کو نافذ کرنا چاہے تم برداشت نہیں کرتے وجہ کیا ہے وہ اپنے اوپر اسلام لانا چاہتا ہے تم پر زبردستی نہیں کر رہا جبکہ تم لوگ زبردستی سوشلزم نافذ کرتے ہو۔ زبردستی دوسرے ملکوں میں دخل اندازی چاہتے ہو غریب ممالک کو سود کے لامتناہی ختم نہ ہونے والے بوجھ کے نیچے دبایا ہوا ہے تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ مسلمان اپنے اسلام پر آگئے تو سود ختم ہو جائے گا اور تمہارا بیڑا تباہ ہو جائے تم نے ڈر کے مارے اسلام ہی کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہیں مظلوموں کا ابھرنا ناقابل برداشت ہے باقی سب بہانے ہیں اس طرح اسلامی تحریکوں کو دہشت گرد کا نام دے کر ان کو تختہ مشق بناتے ہیں اہل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ نام کا مغالطہ نہ کھائیں۔ کسی جماعت پر حکم لگانے سے قبل اس کا مشن منشور اور اس کی کارکردگی کا مطالعہ کریں۔ اور یہ مطالعہ شریعت کی روشنی میں ہو۔ اخبارات اور رسائل سے قدرے اجتناب کریں ذکر خداوندی اور فکر آخرت کو زیادہ کریں۔ اگر ان لوگوں کے کہنے سے اپنی بنیاد چھوڑ بیٹھے تو مرتد ہو کر مرو گے۔ اپنے اصولوں کے کاربند رہو گے ہر جگہ عزت پاؤ گے۔ ورنہ ہر طرف بدنامی ہو گی بلکہ اپنا تشخص گم کرنے کی وجہ سے نام تک قائم نہ رکھ سکو گے۔

پانچواں نکتہ: خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر

گفتگو کرنے کا طریقہ

سب سے پہلے اپنے مخاطب سے یہ دریافت کرو کہ بتاؤ تم کیا عقیدہ رکھتے ہو اور کس ناحیت سے اس موضوع کے مالہ و ماعلیہ پر کلام کرنا چاہتے ہو حکم شرع کے اعتبار سے معاشرت یا اخلاق کے اعتبار سے معاشیات کے اعتبار سے، تعلیم کے اعتبار سے انسداد جرئم کے اعتبار سے اطمینان قلب کے اعتبار سے صحت کے اعتبار سے نیز یہ کہ خاندانی منصوبہ بندی کا طریقہ کار کیا ہو گا۔ اور اس کا انجام کیا ہو گا۔

اگر سائل اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے قرآن و حدیث پر ایمان رکھتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ زندہ درگور کرنا بہت بڑا گناہ ہے تو آپ اس کو سمجھائیں کہ۔

ا۔ یہ نام "خاندانی منصوبہ بندی" اور یہ نعرہ "بچے دو ہی اچھے" نہایت خطرناک ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کا عطا کرنا نہ کرنا خدا کے اختیار میں ہے پھر کس نوع (بچہ یا بچی) کا دینا بھی اس کا کام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور ○ او یزوجھم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاء عقیما" ○ "بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں۔ اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ"

نیز فرمایا ھو لذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء "وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے"

ان کے اس نام سے یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ کام ان لوگوں کا اختیاری ہے ان کے مذکورہ بالا نعرے سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے خدا کی نعمت نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو بہت بڑی نعمت بتایا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ آج کی حکومتیں زرعی ترقی کے لیے کوشاں ہیں۔ بھیڑ بکری کی زیادتی چاہتی ہیں جنگلات کی لکڑی اور جنگلی جانوروں کی زندگی اور ترقی کے لیے لگی رہتی ہیں صرف انسان ہی اتنا برا ہے کہ یہ کہہ دیا بچے دو ہی اچھے گویا ان کا بس چلے تو یہ دو بھی نہ رہیں۔ انہوں نے انسان کے بچوں کو موذی جانوروں کے بچوں کے ملا دیا کہ جتنے کم ہوں بہتر ہے۔

ظاہر بات ہے کہ دو بچوں کے والدین بھی تو دو ہیں اس طرح ملک کی آبادی کم ہو سکتی ہے زیادتی نہیں کیوں ایک کروڑ شادی شدہ مرد و عورت سے اتنی ہی تعداد میں اولاد ہو یعنی ہر جوڑے کے دو بچے ہوں تو آبادی برابر رہے گی لیکن اگر کوئی بچہ فوت ہو جائے تو کم ہو گی زیادہ تو نہیں ہو سکتی۔ الغرض یہ نعرہ انسانیت سے نفرت پر مبنی ہے جن کو انسانیت ہی سے نفرت ہو ان کو خیر خواہ کیسے مانا جائے یہ تو حقیقتاً ہمارے دشمن ہیں اللہ محفوظ رکھے۔

۲ ۔ مسلمان اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں تو ذخیرہ آخرت ہے ان کی ہر ہر نیکی میں والدین کا حصہ ہے چند دن کے جعلی سکون کے لیے ابدی آرام کو قربان کرنا کتنا خسارہ ہے۔

۳ ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامة (ابو داوٗد ج ۲ ص ۲۲۰۔ نسائی ج ٦ ص ٦٦۔ جامع الاصول ج ۱۱ ص ۴۲۸) "نکاح کرو زیادہ محبت کرنے والی' زیادہ جننے والی سے کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری وجہ سے زیادتی پر فخر کروں گا امتوں پر"

مسلمان خاندانی منصوبہ بندی کریں تو گویا وہ نبی علیہ السلام کا فخر توڑنا چاہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ

۴ ۔ اس مقصد کے لیے حمل گرانا شاید اس وعید کے تحت آجائے واذا الموء ودة سئلت ○ بای ذنب قتلت ○ "اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی"

نیز کبھی یہ کام بیوی کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے جس سے خودکشی کا گناہ ملے گا نیز یہ کام بے حیائی کو پھیلاتا ہے۔ البتہ شریعت نے عزل کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ نیت نہ ہو کہ بچے کھائیں گے کہاں سے۔ اس منصوبے سے یتیم کی پرورش کرنے والی کوئی خالہ یا چچی نہ رہے گی صرف ممانی یا پھوپھی رہے گی اور اگر وہ بھی نہ ہوئی تو؟ نیز اگر باپ کے قتل کے بعد یا اس کی زندگی میں ہی بھائی بہن کو قتل کر دے یا بے حیائی کر لے تو مدعی کون بنے گا کیا بہن اپنے اکلوتے بھائی یا باپ اپنے اکلوتے بیٹے پر مقدمہ کرے گا الغرض یہ جرائم بڑھانے کا ذریعہ ہے

اور اگر آپ کا مخاطب خالص دنیا دار ہے جیسے حکومت کا کوئی بے دین ملازم یا وکیل تو آپ اس سے پوچھیں کہ محترم مجھے یہ بتائیں کہ خاندانی منصوبہ بندی کا تم پروگرام کیا رکھتے
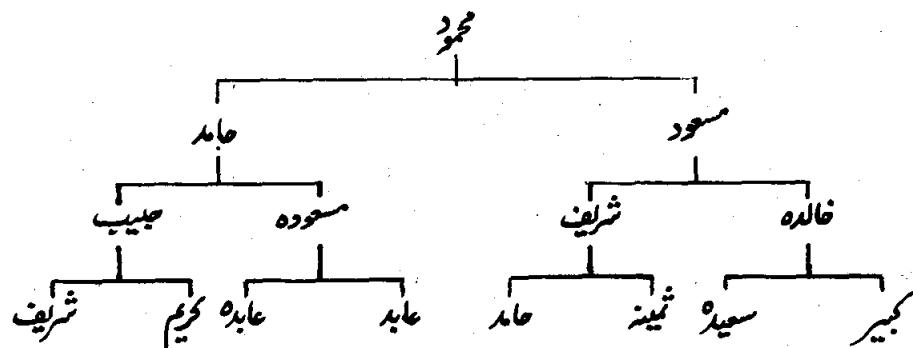
ہو اور اس خلاف فطرت کام کی غرض کیا ہے۔ اگر تم صرف دو بچوں کی اجازت دیتے ہو تو بتاؤ دونوں نر ہو یا دونوں مادہ ہوں یا ملے جلے ہوں۔ اگر کسی کے دو بچیاں پیدا ہوئیں تو تم اس کو مزید اجازت دو گے یا نہ دو گے۔ اگر اجازت دو گے تو تمہارا قانون جاتا رہا اور اگر اجازت نہ دو گے تو اس کو ساری زندگی بے سکونی رہے گی۔ بتاؤ تم کسی پر ظلم کیوں کرتے ہو؟ حکومت کا مقصد تو عوام کو سکون مہیا کرنا ہے اور تم اس کی زندگی اجیرن کر رہے ہو۔ اور اگر تم یہ اجازت دو کہ ایک بچی کو مار کر پھر اولاد کی کوشش کر لے تو اس کی برائی کس سے چھپی ہے؟ اور اگر تم یہ اجازت دو کہ ایک لڑکا حاصل کر لے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے پانچ چھ مسلسل بچیاں ہوں پھر ساتویں نمبر ایک لڑکا ہو تو بتلائیں آپ کا قانون کہاں اڑ گیا۔

ایک تیسری صورت یہ ہے کہ حمل کے دوران سکرین کے ذریعہ معلوم کر کے اگر مونث ہے تو حمل کو ساقط کروا دیں اور اگر مذکر ہے تو رہنے دیں اس وقت ہر جوڑے کے یا دو بچے ہوں گے اور یا ایک بچہ ایک بچی اب مجھے یہ بتائیں کہ بیس سال کے بعد لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کے برابر کیسے کرو گے۔ لڑکا یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی بیوی دوسرے کے پاس رہے علاوہ ازیں ایک مرد تو دو عورتوں کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے خواہ ایک کراچی سے اور دوسری پشاور سے ہو مگر یہ بتاؤ کہ اگر لڑکی کی دو جگہ شادی ہو جائے تو دونوں کی طرف رخصتی کیسے کرو گے پھر اگر دونوں خاوند ایک شہر ایک محلہ ایک گلی بلکہ بالکل ساتھ ساتھ ہی رہنے والے ہوں لیکن ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد ایک آدمی اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے شہر جانا چاہتا ہے تو بتاؤ مشترک بیوی اب کسی کے پاس رہے گی۔ جہیز کہاں رکھا جائے گا۔ خرچہ کون دے گا پھر پیدا شدہ بچہ کون لے گا اگر بالفرض بچہ اپاہج ہے اور ہر کوئی اس سے برات کرتا ہے تو کس کے ذمہ لگائیں گے۔ جبکہ ایک خاوند کی کئی بیویاں ہوں تو ہر ایک کا بچہ خاوند کا ہو گا۔ باپ کا تعین بذریعہ نکاح ہو گا۔ اور جس عورت کے بطن سے ہو گا جیسا بھی ہو گا وہ انکار نہیں کر سکتی۔ الغرض منصوبہ بندی کی صورت میں بڑی شدید مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔
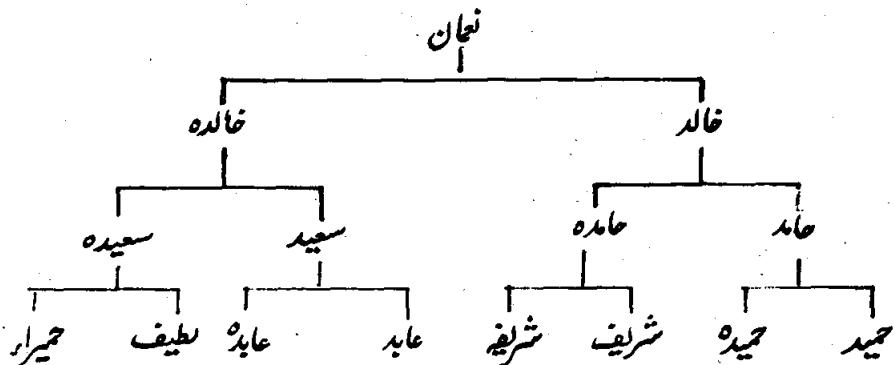
اسی منصوبہ بندی کی وجہ سے جس کا نعرہ "بچے دو ہی اچھے" ہیں خاندانی قوت بالکل فنا ہو جاتی ہے اس کے مطابق کسی مرد کا نہ کوئی بھائی ہو گا نہ چچا نہ تایا نہ چچا زاد بھائی نہ بہن نہ تایا زاد بھائی نہ بہن۔ نہ انسان کی خالہ نہ خالہ کی اولاد اس طرح کسی لڑکی کی نہ کوئی بہن ہو

گی نہ خالہ نہ چچا نہ تایا نہ تائے کی اولاد البتہ صرف ایک ماموں اور صرف ایک پھوپھی ہو گی۔ اب بتائیں کہ موجودہ خطرناک حالات میں ایک بھائی دوسرے کے کتنا کام آتا ہے ایک اکیلا دو گیارہ ہوتے ہیں مگر جب صرف ایک بھائی ایک بہن ہو بتائیں اگر ایک مر جائے تو دوسرے پر کیا گزرے والدین کا کیا بنے گا۔ اور اگر دوسرا فرد بھی مر جائے تو ان کی نسل کا بیڑا غرق ہو گیا یا نہیں۔ اگر انسان بیمار ہے تو کوئی خبر گیری نہ کرے گا اور اگر لڑکی درد زہ میں ہے تو کوئی بہن گھر میں کام نہ کرے گی۔

قرآن کریم نے بھائیوں بہنوں کے حصے بتائے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ ذیل میں ایک نقشہ میں اس کو مزید واضح کرتے ہیں۔

اس نقشہ میں یہ سمجھایا ہے کہ اگر صرف دو لڑکے یا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو آخر میں آٹھ فرد ہیں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں بتلائیے تم نے خدا کے حکم کو توڑ کر آخرت تو برباد کر ہی لی دنیا کے اندر ہی دو زائد لڑکوں کے رشتے بتاؤ کہاں ہوں گے؟

اس نقشہ میں دیکھیں کسی لڑکے کا کوئی بھائی نہیں لڑکی کی بہن نہیں۔ نیز نہ خالہ ہے نہ چچا تایا اب اگر عابد فوت ہو جائے اور اس کی وراثت عابدہ کو ملے پھر عابدہ بغیر وارث مر گئی تو جائداد کس کو دیں گے۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو چند کڑیوں کے بعد خاندان اور قبیلہ معلوم کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

یہ منصوبہ بندی تو ایک خطرناک سازش ہے کیونکہ جب کوئی قریبی وارث ہی نہ ہو گا حکومت جس کو جیسے چاہے پکڑے جائداد سمیٹ لے سزا دے کون پوچھنے والا ہے اس سے بہتر تو قدیم عرب کے لوگ ہیں انہوں نے بھائی کا فائدہ محسوس کر لیا تھا۔ شاعر کہتا ہے

اخاک اخاک ان من لا اخا لہ

کساع الی الھیجا بغیر سلاح

ترجمہ: اپنے بھائی کو لازم پکڑ اپنے بھائی کو لازم پکڑ کیونکہ جس کا کوئی بھائی نہیں ہے اس آدمی کی طرح ہے جو میدان جنگ کی طرف بغیر ہتھیار کے جانے والا ہے۔

اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ خاندانی منصوبہ بندی مخلوق کے اختیار میں ہے ہی بس اگر چند سال زبردستی کر بھی لیں تو مجبور ہو کر اس میں ترمیم کرنی پڑے گی۔

اب ہم مجوزہ خاندانی منصوبہ بندی کا مختلف جوانب سے عقلی جائزہ لیتے ہیں۔

۔ معاشیات کے اعتبار سے

سب سے زیادہ اسی موضوع کو اچھالا جاتا ہے کہ اگر آبادی زیادہ ہو گئی تو وسائل ناکافی ہیں گے۔ اس کی مثال تو ایسے ہے جیسے چھوٹے بچے کو دیکھ کر کوئی یہ کہے کہ اس کی شادی یسے کریں گے یہ بیوی کے حقوق کیسے ادا کرے گا۔ تو جیسے جوانی کے بعد حالات بدلیں گے ی طرح آبادی کی کثرت کے ساتھ وسائل بھی زیادہ ہو جائیں گے۔ وسائل کوئی من لویٰ کی طرح نازل تو نہیں ہو رہے وسائل زندہ انسانوں کی محنت ہی سے حاصل ہوتے ں۔ یار زندہ صحبت باقی۔ جب انسان کو اپنی معاش کا فکر ہو گا تو کوشش کر ہی لے گا۔ یہی ہ ہے کہ غیر شادی شدہ کے وسائل کم ہوتے ہیں جب شادی ہو جاتی ہے عموماً وسائل ادہ ہو جاتے ہیں۔ جوں جوں خاندان بڑا ہوتا ہے دکان مکان کاروبار میں ترقی ہوتی رہتی ہے منصوبہ بندی والے یہ چاہتے ہیں کہ ترقی بالکل رک جائے راج مزدور ختم ہو جائیں

نئے کارخانے' نئی ملیں نہ لگیں کیونکہ یہ سب چیزیں آبادی کی زیادتی کی وجہ سے ہیں اگر دو عورتوں اور دو مردوں کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوں اور آپس میں ان کا نکاح کر دیا جائے تو بتائیں نئے مکان کی کیا ضرورت ہے زیادہ سے زیادہ پہلے ہی کو مرمت کروالیں اور بس۔

تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بچے بالکل بے کار ہیں کوئی کام نہیں کرتے یہ بالکل غلط نظریہ ہے جناب والا ایک بچہ اپنی شرارتوں سے کتنے بڑوں کا دل بہلاتا ہے بچے بڑوں کے ساتھ کھیل کر ان کی ہر طرح کی تھکاوٹ دور کر دیتے ہیں اگر پارک اور کھیل صحت کے لیے مفید ہے تو بچوں کے ساتھ رہنا بھی تندرستی کا باعث ہے۔ جب بچے کی وجہ سے انسان کی تھکاوٹ دور ہو گی تو کام کاج اور کاروبار کے اندر اس کا خوب جی لگے گا اور اگر اس کا بچہ کوئی نہیں تو ہر وقت غمگین رہے گا اور کاروبار صحیح نہ کر سکے گا۔ تمہارے نظریے کے مطابق دو بچوں کے بعد تقریباً" بیس سال تک بچہ دیکھنے کو نہیں مل سکتا اور بیس سال کے بعد جو ہو گا وہ پوتا ہو گا۔ اگر بیٹا ساتھ رہے تو ٹھیک ورنہ انسان بچے کو ترستا ہی مرجائے گا۔

حاصل یہ ہوا کہ بچے نہ ہونے کی وجہ سے انسان کو بے سکونی ہے جس سے کاروبار متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ خاندانی منصوبہ بندی کا اثر اخلاق پر

چونکہ اس کی بنیاد ہی انسان دشمنی ہے اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کرنے والوں کے دلوں میں دوسروں کے بچوں کی محبت نہیں ہوتی کسی کا بڑا خاندان اچھا نہیں لگتا انسانوں کی بقا سے ان کی موت ان کو زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اگر عورت آپریشن کے ذریعہ مکمل بندش کروا لیتی ہے یا وقفہ حاصل کرنے کے لیے ٹیکہ یا دواؤں کا استعمال کرتی ہے تو حمل سے بے فکر ہونے کی وجہ سے زنا میں پڑنا اس کو آسان ہو جاتا ہے تو یہ منصوبہ بندی بے حیائی کا باعث ہو گئی۔ پھر اگر اس کے بھائی یا خاوند برداشت نہ کریں تو عورت کو مار بھی دیتے ہیں بتاؤ منصوبہ بندی نے ہمیں کیا دیا۔

۳۔ تعلیم کے اعتبار سے

اگر انسان کے کئی بچے ہوں یا ایک بچے کے کئی بھائی ہوں یا چچا ماموں وغیرہ کے لڑکے ہوں تو ایک دوسرے کو پڑھتے دیکھ کر انسان کو شوق ہوتا ہے۔ اور کبھی ایک بھائی دوسرے

بھائی کو تعلیم پر لگا دیتا ہے اور خود خرچہ برداشت کرتا ہے۔ ایک ہی لڑکا ہو تو والدین سختی کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ ایک بچہ ہی ان کی آنکھوں کا تارا ہوتا ہے۔ پھر لڑکا بھی بے فکر ہو کر آوارگی کرے گا۔ نیز اس کے لیے کوئی اسوہ اور نمونہ خاندان میں نہ رہے گا کیونکہ منصوبہ بندی سے خاندان تو ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

۴۔ انسداد جرائم کے اعتبار سے

منصوبہ بندی کی وجہ سے جرائم بڑھتے ہیں۔ زنا پھیل جاتا ہے اور زنا لڑائی جھگڑے کا باعث ہے اگر منصوبہ بندی کے لیے حمل گرایا جائے تو کون سا اعلیٰ کردار ادا کیا۔ مستقبل میں پیش آنے والی رزق کی دہمی تنگی کے لیے ایک جان کو مارنا کون سی عقلمندی کا کام ہے پھر جب حکومت کا مقصد آبادی کم کرنا ہو تو کوئی خودکشی کرے کوئی دوسرے کو مار دے حکومت کو اس سے خوشی ہی ہوگی۔ کیونکہ آبادی کم ہو رہی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اسلام تو ولد الزنا کی بھی نگرانی اور تربیت کا حکم دیتا ہے اس کے ماں باپ کو سزا مل جائے مثلاً ماں سنگسار کر دی جائے تو بچہ قابل رحم ہو گا۔ عزت والا ہو جائے گا۔ مگر اس معاشرے کے اندر ماں کو پاک صاف کر کے بچے کو روڑی کے دھیڑوں کو ڈالتے ہیں کیا یہ کوئی جرم نہیں ہے۔

۵۔ اطمینان قلب کے اعتبار سے

دنیا میں ہر انسان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اسے دلی اطمینان نصیب ہو جائے اطمینان نہ ہو تو زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو جاتی ہے سورج بے نور نظر آتا ہے دن کو اندھیرا دکھائی دیتا ہے۔ اگر دو ہی بچے ہوں تو انسان ہر وقت فکر مند رہے گا ذرا سی تکلیف سی پریشان ہو گا اور اگر بچہ مر جائے تو ماں باپ زندگی ہی میں مر جائیں گے اور اگر زیادہ بچے ہوں تو ان کو کچھ حوصلہ رہے گا۔ زیادہ بچے ہوں بچے پر سختی کر سکتا ہے ان کی تربیت کرنے کے لیے مگر ایک بچے پر کیا سختی کرے گا۔ جب باپ بوڑھا ہو جائے اور زیادہ بچے ہوں تو ہر بچہ باپ کی خدمت میں حصہ لے گا۔ اگر ایک بچہ فرماں بردار نہیں تو دوسرا اس کا خدمت گزار ہو گا لیکن اگر ایک ہی بچہ ہو اور وہ بھی نافرمان نکلے تو منصوبہ بندی والے یہ بتائیں وہ بوڑھا آدمی کہاں جائے گا۔ منصوبہ بندی کی وجہ سے اس کا بھائی تو پہلے کوئی نہیں ہے بیٹے

نے گھر سے نکال دیا ہے بھتیجا کوئی نہیں خاندان ہی نہ رہا اور اگر باپ اور دادا اسی طرح ماں اور دادی سب زندہ ہوئے اور بچہ نافرمان ہو تو تم ان چاروں کو بڑھاپے میں کیا دو گے۔ اور بچہ فرماں بردار ہی ہو لیکن بچہ خود بیمار پڑ جائے تو اس خاندان کو کون سنبھالے گا۔ اور اگر یہ جواب دیا جائے کہ اللہ ہی سنبھالے گا تو جناب تمہیں منصوبہ بندی کر کے خدا تعالیٰ کے حکموں سے ٹکرانے اور اس کا شریک بننے کا کیوں شوق ہو گیا؟ سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔ اور اس کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ تمہارے منصوبوں کے مطابق بوڑھوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو جائے گا تم سے تو اپنے تیسرے بچے کو سنبھالا نہیں جاتا قوم کے بوڑھوں کو کہاں اور کس طرح سنبھالو گے جب کہ ان کی تعداد جوانوں کی تعداد کے برابر یا ان سے زیادہ ہو۔

۶۔ صحت کے اعتبار سے

خاندانی منصوبہ بندی کے لیے جتنی دوائیں استعمال ہوتی ہیں ان میں سے کوئی بھی مرد یا عورت کی صحت کے لیے مفید نہیں ہیں کیونکہ آلات تناسلیہ بھی صحت کے ساتھ ہی صحیح کام کرتے ہیں۔ ان دواؤں کا استعمال بہت سی دوسری بیماریاں پیدا کرتا ہے اور رحم کے لیے جو سپرنگ وغیرہ استعمال ہوتے ہیں وہ بسا اوقات کینسر کر دیتے ہیں۔ اور بعض وسائل ایسے ہیں جن سے ان لوگوں کو مکمل اطمینان نہیں ہے اس لیے یہ لوگ عزل کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ عزل کے باوجود بسا اوقات حمل ہو جاتا ہے جس کو سن کر ان کا کلیجہ پھٹتا ہے۔

اور اگر عورت یا مرد آپریشن کے ذریعہ مکمل انقطاع کروائیں تو صحت مستقل جاتی رہتی ہے بلکہ بسا اوقات مانع حمل ٹیکہ عورت کی جان لے بیٹھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ٹیکہ زہریلا ہوتا ہے اور رحم کے پاس اتنا زہریلا مواد پیدا کرتا ہے جو منی کے جراثیم کو مار ڈالتا ہے۔ آپریشن اس لیے نقصان دہ ہے کہ عورت کے جسم کے اندر دو حصے ہیں جن کو مبیض کہا جاتا ہے۔ وہاں سے دو رگیں رحم تک جاتی ہیں جو ہر ماہ رحم میں بیضہ گراتی ہیں' وہ حیض بن کر باہر آ جاتا ہے۔ آپریشن کے ذریعہ ان رگوں کو کاٹ ڈالتے ہیں اب بتائیے ہر ماہ گرنے والا بیضہ کہاں جائے گا وہ رحم تک ہی نہ آئے گا نتیجتاً وہ جسم کے اندر ہی خرابی کرے گا اس کی مثال یوں سمجھیں کہ مکان کا گندہ پانی نالی سے باہر نکل جاتا ہے اگر نالی بند ہو جائے تو وہ سارا پانی مکان کے اندر رہ کر مکان کو گندہ کرے گا بس اسی طرح وہ بیضہ جسم کا زائد خون

نکال دیتا ہے جب یہ لوگ اس نالی کو بند کرتے ہیں تو گندہ خون جسم میں رہ کر ہر طرح بیماریاں پیدا کرتا ہے۔

نیز عورت کی شہوت کمزور پڑ جاتی ہے بلکہ ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ مرد تو بننے سے رہی البتہ خاوند کی طرف اس کی رغبت کم ہو جاتی ہے اور خاوند اس سے مکمل استمتاع نہیں اٹھا سکتا کیونکہ جب تک عورت کی جانب سے جاذبیت نہ ہو تو وہ اور موم کا مجسمہ برابر ہے۔

نکتہ: دنیا کے حکمران یہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت ان کے قبضہ میں رہے یقت یہ ہے کہ مال کی حرص اور وسائل معاش کی غلط تقسیم اور ہر بات میں حکومت کی رکاوٹیں عوام کے لیے مشکلات کا باعث ہیں ایک بڑے افسر کی رہائش کے لیے اتنا بڑا رقبہ مختص کر دیا جاتا ہے جس کے اندر سینکڑوں ملازمین کے کوارٹر بن سکتے ہیں۔ اکثر سرمایہ دار زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اکثر زمیندار عشر نہیں دیتے۔ اور حکومت نے بہت سی جگہوں میں ناجائز پابندیاں لگائی ہوئی ہیں شکار کرنے کے لیے لائسنس کی ضرورت اور بے شمار رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں غریب آدمی کو بنک سے ادھار مل ہی نہیں سکتا اور مالدار اور حکومت کے تعلق والے کروڑوں اربوں نکلواتے ہیں پھر بعض معاف کرواتے ہیں اور بعض دیوالیہ دکھا کر بھاگ جاتے ہیں۔ خوف خدا اور فکر آخرت تو کیا ان بے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نصیب نہیں ہے حالانکہ اس کا حل یہ ہونا چاہیے کہ انسان کو جتنی رقم بنک سے لینی ہو اتنی ساتھ ملائے اور نفع نقصان میں شراکت ہو مثلاً" قرض لینے والے کے پاس دس لاکھ ہے تو دس لاکھ بنک سے ملیں۔ زیادہ رقم کے لیے اور سرمایہ داروں کو ساتھ ملائے یہ نہیں کہ دس لاکھ دکھا کر دس کروڑ لے لو یہ غلط ہے پھر کاروبار کی نگرانی باقاعدہ ٹیم کرتی رہے جس کو بنک یا حکومت کی طرف سے تنخواہ دی جائے۔ اس صورت میں اگر بالفرض بنک کا خسارہ ہو گا تو قرض خواہ بھی نقصان یکساں برداشت کرے گا۔ اور اگر نفع پائے گا تو رب المال بھی اتنا ہی مستحق ہو گا۔ مگر اس کے باوجود یہ یاد رکھیں کہ امانت داری بغیر تقویٰ کے نہیں ہوتی اور تقویٰ کی اولین نشانی اسلام کی پابندی ہے مگر افسوس کہ یہ حقوق انسانی کے دعوے دار متقی لوگوں کو بنیاد پرست اور انتہا پسند کہہ کر بدنام کرتے ہیں۔

چھٹا نکتہ

تعصّب کا الزام اور اس کا جواب

اگر کوئی مسلم صحیح مسئلہ بیان کرتا ہے مثلاً" شرک و بدعت کی برائی کرتا ہے ترک تقلید کے نقصانات ذکر کرتا ہے یا قرآن کے منکر پر تنقید کرتا ہے تو بعض لوگ اس کو متعصب کہہ کر بدنام کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہمارا مسلک نہایت معتدل مسلک ہے اس کے بنیادی اجزاء بار بار بیان ہو چکے ہیں ایک دفعہ ان کو پھر دہراتا ہوں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، ۲۔ رسول ﷺ کی محبت، ۳۔ قرآن کریم پر عمل، ۴۔ حدیث نبوی پر عمل۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کا مسلک جمہور امت کے ساتھ چلنا ہے اکا دکا کی رائے نہیں لی جاتی ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز صاحب سے بارہا یہ سنا ہے کہ جمہور کی پیروی کرنا ید اللہ علی الجماعۃ۔

اب ہم اپنے ساتھیوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ ان چاروں میں سے کون سا جزء ایسا ہے جو حضرات صحابہ کرام میں نہ پایا جاتا تھا۔ کسی جزء کو تم شدت پر محمول کرو گے؟ **جو شیعہ** قرآن کا منکر ہے اگر ہم ان کے ساتھ سو فیصد اتحاد کرتے ہیں تو سوچو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ بریلوی حب خداوندی کا نام نہیں لیتے یا اللہ مدد سے جلتے ہیں بتلاؤ کیا اس کرتوت کو برداشت کرو گے۔ غیر مقلدین حدیث کا نام لے کر ہمیں قرآن سے ہٹانا چاہتے ہیں کیا تم قرآن سے ہٹنے پر راضی ہو۔ تم اہل القرآن و الحدیث ہو تو یہ تم کو اہل حدیث بنانا چاہتے ہیں کیا تم خوش ہو گے۔ بریلوی تمہارے اکابر کا نام لے کر نبی علیہ السلام کو گالی دیتے ہیں۔ تمہارے اکابر کا نام لے کر ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں بتلاؤ تم نبی علیہ السلام پر گالی برداشت کرو گے۔ علماء اہل حق کے کندھوں پر رکھ کر گستاخی رسول کا تیر چلانے والوں کو ہم کبھی عاشق رسول تسلیم نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ گستاخی کا ایک قبیح ترین انداز ہے کہ گالی بھی نکالی اور جان بھی بچی رہی مال بھی مل گیا اور نام بھی ہو گیا۔ بدنامی ساری دوسرے پر کیا ہم ایسوں کو معصوم سمجھ لیں۔ ہر گز نہیں ہو سکتا ہے ان چار اصولوں کو عوام کے سامنے بیان کرو علماء دیوبند کا مسلک یہی چار چیزیں ہیں عوام اور خواص کو ان اصولوں پر جوڑ دو تم لوگ علماء دیوبند کا نام لے کر قرآن و

حدیث کا کام کرتے ہو اس طرح کامیابی نہ ہوگی۔ غیر مقلد نام قرآن و حدیث کا لیتے ہیں اور کام بیچارے اپنا ہی کرتے ہیں۔ بریلوی نام عشق رسول کا لیتے ہیں اور عوام کو شرک و بدعت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ آپ علماء دیوبند کا مسلک بیان کریں کیونکہ علماء دیوبند کا مسلک اصولی طور پر ان چاروں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ساری کتاب میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے اپنے خطباء سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان اصولوں پر عوام کو متوجہ کریں اور اپنے خطبات میں ان سے اس بات کا عہد لیں کہ ان چاروں کے لیے اپنے اپنے ماحول میں کام کریں اور عوام کو ہر قسم کے فتنوں سے آگاہ کریں۔ ان چار اصولوں کی وجہ سے ان شاء اللہ تم سے تعصب کا الزام ختم ہو جائے گا اور ان چار اصولوں کی پابندی کو بھی تعصب کہا جائے تو بڑی خوشی سے قبول کریں۔ ہماری جان جاتی ہے جائے مگر ان سے پیچھے نہ ہٹیں گے۔ واللہ المستعان۔

تدریب

س : آزادی نسواں اور مرد وعورت کی برابری کی دعوت دینے والوں سے گفتگو کرنے کا طریقہ ذکر کریں۔

س : علماء اور دینی مدارس کا دفاع کیسے کریں گے؟

س : اسلام کی چند خوبیاں مدلل کر کے بیان کریں۔

س : انسانی بچوں کا محافظ اسلام ہے یا انسانی حقوق کے نام لیوا؟ واضح ثبوت بھی دیں۔

س : اسلام کے اخلاقی نظام پر مضمون لکھیں۔

س : یورپ میں انسانی بچوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟

س : اشتراکیت کیا ہے؟ اور اس کے مبلغین سے گفتگو کرنے کا طریقہ تحریر کریں۔

س : خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر کسی مومن سے گفتگو کرنے کا طریقہ تحریر کریں۔

س : خاندانی منصوبہ بندی کا اخلاق، معاش، تعلیم اور دیگر جوانب پر کیا اثر پڑتا ہے۔

س : اس منصوبہ بندی سے صحت پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

س : سود کا نقصان اور اس سے نجات کا کوئی حیلہ ذکر کریں۔

س : حق بات کا اظہار کرنے والوں کو تعصب کا طعنہ دینے والوں کو کس طرح مطمئن کیا جائے۔

قیاس خطابی وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو کہ ان سے غالب گمان صحیح ہونے کا ہو خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط جیسے زراعت نفع کی شے ہے اور ہر نفع کی شے قابل اختیار کرنے کے ہے پس زراعت قابل اختیار کرنے کے ہے۔

علامہ محب اللہ بہاری فرماتے ہیں۔

الثالث الخطابة وهو مولف من المقبولات المأخوذة ممن يحسن الظن فيه كالاولياء والحكماء ومن عد الماخوذات من الانبياء منها قد غلط (سلم العلوم ص ۱۸۷)

تیسری قسم خطابت ہے اور وہ ایسے مقبولات (قضایا) سے مرکب (قیاس) ہوتا ہے جو ان لوگوں سے لیا جائے جن کے بارہ میں حسن ظن رکھا جاتا ہو جیسے اولیاء حکماء اور جس نے انبیاء سے لیے ہوئے کو قضایا کو اس قسم سے شمار کیا ہے اس نے غلطی کی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیاس خطابی میں قرآن یا حدیث کو نہیں لیا جائے گا۔
صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں۔

واما الماخوذات من الانبياء عليهم وعلى نبينا الصلاة والسلام فليست من الخطابة لانها اخبارات صادقة من مخبر صادق دل على صدقه المعجزة ولا مجال للوهم فيها حتى يتطرق اليه الخطاء والخلل فالقياس المركب منها برهاني قطعي المقدمات (مرقاۃ ص ۵۰) حاشیہ میں لکھتے ہیں فانها من قبيل الفطريات التي قياساتها معها (حاشیہ مرقاۃ ص ۵۰)

اور جو قضایا انبیاء علیہم وعلیٰ نبینا الصلاۃ والسلام سے لیے جاتے ہیں وہ خطابہ سے نہیں ہیں کیونکہ وہ اخبار صادقہ ہیں مخبر صادق سے اس کے صدق پر معجزہ نے دلالت کی ہے۔ اور وہم کی کوئی مجال نہیں کہ خطایا خلل وہاں جا سکے۔ لہٰذا جو قیاس ان سے مرکب ہو گا وہ برہانی ہے اس کے مقدمات یقینی ہیں۔ کیونکہ وہ ان فطریات میں سے ہے جن کا قیاس اس کے ساتھ ہی ہو۔ (یعنی اس کی دلیل فوراً ذہن میں آ جاتی ہے)

اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث سے قیاس برہانی بنے گا نہ کہ قیاس خطابی۔

لیکن اس کے برخلاف شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں۔

واختار سبحانہ و تعالیٰ فی آیات المخاصمة الزام الخصم بالمشهورات المسلمة والخطابیات النافعة لا تنقیح البراهین علی طریق المنطقیین (الفوز الکبیر ص ۱۸) "اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آیات مخاصمہ میں اختیار کیا خصم کو الزام دینا مشہورات مسلمہ اور نفع دینے والی خطابیات کے ساتھ نہ کی دلائل کو منقح کرنا منطقیوں کے طریقہ پر"

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں واعلم ان قوله تعالیٰ لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا حجة اقناعیة والملازمة عادیة علی ما هو الائق بالخطابیات (شرح عقائد ص ۳۳)ا؎ "جان کہ اللہ تعالیٰ کا قول لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا مطمئن کرنے والی حجت ہے اور شرط جزاء کا باہم لازم ملزوم ہونا حسب عادت ہے جیسا کہ لائق ہے خطابیات کے" (نیز دیکھئے سیرۃ النبیؐ سید سلیمان ندویؒ ج ۳ ص ۸۸، ۸۹، ۹۹)

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خطابیات قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ گزشتہ عبارتوں سے معارض ہے اس کا حل یہ ہے جو حضرات قیاس خطابی کا وجود قرآن مجید میں تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک قیاس خطابی کی تعریف وہ نہیں جو مصنف نے ذکر کی ہے بلکہ ان کے نزدیک قیاس خطابی کے مقدمات سے بعینہ وہ معنی مراد نہیں لیا جاتا جو ان کے لفظوں کا مفہوم ہوتا ہے بلکہ موقع محل کی مناسبت سے اس کے ساتھ کوئی قید مراد ہوتی ہے چونکہ مخاطب وہ قید سمجھتا ہے اس لیے لفظاً اس کا ذکر ترک کر دیا جاتا ہے اور وہ کلام اس معنی میں قطعی ہوتا ہے قیاس خطابی کی چند مثالیں۔

ا؎ حضرت صوفی عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں : حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ تعدد آلہہ عقلاً ہی محال ہے کیونکہ تمام عالم کا وجود عکس اور پرتو ہے واجب الوجود کا اس لیے کہ معلول کا وجود علت کا پرتو ہوتا ہے اگر تعدد آلہہ ہو تو پھر اللہ کا عکس اور پرتو ہونا ضروری ہے اور عالم کی ہر چیز اپنے وجود میں دگنی ہو جائے گی اور ہر چیز میں ایک ہی وجود سما سکتا ہے کیونکہ ایک میان میں دو تلواریں اور ایک سانچے میں دو چیزیں نہیں سما سکتیں۔ اگر ایسا ہو اس سے وجود پاش پاش ہو جائے گا۔ اور نظام پورے کا پورا درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور یہی مطلب ہے لو کان فیهما آلهة الا الله کا جس کو علامہ تفتازانی نے دلیل اقناعی سے تعبیر کیا ہے حالانکہ یہ تو دلیل قطعی اور برہانی ہے (ملاحظہ ہو تشریحات سواتی ص ۴۷ تقریر دل پذیر ص ۱۶، ۱۷ مصنفہ حضرت نانوتویؒ)

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی ء یہ اور اس قسم کی دوسری آیات ذکر کرنے کے بعد مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی (جاء الحق ص ۶۰)

ہم نے گذشتہ ابحاث میں باحوالہ اس کی تفسیر ذکر کر دی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اصولی طور پر سارے احکام شرعیہ قرآن پاک میں موجود ہیں اور یہ مفہوم قرآن کا مخاطب سمجھتا ہے اس اعتبار سے یہ خطائی ہے خود مفتی صاحب موصوف اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

سوال ۲۔ رہبری کے لیے قرآن و حدیث کافی ہیں ان میں کیا نہیں جو فقہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین "اور نہ ہے کوئی تر اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو"

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر "اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا"

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لیے آسان بھی ہے پھر کس لیے مجتہد کے پاس جاویں ؟

جواب : قرآن و حدیث بیشک رہبری کے لیے کافی ہیں اور ان میں سب کچھ ہے مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہیے سمندر میں موتی ہیں مگر ان کو نکالنے کے لیے غوطہ خور کی ضرورت ہے ائمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں (جاء الحق ص ۳۱)

معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے نزدیک بھی قرآن پاک میں ہدایت کی باتیں ہیں اور ہر ہر چیز کے علم میں تو ہدایت نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر ہر چیز کا علم علماء قرآن سے معلوم کرتے ہیں۔

ہمیں اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کے لیے صرف قرآن ہی کافی تھا زندگی کے ہر معاملہ میں آپ قرآن پاک کے ذریعہ سے حلال حرام وغیرہ کا فیصلہ فرماتے تھے مثلاً قرآن پاک میں خمر کی حرمت کا ذکر ہے آپ نے اس سے یہ ضابطہ کلیہ استنباط فرمایا کل مسکر حرام اور علاوہ خمر عنب کے اور کئی مسکر چیزوں کی حرمت کو ذکر فرمایا۔ گویا کسی چیز پر حکم لگانے کے لیے قیاس کے دو قضایا ہوتے ہیں کبریٰ آپ قرآن پاک

سے اخذ فرماتے تھے۔

علامہ بدر الدین زرکشی فرماتے ہیں۔

قال الشافعی رضی اللہ عنہ جمیع ما نقولہ الامۃ شرح للسنۃ وجمیع السنہ شرح للقرآن (البرہان للزرکشی ج ا ص ٦) "امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ امت کہتی ہے سنت کی شرح ہے اور ساری سنت قرآن کی شرح ہے"

قیاس سفسطی کے بیان میں ان شاء اللہ اس بات کا ذکر آئے گا کہ اس آیت کے علم غیب کلی پر استدلال نرا سفسطہ ہے۔

بھی یاد رہے کہ ہم نے مفتی صاحب کے غلط استدلال کے بالمقابل اس کو خطابی کہا ہے ورنہ یہ آیت اس بارے میں برہان ہے کہ قرآن کریم نے اصولی طور پر سارے دین کو ذکر کر دیا ہے جیسا کہ قضایا محصورہ کے بیان میں گزرا ہے۔

دوسری مثال : فریق مخالف نے چند احادیث سے علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے حالانکہ وہ احادیث اس معاملہ میں برہان نہیں بلکہ وہی مفہوم سمجھتا ہے جو دوسری آیات واحادیث کے معارض ہرگز نہیں ہے۔

حضرت امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی نے ازالہ الریب کے باب دہم میں ان احادیث کو ذکر کر کے فریق مخالف کا استدلال اور اس کا جواب ذکر کیا ہے ۔ حضرت فرماتے ہیں۔

پہلی حدیث : خان صاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں واللفظ للاول بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ قیام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما" ما ترک شئیا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب بیان فرما دیا کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا

یہی مضمون احمد نے مسند' بخاری نے تاریخ' طبرانی نے کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بلفظہ (انباء المصطفیٰ ص ٦' ٧ جاء الحق ص ٦٢)

دوسری حدیث : خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب

وغیرہ لکھتے ہیں واللفظ للاول صحیح بخاری شریف میں حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے:

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما" فاخبرنا من بدء الخلق حتی دخل اہل الجنۃ منازلہم واہل النار منازلہم حفظ ذلک من حفظہ و نسیہ من نسیہ بلفظہ (انباء المصطفی ص ۷ و جاء الحق ص ۲۳ و مقیاس ص ۴۶۵)

ایک بار سید عالم ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا کل حال ہم سے بیان فرما دیا یاد رکھا جس نے رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

تیسری حدیث: خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں واللفظ للاول صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا بیچ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کے سواء کچھ کام نہ کیا فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا اس میں سب کچھ بیان فرما دیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے یاد رہا۔ بلفظہ (انباء المصطفی ص ۷ جاء الحق ص ۶۲ وغیرہ، مقیاس ص ۴۶۳)

چوتھی حدیث: فریق مخالف کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا" بعد العصر فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعۃ الا ذکرہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۴۲، و مستدرک ج ۴ ص ۵۰۵، مشکوۃ ج ۲ ص ۴۳۷)

یعنی ایک دن عصر کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس میں سے کوئی چیز آپ نے ایسی نہ چھوڑی جو آپ نے بیان نہ کر دی ہو جس نے اس کو یاد رکھا سو یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔

ان جملہ روایات سے فریق مخالف نے آنحضرت ﷺ کے علم غیب کلی پر استدلال

واحتجاج کیا ہے (ازالہ الریب ص ۵۱۰ '۵۱۱)

اس کے بعد حضرت العلام نے ص ۵۱۷ تک مدلل و محقق طریقہ سے ان کے باطل استدلال کا رد فرمایا ہے کہ مراد ان احادیث سے یہ ہے کہ آپ نے قیامت تک ہونے ہونے بڑے بڑے فتنوں کو بیان کر دیا تھا۔ چونکہ مخاطب یہ بات سمجھ لیتا ہے اس اعتبار سے یہ قیاس خطابی ہے۔ اور جب یہی معنی متعین ہیں ۔۔ سرا احتمال قطعا مردود ہے اسی لیے معنی مراد کے اندر یہ برہان ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی حدیث کو مشکوہ شریف کتاب الفتن میں ذکر کیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محدثین نے اس سے فتنوں کا ذکر ہی سمجھا ہے۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ و قطرہ بیان کر دیا (جاء الحق ص ٦٧) یہ نرا سفسطہ ہے کیونکہ اس طرح تو فریق مخالف کے نزدیک نبی علیہ السلام ساری دنیا کی زبانیں جانتے ہیں اور ہر ہر انسان کے قول و عمل سے بالتفصیل مطلع ہیں ان کے نزدیک حیا سے گرے ہوئے گیت کا علم بلکہ اس گیت کی کیفیت بھی آپ جانتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو آپ کی ساری بات کو سمجھا تھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا سارا خطبہ خالص عربی زبان میں تھا۔ فریق مخالف کے عقیدہ کے مطابق تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہرکسی کی بات اس کی زبان میں نقل کی ہے بلکہ متکلم کے لب و لہجہ میں ادا کی ہے تو بتایئے کہ اس کے اندر فتاویٰ رضویہ' جاء الحق' تقویۃ الایمان اور مقیاس حنفیت بھی سنائی تھی۔ آج کل کے حیا سوز فلمی گانوں کی نسبت کیا خیال ہے؟ تمہاری اس تفسیر سے تو ان بیہودہ گانوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کی نسبت بھی بارگاہ رسالت کی طرف لازم آ رہی ہے مفتی صاحب تو فلمی گانوں کو زبان پر لانا قبیح سمجھتے ہوں۔ اچھروی صاحب نو کسی مغنیہ کا انداز اپنانا اپنے منصب کے خلاف جانیں اور نسبت کرتے ہو ان باتوں کی سرور کائنات ﷺ کی طرف پھر یہ بھی لازم آتا ہے کہ ان سب لغویات کا علم علم نبوت بن جائے اور باعث ثواب ہو۔ الغرض فریق مخالف کا اس سے علم غیب کلی پر استدلال خالص سفسطہ ہی ہے۔

تیسری مثال: ارشاد نبوی ہے لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب اس کے اندر دو وجہ سے صنعت خطابت ہے ایک تو اس لیے کہ "لا" نفی کمال کے

لیے ہے اور دوسرے اس لیے "من" سے مراد امام و منفرد ہے۔ مقتدی نہیں ہے چونکہ مخاطب یہ مفہوم سمجھتا ہے اس لیے یہ خطابی ہے اور دوسرے دلائل کے ساتھ ملانے سے ہمارے نزدیک یہی مفہوم متعین ہے اس لیے امام و منفرد پر سورت فاتحہ کے واجب ہونے کے لیے یہ حدیث برھان کا درجہ رکھتی ہے۔

نفی کمال لینے کی وجہ تو یہ ہے کہ فاقرأوا ما تیسر اور ثم اقرا ما تیسر معک من القرآن (بخاری مع حاشیہ سندی ج ا ص ۱۳۹) کے ساتھ مطابقت ہو جاتی ہے۔ اور من سے مقتدی مراد نہیں جس کی وجہ گزر چکی ہے۔

نیز ابو داؤد شریف میں ہے۔

حدثنا قتیبة بن سعید وابن السرح قالا ثنا سفیان عن الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت یبلغ به النبی صلی الله علی وسلم قال: لا صلاة لمن لم یقراء بفاتحة الکتاب فصاعدا" قال سفیان لمن یصلی وحده (ابو داؤد ج ا ص ۲۱۷ طبع بیروت باب من ترک القراءة فی صلاة) "بیان کیا قتیبہ بن سعید اور ابن سرح نے' کہا بیان کیا ہمارے پاس سفیان نے زہری سے' انہوں نے محمود بن ربیع سے' انہوں نے عبادہ بن صامت سے پہنچاتے تھے اس کو نبی ﷺ تک فرمایا نہیں نماز اس کی جو نہ پڑھے سورت فاتحہ پھر زیادہ۔ سفیان نے کہا یہ اس کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھے"

اس کے اندر حضرت سفیان' راوی حدیث نے مقتدی کو قراءت کے حکم سے خارج کر دیا ہے اور راوی اپنی روایت کا مفہوم زیادہ جانتا ہے۔

امام ترمذی لکھتے ہیں واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی الله علیه وسلم لا صلاة لمن لم یقرا بفاتحة الکتاب اذا کان وحده (ترمذی ج ا ص ۶۲ طبع ہند)

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ارشاد نبوی ہے لا صلاة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب' اس وقت ہے کہ جب اکیلا ہو۔ علاوہ ازیں غیر مقلدین کی دلیل تب بنتی ہے جب لا رکعة ہو' کیونکہ یہ ہر رکعت میں فاتحہ کو واجب مانتے ہیں۔

امام اعظم: حضرت امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کہا جاتا ہے جس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ ائمہ متبوعین یعنی ائمہ اربعہ میں سب سے بڑے ہیں۔ کیونکہ آپ تابعی ہیں فقہ کے مدون اول ہیں۔ پیدائش اور وفات میں متقدم ہیں۔ نیز دیگر ائمہ آپ کے شاگرد یا شاگردوں

کے شاگرد ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد آپ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری' ترمذی ابو داوٗد' امام احمد کے شاگرد ہیں۔ بخاری کے مرکزی راوی مکی بن ابراہیم ن سے امام بخاری نے گیارہ ثلاثیات روایت کی ہیں جبکہ بخاری کی کل ثلاثیات بائیس ہیں (مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۱) امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ الغرض ان وجوہات سے ان کو امام اعظم کا لقب دیا گیا ہے غیر مقلدین کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ وہ ضد میں آ کر نبی کریم ﷺ کو امام اعظم ﷺ لکھنے لگے ہیں حالانکہ کوئی حنفی امام صاحب کو ہرگز صحابہ یا انبیاء کے برابر نہیں جانتا فوقیت دینا تو بہت دور کی بات ہے یہ لقب بھی قیاس خطابی ہے۔ کیونکہ مخاطب، اس سے صحیح معنی سمجھ لیتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فرمایا وکان صدیقا نبیا تو کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے بڑے صدیق ہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ انبیاء کے بعد سب سے بڑے صدیق ہیں۔

جب غیر مقلد امام اعظم کے لفظ پر جھگڑے تو اسے کہو کہ آپ نبی علیہ السلام کا نام کیوں غلط کر رہے ہو آپ کے اسماء گرامی میں امام اعظم نہیں ہے۔ پھر امام اعظم کا معنی ہم نے بیان کر دیا ہے اس معنی کے اعتبار سے نبی علیہ السلام پر امام اعظم کا اطلاق نبی علیہ السلام کی گستاخی ہے اور یہ معنی نبی علیہ السلام کی شان کے مطابق ہرگز نہیں ہے۔

دوسری بات آپ غیر مقلد سے یہ پوچھیں کہ تم لوگ اپنی کتابوں میں سید نذیر حسین دہلوی کو شیخ الکل لکھتے ہو۔ اس میں اور امام اعظم میں کیا فرق ہے کیا امام اعظم کی طرح شیخ الکل کے لقب کے مستحق نبی علیہ السلام ہیں یا نہیں کیا جو الزام حنفیہ پر لگائے ہو وہ تم پر لگ رہا ہے یا نہیں۔ جناب محمد علی جناح کو قائد اعظم کہا جاتا ہے اس کے خلاف ان لوگوں نے کبھی احتجاج کیوں نہیں کیا۔

تدریب

س: قیاس خطابی کی تعریف اور مثال ذکر کریں۔

س: کیا قرآن وحدیث میں قیاس خطابی ہے یا نہیں اور جن کے نزدیک جواب ہاں میں ہے' اس کے نزدیک خطابی سے کیا مراد ہے؟

س: لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا برہانی ہے یا خطابی اور کیوں؟

س: ارشاد باری ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء اہل بدعت اس سے کس چیز پر استدلال کرتے ہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟

س: بریلوی کس حدیث سے علم غیب کلی پر استدلال کرتے ہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟

س: حدیث نبوی لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب کس طرح برہانی ہے اور کس طرح خطابی؟

س: جس معنی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام اعظم کہا جائے' اس معنی میں نبی علیہ السلام پر یہ لفظ بولنا آپ کی عزت ہے یا توہین؟ اور کیسے؟

قیاس شعری وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن کا منشا خیال محض ہو خواہ واقع میں صادق ہوں یا کاذب جیسے زید چاند ہے اور ہر چاند روشن ہے پس زید روشن ہے۔

قیاس شعری کا مقصد ترغیب و ترہیب ہے علماء ادب کے نزدیک شعر میں وزن قافیہ وغیرہ ضروری ہے جبکہ منطقیین کے نزدیک صرف تخییل ضروری ہے اس کے اندر استعارات اور تشبیہات کو بھی لایا جاتا ہے۔ بلکہ کبھی امر نہی کو استعمال کر کے تمنی مراد ہوتی ہے۔

مصنف نے فرمایا کہ قیاس شعری کے مقدمات صادق بھی ہو سکتے ہیں اور کاذب بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کلام میں کذب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ترغیب و ترہیب کے لیے استعارہ یا تشبیہ کا استعمال ہوا ہے ممکن ہے ان پر قیاس شعری صادق کا اطلاق ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں مصر کی عورتوں کا یہ قول ذکر فرمایا ہے ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم ممکن ہے عورتوں کا یہ کہنا قیاس شعری کی دوسری قسم کی مثال بن جائے واللہ اعلم۔ واضح رہے کہ نبی علیہ السلام کا کلام ہرگز شعر نہیں ہے اور اسی طرح قرآن پاک شعر نہیں لیکن استعارات و تشبیہات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کو قیاس شعری صادق کہنا ممکن ہے واللہ اعلم۔ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مذکور ہوتے ہیں' استعارہ میں کسی ایک کو حذف کیا جاتا ہے۔

قیاس شعری صادق (استعارہ اور تشبیہ پر مشتمل کلام) کی مثالیں قرآن کریم سے

ارشاد باری ہے وحور عین کامثال اللولو المکنون (واقعہ ۲۲٫۲۳) "اور عورتیں گوری بڑی آنکھوں والیاں جیسے چھپے ہوئے موتی کے دانے

نیز فرمایا صم بکم عمی فھم لا یرجعون "بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ نہیں لوٹیں گے" مشبہ "ھم" ضمیر مقدر ہے جو منافقین کی طرف راجع ہے اداۃ تشبیہ حذف ہے تقدیر کلام یوں ہے ھم کصم بکم عمی

نیز فرمایا ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تھوی به الریح فی مکان سحیق "اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ گر پڑا آسمان سے پھر اچکتے ہیں اس کو اڑنے والے مردار خور یا جا ڈالا اس کو ہوا نے کسی دور مکان میں"

مشرک کو آسمان سے گرے ہوئے سے تشبیہ دی ہے۔

نیز فرمایا والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعة یحسبه الظمآن ماء حتی اذا جاء ہ لم یجدہ شیئا ووجد اللہ عندہ فوفاہ حسابه "اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ریت کی طرح ہیں جنگل میں پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس پر پہنچا اس کو کچھ نہ پایا اور پایا اپنے پاس اللہ کو تو اللہ نے اس کو پہنچا دیا اس کا حساب"

نیز فرمایا کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة "جیسے ایک دانہ اگائے سات بالیں' ہر بالی میں سو دانے"

ان مثالوں میں تشبیہ مرکب ہے۔

ارشاد فرمایا اومن کان میتا فاحییناہ "کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا" اس میں استعارہ ہے مشبہ مومن یا کافر ہے جو حذف ہے۔

دوسری جگہ فرمایا انک لا تسمع الموتی اس کے اندر بھی استعارہ ہے۔

فائدہ : انبیاء علیہم السلام کے ساتھ غیر انبیاء کو امور غیر مختصہ میں تشبیہ دینا جائز ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کچھ اوصاف وصف نبوت کی وجہ سے ہیں مثلاً" وحی کا نازل ہونا۔ نبی ہونا۔ آنحضرت ﷺ کا افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہونا۔ ان اوصاف میں غیر نبی کو نبی کے ساتھ مشابہت دینا کفر ہے۔ مثلاً" مرزائیوں کا مرزا قادیانی کو سچے نبی جیسا نبی کہنا یہ کفر بواح ہے۔

البتہ وہ امور جو انبیاء کے ساتھ خاص نہیں ہیں ان کے اندر غیر نبی کو نبی کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے اور اس کے برعکس نبی کو غیر نبی کے ساتھ بھی۔ ارشاد باری ہے

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد اس کی وضاحت گزر چکی ہے کہ حضرات انبیاء کرام بشریت لابشرط شے کے درجہ میں دیگر انسانوں کی طرح ہیں اور یہ مرتبہ انبیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے البتہ بشریت بشرط نبوت انبیاء کا خاصہ ہے اور بشریت بشرط کفر کافروں کا خاصہ ان دونوں درجوں میں تشبیہ نہیں ہو سکتی۔ غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مشورے مشہور ہیں اس موقعہ پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ لیلین قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن وان اللہ لیشدد قلوب

رجال فيه حتى تكون اشد من الحجارة وان مثلک یا ابا بکر کمثل ابراهیم علیه السلام قال فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانک غفور رحیم وان مثلک یا ابا بکر کمثل عیسی علیه السلام قال ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم وان مثلک یا عمر کمثل موسیٰ علیه السلام قال ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم وان مثلک یا عمر کمثل نوح علیه السلام قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۰ ۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳)

"بے شک اللہ تعالی کچھ دلوں کو نرم کر دیتا ہے حتی کہ وہ دودھ سے زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالی کچھ لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں سخت کر دیتا ہے حتی کہ وہ پتھروں سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور بے شک تیری حالت اے ابوبکر ابراہیم علیہ السلام کی حالت کی طرح ہے۔ انھوں نے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم اور تیری حالت اے ابوبکر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ انہوں نے کہا ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم اور تیری حالت اے عمر موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ انہوں نے کہا ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم اور تیری حالت اے عمر نوح علیہ السلام کی حالت جیسی ہے۔ اُنہوں نے کہا رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا

اس حدیث پاک میں بعض دلوں کو دودھ سے زیادہ نرم اور بعض کو پتھر سے زیادہ سخت بتایا۔ س کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

عن جابر رضی الله عنه ن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عرض الانبیا فاذا موسی ضرب من الرجال کانه من رجال شنوءة ورایت عیسیٰ بن مریم علیه السلام فاذا اقرب من رایت به شبها عروة بن مسعود ورایت ابراهیم صلوات الله علیه فاذا اقرب من رایت شبها صاحبکم یعني نفسه ورایت جبریل علیه السلام فاذا اقرب من رایت به دحیة وفي روایة ابن رمح دحیة بن خلیفة (مسلم ج ۱

ص ۱۵۳' منتخب کنز العمال مع مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۱ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۴)

"پیش کیے گئے مجھ کو انبیاء تو اچانک موسیٰ علیہ السلام کم گوشت والے دبلے آدمی تھے گویا شنوءۃ کے آدمیوں سے اور دیکھا میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو تو ناگہاں زیادہ ان کے قریب ان میں سے جو میں نے دیکھے' عروہ بن مسعود ہیں۔ اور دیکھا میں نے ابراہیم صلوات اللہ تعالیٰ علیہ کو تو زیادہ قریب ان کے مشابہت میں ان سے جو میں نے دیکھے تمہارا ساتھی ہے یعنی خود نبی علیہ السلام اور دیکھا میں نے جبریل علیہ السلام کو تو ان کے ساتھ زیادہ قریب ان میں جن کو میں نے دیکھا دحیہ ہیں اور ایک روایت میں ہے دحیہ بن خلیفہ۔"

اس حدیث پاک میں انبیاء و جبریل کو غیر انبیاء کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ البتہ وصف نبوت میں نبی ہی کو نبی کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا

اس کے اندر نبی علیہ السلام کے رسول ہونے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔

جس طرح نبی کو غیر نبی کے ساتھ تشبیہ دیتے وقت نبی کے لیے وصف رسالت کا ذکر یا اعتقاد ضروری ہے اس طرح غیر نبی کو نبی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اگر نبوت کے اعتقاد کا شبہ ہو تو وصف نبوت کو وجہ شبہ سے نکالنا ہو گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک تشریف لے جانے لگے اور حضرت علیؓ کو اپنا نائب بنایا تو حضرت علی نے عرض کیا کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لیس نبی بعدی (بخاری ج ۳ ص ۸۶ مع حاشیہ سندی) وفی روایة الا انه لا نبی بعدی (ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۵) "کیا تو راضی نہیں اس سے کہ تو مجھ سے اس طرح ہو جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

فائدہ

اس کے بعد یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کوئی صحیح العقیدہ شاعر ایسا شعر کہے جس کے معنی

بظاہر غلط ہوں لیکن اگر اس کو استعارہ یا نسبت مجازی قرار دیا جائے تو معنی درست بن سکتے ہیں تو اس موقعہ سے شاعر کے کلام کا معنی اس کے عقیدہ کے مطابق ہی لیا جائے گا۔ اور اگر شاعر کا عقیدہ ہی خراب ہو تو تاویل کی حاجت نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے الکم الذکر ولہ الانثی اس سے کوئی جاہل یہ نتیجہ نکالے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے کا نسبت درست ہے یہ محض سینہ زوری ہے قرآن پاک کی ایسی آیات کا مطلب نصوص قطعیہ ہی کے موافق لیا جائے گا۔

ذیل میں ہم ایسے چند اشعار کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ اشعار شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جو انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کہے تھے۔

۱) وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

اس شعر کے اندر صدیق سے مراد خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں اور فاروق سے مراد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ دونوں سے لغوی معنی مراد ہے یعنی بہت سچا' بہت فرق کرنے والا۔ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسروں پر بھی صدیق کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عنداللہ صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور لیھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا (مسلم ج ۴ ص ۲۰۱۳)

"صدق کو لازم پکڑو کیونکہ صدق نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی کوشش کرتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور بچو تم جھوٹ سے کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی آگ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی کوشش کرتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔"

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نہایت سچے اور حق کے بارے میں نہایت غیرت مند تھے۔ آپ کی موت بھی صلحاء والی موت ہے تہجد کے لیے اٹھے تھے کہ نوافل

کے دوران کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا اور یہی آپ کی موت کا سبب بن گیا اور ایسی موت حدیث کی رو سے شہادت ہے۔ اور یہ شہادت بھی آپ کے اعمال صالحہ کی برکت ہے۔ شاید صدیقیت ہی کی برکت تھی کہ حضرت مستجاب الدعوات تھے اور جس کا کام مقدر نہ ہوتا تھا۔ آپ کی زبان سے اس کے لیے دعا نہ نکلتی تھی۔ یہ علم غیب یا اختیار کلی نہیں ہے۔

۲) مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس سچائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

اس کے اندر مردوں سے مردہ دل لوگ مراد ہیں۔ انسان کا دل کفر' شرک' بدعت یا معاصی کی وجہ سے مردہ ہو جاتا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت گنگوہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مشرک' بدعتی اور گناہگاروں کو توبہ کی توفیق دے دی اور جو لوگ پہلے سے صحیح العقیدہ والعمل تھے آپ نے ان کی سرپرستی کی ان کے شبہات کو دور کیا۔ اور یہ واقعی بڑا کارنامہ ہے۔

پھر شاعر دوسرے مصرعہ میں یہ تمنا کرتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام تشریف لائیں گے تو خدا کرے حضرت گنگوہی کے کارناموں کو دیکھ کر ان کو داد دیں۔ خوشی کا اظہار کریں۔ اس کے اندر تقابل ہرگز نہیں بلکہ جیسے چھوٹے بڑوں سے داد مانگتے ہیں اس شعر کے اندر داد و تحسین ہی طلب کی گئی ہے۔

کافروں کو مردوں سے تشبیہ دینا قرآن میں موجود ہے۔ ارشاد باری ہے افمن کان میتا فاحییناہ نیز فرمایا انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء موتی اور صم سے مراد کفار ہیں۔

"زندوں کو مرنے نہ دیا" اس کا مفہوم واضح ہے کہ صحیح العقیدہ لوگوں کی ثابت قدمی کا باعث بنے ان کو کوئی شبہ پیش آتا آپ اس کو زائل فرما دیتے۔ یقین نہ ہو تو تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۰۰ تا ص ۲۰۰ تک مطالعہ فرمائیں۔

۳) تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

جس طرح طور اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ ہے اسی طرح نیک لوگوں کی قبور رحمت خداوندی

کی تجلی گاہ ہیں شاعر اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرنا چاہتا ہے کہ مجھے حضرت پر نازل ہونے والی رحمت کی تجلی دکھا دے ارنی سے مخاطب اللہ تعالیٰ کو بنایا ہے نہ کہ حضرت کو مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی کا نظر آنا خرق عادت ہے اس لیے شاعر اپنے اس مطالبے کو نادانی سے بھی تعبیر کرتا ہے۔

۴) قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

شاعر ممدوح کے روحانی و علمی کمالات کا ذکر کر رہا ہے کہ مولانا کا تربیت یافتہ کوئی آنر بلالی رنگ ہی رکھتا ہو مگر روحانی طور پر نہایت روشن اور منور اور دوسرے حضرات کے تربیت یافتہ مریدوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اس شعر میں یوسف ثانی سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا نائب یا آپ کا مثل ہرگز نہیں بلکہ یہ اردو محاورہ میں اس کا ایک معنی ہے ''نہایت حسین'' دیکھے فیروز اللغات جدید ص ۱۴۲۰) ایک شاعر کہتا ہے۔

ذرا آئینہ میں صورت تو اپنی غور سے دیکھو
سمجھے بیٹھے ہو اپنے آپ کو تم یوسف ثانی

یہاں یوسف ثانی سے مراد نہایت خوبصورت ہی ہے۔

۵) زبان پر اہل اہواء کی ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا زمین سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

حضرت گنگوہی کو نبی علیہ السلام کا نائب فرمایا ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے العلماء ورثة الانبیاء غزوہ احد کے موقعہ پر جب کفار میں یہ مشہور ہوا کہ نبی علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو انہوں نے نعرہ لگایا تھا اعل ھبل (ہبل بت بلند ہو) (بخاری مع حاشیہ سندی ج ۳ ص ۲۰ باب غزوہ احد سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۹۹) مولانا کی وفات کے وقت بعد مشرکین مکہ کی روحانی ذریت بڑی خوش ہوئی کہ ان کے شرک و بدعت کو مٹانے والا چلا گیا اب خوشی میں نعرے بازی کر رہے ہیں۔

مقیاس حنفیت ص ۱۹۷ میں عمر اچھروی صاحب اس شعر کو نقل کرنے کے بعد تذکرۃ الرشید کی ایک عبارت نقل کر کے بزعم خویش بڑا اعتراض کرتے ہیں۔ ہم تذکرۃ الرشید کی عبارت نقل کر کے مطلب ذکر کرتے ہیں ''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا

ہے اور کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میری اتباع پر" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷) اس عبارت میں مولانا نے اپنے ذات کی نہیں اپنے عقائد و نظریات کی اتباع کی دعوت دی ہے اور ہم بتلا چکے ہیں کہ مولانا کی تعلیمات کی بنیاد چار چیزوں پر ہے: حب خدا، حب مصطفیٰ ﷺ، قرآن اور حدیث۔ مولانا اپنے زمانہ میں ان چاروں اصول پر نہایت کار بند تھے اور دوسروں کو بھی ان پر کاربند کرتے تھے بتلاؤ ان چاروں میں نجات منحصر ہے یا نہیں ہے مولانا کے مخالف اس زمانہ میں یا شیعہ تھے یا بریلوی یا غیر مقلد اور ان تینوں فرقوں میں کوئی بھی ان چار اصولوں پر پورا پابند نہیں ہے تو بتایئے کیا نجات مولانا کی اتباع میں منحصر ہوئی یا نہیں؟

۶) حوائج دین ودنیا کہاں لے جائیں یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

حوائج دین سے مراد فتویٰ اور وعظ ہے اور حوائج دنیا سے مراد مشکلات میں دعا کروانا ہے اگلا شعر اس کی دلیل ہے وہ یہ ہے

دعا کس سے کرائیں پوچھنے فتویٰ کدھر جائیں
سنائے کون اگر چاہیں سنیں ہم وعظ عرفانی

(مرثیہ ص ۹)

حاجت روا مشکل کشا مختار کل وغیرہ کا عقیدہ اس شعر سے نکالنا نری جہالت ہے۔

تذکرۃ الرشید میں ایک مقام پر ہے

جو کچھ چاہو حضرت مولانا رشید احمد سے چاہنا" (تذکرہ ج ۲ ص ۳۰۹)

اس کا مفہوم بھی واضح ہے کہ روحانی تربیت کے لیے حضرت کے علاوہ کسی اور کی طرف رجوع نہ کرنا مگر اہل بدعت کو ایسی مجمل عبارتوں میں اپنا ہی فاسد عقیدہ دکھائی دیتا ہے۔ ہم ان عبارتوں سے ان کو حاجت روا نہیں مانتے مگر یہ بے چارے ہمیں بھی اپنے جیسا سمجھتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ بلکہ شاید ہمارے اکابر کو بھی حاجت روا مانتے ہیں۔

مفتی احمد یار صاحب جاء الحق میں مرثیہ کے چند اشعار ذکر کر کے لکھتے ہیں "ناظرین غور فرمائیں کہ از خدا تا فاروق کون سا درجہ باقی رہا جو کہ رشید احمد کو نہ دیا گیا" نیز لکھتے ہیں۔

"مولوی صاحب نے حضرت روح اللہ علیہ السلام کو اپنے مرشد سے مقابلہ کرنے کا چیلنج دیا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ نے تو ایک کام ہی کیا یعنی مردوں کو زندہ کیا مگر میرے رشید احمد نے دو کام کیے مردوں کو زندہ کیا اور زندہ کو مرنے نہ دیا یعنی اس میں رشید احمد کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا۔" (جاء الحق ص ۴۲۲)

تیسرے شعر کی شرح میں واضح کر دیا کہ حق تعالیٰ سے ہرگز تشبیہ نہیں دی۔ غیر نبی کو نبی سے تشبیہ دینا امور غیر مخصوصہ میں جائز ہے جس کی تفصیل ہو چکی۔ چونکہ ہم مفتی صاحب کے ذکر کردہ معنی کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے ہم پر کوئی اعتراض نہیں البتہ اگر مفتی صاحب یا ان کی جماعت کے اشعار اس قسم کے مل جاتے ہیں جن میں تاویل ہو سکے یا نہ ہو سکے ان کے قاعدہ کے مطابق ان پر وہی اعتراض ہوں گے جو ہم پر کرتے ہیں ذیل میں مدائح اعلیٰ حضرت سے چند اشعار ملاحظہ ہوں

کیوں دبیں کس سے دبیں جو ترے در کے غلام
غوث اعظم کی حفاظت میں ہے بندہ تیرا

(ص ۴)

کفر کے قلعے گرے کفر کے جگر بھی پھٹے
نغمہ صور پھنکا یا لگا نعرہ تیرا

(ص ۴)

میرے آقا میرے داتا مجھے ٹکڑا مل جائے
دیر سے آس لگائے ہے یہ کتا تیرا

(ص ۴)

اس عبید رضوی پر بھی کرم کی ہو نظر
بد سہی چور سہی ہے تو وہ کتا تیرا

(ص ۵)

اندھوں کو بینا کر دیا بہروں کو شنوا کر دیا
دین نبی زندہ کیا یا سیدی احمد رضا

(ص ۵)

جب جان کنی کا وقت ہو اور رہزنی شیطان کرے
حملہ سے اس کے لے بچا یا سیدی احمد رضا
روز قیامت لوگوں میں جب شور رستا خیز ہو
دامن میں اپنے لے چھپا یا سیدی احمد رضا
لب پر خدا کی یاد ہو دل مصطفیٰ آباد ہو
ہو قلب میں تیری ضیاء یا سیدی احمد رضا
چل رے عبید پر خطا آبخشوا دیں تجھ کو ہم
یوں حشر میں دینا ندا یا سیدی احمد رضا

(ص ۶)

معلوم ہوا کہ ان کے دل میں تو احمد رضا کی محبت ہے اللہ کا نام صرف لبوں پر ہے دل حب خداوندی سے خالی ہے۔

تو ہوا احمد کی رضا احمد رضا
جانشین مصطفیٰ احمد رضا

(ص ۷)

مصطفیٰ ہیں ظل حق نور خدا
تم ہو ظل مصطفیٰ احمد رضا
آ کے اعداء سامنے یہ تو بتائیں
تم سا بھی ہے دوسرا احمد رضا
بات ہے ایمان کی حق کی قسم
آپ سے ایمان ملا احمد رضا
میں سمجھتا ہوں کہ وہ ابلیس ہے
تجھ سے جو کوئی پھرا احمد رضا
جو پھرا تجھ سے وہ حق سے پھر گیا
اور حق اس سے پھر احمد رضا

(ص ۸)

کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا
چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا
(ص ۹)
تیری عبدیت میں چہرہ کھل گیا
مونہہ اجالا ہو گیا احمد رضا
(ص ۹)
میری حالت آپ پر سب ہے عیاں
آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا
(ص ۹)
روتے ہیں دشمن بھی تیری یاد میں
دل پہ قبضہ ہے تیرا احمد رضا
آنکھیں تیری دید کی مشتاق ہیں
ہاں ذرا پردہ اٹھا احمد رضا
(ص ۹)
مشکلوں کو تو نے آسان کر دیا
اے رضا مشکل کشا دیکھا تجھے
(ص ۱۱)
المدد اے شاہ اقلیم کرم
دافع کرب وبلا دیکھا تجھے
(ص ۱۱)

تعلی پہ ہیں سارے محتاج ان کے
کہ آخر تو حامی ہیں معراج والے

احمد رضا کو معراج والے بتایا

ہاتھ آئی ہیں انہیں سے زمانے کی نعمتیں
حاجت روا ہیں فضل خدا کے فقیر سے
(ص ۱۲)

محو خطائیں کرو ہم پہ عطائیں کرو
اب تو حجاب اٹھ گیا حضرت احمد رضا
(ص ۲۰)
یہ تو ہمیشہ ہوا میں نے جو کچھ بھی کہا
آپ نے پورا کیا حضرت احمد رضا
(ص ۲۰)
ملنے میں کیا دیر ہے ہاتھ کرم کے اٹھا
اے میرے حاجت روا حضرت احمد رضا
(ص ۲۰)
ناؤ منجدھار میں آکر چکرا گئی
ہاتھ دے میں چلا شاہ احمد رضا
اہل سنت کا بجرا کنارے لگا
اے میرے ناخدا شاہ احمد رضا
(ص ۲۱)

جب سر شمشیر پہ چلنا پڑے یوم النشور
سر پر ہو سایہ تیرا احمد رضا خاں قادری
عبد عبد المصطفیٰ پر رکھ عنایت کی نظر
میرے عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں قادری

(ص ۲۳)

ان شعروں میں پل صراط کے موقعہ پر احمد رضا سے مدد مانگی ہے۔

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ
ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خان کا
(ص ۲۵)

اس میں احمد رضا خان کو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر فضیلت دی ہے۔

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خان کا
(ص ۲۵)

یعنی قبر میں یہ شخص اللہ کی بجائے احمد رضا کو اپنا رب کہے گا۔

ستائے حشر میں گر مہر کی تپش ہم کو
چھپا لے ہم کو تو زیر ردا السلام علیک
(ص ۲۶)

اب مجھے جلوہ دکھا حضرت اعلیٰ حضرت
واسطہ غوث کا یا حضرت اعلیٰ حضرت
(ص ۲۷)

گر مصیبت میں کوئی چاہے مدد آقا سے
دفع فرما دیں بلا حضرت اعلیٰ حضرت
(ص ۲۷)

تیری بیعت ہے رضا شاہ عرب کی بیعت
ہے جدا کب شہ بطحا سے طریقہ تیرا
تیری تعظیم ہے سرکار عرب کی تعظیم
تو ہے اللہ کا اللہ تعالیٰ تیرا
(ص ۲۸)

بس گیا نام محمد تیرے دل کے اندر
بس محمد ہی محمد ہے وظیفہ تیرا
(ص ۲۸)

اس لیے تو ہم کہتے ہیں کہ بریلویوں کے دلوں میں اللہ کی محبت نہیں ہے (قاسم)

شان میں آپ کی گستاخیاں کرتے کافر
آج متروکہ سرکار ہے متروکہ تیرا
(ص ۲۸)

اس میں احمد رضا کی گستاخی کو کفر بتایا۔

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
(ص ۳۰)

عیاں ہے شان صدیقی تمہارے صدق و تقویٰ سے
کہوں اتقی نہ کیوں کر کہ خیر الاتقیاء تم ہو
جلال وہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر ایک حربہ تیغ خدا تم ہو
(ص ۳۰)

خلوص مرتضیٰ، خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
(ص ۳۰)

میرے آقا شہ احمد رضا کی سبز چادر ہے
مسلمانوں کے سچے پیشوا کی سبز چادر ہے
یہی چادر گنہگاروں کو محشر میں چھپالے گی
کہ سچے جانشین مصطفیٰ کی سبز چادر ہے
(ص ۳۲)

دل ملا آنکھیں ملیں ایمان ملا
جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا
(ص ۴۲)

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا
جو پھرا تم سے شہا احمد رضا
دونوں عالم میں اسے کھٹکا نہیں
جو تمہارا ہو چکا احمد رضا
(ص ۴۲)

اس کا ہمسر تحت قدرت بھی نہیں
جس کا نائب تو ہوا احمد رضا
(ص ۴۳)
میری کشتی پڑ گئی منجدھار میں
دے سہارا اک ذرا احمد رضا
(ص ۴۴)
حشر کے دن جب کہیں سایہ نہو
اپنے سایہ میں چلا احمد رضا
(ص ۴۷)
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا
جو دیا تم نے دیا احمد رضا
(ص ۴۸)
حشر میں جب ہو قیامت کی تپش
اپنے دامن میں چھپا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا
(ص ۴۸)
سر شیطان سے بچاؤ وقت نزع
میرے ایمان کو شہا احمد رضا
قبر و نشر و حشر میں تو ساتھ دے
ہو مرا مشکل کشا احمد رضا
(ص ۴۸)

ہم نے سرسری نظر سے چند اشعار پیش کیے ہیں۔

ب مفتی احمد یار خان اور عمر اچھروی وغیرہ حضرات جو فتوے اہل حق کے اشعار پر

لگاتے ہیں ان فتوؤں کے اصل مستحق احمد رضا کے مادحین اور ان کے مصدقین ٹھہرے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کے بعض اشعار کی شرح

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی جز ستار

مطلب واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ اگرچہ بشر ہیں مگر آپ کے روحانی کمالات اور مرتبوں کا ادراک ہم بالکل نہیں کر سکتے بلکہ سوائے خدا تعالیٰ کے آپ کے روحانی کمالات و ترقیات کو کوئی نہیں جان سکتا۔

شاہ رفیع الدینؒ خواجہ عبید اللہ احرار ؒ سے نقل کرتے ہیں کہ سب محققین کا اتفاق ہے کہ

"دانستن مراتب معنوی نبی را صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ حسب الکمال در وسع ہیچ کس از انبیاء واولیاء نیست" (دمغ الباطل ص ۱۳۶)

نبی ﷺ کے مراتب معنوی کو کامل طور پر جاننا انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کے بس میں نہیں ہے۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
(قصائد ص ۸)

زائغین اس سے عقیدہ حاضر ناظر اور مختار کل کشید کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ شعر کا مفہوم شاعر کے عقیدہ کے موافق لیا جائے گا۔[۱] (تلخیص المفتاح ص ۸۵)

---

[۱] علماء بلاغہ وعلماء اصول نے اس کی تصریح کی ہے کہ امر اور نہی، تمنی کے لیے بھی آ جایا کرتے ہیں۔ (انظر الایضاح ص ۸۵۔ تلخیص المفتاح ص ۳۴۔ مختصر المعانی مع التجرید ص ۲۳۵، ۲۳۷۔ عقود الجمان للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۲، ۱۹۴)

نور الانوار میں ہے کہ صیغہ امر ۱۶ معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حاشیہ میں وہ سب معانی مع امثلہ مذکور ہیں۔ تیرہواں معنی ہے تمنی۔ اس کی مثال دیتے ہیں یا مالک لیقض علینا ربک (انظر نور الانوار ص ۲۷ مع حاشیہ)

حضرت نانوتویؒ پختہ موحد بلکہ اپنے زمانہ کے رئیس الموحدین تھے اپنے مرید کو خط کے دوران لکھتے ہیں۔ "مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور

= علماء بلاغہ اور علماء نحو نے نداء کے کئی اور معانی بھی ذکر کیے ہیں مثلاً اظہار افسوس' اظہار حسرت' تمنی' شوق' ندبہ' تخصیص' استغاثہ' تعجب' توجع (انظر عقود الجمان ج ا ص ۱۹۶' مختصر المعانی مع التجرید ص ۲۳۹' شرح جامی بحث منادی' کتاب سیبویہ ج ۲ ص ۳۱۵' ۲۲۰)

بلکہ بسا اوقات غیر ذوی العقول کو ذوی العقول سے تشبیہ دے کر اس کو قابل منادی خیال کر کے بلکہ کبھی میت کو زندہ تصور کر کے ندا کرتے ہیں۔ عبد الغفور لاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں قولهم في المراثي لا تبعد اى لا تهلك كانهم من ضنهم بالميت نصوروه حيا فكرهوا موته فقالوا لا تبعد اى لا بعدت ولا هلكت (عبد الغفور علی الفوائد الضیائیہ ص ۳۲۸)

علامہ عبد الحکیم رحمہ اللہ اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اى لا بعدت بكسر العين صيغة الخطاب يعني ان صيغة النهي مستعمل للدعاء (حاشیہ نمبر ۱۵ ص ۳۲۸)

حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کر کے قوم ثمود جب تباہ ہو گئی تو قرآن کہتا ہے

فتولى عنهم وقال يا قوم لقد ابلغتكم رسالة ربي ونصحت لكم ولكن لا تحبون الناصحين اس طرح کا خطاب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم سے کیا تھا۔ یہ خطاب کیسا تھا؟ مفسرین اس کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تحزن اور تحسر کے طریقہ پر تھا (انظر روح المعانی ج ۸ ص ۱۶۶۔ تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۲۶۔ تفسیر عثمانی ص ۲۱۳)

روح المعانی کے الفاظ یوں ہیں

ويحتمل انه عليه السلام ذكر ذلك على سبيل التحزن والتحسر كما تخاطب الديار والاطلال

ایک شاعر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدح کرتا ہوا کہہ رہا ہے

تیرے نغمے کو جب لکھنے قلم طاہر اٹھاتا ہے
تیرا جب نام آتا ہے قلم بھی جھوم جاتا ہے

چھوٹی بچیاں ایک دوسرے کو کارڈ پیش کرتے وقت یوں لکھ دیتی ہیں

اے قلم جھک جا تیرے جھکنے کا مقام آیا
تیری نوک کے نیچے میری سہیلی کا نام آیا

ہر دم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے گہہ و بیگاہ بطور خرق عادت (بطور کرامت بوجہ کشف یا صورت مثالیہ کے) بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوئے ہیں اس سے جاہلوں کو

= ان پڑھ ننھی منی بچیاں جو بڑی ہو کر بھی اکثر ناقصات عقل ہیں' وہ بھی یہ سمجھتی ہیں کہ ندا کو کبھی محض شوق میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بعض مقالہ نویس لکھتے ہیں "چل میرے خامہ بسم اللہ"

اگر کسی کا قلم رک جائے اور وہ کہہ دے چل بھی۔ یہ سب تمنا اور شوق کو ظاہر کرنے کے اسلوب ہیں۔

اس تمہید کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں

کسی صاحب نے سوال کیا کہ مندرجہ ذیل ندائیہ اشعار کا پڑھنا کیسا ہے؟

یا رسول اللہ انظر حالنا　　　یا نبی اللہ اسمع قالنا

اننی فی بحر غم مغرق　　　خذ یدی سہل لنا اثقالنا

یا اکرم الخلق ما لی من الوذ بہ　　　سواک عند حلول الحادث العمم

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا

"یہ خود معلوم ہے آپ کو کہ نداء غیر اللہ تعالی کو کرنا دور دراز سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں۔ مثلا یہ جانے کہ حق تعالی ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالی انکشاف ان کو ہو جائے گا یا باذنہ تعالی ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسے درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولے جاتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مولف پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہم ہونے کی بوجہ غلبہ محبت کے منجر ہو جاتی ہے مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا۔ اندیشہ عوام کا ہو' بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے" (فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۲۳' ۲۴ طبع دہلی)

دوسری جگہ ایسے ہی اشعار کی بابت فرماتے ہیں

=

یہ دھوکا پڑا ہے تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے جیسے کسی کے تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ میں مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنے وطن میں اور اس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ ادھر سے (محض اللہ کے حکم سے) کچھ فیض آتا ہے اللہ الصمد اور بسم اللہ کو برائے چندے موقوف رکھو اور الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول ﷺ کو حاضر ناظر نہ سمجھنا چاہیے ورنہ اسلام کیا ہو گا کفر ہو گا بلکہ یوں سمجھیے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام" (فیض قاسمیہ ص ۴۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں "بعد خدا سب میں افضل محمد رسول ﷺ ہیں نہ کوئی آدمی ان کے برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش نہ کرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ ان کا ہم پلہ مگر بایں ہمہ ان کو بھی ہر طرح خدا کا محتاج سمجھتے ہیں ایک ذرہ کے بنانے کا ان کو اختیار نہیں ایک رتی برابر نقصان کی ان کو قدرت نہیں ...." (قبلہ نما ص ۷)

گذشتہ ابحاث میں یہ عبارت قدرے تفصیل سے گزر چکی ہے اس شعر کے اندر مولانا اس بات کی تمنا کر رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن آپ کی شفاعت کریں اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کے لیے دعا کریں اس لیے کہ ص ۷، ۸ کے اندر حضرت آنحضرت

= "ایسے کلمات کو نظم ہو یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر وفسق نہیں کیونکہ وجہ کفر کی غیر کو حاضر ومتصرف جاننا ہے" الخ (ج ۳ ص ۶)

فتاویٰ رشیدیہ میں اور بھی اس طرح کے فتاوی موجود ہیں۔

مزید حوالہ جات کے لیے انوار ساطعہ مع براہین قاطعہ کے درج ذیل صفحات دیکھیں : ۲۳، ۲۴، ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۲۱۶، ۲۴۷

انوار ساطعہ نور چہارم لمعہ سادسہ ص ۲۱۶ تا ۲۲۴ اسی موضوع پر ہے۔ ص ۲۲۲ میں عنوان ہے "توجیہات خطاب یا رسول اللہ"

اس ساری بحث کو مع براہین قاطعہ پڑھو۔ انوار ساطعہ ص ۲۲۳ میں سلف کے اشعار مشتمل بر ندا کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"پھر اس طرح سمجھو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا ﷺ کی جناب میں بطور خطاب حاضر کے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث تصور فی الذہن کے کرتے ہیں" (ص ۲۲۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا عقیدہ حاظر وناظر کا نہ تھا۔

ﷺ کی شفاعت اور قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ ص ۷ میں فرماتے ہیں۔

یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ص ۸ میں فرماتے ہیں۔

مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسم بے بال و پر تا کیونکہ گزار

اس شعر میں قیامت کا ذکر ہے۔

فائدہ

شعراء کی طرح صوفیہ اور مجذوبوں کا کلام بھی بسا اوقات قابل تفسیر ہوتا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں

۱۔ جس طرح عام مسلمان دعا کے لیے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں' اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور ان کی نانی ایک بزرگ حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ پھر کیا ہوا؟ اشرف السوانح میں ہے

"حافظ صاحب نے بطریق معما فرمایا کہ عمر و علی کی کشاکشی میں مرجاتے ہیں۔ اب کی بار علی کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا۔ اس مجذوبانہ معما کو کوئی نہ سمجھا لیکن والدہ صاحبہ نے اپنی فہم خداداد اور نور فراست سے اس کو حل کیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی۔ اور اب تک جو نام رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے یعنی فضل حق وغیرہ (حضرت تھانوی کے والد ماجد کا اسم گرامی عبد الحق تھا) اب کی بار جو لڑکا ہو اس کا نام ننہال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے جس کے آخر میں علی ہو (حضرت کے ماموں جان کا اسم گرامی امداد علی تھا) حافظ صاحب یہ سن کر ہنسے اور فرمایا کہ واقعی میرا مطلب یہی تھا" (اشرف السوانح ج ۱ ص ۳۵)

قادری صاحب نے زلزلہ ص ۱۰۵ میں اس حکایت کو ذکر کیا مگر خط کشیدہ الفاظ کو ہضم کر گئے۔ اس واقعہ میں کشف' الہام ہے جو ہرگز خدائی صفت نہیں ہے مگر قادری صاحب اپنی جہالت سے ہماری طرف نسبت کر کے اس کو خدائی قوت کہہ رہے ہیں (زلزلہ ص ۱۰۶)

۲۔ راؤ عبد الرحمان صاحب ایک صاحب کشف بزرگ تھے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دعا کی درخواست کی' انہوں نے فرمایا

"بھائی تمہارے لیے کیا دعا کروں میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہانوں کے بادشاہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے" (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۲۵۷)

اس کی تفسیر بالکل واضح ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عالم اور وارث الانبیاء ہونے کو انہوں نے مثالی صورت میں یوں دیکھا۔

۳۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک موقع پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے۔ پھر فرمایا تم سے اللہ تعالیٰ وہ کام لیتا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے" (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۲۵۹)

یہ واقعات حضرت نانوتوی کی علمی قابلیت کو بیان کرتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔ مفہوم بالکل واضح ہے۔ اس کی تفسیر حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (ابو داؤد ج ۳ ص ۳۱۷۔ طبع بیروت وذکرہ البخاری فی ترجمہ الباب' بخاری ج ۱ ص ۲۳ مع حاشیہ سندی) حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (انظر فتح الباری ج ۱ ص ۱۶۰)

"علماء انبیاء کے وارث ہیں اور تحقیق انبیاء دینار یا درہم کی وراثت نہیں چھوڑتے' علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ تو جس نے علم کو لے لیا اس نے بڑا حصہ لے لیا۔"

۴۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر فرمایا اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ کے پوچھے نہیں کی پھر فرمایا کہہ دوں؟ عرض کیا گیا فرمایئے مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو۔ اگلے دن بہت اصراروں کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا" (ارواح ثلاثہ ص ۳۰۸)

زلزلہ کے مصنف نے یہاں بھی خیانت کی اور خط کشیدہ عبارت کو حذف کر کے اپنی طرف سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا

"یعنی معاذ اللہ اب خدا کا چہرہ بھی دل میں تھا" (زلزلہ ص ۶۷)

مختصر یہ سمجھیں کہ حضرت امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دل میں ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہر وقت ان کی طرف توجہ رہتی اور ان کی رضا مندی کا دھیان رہتا کیونکہ شیخ کی اتباع کو اتباع سنت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور یا یہ مقصد ہے بسا اوقات ان حضرات کی صورت مثالی دکھائی دیتی اور مباح کام میں ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رضا کا دھیان رکھتے۔ مگر یہ کیفیت غیر اختیاری تھی اس لیے کچھ سالوں کے بعد ختم ہو گئی اور مرتبہ احسان جو تصوف کا اصلی مقصد ہے، وہ حاصل ہو گیا۔

۵۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر اہل بدعت نے فتویٰ لگایا کسی نے سائیں توکل شاہ سے اس کا ذکر کیا آپ نے مراقبے کے بعد فرمایا

"لوگو تم کیا کہتے ہو؟ میں مولوی رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۲)

اس کا مفہوم واضح ہے کہ اس مسئلہ امکان کذب میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بالکل حق ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت کا قلم وہاں پہنچا ہوا ہے۔ حدیث پاک میں ہے

اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا بلالا فقال یا بلال بم سبقتنی الی الجنۃ؟ ما دخلت الجنۃ قط الا سمعت خشخشتک أمامی (ترمذی ج ۵ ص ۶۲۱ طبع بیروت واللفظ لہ۔ مسلم ج ۲ ص ۲۹۲۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۸)

"صبح کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس بلایا بلال رضی اللہ عنہ کو یعنی بعد نماز صبح کے فرمایا ساتھ کس چیز کے پہل کی تو نے مجھ سے طرف بہشت کے۔ نہیں داخل ہوا میں بہشت میں کبھی مگر سنی میں نے آواز پاپوش تیرے کی آگے اپنے" (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۵۵)

مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

یستفاد منہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای بلالا کذلک مرات (تحفہ الاحوذی ج ۱۰ ص ۱۷۴)

"اس سے سمجھ آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو کئی مرتبہ ایسے دیکھا"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمین پر تھے۔ آواز جنت میں سنی گئی۔ اسی طرح اس کشف کو حل کیا جائے۔

تدریب

س: قیاس شعری کی تعریف کریں اور قسمیں ذکر کر کے مثالیں دیں۔
س: قرآن پاک سے قیاس شعری کی مثالیں کس طرح نکالی جا سکتی ہیں؟
س: انبیاء کے ساتھ غیر انبیاء کو کن اوصاف میں تشبیہ دے سکتے ہیں اور کن اوصاف میں نہیں؟ مع دلیل ذکر کریں۔
س: کس شاعر کے شعر کی تاویل کی جائے گی، کس کے شعر کی نہیں مع امثلہ
س: صدق کی فضیلت کی حدیث پیش کر کے وہ شعر ذکر کریں جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی **صدیقیت** کا ذکر ہے۔
س: حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ذکر کریں جن پر مفتی احمد یار خان نے اعتراض کیے ہیں پھر ان کا صحیح مفہوم ذکر کریں۔
س: حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا معنی ذکر کریں "سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے"
س: بریلویوں کے احمد رضا خان کی مدح میں غلو سے بھرے چند شعر نقل کریں۔
س: صیغہ ندا اور امر علاوہ اصلی معنی کے اور کس مقصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں؟ مثال اور دلیل بھی دیں۔
س: مندرجہ ذیل شعر کی شرح کریں اور قائل کا نام ذکر کریں

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

س: مندرجہ ذیل شعر کی بابت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ذکر کریں

یا رسول اللہ انظر حالنا
یا رسول اللہ اسمع قالنا

س: صوفیہ کی چند ایسی باتیں ذکر کریں جو قابل تاویل ہیں۔

قیاس سفسطی وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو محض وہمی اور جھوٹے ہیں جیسے ہر موجود شے اشارہ کے قابل ہے اور جو اشارہ کے قابل ہے جسم والا ہے پس ہر موجود جسم والا ہے۔ یا جیسے گھوڑے کی تصویر کی نسبت کہیں یہ گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے۔ پس یہ ہنہنانے والا ہے معتبر ان میں سے برہان[1] ہے فقط۔

ظاہر ہے کہ جو محض وہمی اور جھوٹے مقدمات ہیں قرآن کریم اور حدیث نبوی شریف ان سے بالکل پاک صاف ہے ان سے قیاس سفسطی کی مثالیں یوں نکل سکتی ہیں کہ کافروں کی کوئی بات ذکر کر کے اس پر تنقید ہو یا ظاہر البطلان ہونے کی وجہ سے ذکر پر اکتفا کیا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کریم یا حدیث شریف کی تفسیر ایسی کر دے جو بالکل سفسطہ ہو کوئی اس کی حقیقت نہ ہو۔ اب قیاس سفسطی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وقالوا لولا نزل القرآن علی رجل من القریتین عظیم یعنی کافروں نے نبی علیہ السلام کی نبوت کے انکار کا بہانہ یہ بنایا کہ قرآن کا نزول مکہ یا طائف کے کسی رئیس مثلاً" ولید بن مغیرہ یا مسعود بن عمرو الثقفی پر ہونا چاہیے تھا مکہ کا غریب یتیم اس کا حق دار نہیں ہے گویا ان کے نزدیک قیاس یوں بنتا ہے آپ غریب ہیں اور کوئی غریب نبی نہیں بن سکتا۔

در یہ قیاس سفسطی ہے نبوت کا معیار مال یا ریاست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ان کے جواب میں اللہ پاک نے فرمایا اھم یقسمون رحمۃ ربک "کیا وہ آپ کے پروردگار کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ "اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو جہاں بھیجے اپنا پیغام"

۲۔ ارشاد باری ہے وقال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا

---

[1] یعنی مفید یقین کو برہان ہے اور بقیہ بعضے مفید ظن کو ہیں اور بعضے نہ یقین کو مفید نہ ظن کو۔ ۱۲ شف

تمت الحواشی علی تیسیر المنطق المسماۃ تسییر المنطق فی الرابع والعشرین من جمادی الاولی ۱۳۳۹ ہجری محمد اشرف علی تھانوی

الیہ (احقاف ۱۱) "اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ نہ دوڑتے اس پر ہم سے پہلے"

گویا ان کے نزدیک قیاس یوں ہے لو کان خیرا ما سبقونا الیہ لکنہم سبقوا فھو لیس بخیر اور وہ اس میں قطعاً" جھوٹے تھے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کافر یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مرتبہ والے ہیں اگر قرآن حق ہوتا تو یہ کمزور اور غلام مثلاً" بلال' عمّار' صہیب اور خبّاب جیسے ہم سے پہلے اس پر ایمان نہ لاتے اور وہ اس میں بڑی غلطی پر تھے پھر فرماتے ہیں۔

واما اھل السنة والجماعة فیقولون فی کل فعل وقول لم یثبت عن الصحابة رضی اللہ عنھم ھو بدعة لانہ لو کان خیرا لسبقونا الیہ لانھم لم یترکوا خصلة من خصال الخیر الا وقد بادروا الیھا (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۳۹)

۳۔ اہل بدعت کا یہ کہنا کہ قرآن کریم میں ہر ہر کلی و جزئی کا علم تفصیلی موجود ہے' خالص سفسطہ ہے اس لیے کہ قرآن کریم وحی ہے اور اگر ہر ہر چیز کا علم ہو تو وحی اور غیر وحی میں کیا فرق ہوگا۔ نیز قرآن کریم کا ہر ہر جزئی پر دلالت کرنا دلالت کی کون سی قسم ہے؟ کیا دلالت مطابقی ہے یا تضمنی ہے یا التزامی؟ مثلاً" احمد رضا خان صاحب یا احمد یار خان صاحب کا سلسلہ نسب آپ کے تفصیلی حالات آپ کی ساری آل اولاد کے مفصل دقیق حالات بتائیے قرآن کریم کی آیات کی ان پر دلالت مطابقی ہے یا تضمنی ہے یا التزامی ہے؟

علاوہ ازیں منطق کا مشہور ضابطہ ہے الجزئی لا یکون کاسبا ولا مکتسبا" (سلم ص ۵۸) اب بتائیے مخلوق کے ہر ہر فرد کا نام جزئی ہوتا ہے۔ قرآن کریم سے اس کا اکتساب کس طرح ہوگا؟ آپ اخبار اٹھا کر قرآن پاک سے موازنہ کریں یا کم از کم اپنے حالات ہی قرآن سے نکال کر دکھا دیں اپنے بزرگوں کی سوانح اور اپنے بعد آنے والے لوگوں کے حالات بھی قرآن سے معلوم کر کے بتا دیں۔

۴۔ جن آیات میں نبی علیہ السلام سے علم غیب' مختار کل ہونے کی نفی ہوتی ہے اہل بدعت کہہ دیتے ہیں کہ ان میں ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں یہ بھی نرا سفسطہ ہے کیونکہ جب ایک صفت اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تو اب اس کی نفی علی الاطلاق درست نہیں

ہے دیکھیے اگر کوئی یہ کہے کہ جاء الحق احمد یار خان صاحب کی تصنیف نہیں ہے۔ یا احمد رضا خان بالکل کچھ نہ جانتے تھے یا مولوی عمر اچھروی بے ایمان آدمی تھا اور تاویل یہ کرے کہ میں ذاتی کی نفی کرتا ہوں عطائی کی نہیں کیا اس کو برداشت کرو گے؟ نبی علیہ السلام کا وجود ان کا ذاتی نہیں ہے نبوت بھی عطائی ہے تو کیا یہ کہنا جائز ہو گا محمد بن عبد اللہ نبی نہ تھے اور ارادہ یہ رکھے کہ ذاتی نبی نہ تھے بلکہ عطاء خداوندی سے تھے۔ یا کوئی آپ کے وجود ہی کا انکار کر دے اور کہے کہ میں نے تو ذاتی وجود کا انکار کیا ہے ملاحظہ کیا آپ نے ذاتی کی تاویل کہاں لے جا رہی ہے؟ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اہل بدعت کے یہاں دو دعوے ہیں۔ ۱۔ ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ ۲۔ عطائی علم غیب ثابت ہے۔ اس دوسرے دعویٰ پر ان کے پاس قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے اور اصل نزاع اسی جزء میں ہے صرف دعویٰ سے تو کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوا کرتا۔

۵۔ تصورات کی بحث میں ہم نے اللہ کے خواص ذکر کیے ہیں کہ اللہ وہ ہے جو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، عالم الغیب ہو یعنی جس کا علم ہر ہر چیز کو محیط ہو اور اس کی قدرت ہر ممکن کو شامل ہو چونکہ ان حقائق کو بیان کرنے سے شرک وبدعت کی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے اس لیے اہل بدعت اور خصوصاً مفتی احمد یار خان صاحب ہرگز اس کو برداشت نہیں کر سکے۔ چنانچہ مفتی صاحب موصوف حقائق ثابتہ کو رد کرنے کے لیے اپنی کتاب علم القرآن میں ص ۶۰ تا ص ۷۳ لفظ اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

اللہ برحق کی پہچان صرف یہ ہے کہ جس کو نبی کی زبان اللہ کہے وہ اللہ برحق ہے اور جس کی الوہیت کا پیغمبر انکار کریں وہ اللہ باطل ہے .... الی ان قال .... اللہ کی پہچان اس سے اعلیٰ ناممکن ہے (علم القرآن ص ۶۲)

مفتی صاحب نے اللہ کی یہ تعریف نری سفسطی تعریف کی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ نبی برحق وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا دے یعنی خدا تعالیٰ کسی کو نبی بنائے گا تو نبی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی بنائے بغیر کسی کا نبی بننا ناممکن ہے اور نبی، نبی بن جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے۔ اس کی رحمت سے مستغنی نہیں ہو جاتا خدا تعالیٰ نبی کی نبوت کے سلب کر لینے پر قادر ہوتا ہے۔

مگر وہ نبی بناتا ہی اس کو ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک کبیرا "اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے (واپس لانے کے) لیے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر رحمت آپ کے رب کی طرف سے۔ بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

الغرض نبوت ورسالت خدا تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہے مگر مفتی صاحب نے الٹ کہہ دیا ان کے نزدیک الوہیت شاید نبی کے عطا کر دینے سے حاصل ہوتی ہے مفتی صاحب قطع نظر اس بات کے کہ نبی کسی کو الہ کہے یہ بتاؤ کہ انبیاء کے پیدا ہونے سے پہلے کوئی الہ تھا؟ اگر تھا تو اس کی پہچان بتاؤ کیونکہ تم نے جو الہ کی پہچان بتائی ہے وہ تو انبیاء کے پیدا ہونے کے بعد ظاہر ہوئی۔ مفتی صاحب اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا الہ ہونا ضرورت ذاتیہ ازلیہ کے ساتھ ہے اگر بالفرض ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے الہ ہونے کا انکار کر دے یا خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو الہ مان لے تو ساری کائنات کافر ومشرک ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں دے سکتی مگر مفتی صاحب کی عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے الوہیت نبی کی عطا کردہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک "اگر تو شرک کرے گا تیرا کیا کرایا کام (سب) غارت ہو جائے گا"

نیز فرمایا وقال موسی ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعا فان اللہ لغنی حمید (ابراہیم ۸)

"اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ تو بے شک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے۔"

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے نبی ﷺ سے ایک عظیم حدیث قدسی روایت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا عبادی انکم لن تبلغوا ضری فتضرونی ولن تبلغوا نفعی فتنفعونی یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذلک فی ملکی شیئا یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذلک من ملکی

شیئاً" یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم وانسکم وجنکم قاموا فی صعید واحد فسالونی فاعطیت کل انسان مسالته ما نقص ذلک مما عندی الا کما ینقص المخیط اذا دخل البحر (مسلم ج ۴ ص ۱۹۹۴)

"اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان دو اور نہ میرے نفع کو پہنچ سکتے ہو کہ مجھے نفع دو۔ اے میرے بندو! اگر بے شک تمہارے اول اور تمہارے آخر تمہارے انسان اور تمہارے جن تم میں سے سب سے متقی مرد کے دل پر ہو جائیں (سب انتہائی متقی بن جائیں) تو یہ بات میری بادشاہت میں کچھ زیادتی نہ کرے گی۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر اور تمہارے انس اور تمہارے جن تم میں سے ایک سب سے نافرمان مرد کے دل پر ہو جائیں (یعنی انتہائی نافرمان بن جائیں) تو یہ چیز میری بادشاہت سے کچھ کم نہ کرے گی۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر اور تمہارے انس اور تمہارے جن ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے مانگنے لگیں پھر میں ہر انسان کو اس کی مانگی ہوئی چیز دیتا رہوں تو یہ چیز میرے خزانوں میں نہیں کمی کرتی مگر جس طرح سوئی کم کرتی ہے جب اس کو سمندر میں داخل کیا جائے"۔

مفتی صاحب کو خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے سے بڑی نفرت معلوم ہوتی ہے۔ مفتی صاحب نے اولیاء کی شان پر کتنے صفحات لکھے ہوں گے۔ مگر جب خدا کی شان بیان کرنے کا موقعہ آیا تو صرف یہ کہہ دیا کہ نبی نے ان کو الٰہ کہہ دیا گویا اگر بالفرض نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کو الٰہ نہ کہتے تو معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ الٰہ نہ ہوتا۔ تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا

۲۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں جہاں علم غیب بندوں کے لیے ثابت کیا جاوے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جاوے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا کہ میں غیب جانتا ہوں وہاں مجازی عطائی حادث علم غیب مراد ہوگا۔ (علم القرآن ص ۱۳۶)

یہ بھی نرا سفسطہ ہے اس لیے کہ قرآن پاک میں کہیں بھی غیر اللہ کے لیے علم غیب (علم اور غیب کا اکٹھے) کا کہیں بھی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی کبھی کسی نبی نے غیب کو جاننے کا دعویٰ کیا ہے۔ انباء الغیب کا معاملہ ہی جدا ہے۔

علم غیب کی نفی کی ایک دلیل یہ ہے کہ جس کو علم غیب ہو وہ عاقل نہیں ہوتا عقل کا کام ہے غور وفکر کے ساتھ کھرے کھوٹے کی تمیز کرنا اور جس کو ہر ہر غیب حاضر کا علم ہے

اس کو عقل کی کیا ضرورت ہے حالانکہ مفتی صاحب ہی لکھتے ہیں پیغمبر کی عقل تمام دنیا سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے (علم القرآن ص ۱۵۲) الغرض آپ کو عاقل ماننا ہی عقیدہ علم غیب کی نفی کر دیتا ہے۔ پھر علم غیب ذاتی کی طرح علم شہادہ ذاتی کی نفی بھی ضروری تھی اس کو کیوں نہ ذکر فرمایا؟

۷ ۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں قرآن شریف میں جہاں حضور علیہ السلام سے کہلوایا گیا ہے کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا وہاں اٹکل' حساب' قیاس' اندازے سے جاننا مراد ہے (علم القرآن ص ۱۵۱)

یہ تاویل بھی سفسطہ ہے کیونکہ جب نبی علیہ السلام بحیثیت نبی کے فرمائیں کہ میں نہیں جانتا تو ہر طرح جاننے کی نفی ہے یہ مطلب تو نہیں کہ آپ بذریعہ وحی جاننے کے باوجود یہی کہہ دیں کہ میں نہیں جانتا۔

۸ ۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ انبیاء اولیاء ما فوق الاسباب مدد کرتے ہیں مشکلیں آسان' مصیبت دور فرماتے ہیں (علم القرآن ص ۱۷۷)

یہ بھی نرا سفسطہ ہے قضیہ شرطیہ کی بحث میں مافوق الاسباب کا معنی ذکر کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ مافوق الاسباب کا مطلب یہ ہے علم بھی ہر طرح کامل ہو' قدرت بھی کامل ہو اس کے فیصلے کو کوئی توڑ نہ سکے اور ایسی قدرت تو ایک ذرہ پر بھی غیر اللہ کو حاصل نہیں ہے اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ کوئی شخص خواہ احمد رضا ہو خدا کی اجازت کے بغیر یا اس کی تقدیر کے خلاف کسی کو ایک بچہ دے دیں مثلاً" ایک آدمی کی قسمت میں اولاد خدا نے نہیں لکھی اور کوئی شخص ایک بچہ اس کو دے دے تو خدا تعالیٰ کا نظام متاثر ہو گا۔ فرض کرو اس بچے کی عمر ۵۰ سال ہو تو اس بچاس سال کے اندر خدا تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے تقدیر لکھی ہوئی ہے رزق اور وسائل مقرر کر دیے ہیں اب یہ بچہ جو رزق کھائے گا وہ کہاں سے ملے گا۔ پھر یہ بچہ جس سواری پر سفر کرے گا وہ کہاں سے آئے گی خدا تعالیٰ نے ایک خاص تقدیر ان پچاس سالوں کے لیے لکھی ہے یہ بچہ بے شمار مقامات پر براہ راست یا بالواسطہ اثر انداز ہو گا کیا شرک ہوا یا نہ ہوا؟

اور اگر یہ جواب دیا جائے کہ خدا کی لکھی ہوئی تقدیر کے خلاف نہیں دے سکتے۔ تو پھر یہ بتائیں کہ خدا تعالیٰ نے قسمت میں اولاد لکھی اور تم نے اولیاء سے اولاد مانگی تو اولاد ولی

دے گا یا خدا دے گا؟ اگر خدا دے گا تو ولی سے مانگنے کا فائدہ ؟ اور اگر ولی دے گا تو بتاؤ اس کو ماں کے رحم میں خود بنائے گا یا کیا کرے گا۔ الغرض خدا کے سوا کسی کو مختار کل یا حاجت روا مشکل کشا ماننا سفسطہ ہے۔ اور اگر متعدد حاجت روا ہوں تو بتایئے ایک لڑکی کے کئی طلب گار مختلف اولیاء کے پاس چلے گئے مثلاً" ایک غوث اعظمؒ کے پاس گیا ایک علی ہجویریؒ کے پاس ایک پاک پتن ایک بریلی احمد رضا صاحب کے پاس ایک فیصل آباد محدث اعظم کے پاس اور ایک گجرات میں مفتی احمد یار صاحب کے پاس گیا بتلاؤ کون سا طلب گار کامیاب ہو گا کون سا ناکام ہو گا؟

۹۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ہم حنفیہ ہر بات میں امام ابو حنیفہؒ کی اندھی تقلید کرتے ہیں یا یہ کہ حنفیہ امام ابوحنیفہؒ کی بات ایسے مانتے ہیں جیسے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات ماننی چاہیے یہ بھی نرا سفسطہ ہے جس کی تفصیل قیاس جدلی وغیرہ میں گزر چکی ہے وہیں ملاحظہ کریں۔ اس طرح غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی امام کی مانتے ہیں اور اہل حدیث نبی علیہ السلام کی یہ بھی سفسطہ ہے ہم نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جن مسائل میں ہم تقلید کرتے ہیں ان کے پاس بھی وہاں کوئی نص صریح نہیں ہے۔ اور جن مسائل میں ان کے پاس نص ہے ہمارے پاس بھی نصوص موجود ہیں۔

۱۰۔ بریلویوں کا یہ کہنا کہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ میں شعر سے مراد ملکہ شعر ہے یعنی آپ ﷺ خود شعر نہیں بنا سکتے تھے لیکن دوسروں کے شعروں کے علم کی نفی نہیں۔ حالانکہ اگر بالفرض آپ شعر بناتے تو وہ بھی آپ کی شان کے مطابق ہوتے مگر انہوں نے اس کی نفی کر دی اور رذیل اور گندے قسم کے فلمی اشعار کے علم تک کو آپ کی ذات مقدسہ کے لیے مان گئے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ان کے نظریہ کے سفسطہ ہونے کی دو وجہیں ہیں۔

۱۔ اس طرح تو ہر شاعر اور شاعرہ کا کلام نبی علیہ السلام کو معلوم ہے لہٰذا ہر شعر کو جاننا حدیث نبوی کو جاننا ہے اگرچہ وہ شعر کسی مغنیہ کے ہوں۔

۲۔ ان لوگوں نے ملکہ شعر کی نفی کی ہے لیکن یہ بتائیں کہ استنباط مسائل کا ملکہ آپ کو حاصل تھا یا نہیں عمدہ خطابت کا ملکہ تھا یا نہیں تھا۔ اگر اثبات میں جواب ہے تو یاد رکھیں جو عالم الغیب ہو وہ ان ملکات سے مستغنی ہوتا ہے۔ (وانظر لنفی الملکۃ عن اللہ تعالیٰ۔ فواتح الرحموت صفحہ ۴۰/۱۲)، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما کان ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا بتایئے جس

طرح وہاں تم نے نبی علیہ السلام کے لیے تاویل کر کے شعر کا علم مان لیا کیا کسی تاویل کے ساتھ ۔ حمن کے لیے ولد کا اثبات جائز ہے یا نہیں بینوا تو جروا مفتی صاحب کا ایک اور **سفسطہ** ملاحظہ ہو۔ علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں : ان صاحبوں کے ہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین (جاء الحق ص ۷) یہ نرا سفسطہ ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین بلکہ مفتی صاحب نے اس صفحہ کے اندر نبی علیہ السلام کو کئی گندی گالیاں دی ہیں۔ ۱۔ حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا۔ ۲۔ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا۔ ۳۔ نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے کے خیال سے بد تر لکھا۔ ۴۔ نبی علیہ السلام کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور ان گالیوں کی نسبت علماء دیوبند کی طرف کر دی ہے حالانکہ یہ الفاظ ہرگز علماء دیوبند کے نہیں ہیں ان کی وضاحت ہم نے گذشتہ صفحات میں کر دی ہے عوام کی نظر میں مقبول ہونے کے لیے یہ لوگ نبی علیہ السلام کو گالی دے کر دوسرے کا نام لگاتے ہیں تاکہ عوام ان کو عاشق رسول سمجھ لے گویا نبی علیہ السلام کی عظمت کو یہ لوگ اپنی اغراض کے لیے قربان کرنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ ان کو ہرگز اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ نبی علیہ السلام کی عزت کی حفاظت کے لیے ہمیں جان بھی قربان کرنی پڑے تو حاضر ہیں دریغ نہ کریں گے۔ مفتی احمد یار خان کا یہ کہنا کہ نبی علیہ السلام سے اللہ پاک نے علم غیب کی نفی کا جو اعلان کروایا قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب یہ کلام تواضع اور انکسار کے طور پر بیان فرما دیا گیا یا یہ کہ یہاں دعوی علم غیب کی نفی ہے نہ کہ علم غیب کی۔ قادری صاحب نے بھی اس کو تواضع پر محمول کیا ہے۔ (جاء الحق ص ۸۹' زلزلہ ص ۱۰۵) یہ تاویل نرا سفسطہ ہے کیونکہ اگر نبی کریم ﷺ نے تواضع کر کے معاذ اللہ حق بات کو ظاہر نہ کیا تو تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟ تواضع کے طور پر خواص الوہیت ہی کی نفی کرنا تھی؟ خواص نبوت بلکہ نفس نبوت کی نفی کیوں نہ کی؟ اس کو بزرگان دین کی کسر نفسی پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ اگر ایک بزرگ کوئی مسئلہ نہ بتائے گا دوسرے سے پوچھا جا سکتا ہے اور اگر نبی تواضع کر لے تو امت جاہل رہ جائے گی۔ کشف اور علم غیب کو ایک کہنا بھی سفسطہ ہے۔ فرق ہم نے بیان کر دیا ہے۔ بعض جہلاء کا حاظر ناظر پر یوں استدلال کرنا کہ "محمد رسول اللہ" کا معنی ہے "محمد اللہ کے رسول ہیں" یعنی حاظر ناظر ہیں۔ کلمے کے اندر رسالت کا اثبات ہے اور حاظر ناظر کا کوئی ذکر نہیں ان جہلاء کی تاویل سے نبوت کا ذکر کالعدم ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھیں کہ حاظر ناظر کس لفظ کا

ترجمہ ہے؟

۱۱۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دین سیاست سے دور ہے یہ بھی نرا مغسطہ ہے لیکن یہ بات ضروری ہے کہ موجودہ حکمرانوں سے براہ راست مکمل اسلام کے نفاذ کے مطالبہ نہ کرنا چاہیے اور نہ اس کی امید رکھنی چاہیے بلکہ اس کا طریقہ یہ اپناؤ کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اسلام کی خوبیاں ان کو سمجھاؤ ان کا دل اسلام کی طرف راغب ہو جائے۔ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا عذاب و ثواب ان کے ذہن نشین کرو تاکہ ان کے دل میں کفر اور کافر کی نفرت بیٹھ جائے دین کی قدر ہو۔ اب تو حالت یہ ہے کہ اکثر حکمران یہ تصور کرتے ہیں کہ اسلام ان کے عیش و عشرت میں رکاوٹ ہے اسلام نافذ کرنے کا مطلب ان کے نزدیک رہبانیت ہے حالانکہ اسلام اس سے روکتا ہے۔ یہ عین حقیقت ہے کہ اسلام ناچ گانوں سے منع کرتا ہے زنا لواطت متعہ اور سحاق کو حرام کہتا ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ اسلام نے نکاح کو جائز شے ہی نہیں کہا بلکہ اس کی ترغیب دی ہے۔ مندرجہ بالا بے حیائی کے تمام کاموں سے یا تو پورا لطف حاصل نہیں ہو تا اور یا اس میں یک طرفہ نقصان ہو جاتا ہے دیکھیے ناچ گانوں اور سحاق سے ہرگز خواہش پوری نہیں ہو گی شہوت کو بھڑکانے کے علاوہ اور کیا حاصل ہوگا۔ لواطت سے اگر بالفرض طرفین کو لطف حاصل بھی ہو جائے تو یہ نہایت مضر ہے اگرچہ آج کل کے ملحد ڈاکٹر اس کو غیر مضر ہی کہہ دیں علاوہ ازیں زنا متعہ اور لواطت ایڈز جیسی بیماریوں کا باعث ہے زنا اور متعہ میں مرد کو ممکن ہے کامل لطف حاصل ہو مگر ایک تو اس کا ضمیر ملامت کرے گا دوسرے حمل وغیرہ کی صورت میں سارا بوجھ عورت پر رہ جاتا ہے جبکہ نکاح کی صورت میں مرد عورت کا کامل خرچ برداشت کرتا ہے اور صحت و مرض میں اس کا شریک حیات ہوتا ہے۔ پیدا ہونے والی اولاد کا خرچہ بھی اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ بتائیے اسلام کا نظام جسمانی و روحانی طور پر کامل ہے یا نہیں۔

یہ درست ہے کہ اسلام نے بعض سزاؤں میں بڑی سختی رکھی ہے مگر اس سے خوف تو مجرم کو ہو گا جس کو اپنے ہاتھ پیارے ہیں چوری نہ کرے جس کو اپنی جان پیاری ہے ڈاکہ نہ ڈالے قتل نہ کرے۔ ناجائز طور پر روزانہ بیسیوں قتل ہو رہے ہیں اور کوئی شنوائی نہیں ہے اسلام کی مقرر کردہ سزاؤں کا تصور بھی مجرمین کے دلوں میں دہشت ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو اگر امن چاہتے ہو تو اسلام کے بغیر نہیں مل سکے گا الغرض سیاسی کام کرنے والے علماء سے

گزارش ہے کہ اپنے کام کی نزاکت کا خیال کریں اور موجودہ حکمرانوں کی لاعلمی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر تم صرف مطالبات رکھو گے تو یہ بجائے قبول کرنے کے سختی کرتے جائیں گے۔ ان کو مدارس کی اہمیت سمجھاؤ صرف نعرہ بازی اور چیلنج بازی کام نہیں دیتی۔ تم سچی بات کرتے ہوئے ذرا لہجہ سخت کرو گے تو یہ لوگ آپ کو دہشت گرد کہہ کر بدنام کریں گے اس لیے ہر جگہ سخت کلام نہ کریں البتہ اگر توہین رسالت کا مسئلہ ہو تو ڈٹ کر سامنے آجاؤ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس پر تم سارے فرقوں کو اکٹھا کر سکتے ہو۔

اب صاحب کتاب کی ذکر کردہ مثالوں کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

پہلی مثال: ہر موجودہ شے قابل اشارہ کے ہے اور جو اشارہ کے قابل ہے جسم والا ہے اس قسم کا قیاس خدا تعالیٰ کے وجود کے انکار پر یا خدا تعالیٰ کو جسم کہنے پر پیش کر دیتے ہیں یہ اس طرح ہے جیسے یوں کہا جائے کہ ہر موجودہ شے دکھائی دیتی ہے حالانکہ بے شمار اشیاء دکھائی نہیں دیتیں مگر ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے عدالتوں میں جتنے مقدمات لے کر جاتے ہیں۔ ان کے اندر عموماً" یہ معلوم نہیں ہوتی کہ حق کس کا ہے صاحب حق کو متعین کرنا ہوتا ہے اور یہ بات نظر نہیں آتی۔

انسان کا علم نہ نظر آتا ہے نہ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور نہ اس کی عقل نظر آتی ہے انسان کی روح بھی دکھائی نہیں دیتی تو کیا موجود نہیں ہے۔ چونکہ روح نظر نہیں آتی اس لیے دنیا والوں نے جتنے وسائل مہیا کیے ہیں وہ سب جسم کے راحت و آرام سی متعلق ہیں روح کی راحت صرف اسلامی عقائد اور اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ روحانی آرام اور تکلیف کا انکار بھی محض سفسطہ ہے اگر ایک آدمی کو سزائے موت دی جائے تو اس کے متعلقین کو غمی اور اس کے دشمنوں کو خوشی ہوتی ہے یہ روحانی تعلق ہی ہے نہ کہ جسمانی۔

دوسری مثال صاحب کتاب نے یہ دی ہے کہ گھوڑے کی تصویر کی بابت کہیں یہ گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے پس یہ ہنہنانے والا ہے اس قیاس کا صغریٰ غلط ہے کیونکہ مشار الیہ گھوڑا نہیں بلکہ گھوڑے کی تصویر ہے اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ یہ گھوڑا ہے بلکہ یہ گھوڑے کی تصویر ہے اب اس کے ساتھ کبریٰ ملائیں گے تو حد اوسط نہ پائے جانے کی وجہ سے نتیجہ نہ نکلے گا۔ اور ہنہنانا گھوڑے کے لیے ہے نہ کہ گھوڑے کی تصویر

کے لیے۔ بعض جاہل خانہ کعبہ یا گنبد خضراء کی شبیہ تیار کر کے اس کا ویسا ہی احترام بجا لاتے ہیں جیسے اصل کا یہ بھی سفسطہ ہے۔

تدریب

س: قیاس سفسطی کی تعریف کریں اور یہ بتائیں کہ قرآن پاک سے اس کی مثالیں کس طرح مل سکتی ہیں؟

س: صحابہ کرامؓ کے بارے میں مشرکین عرب نے کیا سمجھا اور اہل السنہ کا کیا عقیدہ ہے؟

س: مندرجہ ذیل نظریات کے سفسطہ ہونے کو مبرہن کرو

۱۔ قرآن پاک میں ہر ہر کلی وجزئی کا علم تفصیلی موجود ہے۔

۲۔ نبی علیہ السلام سے ذاتی علم غیب کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی۔

۳۔ الہ برحق کی پہچان صرف یہ ہے کہ جس کو نبی کی زبان الہ کہے' وہ الہ برحق ہے۔

۴۔ قرآن پاک میں جہاں یہ نقل کیا جاوے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا میں غیب جانتا ہوں' وہاں مجازی عطائی حادث علم غیب مراد ہوگا۔

۵۔ انبیاء واولیاء مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں۔

۶۔ وما علمناہ الشعر میں ملکہ شعر کی نفی مراد ہے نہ نفس شعر کی۔

۷۔ حنفیہ امام ابو حنیفہؒ کی بات اس طرح مانتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی ماننی چاہیئے۔

۸۔ نبی علیہ السلام نے دعوی علم غیب کی نفی کی ہے نہ کہ علم غیب کی۔

س: اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے پر حدیث قدسی ذکر کریں۔

س: یہ بھی ثابت کریں کہ عالم الغیب پر عاقل کا اطلاق درست نہیں ہے۔

س: حضرت جبریل علیہ السلام علم غیب رکھتے ہیں یا نہیں؟ نیز اس سے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈالیں۔

س: اسلام کا نظام زواج ہی انسان کو مکمل طور پر روحانی وجسمانی سکون عطا کرتا ہے' وہ کس طرح؟

س : اسلامی حدود کی لوگ مخالفت کیوں کرتے ہیں؟
س : گھوڑے کی تصویر کی بابت کہیں یہ گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے۔ اس میں کیا مغالطہ ہے۔

فہرست[1] سابقہ اصطلاحات واجب الحفظ

۱۔ قیاس، ۲۔ اقترانی، ۳۔ استثنائی، ۴۔ اصغر، ۵۔ اکبر، ۶۔ مقدمہ، ۷۔ صغریٰ، ۸۔ کبریٰ، ۹۔ حد اوسط، ۱۰۔ شکل اول، ۱۱۔ شکل ثانی، ۱۲۔ شکل ثالث، ۱۳۔ شکل رابع، ۱۴۔ استقراء، ۱۵۔ تمثیل، ۱۶۔ دلیل لمی، ۱۷۔ دلیل انی، ۱۸۔ برہان، ۱۹۔ اولیات، ۲۰۔ فطریات، ۲۱۔ حدسیات، ۲۲۔ مشاہدات، ۲۳۔ تجربیات، ۲۴۔ متواترات، ۲۵۔ قیاس جدلی، ۲۶۔ قیاس خطابی، ۲۷۔ قیاس شعری، ۲۸۔ قیاس سفسطی

تصورات کی بحث کے ختم پر ۵۴ الفاظ مصطلحہ اور قضایا کی بحث کے خاتمہ پر ۳۷ اور آخر رسالہ میں ۲۸ اصطلاحیں، یہ کل ۱۱۹ اصطلاحات ہو گئیں۔ ان کو حفظ کر لو، ان شاء اللہ تعالیٰ منطق کی کتابیں آسان ہو جائیں گی۔ واللہ الموفق وھو یھدی السبیل

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ گنگوہی
مدرس مدرسہ عربیہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر

---

[1] ان سب اصطلاحوں کو ایک دوسرے سے پوچھ پوچھ کر خوب یاد کر لینا چاہیے ان کے یاد کرنے سے منطق کی جڑ آجاوے گی، فقط جمیل احمد تھانوی صبح ۱۱ صفر ۱۳۵۱ھ وکان الشروع فی صباح ۱۰ صفر مع شغل الدرس فی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور فیا رب وفقنی لرضاک ۱۲۰

راقم کا مطالبہ ہے کہ منطق کی اصطلاحات اور مسائل کو عملی زندگی میں استعمال کرنے کی کوشش کرو جس کا نمونہ آپ کے سامنے حاضر ہے۔ مسلک کے دفاع کو نصاب کا حصہ بناؤ۔ ہماری نرمی سے لوگ بڑا غلط تاثر لیتے ہیں۔ ایک بریلوی مقالہ نگار اختر شاہجہانپوری نے کتنی جرات کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

"علمائے دیوبند سے ہماری گزارش ہے کہ اپنی بھلائی کی خاطر اپنے جملہ غیر اسلامی عقائد پر نظر ثانی فرمائیں۔ ------ الی ان قال ----- یہ آپ حضرات (مراد علمائے دیوبند) اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے بعض اکابر نے شان رسالت میں بہت ہی ناجائز اور انتہائی گستاخانہ الفاظ بھی اپنی تصانیف میں لکھے ہیں۔ حالانکہ سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات لکھنے کی کسی بڑے سے بڑے اعلانیہ مخالف کو بھی جرات نہیں ہو سکی۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) مانا کہ آپ زور زبان وبیان سے ناجائز تاویلات کر کے اپنے متبعین کو مطمئن کر لیا کرتے ہیں لیکن جب باری تعالیٰ عز اسمہ کے سامنے پیشی ہوگی کیا اس وقت یہ حربہ کارگر ہو سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ایسے تمام گستاخانہ کلمات کو ان تصانیف سے خارج کر دینے میں دارین کی بھلائی ہے۔" (اعلیٰ حضرت بریلوی کا فقہی مقام ص ۷۸)

یہ جرات اس بنا پر کی گئی ہے کہ ہمارے بیشتر فضلاء حسام الحرمین میں لگائے ہوئے الزامات کی حقیقت سے واقف نہیں۔ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ وغیرہ کو کھولتے تک نہیں۔ حالانکہ ان الزامات کی حقیقت جاننے کے لیے ان کتابوں کو مکمل پڑھنا چاہیے۔ اور یہ ذمہ داری صرف ہمارے مناظرین کی نہیں بلکہ ہر فاضل اس کا مسئول ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم اکابر کا دفاع کسی جائیداد کے حصول کے لیے نہیں بلکہ ان کو احمد رضا خان کے الزامات سے بری جان کر کرتے ہیں۔ چونکہ کفر وایمان کا مسئلہ ہے اس لیے شرح صدر کے لیے نیز دوسروں کو بصیرت کے ساتھ سمجھانے کے لیے اپنا کچھ قیمتی وقت اس مشن پر بھی صرف کر کے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کا مصداق بنو۔ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

فقط محمد سیف الرحمٰن قاسم

بروز پیر ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

۷۔ اپریل ۱۹۹۷ء بوقت دس بجے شب

کلمات بابرکات بطور تقریظ وتصدیق

از کلک فیض رقم سیدی ومولائی حضرت مولانا الحاج العارف باللہ الصمد مولوی صدیق احمد انبیٹھوی مدظلہم مفتی ریاست مالیر کوٹلہ و سرپرست تعلیم درجات ابتدائیہ مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبندیہ ومدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اما بعد۔ واضح ہو کہ مولوی عبد اللہ صاحب گنگوہی مدرس عربی مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر نے رسالہ مسمی تیسیر المنطق احقر کے پاس بھیجا۔ احقر نے بغور اس کو من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ حسب تحریر مولوی صاحب اس میں بعض اصلاحات مناسبہ بھی کی ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ منطق ایک مشکل علم ہے خصوصاً طلبہ کو اول شروع میں بہت ہی سمجھنے مسائل منطقیہ میں دشواری ہوتی ہے بلکہ احقر کا خیال ہے کہ اول چند رسائل میں طلبہ سمجھتے ہی نہیں یا کم سمجھتے ہیں۔ اب سے تیس چالیس سال ہوئے جو طلبہ میں فارسی کی استعداد عمدہ ہوتی تھی اور فارسی پڑھے ہوئے مدارس عربی میں آتے تھے' وہ تو بوجہ استعداد فارسی کچھ سمجھ جاتے تھے۔ اب سالہا سال سے طلبہ عربیہ ایسے آتے ہیں جن میں استعداد فارسی نہیں ہوتی۔ پس مولوی صاحب موصوف نے نہایت احسان اس زمانہ کے طلبہ پر فرمایا جو اردو سلیس عبارت میں مسائل منطقیہ کو واضح کر دیا جو غیر فارسی دان بھی اس کے ذریعہ مسائل منطقیہ سمجھ سکتے ہیں۔ واقعی یہ کتاب تیسیر المنطق بہت ہی مفید عبارت واضحہ تصنیف فرمائی ہے۔ جزاک اللہ عنہا۔

امید ہے کہ عموماً طلبہ مبتدی اس سے فائدہ اٹھاویں گے اور مدرسین مدارس عربیہ طلبہ کو اس کے مسائل محفوظ فرمانے کی طرف متوجہ فرماویں گے۔ اگر یہ رسالہ مدارس عربیہ کے درس میں داخل ہو جاوے تو احقر کے خیال میں بہت مفید ہوگا ورنہ اگر داخل درس نہ فرمایا جاوے تو جب ابتدائی رسائل منطق پڑھائے جاویں' ان کے مضامین مشکلہ کو اس کے مطابق سمجھا کر یاد کرا دیا جاوے تو موجب سہولت طلبہ ہوگا۔

حررہ صدیق احمد ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ

حالات زندگی مصنف تیسیر المنطق

تیسیر المنطق کے مصنف مولانا عبد اللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا یحیٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ ان کی پیدائش غالباً" ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا خاص ملکہ تھا۔ تذکرۃ الخلیل میں ہے کہ آپ انگریزی سکول میں پڑھا کرتے اور اپنے محلہ والی مسجد میں کبھی کبھی نماز کو بھی جایا کرتے تھے۔ مولانا یحیٰی صاحب نے تاڑ لیا کہ نماز کا شوق رکھتا ہے اس لیے کیا عجب ہے کہ دینی تعلیم کی طرف رغبت پا جائے۔ ترغیب دے کر خارج وقت میں عربی پڑھنے کا شوق دلایا۔ آپ کہنے میں آگئے اور میزان شروع کر دی۔ غبی زیادہ تھے۔ ایک دن مولانا نے دو گردان یاد کرنے کو کہہ دیا جن کو رٹتے رٹتے شام ہو گئی۔ مولانا نے فرمایا خدا کے بندے کیا ظلم ہے کہ ایک گردان میں شام کر دی۔ کہنے لگے نہیں مولوی صاحب یہ تو دو تھیں اور یہ کہہ کر رونے لگے۔ غرض اس طرح آگے چلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی چھوٹ گئی اور عربی کے ہو رہے۔

خوش نصیب تھے اول عالم با عمل ہوئے پھر مولانا خلیل احمد سہارن پوری کے خلیفہ مجاز بنے۔ تھانہ بھون پھر مظاہر العلوم اور آخر میں کاندھلہ میں تدریس کی۔ اور کاندھلہ ہی میں ۱۵ رجب ۳۹ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں انتقال ہوا۔ تین کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ تیسیر المبتدی فارسی کی ابتداء کے لیے، اکمال الشیم تصوف کی ابتداء کے لیے اور تیسیر المنطق جس کی برکت سے راقم کو کچھ لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا کے حالات زندگی تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۵، ۲۰۶ نیز مقدمہ اکمال الشیم ص ۱۷ تا ۳۲ میں ملتے ہیں۔

۱۔ معلوم ہوا کہ کند ذہن طالب علم کو بھی خدا کی رحمت س پر امید ہو کر محنت کرتے رہنا چاہئے۔ خدا تعالی کے ہاں ذہانت اور قابلیت کی ضرورت نہیں بلکہ مقبولیت اور عاجزی کی ضرورت ہے۔

حالات مولانا مفتی محمد صدیق صاحب مالیر کوٹلی

(جنہوں نے تیسیر المنطق پر تقریظ لکھی)

آپ مولانا خلیل احمد انبیٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی اور ہم عصر اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ دار العلوم دیوبند میں عرصہ دراز تک رہ کر تعلیم حاصل کی پھر دار العلوم میں عرصہ تک درس بھی دیا۔ دار العلوم سے مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے عمر کا آخری حصہ وہیں عہدہ افتاء پر گزارا۔

صرف و نحو میں پختگی چونکہ بچپن سے آپ کے نزدیک قابل اہتمام رہا اس لیے سہارن پور اور دیوبند دونوں مدرسوں کی ابتدائی شعبہ کے آپ کو سرپرست رکھا گیا۔ اور ہر سال باقاعدہ مالیر کوٹلہ سے تشریف لا کر مظاہر العلوم اور سہارنپور کا امتحان لیتے تھے۔ تذکرۃ الخلیل میں ہے کہ میزان الصرف سے شرح جامی تک تعلیم کی نگرانی مظاہر العلوم میں مولانا صدیق صاحب کرتے تھے۔

مولانا فرماتے تھے کہ عام مدرسین کی عادت یہ تھی کہ کتاب میں جو جگہ سمجھ نہ آتی استاد کے پیچھے پڑے اور پوچھ لیا۔ مگر مجھ اس سے عار آتی تھی اور میں مطالعہ دیکھتا اور دماغ پر زور دے کر نکالا کرتا تھا۔

موصوف امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولانا فاروق احمد ہیں جو سابق شیخ الجامعہ العباسیہ تھے۔ مولانا محمد احمد صاحب تبلیغی جماعت والے مولانا فاروق صاحب ہی کے صاحبزادے ہیں۔

صفر ۴۴ھ میں مالیر کوٹلہ میں مولانا کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

مولانا کے حالات کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔ تذکرہ الرشید ج ۲ ص ۱۵۶، تذکرہ الخلیل ص ۲۱۸ تا ۲۲۲، تاریخ دار العلوم دیوبند مصنفہ قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ص ۴۳، ملحق بیس بڑے مسلمان، مناجات مقبول طبع تاج کمپنی ص ۲۰۸

تقریظ

استاذ محترم حضرت مولانا قاری الیاس صاحب مد ظلہ

مدیر مدینہ العلم فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد

فن منطق میں اصطلاحات منطق کے ذہن نشین اور متعارف کرانے کے لیے سب سے پہلے جو رسالہ طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے' وہ تیسیر المنطق ہے۔ یہ رسالہ اتنا مفید اور نفع بخش ہے کہ واقعتاً اس کے پڑھ لینے والا طالب علم ضروری اصطلاحات کو جاننے والا بن جاتا ہے۔

محترم جناب حضرت مولانا سیف الرحمٰن قاسم مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنی خدا داد صلاحیتیں بروئے کار لا کر اس رسالہ کی توضیح و تشریح اور تسہیل کے سلسلہ میں جس پیارے' انوکھے اور قابل صد تحسین انداز کو اختیار کیا ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لکیر کے فقیر بننے کے بجائے مولانا موصوف نے ایسا دلچسپ اور عام فہم اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ اگر کوئی اس کا بغور مطالعہ کرے تو فن منطق کے ساتھ مناسبت پیدا ہونے کے ساتھ فقہی مختلف فیہ مسائل میں حنفی مسلک کی راجحیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ کہیں کہیں تصحیح عقائد کے سلسلہ میں بھی امثلہ منطق سے راہنمائی حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض مقلات پر فاضل مولف نے روز مرہ کی مثالیں پیش فرما کر علم منطق کو اتنا عام کر دیا کہ اس فن کی معروف خشکی فرحت و مسرت میں مبدل نظر آتی ہے۔ ہر کسی کے لیے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بے حد نافع اور دلچسپ ہے۔ اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ اسے عمومی مقبولیت عطا فرمائے اور اس کے فاضل مولف کو علم و عمل میں ترقی نصیب فرمائے۔

محمد الیاس غفرلہ

۱۹ - ۴ - ۹۷

تقریظ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب مد ظلہ

خطیب انوری مسجد فیصل آباد، رکن مجلس شوریٰ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين

وبعد!

تیسیر المنطق فن منطق کی ابتدائی درسی کتاب ہے۔ اخونا فی اللہ محترم مولانا محمد سیف الرحمٰن قاسم نے اساس المنطق میں ایک مخصوص انداز سے اس کی تفہیم اور اجراء پر بہت بڑا شاندار کام کیا ہے۔ طلبہ کو راغب کرنے کے لیے روز مرہ کی مثالوں میں منطق کو جاری کیا۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث کو بطور استشہاد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک کا حقائق کی روشنی میں دفاع کر کے اس زمانے کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ جگہ جگہ اکابرین کے کلام سے استفادہ کیا حتیٰ کہ حضرت والد گرامی قدر مولانا محمد صاحب انوری[۱] رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب انوار انوری سے جا بجا حوالہ جات ذکر کیے۔ شارح تو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے، اب مدارس کے ذمہ دار حضرات کی مسئولیت ہے کہ وہ اس تیار شدہ مواد کو استعمال میں لائیں۔ یا تو اس کتاب کو داخل نساب کریں اور یا تدریس کے دوران اس کی مثالوں سے استفادہ کریں اور مدارس کے امتحانات میں نیز وفاق المدارس کے امتحانات میں اس کتاب کی تدریبات سے سوالات دیے جاویں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازیں اور ان کو مزید محنت کرنے کی توفیق عطا فرماویں آمین

سعید الرحمٰن انوری

۱۲ ذی الحج ۱۴۱۷ھ

۱۔ مولانا محمد صاحب انوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے تلمیذ خاص تھے۔ مقدمہ بہاولپور میں حضرت کو کتابیں پکڑاتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلیفہ تھے۔ ۱۹۷۰ء میں ان کی وفات ہوئی۔

تقریظ

ابو عریاض مولانا مفتی محمد اقبال صاحب

مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالی

"اساس المنطق" شرح تیسیر المنطق" جناب مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدظلہ مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ شارح موصوف نے اساس المنطق شرح تیسیر المنطق تحریر کر کے اس کو نہایت ہی سہل کر دیا ہے اور بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ موصوف نے اس کی یہ شرح تحریر کر کے اس کو بڑا بنا دیا ہے اور یہ انداز مجھے بہت ہی پسند آیا ہے کہ موصوف نے اس کتاب میں اس کی مناسبت سے قرآنی آیات' احادیث مبارکہ نیز اکابرین کے کلام سے امثلہ پیش کی ہیں۔ یہ میری اپنی خواہش تھی کہ منطق پر قرآنی آیات' احادیث مبارکہ وغیرہ جمع کر دی جائیں۔ ماشاء اللہ اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے لیے بھی اس کا مطالعہ بہت عمدہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالی اس شرح کو بھی قبولیت عامہ وفیض عامہ نصیب فرمائے اور شارح موصوف کو اجر عظیم سے نوازے۔ نیز موصوف کو مزید دین کی خدمت کرنے اور اس میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فقط الراجی المتوکل الی المتعال

ابو عریاض محمد اقبال عفی اللہ الکبیر المتعال عنہ

خادم الافتاء والتدریس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

تعارف دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کئی معنی میں ایک بے مثال تعلیم گاہ ہے۔ اس کا قیام اس وقت عمل میں آیا جب نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیائے اسلام میں دینی علوم زوال کے آخری سرے پر پہنچ چکے تھے۔ مصر کے مشہور عالم سید رشید رضا لکھتے ہیں:

ولولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فی هذا العصر لقضی عليها بالزوال من امصار الشرق فقد ضعضت فی مصر و الشام والعراق و الحجاز منذ القرن العاشر للهجرة حتی بلغت منتهی الضعف فی هذا القرن الرابع عشر (مقدمہ مفتاح کنوز السنہ ص "ق") ونقله فواد عبد الباقی فی سنن ابن ماجه بتحقيقه ج ۲ ص ۱۵۶۷)

ترجمہ: اگر ہندوستان کے علماء کی توجہ اس زمانے میں علم حدیث کی طرف مبذول نہ ہوتی تو مشرقی ممالک سے یہ علم ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے چودھویں صدی کے اوائل تک حدیث کا علم ضعف کی آخری منزل پر پہنچ گیا تھا۔ (تاریخ دیوبند ص ۳۰۳)

۱۸۵۷ء تک دہلی کو اسلامی علوم و فنون کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۸۵۷ء میں جب دہلی اجڑی تو اس کی مرکزیت بھی ختم ہو گئی۔ ۱۹۵۷ء کی شکست و ریخت کے بعد مذہبی تعلیم کے لیے قومی سرمائے سے چلنے والے سب سے پہلا مدرسہ دار العلوم تھا۔

انگریزی عمل داری تک دہلی، آگرہ، لاہور، ملتان وغیرہ میں سے دینی مراکز تھے۔ ان مدارس کے اخراجات کے لیے ہندوستان کے سلاطین اور امرائے سلطنت نے چھ سو سال کی طویل مدت میں بڑے بڑے اوقاف مقرر کیے تھے۔ ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقف کو ضبط کر لیا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی تعلیم کا سارا دیدار انہی اوقاف (جائیدادوں) کی آمدنی پر تھا۔

اس کے بعد انگریزی حکومت نے لوگوں کو عیسائیت کے قریب کرنے کے لیے انگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا۔ اسی زمانے میں یورپ میں سائنس و صنعتی انقلاب برپا ہو چکا تھا۔

نئی نئی ایجادات سے انگریزوں کی غیر معمولی قوت و شوکت کا رعب دلوں پر طاری ہو گیا۔

ان خطرناک حالات میں دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے سب سے پہلے دار العلوم دیوبند میدان عمل میں آیا اس کے بزرگوں نے کتاب اللہ کی شمع روشن کر کے تفسیر' حدیث فقہ اسلامی علم و ادب اور عقائد و اعمال کے تحفظ کے لیے ایک ایسا مضبوط حصار تیار کیا جو پیش آنے والے خطرات کے لیے موثر ضمانت ثابت ہوا۔

۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ ر ۳۰ مئی ۱۸۶۶ بروز جمعرات دیوبند میں چھتہ کی تاریخی مسجد کے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے صرف ایک استاد ملا محمود اور ایک شاگرد جس کا نام بھی محمود تھا سے اس مدرسہ کی ابتداء ہوئی۔ یہ پہلا شاگرد بعد میں شیخ الہند محمود الحسن کے نام سے جانا گیا۔

دار العلوم دیوبند سے قبل مدارس کے لیے علماء سلاطین جائیداد ہی مخصوص کر دیتے تھے۔ اب وہ دور نہ رہا انگریز تو انگریز مسلم حکمران بھی عموماً" اسلام کے لیے مخلص نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ ہے وللہ خزائن السموات والارض تمام مدارس اسلامیہ میں دار العلوم دیوبند کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلا چندے کا مدرسہ ہے جو عین ایسے وقت میں قائم ہوا جب عام قلوب نے ان کی ضرورت کو محسوس بھی نہ کیا تھا۔ حق تعالیٰ بانیان مدرسہ کی مغفرت فرمائے کہ انہوں نے اپنی فراست ایمان سے اس آنے والے سیلاب کا اندازہ کر کے سب سے اول یہ سد سکندری قائم کی۔ دار العلوم کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ پہلے سال کے آخر میں طلبہ کی تعداد ۷۸ تک پہنچ گئی جن میں بنارس پنجاب اور کابل تک کے طلبہ تھے۔

عوامی چندے کے اس نسخہ کیمیا کا ہاتھ آنا تھا کہ جا بجا اس کی تقلید میں مدارس بننے لگے۔ چند ہی سالوں بعد یہ طریقہ مدارس عربیہ سے تجاوز کر کے سکولوں کالجوں' انجمنوں اور دیگر اداروں تک عام ہو گیا۔ ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ کالج (مسلم یونیورسٹی) بھی اس طریقے پر قائم ہوا اور آج بے شمار قومی اداروں کی بالخصوص ہر مسلک کے مدارس کی بنیاد اس طریقے پر قائم ہے (انظر تاریخ دیوبند سید محبوب رضوی ص ۳۰۲ تا ۳۳۵)

چند مشاہیر دار العلوم

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

آپ ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے بڑے ذہین علماء میں سے تھے۔ دار العلوم کے بانی اور پہلے سرپرست ہیں۔ مگر دار العلوم سے تنخواہ نہ لیتے تھے۔ بلکہ تصحیح کتب کی مزدوری پر گزارا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھی اور دار العلوم کے دوسرے سرپرست ہیں۔ ۱۲۴۴ھ میں پیدائش اور ۱۳۲۳ء میں وفات ہوئی۔

مولانا محمود الحسنؒ

حضرت نانوتوی کے شاگرد خاص اور جانشین تھے۔ آپ کے شاگرد ہند و بیرون ھند پھیل گئے۔ انگریز کے خلاف تحریک ریشمی رومال شروع کی مگر راز میں نہ رہ سکی اور ناکام ہو گئی۔ جزیرہ مالٹا میں انگریزوں نے کچھ سال قید رکھا۔ آپ کی پیدائش ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء کو اور وفات ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو ہوئی۔

مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ

آپ کی پیدائش صفر ۱۲۶۹ھ بمطابق دسمبر ۱۸۵۲ء کو ہوئی۔ مولانا یعقوب نانوتویؒ آپ کے ماموں تھے۔ کچھ زمانہ دار العلوم دیوبند میں بھی تعلیم حاصل کی۔ پھر سہارنپور چلے گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ خاص تھے۔ براہین قاطعہ پر حضرت گنگوہی کی تصدیق موجود ہے۔ مولوی احمد رضا خان بریلوی (۱۲۷۲ھ ۱۳۴۰ھ) نے حسام الحرمین (جس کی تصنیف ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو مکمل ہوئی۔ دیکھئے حسام الحرمین ص ۱۱۵ مع تمہید ایمان طبع بریلی) میں علماء دیوبند کو کافر کہا اور جھوٹے الزامات اور کفریہ عبارات بنا کر علماء دیوبند کے

ذمہ لگائیں اور علماء حجاز سے اپنی تصدیق حاصل کر لی۔ ہندوستان میں اس کتاب نے ایک فتنہ برپا کر دیا جب علماء حجاز کو یہ بات پہنچی کہ احمد رضا خان نے دھوکہ کیا تو انہوں نے علماء دیوبند کے پاس ان کے عقائد معلوم کرنے کے لیے نیز تحذیر الناس وغیرہ کتابوں کی عبارات کی تنقیح کے لیے چھبیس سوالات ارسال کیے جن کے جوابات حضرت سہارن پوری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فصیح عربی میں تحریر فرمائے۔ اس وقت تمام اکابر علماء دیوبند مثلاً" حضرت شیخ الہند حضرت تھانوی، مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرھم نے ان کی تصدیق و تصویب کی۔ پھر وہ جوابات علماء حجاز کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی اس پر تصدیقات ثبت کیں۔ مولانا سہارنپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ ان جوابات سے ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ کو فارغ ہوئے تھے۔ (المھند ص ۷۳)

یہ تمام سوال جواب مع تصدیقات المھند کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ احمد رضا خان بریلوی اس کے بعد پندرہ سال زندہ رہے۔ مگر ان کو دوبارہ حجاز جا کر المھند کا رد کروانے کی جرات نہ ہوئی۔ اس لیے کہ ان کے مکر کی حقیقت واضح ہو چکی تھی۔ المھند کی تصنیف اور اس پر تصدیقات حاصل کر کے علماء دیوبند بلکہ جمہور امت کے عقائد و نظریات کی دستاویز تیار کرنا حضرت سہارن پوری کا امتیازی کارنامہ ہے۔

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو مدینہ طیبہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ

آپ کی ولادت ۱۲۸۰ھ کو ہوئی۔ ۱۳۰۰ کو دار العلوم سے فراغت حاصل ہوئی۔ جس سال آپ دار العلوم گئے اسی سال حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے منازل سلوک طے کیے۔ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

علامہ انور شاہ کشمیری

۱۲۹۲ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ نہایت ذہین و قوی الحفظ تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نائب بنایا تھا۔ رد قادیانیت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ ۱۳۵۲ھ بمطابق

۱۹۳۴ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ

۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص شاگرد خاص رفیق سفر اور خادم خاص تھے۔ مالٹا میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ سالہا سال مدینہ طیبہ میں درس دیا۔ حضرت گنگوہیؒ نے مدینہ طیبہ سے بلوا کر خلافت عطا کی۔ انگریز کو نکالنے کے لیے ہر قسم کا چیلنج قبول کیا۔ انگریز کے نکلنے کے بعد حکومت کا کوئی عہدہ اور وظیفہ قبول نہ کیا۔ پاکستان کے مسلمانوں کو پاکستان کی حفاظت کی تاکید کیا کرتے تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کے بعد دار العلوم میں شیخ الحدیث بنے۔ ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء میں دیوبند میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

۱۳۰۵ھ ۱۸۸۵ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ حضرت نانوتویؒ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق اور ان کی کتابوں پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ پاکستان بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مغربی پاکستان میں سب سے پہلے آپ نے پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔ اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ تعالیٰ قائد اعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ مولانا عثمانی نے ہی حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ پر تفسیری حواشی آپ نے مکمل کیے۔ معوذتین پر حواشی میں حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر نقل فرمائی۔ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

دور حاضر کے چند مشاہیر

مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ

آپ اس دور کے بلکہ اس صدی کے بڑے محقق عالم اور عظیم مصنف ہیں۔ ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء کو آپ پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۱ء بمطابق ۱۳۶۱ھ کو دار العلوم دیوبند میں حضرت مدنی اور دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث کیا۔ علمی و تحقیقی خدمات کے پیش نظر آپ کو امام اہل سنت کا لقب دیا گیا ہے۔ سالہا سال سے روزانہ گکھڑ سے گوجرانوالہ مدرسہ نصرۃ العلوم قرآن پاک اور بخاری شریف کی تدریس کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے۔ چند مشہور تصانیف یہ ہیں۔

احسن الکلام' ازالتہ الریب' راہ سنت' باب جنت' تسکین الصدور' تبرید النواظر' تفریح الخواطر' حکم الذکر بالجہر' تنقید متین' اتمام البرہان' دل کا سرور' عمدۃ الاثاث۔

مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مدظلہ

آپ حضرت امام اہل السنت کے چھوٹے بھائی ہیں ان کی معیت میں دار العلوم دیوبند میں دورہ حدیث کیا۔ گوجرنوالہ مسجد نور میں آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی۔ جس کا فیض بلا واسطہ یا بالواسطہ لاکھوں انسانوں تک پہنچا۔ آپ روزانہ قرآن پاک کا درس دیتے تھے۔ جس کو مکتبہ دروس القرآن نے بیس جلدوں میں شائع کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی بعض غیر مطبوعہ نایاب کتابیں حاصل کر کے ان کو شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح تندرستی عطا فرمائے اور ہمیں ان سے استفادہ کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت حافظ ذوالفقار احمد صاحب مدظلہ

آپ اس زمانے کے بہت بڑے شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ مایہ ناز انجینئر بھی ہیں۔ اس لیے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو ان کی زبان میں دین سمجھانے اور ان کے شبہات زائل کرنے میں آپ امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ مرشد عالم حضرت غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص ہیں۔ جھنگ کے رہائشی ہیں مگر اکثر تبلیغی و اصلاحی دوروں پر رہتے ہیں۔ آپ کے مریدین اور خلفاء کا سلسلہ پاکستان' امریکہ' یورپ اور بالخصوص وسط ایشیا کی ریاستوں میں پھیلا

ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض و برکات سے منتفع ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

الحمد للہ اساس المنطق شرح تیسیر المنطق کا دوسرا حصہ جس کے آخر میں دار العلوم دیوبند اور اس کے مشاہیر کا مختصر تعارف بھی ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورا ہوا۔ وبہ تم الکتاب

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد النبی الامی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین